معاہدہ منگلور کی رو سے میسور اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی دوسری جنگ کا خاتمہ فوجی اور سیاسی لحاظ سے ٹیپو سلطان ٹیپو کی ایک بہت بڑی فتح تھی۔ انگریزوں نے میر نظام علی اور مرہٹوں کی اعانت کے بھروسے پر جنگ شروع کی تھی اور ابتدا میں ان کی کامیابیاں حوصلہ افزا تھیں۔ تاہم نظام اور مرہٹے جنگ کے نتائج کے متعلق پورا اطمینان حاصل کیے بغیر میدان میں کودنے کے لیے تیار نہ تھے۔ بدنور کی فتح کے بعد انگریزوں کو یہ امید ہو گئی تھی کہ اب ان کے مذبذب حلیف مال غنیمت میں حصہ دار بننے کے لیے میسور پر اچانک یلغار کر دیں گے لیکن جنگ کے دوسرے دور میں میسور کا زخمی شیر اپنے فولادی پنجے انگریزوں کے سینے میں گاڑ چکا تھا اور وہ گدھ جنہیں گھرے ہوئے شکار پر جھپٹنے کی دعوت دی جا رہی تھی اپنے اپنے نشیمن سے ایک بدلی ہوئی صورت حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati/pk.com

انگریزوں نے اس وقت صلح کا جھنڈا بلند کیا تھا جب منگلور میں ان کے محصور لشکر کو کسی فوری اعانت کی امید نہ تھی۔ سلطان کے توپ خانے کی بے پناہ گولہ باری کے باعث قلعے کی دیواریں ایک ایک کر کے منہدم ہو رہی تھیں۔ رسد اور بارود کے ذخیرے ختم ہو چکے تھے۔ انگریز قلعے کے باہر نگاہ دوڑاتے تو انہیں آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل نظر آتے۔ وہ قلعے کے اندر دیکھتے تو انہیں زخموں، وبائی امراض اور بھوک سے دم توڑتے ہوئے ساتھیوں کی قابل رحم صورتیں دکھائی دیتیں۔ منگلور کی طرح وہ دوسرے محاذوں پر بھی بری طرح مار کھا رہے تھے۔ کڈلور میں ان کی بہترین فوج فرانسیسی لشکر کے ہاتھوں مکمل تباہی کا سامنا کر رہی تھی۔

Pdf by Road Sign

جنوبی ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے جارحانہ عزائم کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملانے کا یہ بہترین موقع تھا لیکن اچانک یورپ سے یہ خبر پہنچی کہ برطانیہ اور فرانس کے درمیان صلح ہو گئی ہے اور وہ ہندوستان میں لڑائی بند کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

فرانسیسی سپہ سالار نے یہ خبر سنتے ہی انگریزوں کے ساتھ جنگ بند کر دی۔ فرانس کے تعاون سے محروم ہو جانے کے باوجود سلطان ٹیپو کے پاس اتنی طاقت تھی کہ وہ انگریزوں پر ایک فیصلہ کن ضرب لگا سکتا تھا۔ لیکن جنگ جاری رکھنے کی صورت میں سلطان کو ایک طرف نظام اور مرہٹوں کے حملے کا اندیشہ تھا اور دوسری طرف اس کے لیے ان باجگزار راجوں اور پالیگاروں کی سرگرمیاں ایک خطرہ عظیم بن چکی تھیں جنھوں نے انگریزوں، مرہٹوں اور میر نظام علی کی شہ پر بغاوت کے جھنڈے بلند کر دیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ سلطان ٹیپو محض اولوالعزم سپاہی ہی نہ تھا بلکہ وہ ایک انتھک معمار بھی تھا۔ رعایا کی فلاح و ترقی کے ساتھ اس کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ وہ جنگ کے میدان میں بھی دریاؤں پر بند باندھنے، نہریں کھودنے، بنجر زمینیں آباد کرنے، سڑکیں تعمیر کرنے اور صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے علاوہ عوام کی تعلیمی اور معاشرتی حالت کو سدھارنے کے عظیم منصوبے تیار کرتا تھا۔ میسور کے عوام کی خوشحالی کے متعلق اپنے سپنوں کی تعبیر کے لیے اسے امن کی ضرورت تھی۔ لیکن اس کے دشمن یہ

Pdf by Road Sign

سمجھ چکے تھے کہ سلطان ٹیپو ان کے راستے کا آخری پتھر ہے اور اگر اسے امن کے چند سال مل گئے تو سلطنت خداداد ہندوستان کی عظیم ترین طاقت بن جائے گی۔ چنانچہ صلح نامہ منگلور کے بعد انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کی یہ کوشش تھی کہ سلطان کو کسی نہ کسی محاذ پر مصروف رکھا جائے۔

Pdf by Road Sign

جنگ سے فارغ ہوتے ہی سلطان کو سب سے پہلے نرگنڈ اور کورگ کی طرف توجہ دینی پڑی۔ یہ ریاستیں میسور کی باجگزار تھیں لیکن گزشتہ جنگ سے فائدہ اٹھا کر وہاں کے راجے سلطان کے خلاف بغاوت کر چکے تھے۔ سلطان نے مصالحت کے لیے نرگنڈ کے برہمن راجہ وکٹ راؤ کے پاس اپنا ایلچی بھیجا لیکن وہ مرہٹوں کی شہ پا کر مصالحت کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ سلطان نے مرہٹوں کو میسور کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے باز رکھنے کے لیے ایک سفارت پونا روانہ کی لیکن نانا فرنویس ایک مدت سے میسور کے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف تھا اور پیشوا کے علاوہ قریباً تمام مرہٹے راجے اس کے قبضے میں تھے۔ اس لیے سلطان کی مصالحانہ کوششیں کامیاب نہ ہوئیں۔

سلطان نے مجبوراً برہان الدین کی قیادت میں ایک لشکر نرگنڈ کی طرف روانہ کر دیا۔ برہان الدین نے نرگنڈ سے چند

Pdf by Road Sign
www.maktubpk.com

میل کے دو رونکٹ راؤ کو شکست دی اور اسے زگنڈ کے قلعے میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ نانا فرنویس نے تیس ہزار سپاہی ونکٹ راؤ کی مدد کے لیے روانہ کر دیئے اور برہان الدین نے مرہٹوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے زگنڈ کے قلعے کا محاصرہ اٹھالیا۔ برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا اور راستوں کے نالوں اور دریاؤں میں طغیانیوں کے باعث مرہٹوں کے لیے اپنے بھاری ساز و سامان کے ساتھ آگے بڑھنا دشوار تھا۔ چنانچہ مرہٹہ فوج کا سپہ سالار پرس رام بھاؤ رام ڈرک میں پڑاؤ ڈال کر برسات کے اختتام اور مزید فوج کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

برہان الدین نے مرہٹوں کے حملے کا انتظار کرنے کی بجائے اچانک منولی کی طرف یلغار کر دی۔ مرہٹوں نے مجبوراً آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن میسور کی فوج نے انہیں پے در پے شکستیں دینے کے بعد منولی اور رام ڈرگ پر قبضہ کر لیا۔

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

چند دنوں میں مرہٹہ لشکر پیہم شکستیں کھانے کے بعد دریائے کرشنا تک تمام علاقے خالی کر چکا تھا اور نرگند کی طرف اس کے تمام راستے منقطع ہو چکے تھے۔

ان شاندار فتوحات کے بعد برہان الدین نے دوبارہ نرگند کے قلعے کی طرف توجہ دی۔ وینکٹ راؤ نے چند دن مقابلہ کیا لیکن مرہٹوں کی پسپائی کے باعث اس کا حوصلہ ٹوٹ چکا تھا۔ چنانچہ اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ نرگندہ کا قلعہ فتح کرنے کے بعد برہان الدین نے وینکٹ راؤ کے دوسرے حلیف راجوں اور پالیگاروں پر چڑھائی کر دی اور کتھور، دودوادا، خانہ پور، ہوسکوٹ، بادشاہ پور اور جمبوٹی کے قلعے فتح کر لیے۔ قریبا اسی زمانے میں سلطان کی فوج کا ایک اور سپہ سالار حیدر علی بیگ کورگ کے نائروں کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا۔ کورگ کی مہم جس قدر

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

اہم تھی اسی قدر مشکل تھی۔ یہ علاقہ مغربی گھاٹ کے ان پہاڑوں میں واقع ہے جہاں سال میں چھ مہینے لگاتار بارش ہوتی ہے' پہاڑوں کے دامن میں چشموں اور خوشنما جھیلوں کے علاوہ بانس' ساگوان' صندل اور دوسرے درختوں کے گھنے جنگل تھے۔ جن میں جگہ جگہ شیروں اور چیتوں کے علاوہ ہاتھیوں کے ریوڑ دکھائی دیتے تھے۔ کہیں کہیں وادیوں کے نشیب میں جنگلوں کی بجائے دھان کے کھیت اور پھل دار درختوں کے باغ نظر آتے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.mamurpk.com

کورگ میں نازقوم کے قد آور سڈول اور صحت مند باشندے تہذیب و تمدن کے الفاظ سے نا آشنا تھے۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی نیم عریاں لباس میں رہتی تھیں۔ ہمسایہ اضلاع کے بہت کم لوگ کورگ کے دشوار گزار پہاڑوں اور جنگلوں کا رخ کرنے کی جرات کرتے تھے۔

متمدن ہندوستان کے لیے اس علاقے کے باشندوں کی خوبصورتی ' عریانی ' اخلاقی بے راہ روی ' وحشت اور بربریت کی داستانیں کوہ قاف کی پریوں اور جنوں کے قصوں سے مختلف نہ تھیں۔

میسور کی فوج نے ابتدا میں کورگ کے باغیوں کے خلاف چند کامیابیاں حاصل کیں لیکن دشوار گزار جنگلوں میں باغیوں کا پلہ بھاری ہونے لگا تا ہم اپنی خفیہ پناہ گاہوں سے نکل کر اچانک میسور کے لشکر کے عقب یا میمنہ اور میسرہ پر حملہ کرتے اور آن کی آن میں پہاڑوں اور جنگلوں میں روپوش ہو جاتے۔ حیدر علی بیگ اس خطرناک مہم کے لئے نا اہل ثابت ہوا اور اس نے ایک گھنے جنگل میں دشمن کے پے در پے حملوں سے بدحواس ہو کر پسپائی اختیار کی۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ان حالات میں سلطان ٹیپو کو بذات خود میدان میں آنا پڑا۔ نائروں نے قدم قدم پر ڈٹ کر مقابلہ کیا، لیکن سلطان کے سامنے ان کی پیش نہ گئی اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ سلطان نے زین العابدین مہدوی کو کورگ کا صوبیدار مقرر کیا اور خود سرنگا پٹم لوٹ آیا۔ اس عرصہ میں نانا فرنوس جسے نرگنڈ اور کورگ میں سلطان کی فتوحات نے بہت مضطرب کر دیا تھا۔ سلطان کے خلاف مرہٹوں، نظام اور انگریزوں کا متحدہ محاذ بنانے کی کوشش میں مصروف تھا اور اس کی افواج دریائے کرشنا کے کنارے جمع ہو رہی تھیں۔

Pdf by Road Sign

ایک دن فرحت بالا خانے کے ایک کمرے میں بیٹھی اپنی خادمہ سے باتیں کر رہی تھی۔ اچانک سیڑھیوں پر کسی کے بھاگنے کی آواز سنائی دی اور آن کی آن میں ایک سانولے رنگ کا لڑکا جس کی عمر بارہ سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی، کمرے میں داخل ہوا۔

خادمہ نے کہا: ”منور، تم کیسے نالائق ہو۔ بی بی جی نے تمہیں کتنی بار سیڑھیوں پر بھاگنے سے منع کیا ہے!“

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

منور نے خادمہ کو کوئی جواب دینے کی بجائے فرحت کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”بی بی جی، آج ایک مہمان آئے ہیں۔ وہ کوئی بہت بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ کریم خان نے ان کا گھوڑا اصطبل میں باندھ دیا ہے اور میں انہیں دیوان خانے میں بٹھا آیا ہوں۔ انہوں نے آتے ہی بھائی جان انور علی اور بھائی جان مراد علی کے متعلق پوچھا۔ میں نے جواب دیا کہ بھائی جان انور علی یہاں نہیں ہیں اور مراد

علی صاحب اس وقت مدرسے میں ہیں' اس کے بعد انہوں نے دلاور خان اور صابر

کے متعلق پوچھا۔ میں نے جواب دیا کہ صابر مر چکا ہے اور دلاور بھائی جان انور علی کے ساتھ گیا ہوا ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا' تم کون ہو؟ میں

نے جواب دیا کہ میں بی بی جی کا نوکر ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

فرحت نے کہا: ''تم نے ان سے نام نہیں پوچھا؟''

''جی انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ بی بی جی سے میرا اسلام کہو اور انہیں یہ بتاؤ کہ میرا نام اکبر خان ہے۔''

فرحت کے لیے یہ خبر غیر معمولی تھی۔ وہ چند ثانیے بے حس و حرکت بیٹھی رہی اور پھر مضطرب سی ہو کر بولی:

’’منور جاؤ انہیں اندر لے کر آؤ اور نیچے کے بڑے کمرے میں بٹھا دو۔‘‘

منور بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکلا لیکن نصف سے زیادہ سیڑھیاں طے کرنے کے بعد وہ اچانک رکا اور دبے پاؤں نیچے اترنے لگا۔ رہائشی مکان کی چار دیواری سے باہر نکل کر وہ دیوان خانے کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ اکبر خان کسی گہری سوچ میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کی ٹھوڑی اور کنپٹیوں کے قریب ڈاڑھی کے کچھ بال سفید ہو چکے تھے لیکن چہرے پر ابھی تک جوانی کی دلکشی کے کچھ آثار باقی تھے۔ منور نے کہا۔ ’’جناب بی بی جی آپ کو اندر بلاتی ہیں۔‘‘

اکبر خان کچھ کہے بغیر اٹھا اور منور کے ساتھ چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ رہائشی مکان کے ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے اور منور نے کہا: ’’جناب آپ تشریف رکھیں میں بی بی جی کو اطلاع دیتا ہوں۔‘‘

Pdf by Road Sign
www.maktaba...pk.com

منور باہر نکل گیا اور اکبر خان ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کمرے میں قالین کے اوپر شیروں اور چیتوں کی چند کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک دیوار کے ساتھ کھونٹیوں پر چند تلواریں اور بندوقیں ٹنگی ہوئی تھیں۔ دوسری دیوار کے ساتھ آبنوس کی ایک خوب صورت تختی پر خنجر اور دو پستول پڑے ہوئے تھے۔ باقی دو دیواروں کے ساتھ کتابوں کی الماریاں تھیں اور یہ سب اس شخص کی یادگاریں تھیں جو اکبر خان کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز تھا۔

Pdf by Road Sign

معظم علی کے ساتھ رفاقت کے زمانے کے ان گنت واقعات ایک ایک کر کے اس کے سامنے آرہے تھے۔ اس کی شہادت کی خبر سننے سے پہلے یہ بات کبھی اس کے ذہن میں نہیں آئی تھی کہ کسی دن وہ سرنگاپٹم جائے گا اور وہاں معظم علی نہیں ہوگا۔ تنہائی، بے بسی کے ایک کرب انگیز احساس کے تحت اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ کمرے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ فرحت ایک سفید چادر اوڑھے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ "بھائی اکبر! السلام علیکم۔"

Pdf by Road Sign

اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ اکبر جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے سلام کا جواب دینے کی کوشش کی لیکن الفاظ اس کے حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ فرحت نے دروازے کے قریب ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "اکبر بیٹھ جاؤ!"

وہ بیٹھ گیا۔ چند ثانیے وہ دونوں خاموش رہے۔ بالآخر اکبر خان نے گردن اٹھائی اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا: ''بھابھی جان' قدرت کی اس سے زیادہ ستم ظریفی کیا ہو سکتی ہے کہ میں زندہ تھا اور دو سال تک مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میرا عزیز ترین بھائی اور اس کے دو جوان بیٹے شہید ہو چکے ہیں۔ یہ محض ایک اتفاق تھا کہ پچھلے دنوں سرنگا پٹم کا ایک تاجر حیدر آباد گیا اور وہاں اس کی ملاقات بلقیس کے ماموں جان سے ہو گئی اور انہوں نے یہ خبر سنتے ہی مجھے خط لکھ دیا۔''

Pdf by Road Sign
www.magpk.com

فرحت نے آبدیدہ ہو کر کہا: ''مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں اطلاع نہ دے سکی۔ مجھے ان کی شہادت کے بعد کئی ماہ تک اپنا ہی ہوش نہ تھا۔''

اکبر نے کہا: ''بھابھی جان! میں آپ سے شکایت نہیں کرتا۔ مجھے صرف اس بات کی ندامت ہے کہ میں آپ کے حالات سے اس قدر بے خبر

رہا۔ بھائی جان کے ساتھ میرا رشتہ ایسا تھا کہ ان کے پاؤں میں کانٹا چبھتا تو مجھے کوسوں دور رہ کر بھی اس کا درد محسوس کرنا چاہیے تھا۔ مجھے آپ کے نوکر نے بتایا ہے کہ انور علی یہاں نہیں وہ کہاں گیا ہے؟"

"انور علی کسی مہم پر پانڈی چری گیا ہوا ہے۔"

"کیسی مہم؟"

"یہ مجھے معلوم نہیں، میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہاں اسے جو کام سونپا گیا ہے اس کے لیے کسی آدمی کی ضرورت تھی جو فرانسیسی زبان جانتا ہو اور انور علی نے فوجی مکتب کے ایک فرانسیسی استاد سے یہ زبان سیکھی تھی۔ تمہارا چھوٹا بھتیجا بھی فرانسیسی جانتا ہے۔" "مراد علی کب تک گھر آئے گا؟

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

”وہ اب آ ہی رہا ہوگا۔“ اکبر خان نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ ”بھابھی جان صابر کب فوت ہوا؟“ فرحت نے جواب دیا۔ ”وہ انور علی کے ابا جان کی شہادت سے کوئی پانچ ماہ بعد وفات پا گیا تھا۔ بڑھاپے میں اس کے لیے یہ صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ اسے اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ اس نے ان کی قبر دیکھنے کے لیے بدنور جانے کی اجازت مانگی۔ ہم کچھ مدت اسے ٹالتے رہے بالآخر میں نے اسے وہاں جانے کی اجازت دے دی جب وہ واپس آیا تو اس کی صحت بہت خراب ہو چکی تھی۔ کوئی پندرہ دن کے بعد ایک رات مجھے نوکر نے اطلاع دی کہ اس کی حالت بہت نازک ہے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ بستر پر بے ہوش پڑا تھا۔ میں نے نوکر کو طبیب کے پاس بھیجا لیکن اس کے آنے سے پہلے وہ وفات پا چکا تھا۔ تم نے مجھے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا، بلقیس، شہباز اور تنویر کیسے ہیں؟“

Pdf by Road Sign
www.urdu...pk.com

''وہ سب ٹھیک ہیں۔ بلقیس آپ کو بہت یاد کرتی ہے۔ شہباز اب جوان ہو چکا ہے اور میں نے اپنے کئی فرائض اسے سونپ دیے ہیں۔ تنویر بھی اب چودہ سال کی ہو چکی ہے۔ میں نے اس کی منگنی اس کے خالو کے لڑکے ہاشم بیگ کے ساتھ کر دی ہے۔ اس کی چھوٹی بہن ثمینہ کی عمر نو سال ہے۔ میں اسے کہا کرتا تھا کہ شہباز کے علاوہ تمہارے چار بھائی اور ہیں اور وہ سرنگا پٹم میں رہتے ہیں۔ کبھی شہباز یا تنویر سے اس کا جھگڑا ہو جاتا تھا تو وہ یہ دھمکی دیا کرتی تھی کہ میں اپنے سرنگا پٹم والے بھائیوں کے پاس چلی جاؤں گی۔ نماز کے بعد وہ ہمیشہ صدیق، مسعود، انور اور مراد علی کے لیے دعائیں کیا کرتی تھی اور بار بار مجھ سے یہ گلہ کیا کرتی تھی کہ میں انہیں اپنے گھر کیوں نہیں بلاتا اور میں نے اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جب شہباز یا تنویر کی شادی ہو گی تو میں ان سب کو بلاؤں گا۔ ان کے ساتھ تمہارے چچا اور چچی جان بھی آئیں گے''

Pdf by Road Sign
www.maghumpk.com

بھائی جان کی شہادت کے متعلق شیخ فخر الدین کا خط ملنے سے پہلے وہ بڑی بے تابی کے ساتھ اپنی بہن اور بھائی کی شادی کے دن کا انتظار کیا کرتی تھی۔ اب جب میں اس طرف آ رہا تھا تو وہ میرے ساتھ آنے پر بضد تھی اور میں نے اسے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری چچی کو ساتھ لے کر آؤں گا۔" فرحت نے کہا۔ "کاش میں وہاں جا سکتی۔" اکبر خان نے کہا۔

"راستے میں ایک دن عطیہ کے ہاں ٹھہرا تھا۔ وہ بھی آپ کو بہت یاد کر رہی تھی۔" فرحت نے پوچھا۔ "عطیہ کے بچوں کا کیا حال ہے؟"

Pdf by Road Sign

اکبر خان نے جواب دیا۔ ”ہاشم بیگ کے سوا اس کی کوئی اولاد نہیں۔ وہ بڑا ذہین اور وضع نوجوان ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ دنیا میں کوئی اچھا کام کرے گا لیکن طاہر بیگ نے اسے اوہونی کی فوج میں ملازم کروا دیا ہے۔“ کمرے سے باہر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور فرحت نے کہا ”مراد آ گیا۔“ مراد علی جو پندرہ سال کی عمر میں ہی پورا جوان معلوم ہوتا تھا، کمرے میں داخل ہو کر حیران سا ہو کر اکبر خان کی طرف دیکھنے لگا۔ فرحت نے کہا ”بیٹا تم نے انہیں سلام نہیں کیا یہ تمہارے چچا اکبر خان ہیں۔“

چچا جان السلام علیکم، مراد علی یہ کہہ کر آگے بڑھا۔ اکبر خان نے اٹھ کر اس کے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر دونوں ایک دوسرے کے قریب بیٹھ گئے۔ فرحت نے کہا۔ ”بیٹا آج تم نے بہت دیر کر دی۔“ مراد علی نے جواب دیا۔ ”امی جان آج جب چھٹی ہونے والی تھی تو برہان الدین

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

اچانک ملتب کے معائنہ کے لیے آ گئے تھے۔ اس کے لیے ہمیں کچھ دیر وہاں رکنا پڑا۔"

اکبر خان نے پوچھا "مراد تمہاری تعلیم کب ختم ہو گی؟" مراد علی نے جواب دیا۔ "چچا جان میں قریباً تین ماہ کے بعد ملتب سے فارغ ہو جاؤں گا۔"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

"اس کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"اس کے بعد میرے لیے فوج میں شامل ہونے کے سوا کچھ اور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" "تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے ملتب کے ہر فارغ التحصیل نوجوان کے لیے فوج میں شامل ہونا ضروری ہے؟"

"ہاں چچا جان، فوجی درس گاہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ فوج کو تربیت یافتہ افسر مہیا کیے جائیں لیکن فوج میں شامل ہونے کے لیے ہر طالب علم کا فارغ التحصیل ہونا ضروری نہیں ، اشد ضرورت کے وقت ہمیں تعلیم کے دوران بھی فوجی خدمات کے لیے بلایا جا سکتا ہے، بعض لڑکے تعلیم میں مجھ سے پیچھے تھے انہیں صرف اس لیے مان مل گئی ہے کہ وہ عمر میں مجھ سے بڑے تھے۔ پچھلے دنوں ہمارے مکتب کے کئی طالب علم آخری امتحان سے پہلے ہی کورگ کے محاذ پر چلے گئے تھے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کی کوشش کی تھی لیکن میری درخواست صرف اس لیے نامنظور ہو گئی تھی کہ میں عمر میں چھوٹا تھا۔"

Pdf by Road Sign

اکبر خاں نے کہا۔ "مراد فرض کرو اگر میں تمہیں یہ مشورہ دوں کہ تمہارے لیے ایک سپاہی بننے کی بجائے کوئی اور پیشہ اختیار کرنا بہتر ہے تو تم کیا جواب دو گے؟"

مراد علی مسکرایا ''میرے نزدیک سپاہی بننا پیشہ نہیں بلکہ قوم کی خدمت ہے۔ چچا جان! ابا جان کہا کرتے تھے کہ آپ پانی پت کے میدان میں ان کے ساتھ تھے میں آپ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن اس وقت مجھے تھوڑی دیر کے لیے باہر جانا ہے میں ابھی آجاؤں گا۔''

''تم کہاں جارہے ہو بیٹا؟'' فرحت نے پوچھا۔ ''امی جان میں نیزہ بازی کے لیے جارہا ہوں۔'' منور کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔ ''جناب کریم خان کہتا ہے کہ میں نے آپ کے گھوڑے پر زین ڈال دی ہے۔'' مراد علی اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اکبر خان نے کہا۔ ''بھابھی جان میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں...... برا نہ مانیے گا۔ آپ کا خاندان قوم کے لیے بڑی قربانیاں دے چکا ہے۔ اب قوم کو یہ حق نہیں کہ آپ سے مزید قربانیوں کا مطالبہ کرے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ سرنگاپٹم میں آپ کے بچے محفوظ نہیں۔ آپ میرے

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

پاس چلیں، مجھے یقین ہے کہ میں انور اور مراد کے لیے کئی اور دلچسپیاں تلاش کر سکوں گا۔ وہاں ان کے لیے نہایت اچھی زمین حاصل کی جا سکتی ہے۔'' فرحت نے کہا۔ ''اکبر تم کیا کہہ رہے ہو میں اس وطن کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں جس کی حفاظت کے لیے میرے شوہر اور بیٹوں نے اپنا خون پیش کیا تھا۔''

Pdf by Read Sign

”لیکن بھابھی جان اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ آخر یہ جنگیں کب ختم ہوں گی۔ کل تک سلطان ٹیپو انگریزوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھا اور آج وہ اندرونی بغاوتوں کا سامنا کر رہا ہے۔ اس کے بعد شاید نظام اور مرہٹے میدان میں نکل آئیں۔“ فرحت نے کہا۔ ”میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ ہماری جنگ ایک مقصد کے لیے ہے۔ اس مقصد کے لیے جو تمہارے بھائی کو اپنی اور اپنے بیٹوں کی جان سے زیادہ عزیز تھا۔ میں یہ گوارا کر سکتی ہوں کہ میرے باقی دو بیٹے بھی اس مقصد پر قربان ہو جائیں لیکن یہ گوارا نہیں کروں گی کہ وہ زندہ رہنے کے لیے اس مقصد سے منحرف ہو جائیں۔“

اکبر خان نے لاجواب ہو کر کہا۔ ”کبھی میں بھی زندگی کے اعلیٰ و ارفع مقاصد پر ایمان رکھتا تھا لیکن ایک مدت سے میں اس نعمت سے محروم ہو چکا ہوں۔ مجھے آپ کے سامنے ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ایک اندھا دوسروں کو راستہ نہیں دکھا سکتا۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔“

Pdf by Road Sign
www.maktabah.com

فرحت نے کہا۔ ''بھائی تمہاری کوئی بات مجھے رنجیدہ نہیں کر سکتی مجھے ان المناک واقعات کا علم ہے جس کے باعث تمہاری زندگی میں یہ انقلاب آیا تھا۔ تمہارے بھائی کو اس بات کا افسوس تھا کہ تمہارا راستہ ان سے الگ ہو گیا لیکن اپنی دعاؤں میں وہ ہمیشہ تمہیں یاد کیا کرتے تھے۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ اکبر خان نے زمانے میں جو انقلاب دیکھا ہے اس کے بعد اس کا زندگی کے ہنگاموں سے کنارہ کش ہو جانا میرے لیے غیر متوقع نہیں ہے۔''

اکبر خان نے کہا۔ ''بھابھی جان روہیل کھنڈ چھوڑنے کے بعد مجھے کبھی اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ میں زندہ ہوں۔ میں نے جنگلوں کو کاٹ کر سرسبز باغات اور لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ میں علی الصباح گھوڑی پر سوار ہوتا ہوں اور سارا دن اپنی زمین کی دیکھ بھال

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

کرنے کے بعد گھر واپس آتا ہوں۔ میں نے برسوں کی محنت کے بعد اپنے گاؤں میں ایک عالیشان مکان تعمیر کیا ہے۔ میں نے اپنے ساتھ آنے والے پناہ گزینوں کی خوشحالی اور ترقی کے لیے بہت کچھ کیا ہے اور اب تک ان کی پانچ بستیاں آباد ہو چکی ہیں۔ وہ اس قدر آسودہ حال ہیں کہ اب انہیں روہیل کھنڈ کی یاد نہیں ستاتی۔ یہی وہ مقصد تھا جس کے پیش نظر بھائی جان سے الگ راستہ اختیار کیا تھا۔ مجھے اپنی کارگزاری پر اطمینان ہونا چاہیے تھا۔ لیکن میں اسی طرح بے چین ہوں۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے حصے کی تمام مسرتیں روہیل کھنڈ کی خاک میں دفن ہو چکی ہیں۔

مجھے ذرا ذرا سی بات پر غصہ آجاتا ہے۔ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے تھے وہ اب مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ کبھی کبھی میں اپنا محاسبہ کرتا

Pdf by Road Sign
www.mafiaurdu.pk.com

ہوں اور یہ عہد کرتا ہوں کہ اب اپنے نوکروں یا قبیلے کے لوگوں پر سختی نہیں کروں گا۔ میں انتہائی غصے کی حالت میں بھی مسکرانے کی کوشش کیا کرتا ہوں۔ لیکن چند دن بعد میں سب کچھ بھول جاتا ہوں۔ کبھی کبھی میرے دل میں یہاں آنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی اور میں یہ تصور کرتا تھا کہ بھائی جان میری آمد کی اطلاع پا کر مسکراتے ہوئے مکان کے کسی کمرے سے نمودار ہوں گے اور مجھے گلے لگا لیں گے۔ پھر میری دنیا کی خاموش فضائیں قہقہوں سے لبریز ہو جائیں گی۔

Pdf by Road Sign
www.urdufanz.com

لیکن عمل کی دنیا میں میرے ان حسین سپنوں کی کوئی تعبیر نہ تھی۔ کاش میں وفات سے پہلے انہیں ایک بار دیکھ لیتا۔ آج میری بیچارگی اور بے بسی اس بچے سے کہیں زیادہ ہے جسے انہوں نے قید خانے کی تاریک کوٹھری میں زندگی کے نئے حوصلوں اور ولولوں سے آشنا کیا تھا۔ اب وہ چراغ جس کی روشنی نے کبھی میرے دل میں بھیانک تاریکیوں سے لڑنے کی جرات پیدا کی تھی۔ بجھ چکا ہے اور میں بھٹک رہا ہوں...... میں یہ سمجھ رہا تھا کہ اس ملک کے نااہل اور ظالم حکمرانوں سے میرا آخری امتحان یہ ہی ہو سکتا ہے کہ میں اپنی تلوار ہمیشہ کے لیے نیام میں ڈال لوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری بغاوت ان حکمرانوں سے زیادہ اس اکبر خاں کے خلاف ہے جس کا دل کبھی قوم کے ولولے سے لبریز تھا اور جو پانی پت کے میدان میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا سکتا تھا میں اس انسان کی امنگوں اور آرزوں کی لاش ہوں جس کی رگوں میں

Pdf by Road Sign
www.urdudigest.pk.com

خون کی بجائے بجلیاں دوڑتی تھیں۔

''بہن مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔'' اکبر خان کی آنکھوں میں پھر ایک بار آنسو جمع ہو رہے تھے۔ فرحت نے کہا۔ ''اکبر تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں، میری دعائیں ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں۔'' منور کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا ''بی بی جی مہمان کے لیے کھانا تیار ہے لے آؤں؟''

''ہاں جلدی کرو؟'' اکبر خان نے کہا ''نہیں میں نے کھانا راستے میں کھالیا تھا۔ آپ نے یونہی تکلیف کی۔'' فرحت نے کہا۔ ''تھوڑا بہت کھالو!''۔ ''نہیں بھابھی جان میں تکلف نہیں کر رہا۔ میں واقعی کھا چکا ہوں اب عصر کی نماز کا وقت ہو رہا ہے میں ذرا مسجد سے ہو آؤں!''

Pdf by Road Sign
www.magurpk.com

''بہت اچھا۔ منور تم ان کے ساتھ جاؤ۔'' اکبر خان کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ فرحت کو اس کی چال میں کوئی غیر معمولی بات نظر آئی۔ وہ چلتے وقت ایک پاؤں پر ذرا زیادہ بوجھ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اس کی وجہ پوچھنا چاہتی تھی لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کوئی بات کرتی اکبر خان کمرے سے باہر جا چکا تھا۔

Pdf by Road Sign

تھوڑی دیر بعد جب اکبر خان نماز پڑھ کر واپس آیا تو فرحت برآمدے میں ایک مونڈھے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ صحن عبور کرتے وقت اکبر خان اسی طرح لنگڑا رہا تھا۔ فرحت نے کہا۔ "اکبر کیا بات ہے تمہارے پاؤں میں کوئی تکلیف ہے؟"

اکبر چند قدم سنبھل کر چلنے کے بعد برآمدے میں داخل ہوا اور ایک مونڈھے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "جی کچھ نہیں۔ گزشتہ سال ایک لڑائی میں میری ٹانگ پر گولی لگ گئی تھی۔ اب اگر میں کبھی زیادہ سواری کروں یا پیدل چلوں تو ٹانگ میں تکلیف ہو جاتی ہے۔"

"تمہاری لڑائی کس کے ساتھ ہوئی تھی؟"

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

''مرہٹہ لٹیروں کے ایک گروہ نے مجھ پر حملہ کر دیا تھا یہ حملہ اس قدر اچانک تھا کہ میرا زندہ بچ نکلنا ایک معجزہ تھا۔ اگر اس دن میری چھوٹی بچی ثمینہ نہ ہوتی تو آج آپ مجھے یہاں نہ دیکھتیں۔ روہیل کھنڈ سے ہجرت کے بعد میں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو آباد کرنے کیلئے ادھونی کی سرحد پر ایک غیر آباد علاقہ حاصل کیا تھا۔ اس علاقے سے چند میل کے فاصلے پر ایک گھنا جنگل ہے اور اس جنگل سے آگے ایک چھوٹا سا دریا ہے جو ادھونی اور مرہٹہ سلطنت کے درمیان سرحد کا کام دیتا ہے ادھونی کی حکومت کی طرف سے ہمیں اس بات کی اجازت تھی کہ ہم جتنا جنگل چاہیں آباد کر سکتے ہیں۔ اس جنگل میں کہیں کہیں بھیل لوگ آباد تھے جو عام طور پر شکار پر گزارہ کیا کرتے تھے میں نے ان لوگوں میں کھیتی باڑی کا شوق پیدا کر کے انہیں کام پر لگا دیا اور چند سال میں جنگل کاٹ کر بہت سی زمین آباد کر لی۔ میرے قبیلے کے لوگوں کی بستیوں کے اردگرد

Pdf by Road Sign
www.makhapk.com

ان بھیل کسانوں کے گاؤں آباد ہو چکے تھے جو اب خوش حال انسانوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایک دن سرحد پار سے مرہٹہ سردار کا ایلچی میرے پاس آیا اور اس نے مجھے یہ پیغام دیا کہ اگر آپ لوگ اس علاقے میں امن کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ہر سال اپنی آمدنی کا چوتھائی ادا کرتے رہیں یہ مطالبہ میرے نزدیک ایک گالی تھا اور میں نے سردار کے ایلچی کو ڈانٹ ڈپٹ کر واپس کر دیا۔

Pdf by Road Sign

''چند ماہ بعد مجھے پتاہ چلا کہ مرہٹہ سردار کی دھمکیوں سے مرعوب ہو کر بعض کسان مجھ سے بالا بالا انہیں چوتھا دینے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

میں نے ایک دن علاقے کے تمام بھیل جمع کیے اور ان سے یہ وعدہ لیا کہ وہ مرہٹوں کو ایک کوڑی بھی ادا نہیں کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹوں نے ایک رات دریا عبور کر کے ان لوگوں کی چند بستیاں لوٹ لیں اور چند مردوں اور عورتوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے میں نے ان

آدمیوں کو چھڑانے کے متعلق مرہٹہ سردار کے ساتھ بات چیت شروع کی تو اس نے ایک بھاری رقم کا مطالبہ کیا۔ بھیل اپنے مال مویشی بیچ کر یہ رقم دینے کو تیار ہو گئے لیکن میں نے ایک رات تین سو آدمیوں کے ساتھ دریا عبور کیا اور مرہٹہ سردار کے گاؤں پر حملہ کر دیا سردار ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا اس کا چھوٹا بھائی لڑائی میں مارا گیا اور باقی دو بھائی ایک بیٹا اور اس کے چند رشتے دار اور نوکر ہم نے زندہ گرفتار کر لیے۔ اس کے بعد مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی اور سردار نے اپنے آدمیوں کے بدلے ہمارے آدمی چھوڑ دیئے اس کے بعد کافی دیر امن رہا۔ تاہم میں نے کسی غیر متوقع حملے کے پیش نظر اپنے مزارعین کو مسلح کر دیا اور اب بھیل جنہیں عام طور پر بزدل خیال کیا جاتا تھا اچھے خاصے سپاہی بن چکے تھے کئی بار مرہٹہ سردار نے میرے پاس اپنے ایلچی بھیج کر اس بات پر احتجاج کیا کہ میں ان لوگوں کو مسلح کر کے اس علاقے کے لئے خطرہ پیدا کر رہا

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ہوں لیکن میں ہمیشہ اسے یہی جواب دیا کرتا تھا کہ جب تک تمہاری طرف سے کوئی شرارت نہ ہوگی یہ لوگ تمہیں پریشان نہیں کریں گے۔

پچھلے سال میں نے اپنے گاؤں سے چند میل دور ایک نئی زمین آباد کرنے کیلئے جنگل کٹوانا شروع کیا۔ایک صبح میں اور شہباز مزدوروں کے کام کی نگرانی کیلئے گھوڑوں پر سوار ہو کر گھر سے نکلے۔گاؤں سے باہر ثمینہ بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی وہ ہمارا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی اور ضد کرنے لگی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ثمینہ کو سواری کا بہت شوق ہے اور کبھی کبھی جب کہیں نزدیک جانا ہوتا ہے تو میں اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا کرتا ہوں لیکن اس مرتبہ ہم دور جارہے تھے اور میں نے اسے بہت سمجھایا کہ تم تھک جاؤ گی۔ایسے موقعوں پر آنسو اس کا سب سے خطرناک حربہ ثابت ہوا کرتے ہیں۔چنانچہ شہباز نے اسے اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔

Pdf by Road Sign
www.mafq-pk.com

شام سے کچھ دیر پہلے ہم اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آ رہے تھے۔ اچانک تھوڑی دوری پر گھنے درختوں کی اوٹ سے ہم پر یکے بعد دیگرے چند فائر ہوئے۔ میرا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا اور اس کے ساتھ ہی ایک گولی میری ٹانگ میں لگی۔ میں اپنی بندوق سنبھال کر پاس ہی ایک گرے ہوئے درخت کی آڑ میں لیٹ گیا۔ شہباز مجھ سے چند قدم آگے تھا۔ اس نے فوراً گھوڑا روکا اور ثمینہ سمیت نیچے کود پڑا۔ ثمینہ اس کا اشارہ پا کر ایک جھاڑی کی اوٹ میں لیٹ گئی اور وہ بھاگ کر میرے قریب آ گیا۔ حملہ آور سامنے گھنے درختوں میں چھپے ہوئے تھے اور مجھے یقین تھا کہ وہ اچانک باہر نکل کر ہم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اچانک ہمیں عقب میں گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو ثمینہ گھوڑے کی زین کے ساتھ چمٹی ہوئی تھی اور وہ پوری رفتار سے بھاگ رہا تھا۔

Pdf by Road Sign

میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ثمینہ گھر میں ایک چھوٹے سے ٹٹو پر سواری کیا کرتی تھی، لیکن اس کا گھوڑے پر سوار ہونا اور اسے اس طرح سے بھگانا میرے نزدیک ایک معجزہ تھا۔ ہمیں زیادہ دیر ثمینہ کے متعلق سوچنے کا موقع نہ ملا۔ درختوں کے جھنڈ سے اچانک گولیوں کی بارش ہونے لگی اور ہم نے جوابی فائر شروع کر دیئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد دشمن کی بندوقیں خاموش ہو گئیں اور کسی نے بلند آواز میں کہا "اکبر خان اب لڑائی بے سود ہے۔ اب تم بچ کر نہیں جا سکتے، لیکن اگر تم ہتھیار پھینک دو تو ہم تمہاری جان بچانے کا وعدہ کرتے ہیں۔"

Pdf by Road Sign

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور دشمن نے دوبارہ گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ مجھے اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ دشمن دن کی روشنی میں درختوں کی آڑ سے باہر نکل کر ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔ لیکن شام کی تاریکی سے وہ پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ ثمینہ کے متعلق میرا یہی خیال تھا کہ وہ شاید خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھاگ گئی ہے' لیکن میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ غروب آفتاب کے وقت میں نے شہباز سے کہا کہ تھوڑی دیر بعد تاریکی چھا جائے گی اور تمہیں اس سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ میں دشمن کو اپنی طرف متوجہ رکھوں گا لیکن وہ ایسا مشورہ سننے کے لئے تیار نہ تھا۔ پھر جب تاریکی چھا رہی تھی اور ہم یہ محسوس کر رہے تھے کہ دشمن اچانک درختوں کی آڑ سے نکل کر ہم پر حملہ کر دے گا تو ہمیں دور سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور تھوڑی دیر میں ایک بستی کے اٹھارہ جوان ہماری مدد کو پہنچ گئے۔

Pdf by Road Sign
www.maghupk.com

ثمینہ کا کارنامہ تھا۔ وہ ڈر کر نہیں بھاگی تھی۔ خدا معلوم اس کے دماغ میں یہ بات کیسے آ گئی کہ ہم زیادہ دیر دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے وہ قریب ترین بستی کے لوگوں کو خبردار کرنا چاہتی تھی لیکن راستے کی پہلی بستی میں وہ گھوڑا روک نہ سکی اور جب دوسری بستی آئی تو وہ سرکش گھوڑے کو روکنے کی بجائے دھان کے ایک کھیت میں گو پڑی اور اتنی دہائی مچائی کی آن کی آن میں سارا گاؤں اس کے گرد جمع ہو گیا۔ بھابھی جان وہ عجیب لڑکی ہے تنویر کی یہ حالت ہے کہ وہ چھپکلی سے ڈرتی ہے اور ثمینہ نے سات سال کی عمر میں کوئی دو گز لمبا سانپ مار ڈالا تھا۔ فرحت نے کہا ''اچھا ان حملہ کرنے والوں کا پھر کیا بنا؟''

وہ سواروں کو دیکھتے ہی بھاگ گئے ہم نے ان کا تعاقب کر کے دو آدمیوں کو مار ڈالا اور ایک کو زندہ گرفتار کر لیا۔ اس کی زبانی ہمیں معلوم ہوا

Pdf by Road Sign
www.magnapk.com

کہ یہ آدمی جن کی تعداد آٹھ تھی سرحد پار سے مرہٹہ سردار نے مجھے قتل کرنے کیلئے بھیجے تھے۔ فرحت نے پوچھا ''اور اب اس کے ساتھ تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟''

''اس کے بعد کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا اور اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ ادھونی کی حکومت کے احتجاج پر پونا کی حکومت نے مرہٹہ سردار سے سخت باز پرس کی تھی۔'' تیسرے روز فرحت صبح کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہی تھی مراد علی کمرے میں داخل ہوا اور کچھ دیر اس کے پاس کھڑا رہا۔ فرحت دعا سے فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ مراد علی نے کہا۔ ''امی جان چچا اکبر خان سفر کے لئے تیار ہیں اور آپ سے رخصت چاہتے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''اچھا انہیں اندر لے آؤ۔'' مراد علی واپس چلا گیا اور فرحت کمرے سے نکل کر صحن میں آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اکبر خان اور مراد علی صحن میں داخل ہوئے۔ اکبر خان نے کہا۔ ''اب مجھے اجازت دیجئے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں انور سے نہیں مل سکا۔ آپ مراد اور انور کو کسی دن میرے پاس بھیجنے کا وعدہ نہ بھولیں۔''

Pdf by Road Sign
www.urdufunpk.com

فرحت نے کہا ''اگر حالات نے اجازت دی تو میں انہیں ضرور بھیجوں گی؟'' اکبر خان نے گھٹی آواز میں خدا حافظ کہا اور مراد علی کے ساتھ چل پڑا۔ فرحت بے حس و حرکت کھڑی زندگی کی رنگینیوں کا تصور کر رہی تھی جو ماضی کے دھندلکوں میں روپوش ہو چکی تھیں۔ اپنے شوہر کے ساتھ اکبر خان کی رفاقت کا زمانہ اسے ایک خواب معلوم ہوتا تھا۔

باہر دیوان خانے کے سامنے کریم خان' اکبر خان کے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا تھا مراد کے اشارے سے وہ ان کے پیچھے چل دیا۔ ڈیوڑھی سے نکل کر تھوڑی دیر سڑک پر چلنے کے بعد اکبر خان رکا اور اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''مراد اب تمہیں آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ خدا حافظ!'' مراد علی نے اس کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''چچا جان' شہباز اور چچی جان کو میرا سلام کہیے گا۔''

''بہت اچھا!'' اکبر خان نے یہ کہہ کر نوکر کے ہاتھ سے باگ پکڑی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ''چچا جان!'' مراد علی نے جھجکتے ہوئے کہا ''بہن تنویر اور ثمینہ کو بھی میرا سلام کہیے'' اکبر خان نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا۔ ''بہت اچھا! خدا حافظ۔''

Pdf by Road Sign
www.magpk.com

''خدا حافظ چچا جان!'' گھوڑا چند چھلانگیں لگانے کے بعد پاس ہی سڑک پر اوجھل ہو گیا اور مراد علی کریم خان کے ساتھ واپس چل دیا۔

جب وہ ڈیوڑھی کے قریب پہنچے تو منور پوری رفتار سے بھاگتا ہوا باہر نکلا اور اس نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔ ''بھائی جان مہمان چلے گئے؟'' مراد علی نے جواب دیا۔ ''ہاں! لیکن تم اس قدر بدحواس کیوں ہو؟'' منور نے شکایت کے لہجے میں کہا ''بھائی جان! کریم بخش ہمیشہ میرے ساتھ دشمنی کرتا ہے' اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں جگا دوں گا۔''

کریم خان نے کہا ''ارے میں نے تمہیں آواز دی تھی لیکن تم گدھے کی طرح خراٹے لے رہے تھے۔'' منور نے فریادی ہو کر کہا۔

''بھائی جان یہ جھوٹ کہتا ہے' میں کبھی خراٹے نہیں لیتا۔'' مراد علی نے کہا ''اچھا یہ بتاؤ مہمان کے ساتھ تمہارا کیا کام تھا؟''

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

”جی میں انہیں سلام کرتا۔ دیکھیے کل انہوں نے مجھے ایک مہر دی تھی۔ یہ خالص سونے کی ہے۔ میں نے بی بی جی کو بھی دکھائی تھی۔ کریم بخش مجھ سے جلتا تھا اس لیے اس نے مجھے نہیں جگایا۔“

منور نے جیب سے اشرفی نکال کر انور علی کو دکھائی۔ کریم خان نے جلدی سے اپنی جیب میں ایک ہاتھ ڈالا اور دو اشرفیاں نکال کر منور کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ ”اسے مجھے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ خان صاحب تم سے پہلے مجھے دو مہریں دے چکے تھے اور چوکیدار کو بھی ایک مہر دے گئے ہیں۔“ نور نے منہ بسور کر اپنی اشرفی جیب میں ڈالی اور مراد علی ہنستا ہوا ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا۔

www.nayafunpk.com
Pdf by Road Sign

ایک دوپہر پانڈی چری کی بندرگاہ پر لوگوں کا ہجوم ایک فرانسیسی جہاز سے اترنے والے مسافروں کا خیر مقدم کر رہا تھا جہاز کے ملاح اور بندرگاہ کے مزدور سامان اتارنے میں مصروف تھے اور چند سپاہی تماشائیوں کو بندرگاہ کے احاطے سے دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے جہاز کا کپتان ایک طرف کھڑا چند فرانسیسی حکام اور فوجی افسروں سے باتیں کر رہا تھا اور اس کے پاس ہی ایک سائبان کے نیچے ایک محرر میز لگائے بیٹھا تھا اور اس کے سامنے چند حبشی اور یورپین جن میں سے بعض کے لباس غربت اور افلاس کے آئینہ دار تھے۔ ایک نصف دائرہ میں کھڑے تھے۔ محرر کی کرسی کے دائیں اور بائیں دو نوجوان جو اپنے لباس سے پانڈی چری کی بجائے میسور کی فوج کے سپاہی معلوم ہوتے تھے' کھڑے تھے۔ ایک دراز قامت اور خوش وضع نوجوان تماشائیوں کے ہجوم میں سے اپنا راستہ صاف کرتا ہوا آگے بڑھا اور محرر اسے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

Pdf by Road Sign
www.[illegible]pk.com

نوجوان نے ایک ثانیہ کے لیے سائبان میں جمع ہونے والے آدمیوں کی طرف دیکھا اور پھر محرر کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔ اس جہاز پر صرف یہی آدمی آئے ہیں؟''

''جی ہاں! جہاز کے کپتان نے مجھے بتایا ہے کہ اگلے مہینے مریشس سے دوسرا جہاز آئے گا۔ ان گیارہ آدمیوں میں سے پانچ یورپین اور باقی افریقی ہیں۔ خدا معلوم جہاز کا کپتان انہیں کہاں سے پکڑ لایا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی فوجی تجربہ نہیں رکھتا۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

نوجوان ان آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا اور فرانسیسی زبان میں بولا ''ہمیں میسور کی فوج کیلئے بہترین آدمی درکار ہیں، میں تمہاری حوصلہ شکنی نہیں کرنا چاہتا لیکن تم میں سے کسی کو اگر یہ غلط فہمی ہے کہ میسور کی فوج بے کار لوگوں کی جائے پناہ ہے تو یہ غلط فہمی ابھی سے دور ہو جانی چاہئے۔ میسور کی فوج میں شامل ہونے سے پہلے تمہیں ابتدائی تربیت کے انتہائی صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ تم میں سے جو ہمارے معیار پر پورا اترے گا اس کیلئے ترقی اور عزت کے راستے کھلے ہوں گے۔ تم میسور کے حکمران کو ہر اچھے سپاہی کا بہترین قدردان پاؤ گے۔ ابتدائی تربیت کیلئے تمہیں چند ہفتے یہاں رہنا پڑے گا۔ اس کے بعد جو لوگ فوجی خدمت کے قابل سمجھے جائیں گے انہیں میسور بھیج دیا جائے گا اور باقی کو ایک ماہ کی زائد تنخواہ دے کر واپس کر دیا جائیگا۔''

Pdf by Road Sign
www.urdunovelspk.com

پیچھے سے کسی کی آواز سنائی دی ''مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ آپ کی بہترین توقعات پوری کر سکیں گے۔ یہ سیر و تفریح کیلئے نہیں بلکہ اپنے لیے ایک نئی زندگی کی تلاش میں آئے ہیں۔'' نوجوان نے مڑ کر دیکھا تو اس کے پیچھے جہاز کا عمر رسیدہ کپتان اور چند فرانسیسی افسر کھڑے تھے۔

''موسیو فرانسسک! نوجوان نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ کپتان فرانسسک نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔'' انور علی مجھے تمہاری توقع نہ تھی۔ تم کب سے یہاں ہو؟''

Pdf by Road Sign
www.magupk.com

ایک فرانسیسی افسر نے کہا ''آپ ایک دوسرے کو کب سے جانتے ہیں؟'' انور علی جواب دیا ''کپتان فرانسسک سرنگا پٹم کی فوجی درسگاہ میں ہمارے استاد رہ چکے ہیں۔ میں نے فرانسیسی زبان انہی سے سیکھی تھی۔'' کپتان فرانسسک نے پوچھا۔ ''آپ کے والد اور بھائیوں

کا کیا حال ہے؟'' انور علی نے مغموم لہجے میں جواب دیا ''بھائی صدیق، مسعود اور ابا جان بدنور کی جنگوں میں شہید ہو گئے تھے۔ مراد سرنگا پٹم میں تعلیم پا رہا ہے۔''

''مجھے افسوس ہے'' کپتان فرانسس نے مغموم لہجے میں کہا ''معظم علی میرے بہترین دوست تھے۔'' انور علی نے قدرے توقف کے بعد کہا ''آپ پانڈی چری میں کتنے دن قیام کریں گے؟'' ''میں یہاں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہروں گا۔ مجھے آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔ آپ کا قیام کس جگہ ہے؟''

www.mafunpk.com
Pdf by Road Sign

انور علی بندرگاہ سے کوئی ڈیڑھ سو قدم دور چند خیموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''وہ میرا کیمپ ہے' اگر آپ رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ ''ایک فوجی افسر نے کہا۔ ''کھانے پر یہ نہیں آسکیں گے۔ آج رات گورنر کے ہاں دعوت ہے۔'' فرانسسک نے کہا ''اگر آپ سو نہ گئے تو گورنر کی دعوت سے فارغ ہوتے ہی میں آپ سے ملنے کی کوشش کروں گا۔'' انور علی مسکرایا ''میرے سو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ ضرور تشریف لائیے۔ ''میں ضرور آؤں گا۔ مجھے آپ کے ساتھ ایک ضروری کام بھی ہے۔''

Pdf by Road Sign

رات کے گیارہ بجے انور کپتان فرانسسک کی آمد سے مایوس ہو کر سونے کا ارادہ کر رہا تھا کہ دلاور خان خیمے میں داخل ہوا اور اس نے کہا ''جناب کپتان صاحب آ گئے ہیں۔'' انور علی اپنی کرسی سے اٹھا اور خیمے سے باہر نکل آیا۔ کپتان فرانسسک ایک اور آدمی کے ساتھ باہر کھڑا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر انور علی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ''میرا خیال تھا کہ آپ سو گئے ہوں گے۔ گورنر کی دعوت پر مجھے چند پرانے دوست مل گئے تھے اور ان کے ساتھ باتوں میں بہت دیر لگ گئی۔ پھر آپ کے پاس آنے سے پہلے میرا اپنے جہاز پر جانا بھی ضروری ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

انور علی نے کہا میں یہ سوچ رہا تھا کہ شاید آپ اس وقت نہ آئیں۔ چلیے اندر بیٹھتے ہیں۔'' کپتان فرانسسک انور علی کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا لیکن اس کا ساتھی تذبذب کی حالت میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ فرانسسک نے مڑ کر باہر جھانکتے ہوئے کہا ''لیگر انڈ! آؤ تم باہر کیوں کھڑے ہو؟''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

کپتان کا ساتھی خیمے کے اندر داخل ہوا وہ کوئی بیس سال کا دبلا پتلا نوجوان تھا۔ اس کے خدوخال میں ایک غیر معمولی جاذبیت تھی۔ تاہم اس کی جھکی ہوئی گردن اور مغموم اداس اور ملتجی نگاہیں کسی جسمانی اور ذہنی اذیت کا پتہ دے رہی تھیں۔ فرانسسک نے انور علی کے قریب ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا ''بیٹا بیٹھ جاؤ' تمہارے لیے یہ خیمہ میرے جہاز سے زیادہ محفوظ ہے۔''

پھر وہ انور علی کی طرف متوجہ ہوا پانڈی چری پہنچ کر میرے لئے سب سے بڑا مسئلہ اس نوجوان کیلئے جائے پناہ تلاش کرنا تھا۔"

انور علی نے کہا۔ "اگر کوئی خطرہ ہے تو میں انہیں اسی وقت سرنگا پٹم بھیجنے کا انتظام کر سکتا ہوں۔" فرانسسک نے کہا "اگر اسے صرف سرنگا پٹم بھیجنے کا سوال ہوتا تو میرے لیے کوئی پریشانی کی بات نہ تھی لیکن بعض وجوہات کے باعث اسے کچھ عرصہ یہاں رہنا پڑے گا۔ پہلے میں نے یہ سوچا تھا کہ اسے اپنے کسی فرانسیسی دوست کے پاس چھوڑ دوں گا۔ پانڈی چری کی فوج کے کئی افسر ایسے ہیں جن کے ساتھ میرے ذاتی تعلقات ہیں لیکن پیرس کی پولیس اسے تلاش کر رہی ہے اور کوئی فرانسیسی اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالے بغیر اس کی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکے گا۔"

اسے ایک لڑکی کے انتظار کیلئے یہاں ٹھہرنا پڑے گا اور جب وہ یہاں پہنچ جائے گی تو یہ اس کے ساتھ میسور چلا جائے گا۔ یہ کچھ عرصہ

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

پیرس کے فوجی مدرسہ میں تعلیم حاصل کر چکا اور مجھے یقین ہے کہ اس کے لئے سلطان ٹیپو کی فوج کے یورپین دستے میں کوئی معقول عہدہ حاصل کرنا مشکل نہ ہوگا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس وقت آپ اسے اپنے ایک نجی ملازم کی حیثیت سے یہاں رکھیں۔

یہ ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا باپ میرا دوست تھا کہیں آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں کسی عادی مجرم کو آپ کی پناہ میں دینا چاہتا ہوں۔ میری نظر میں یہ بالکل بے گناہ ہے اور جو واقعات اسے پیش آئے ہیں وہ فرانس میں ہر شریف آدمی کو پیش آسکتے ہیں۔ انور علی نے کہا "میرے لیے یہی کافی ہے کہ آپ انہیں میری اعانت کا مستحق سمجھتے ہیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آخری دم تک ان کی حفاظت کروں گا اور یہ ایک ملازم کی حیثیت میں نہیں بلکہ ایک دوست کی حیثیت میں میرے پاس رہیں گے۔"

Pdf by Road Sign
www.kitabnagri.com

فرانسسک نے نوجوان کی طرف دیکھا اور کہا ''بظاہر اس بات کا کوئی امکان نہیں کی پیرس کی پولیس تمہیں یہاں تک تلاش کرے گی۔ لیکن پھر بھی تمہیں بہت محتاط رہنا چاہئے۔ یہاں اپنے کسی ہم وطن کے ساتھ میل جول رکھنا تمہارے لیے مفید نہ ہوگا۔ تمہیں ہر وقت یہی محسوس کرنا چاہئے کہ اس خیمے سے باہر تمہارے لیے ہر جگہ غیر محفوظ ہے اور اس کے بعد سوچ کر بھی تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ تم اپنا نام کسی پر ظاہر نہ کرو۔''

انور علی نے کہا ''انہیں یہاں کے کسی آدمی نے آپ کے ساتھ آتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟''

www.mehfunk.com
Pdf by Road Sign

"نہیں' یہاں پہنچ کر میں نے اسے جہاز سے باہر جھانکنے کی اجازت نہیں دی اور اب بھی بندرگاہ کے جن پہرے داروں نے اسے میرے ساتھ آتے دیکھا ہے وہ یہی سمجھے ہوں گے کہ یہ میرے ملاحوں میں سے ایک ہے' راستے میں جہاز کے مسافروں کو بھی اس کے متعلق یہی معلوم تھا کہ یہ جہاز کے عملہ سے تعلق رکھتا ہے خدا کا شکر ہے کہ بندرگاہ پر آپ سے ملاقات ہوگئی ورنہ میں اس کے متعلق کافی پریشان تھا۔"

انور علی نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا "دیکھیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' میں آپ کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں" نوجوان نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ انور علی کی طرف دیکھا اور کہا "مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوگی۔" کپتان فرانسسک نے کہا "اب میں میسور کے متعلق آپ سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں آج گورنر کی دعوت پر قریباً تمام وقت کورگ اور زرگنڈ میں

Pdf by Road Sign

سلطان ٹیپو فتوحات ہماری گفتگو کا موضوع بنی رہیں اور میں بڑی شدت کے ساتھ یہ محسوس کرتا رہا کہ مجھے کسی قیمت پر میسور کی ملازمت چھوڑنی نہیں چاہیے تھی مجھے ماریشس پہنچ کر حیدر علی کی وفات کی اطلاع ملی تھی اور میں فرانس جانے کی بجائے واپس آنا چاہتا تھا لیکن ماریشس میں ایک طویل علالت کے باعث میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ علالت کے ایام میں میری تمام دلچسپیاں میسور کی تازہ اطلاعات معلوم کرنے تک محدود تھیں اور میں یوں محسوس کرتا تھا کہ میسور میرا وطن ہے۔ میسور کی عزت اور آزادی میری عزت اور آزادی ہے۔ میں میسور کی فوج کی ہر شکست کو اپنی شکست اور ہر فتح کو اپنی فتح سمجھتا تھا۔ پھر جب میں مارسیلز پہنچا تو وہاں ہر مجلس میں ٹیپو کی فتوحات کے چرچے ہو رہے تھے۔ جن لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ میں میسور کی حکومت کا ملازم رہ چکا ہوں وہ مجھ سے عجیب وغریب سوالات کرتے تھے۔''

Pdf by Road Sign
www.maghpk.com

ٹیپو کیسا ہے؟......اس کی عمر کیا ہے؟......اس کے چہرے خدوخال کیسے ہیں؟......تم نے کبھی اسے قریب سے دیکھا ہے؟......کبھی اس کے ساتھ بات کی ہے؟......اور جب میں یہ کہتا تھا کہ میں ٹیپو کو اس وقت سے جانتا ہوں جب انہوں نے میسور کی فوج میں اپنا پہلا عہدہ سنبھالا تھا اور میں ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہوں جنہیں ہر مہینے دو چار مرتبہ ان سے مصافحہ کرنے اور ہمکلام ہونے کا موقع ملتا تھا اور وہ مجھ سے فرانس کی تاریخ اور فرانس کے جغرافیہ کے متعلق بے شمار سوال پوچھا کیا کرتے تھے۔ تو سننے والوں کو میری باتوں کا یقین نہ آتا تھا۔ مجھے بہت جلد واپس جانا ہے ورنہ میں سلطان کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا۔ آج گورنر کے ساتھ گفتگو کے دوران میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ مرہٹے اور نظام میسور کے خلاف متحد ہو رہے ہیں اور اگر سلطان ان کے ساتھ الجھ گیا تو انگریز بھی میدان میں آ جائیں گے۔ اس صورت میں سلطان کو کوئی

Pdf by Road Sign
www.naaypak.com

محاذوں پر لڑنا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ صلح نامہ منگلور کے بعد بھی میسور کے خلاف انگریزوں کے جارحانہ عزائم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ اپنی سابقہ شکستوں کا انتقام لینے کے لیے صرف موزوں وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔''

انور علی نے کہا ''لیکن اب بھی فرانس اگر حقیقت پسندی کا ثبوت دے تو سابقہ غلطیوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔'' فرانسسک نے جواب دیا ''کاش آپ کو فرانس کے حالات کا صحیح علم ہوتا۔ انگریزوں کے ساتھ ہماری صلح کی وجہ یہ نہ تھی کہ ہم ان کی امن پسندی کے قائل ہو گئے تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنا چاہتے تھے۔ آج فرانس کے اندرونی حالات اس قابل نہیں کہ وہ اپنی خارجہ سیاست کے میدان میں کوئی حقیقت پسندانہ قدم اٹھا سکے۔ اگر میں سلطان ٹیپو کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تو میں غیر مبہم الفاظ میں اپنی موجودہ حکومت کی ان

Pdf by Road Sign
www.nagupk.com

کمزوریوں کا اعتراف کرتا جن کے باعث ہم اپنے حلیفوں کو کوئی مدد نہیں دے سکتے۔ فرانس کا ہر باشعور آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ مشرق میں صرف میسور ایک ایسی قوت ہے جو انگریزوں کی جارحیت کا مقابلہ کر سکتی ہے لیکن کاش ایسے لوگوں کی آواز ہمارے حکمرانوں کو متاثر کر سکتی! میں موجودہ حالات میں فرانس کے مستقبل سے مایوس ہو چکا ہوں لیکن میسور کے مستقبل سے مایوس نہیں ہوا۔ میرے ہم خیال لوگ اپنی بساط کے مطابق اس بات کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ فرانس ہندوستان میں سلطان ٹیپو کا پورا پورا ساتھ دے لیکن کاش وہاں بھی کوئی حیدر علی یا ٹیپو ہوتا!''

انور علی مسکرایا ''آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے ایک بڑا آدمی ایک بڑی احتیاج کی پیداوار ہوتا ہے۔''

www.mhfunk.com Pdf by Road Sign

کپتان فرانسسک کچھ دیر سر جھکائے سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا ”خدا کرے کہ فرانس کو سلطان ٹیپو جیسا رہنما مل جائے اور جب میں دوسری بار یہاں آؤں تو آپ کو یہ خوشخبری دے سکوں کہ میرے پیچھے ایک عظیم ترین جنگی بیڑا آرہا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں چند بیکار آدمی اپنے ساتھ لایا ہوں۔ آپ کو یقیناً مایوسی ہوئی ہوگی۔“ انور علی نے جواب دیا ”میں سلطان ٹیپو کا سپاہی ہوں اور مایوسی میرے نزدیک ایک گناہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ان آدمیوں کو کارآمد بنا سکیں گے۔“

”لیکن میں حیران ہوں کہ اس کے کام کیلئے آپ کو کیوں منتخب کیا گیا ہے آپ کو کوئی اہم ذمہ داری سونپی جانی چاہئے تھی اور پھر آپ کے لیے پانڈی چری کی بجائے مغربی ساحل کی کسی بندرگاہ سے اسلحہ اور سپاہی حاصل کرنا آسان ہے۔“

Pdf by Road Sign
www.magiumpk.com

''ہم باہر سے جو اسلحہ منگواتے ہیں وہ تو عام طور پر منگلور کی بندرگاہ پر ہی اترتا ہے میں درحقیقت پانڈی چری میں اپنی حکومت کی نمائندگی کر رہا ہوں یہاں پہنچ کر مجھے چند ایسے یورپین مل گئے جو روزگار کی تلاش میں بھٹک رہے تھے اور میں نے انہیں چند دن فوجی تربیت دے کر میسور بھیج دیا۔ اس کے بعد مجھے حکم آیا کہ میں باقاعدہ بھرتی کا ایک دفتر کھول دوں اور میں اس بات پر خوش ہوں کہ مجھے بیکاری کے دن گزارنے کے لئے ایک مشغلہ مل گیا ہے مجھے کورگ کے محاذ سے یہاں بھیجا گیا تھا اور ذاتی طور پر میں اس بات پر خوش نہ تھا لیکن میرے یہاں بھیجے جانے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میں فرانسیسی زبان جانتا ہوں اور دوسری یہ کہ کورگ کی چند جنگوں میں میں نے بے احتیاطی یا ضرورت سے زیادہ جرأت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ایک دن سپہ سالار برہان الدین نے مجھے بلا کر کہا کہ کورگ کی جنگ اب قریباً ختم ہو چکی ہے اور میری یہ خواہش ہے کہ تم

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس سے زیادہ اہم معرکوں میں حصہ لینے کیلئے زندہ رہو۔

سلطان کسی ذہین آدمی کو پانڈی چری بھیجنا چاہتے ہیں اور میں نے تمہارا نام پیش کر دیا ہے...... مجھے یہاں آ کر بہت مایوسی ہوئی ہے۔ پانڈی چری کے گورنر سے لے کر معمولی افسر تک یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انگریزوں کے عزائم کے متعلق ہمارے خدشات صحیح ہیں اور جب جنگ کے لئے ان کی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی تو معاہدہ وارسیلز کی حیثیت ردی کاغذ کے ایک پرزے سے زیادہ نہیں ہو گی۔ لیکن جب فرانس اور میسور کے درمیان عملی تعاون کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے تو ان سب کا یہی جواب ہوتا ہے کہ اس معاملے میں ہم بے بس ہیں۔ جب تک انگریزوں کی طرف سے پہل نہیں ہوتی' فرانس کی حکومت معاہدہ وارسیلز کی خلاف ورزی پسند نہیں کرے گی۔

Pdf by Road Sign
www.mag4pak.com

فرانسسک نے کہا مجھے ڈر ہے کہ فرانس کی حکومت انگریزوں کی طرف سے پہل کے بعد بھی ''دیکھو اور انتظار کرو'' کی پالیسی پر کاربند رہے گی۔ میں نے آج گورنر کے ساتھ باتوں میں اندازہ لگایا ہے کہ وہ سلطان ٹیپو کے ساتھ تعاون کے پرزور حامی ہیں لیکن فرانس کے اندرونی حالات اتنے بگڑ چکے ہیں کہ آپ کو وہاں سے کسی امداد کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ نور علی اور کپتان فرانسسک قریباً دو گھنٹے مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہے۔ بالآخر کپتان فرانسسک نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اب بہت زیادہ دیر ہوگئی ہے مجھے اجازت دیجئے اگر فرصت ملی تو میں کل دوبارہ ملنے کی کوشش کروں گا۔''

Pdf by Road Sign
www.mehfunpk.com

انور علی اٹھ کر کپتان فرانسسک کے ساتھ خیمے سے باہر نکلا اور لیگر انڈ بھی ایک ثانیہ توقف کے بعد ان کے پیچھے ہو لیا۔ خیمے سے باہر نکل کر کپتان فرانسسک نے کہا آپ آرام کیجئے۔" انور علی نے کہا۔ "میں بندرگاہ تک آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

"نہیں، اس تکلف کی ضرورت نہیں، آپ آرام کریں۔" دو پہرے دار چند قدم دور کھڑے تھے۔ انور علی نے ان میں سے ایک کو کپتان فرانسسک کے ساتھ بندرگاہ تک جانے کا حکم دیا۔ فرانسسک نے یکے بعد دیگرے انور علی اور لیگر انڈ سے مصافحہ کیا اور پہرے دار کے ساتھ چل دیا۔

Pdf by Road Sign
www.mehfunpk.com

''آیئے!'' انور علی نے لیگرانڈ کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ جب وہ واپس خیمے میں داخل ہوئے تو انور علی نے کہا۔ ''دیکھیے اس وقت آپ کے لیے علیحدہ خیمہ نصب کرنے میں دیر لگے گی اس لیے آج رات آپ کو میرے ساتھ گزارہ کرنا پڑے گا۔'' لیگرانڈ نے جواب دیا ''مجھے علیحدہ خیمے کی ضرورت نہیں اور میں آپ کو بھی تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ میں آپ کے کسی نوکر کے ساتھ گزارہ کرسکتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign

''نہیں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔'' انور علی نے والاور خان کو ایک اور بستر لانے کو کہا اور تھوڑی دیر بعد یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب لیٹ گئے۔ انور علی کو لیگرانڈ کے ساتھ پہلی ملاقات میں جس بات نے سب سے زیادہ متاثر کیا تھا وہ اس کی کرب انگیز خاموشی تھی۔ اس نے کہا ''موسیو! مجھے یہ معلوم نہیں کہ پیرس میں آپ پر کیا بیتی ہے لیکن میں آپ کو یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ یہاں آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔ اب آپ اطمینان سے سو جائیں مجھے یقین ہے کہ پانڈی چری کی حکومت عام حالات میں آپ پر کوئی خاص توجہ نہیں دے گی۔ لیکن اگر کوئی فوری خطرہ پیش آیا تو میں آپ کو یہاں سے کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں گا۔'' تشکر اور احسان مندی کے جذبات لیگرانڈ کے سینے میں مچل کر رہ گئے۔ وہ صرف اتنا کہہ سکا۔ موسیو! آپ بہت رحم دل ہیں۔

Pdf by Road Sign
www.maqbool.com.pk

تیسرے دن کپتان فرانسسک کا جہاز روانہ ہو چکا تھا۔لیگرانڈ کی شخصیت انور علی کے لئے ایک معمے سے کم نہ تھی۔اس نے اپنی زندگی میں اتنا کم گو نوجوان نہیں دیکھا تھا وہ اس کے ساتھ باتیں کرنے کی کوشش کرتا لیکن لیگرانڈ اس کے ہر سوال کا مختصر سا جواب دے کر خاموش ہو جاتا۔اس کی مغموم صورت دیکھ کر انور علی کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے مگر اسے زیادہ پوچھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ایک دن آدھی رات کے قریب انور علی اپنے خیمے میں شور سن کر گہری نیند سے بیدار ہوا لیگرانڈ خواب کی حالت میں بڑبڑا رہا تھا۔

Pdf by Road Sign

”یہ مر چکا ہے...... میں بے قصور ہوں...... میں نے کوئی جرم نہیں کیا...... تم ظالم ہو...... خدا کے لیے مجھے میرے اسکول لے چلو...... جین جلدی کرو...... ہم یہاں سے نکل چلیں...... وہ آ رہے ہیں ہمیں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ جلدی کرو، بھاگو! بھاگو!“ دلاور خان مشعل ہاتھ میں لیے خیمے میں داخل ہوا۔ انور علی نے لیگرانڈ کی طرف دیکھا اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا اور اس کی حرکات سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی خوفناک عفریت کی گرفت سے آزاد ہونے کی جدوجہد کر رہا ہے۔ انور علی جلدی سے اٹھ کر آگے بڑھا اور لیگرانڈ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑنے لگا۔ لیگرانڈ نے آنکھیں کھولیں اور ٹکٹکی باندھ کر انور علی کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بڑی تیزی سے سانس لے رہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

''کیا ہوا!'' انور علی نے کہا ''تم ٹھیک ہو نا؟'' پھر وہ ولاور خان کی طرف متوجہ ہوا۔ ولاور خاں تم بھاگ کر فرانسیسی فوج کے مانڈر کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ مجھے ایک تجربہ کار ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔''

لیگرانڈ نے کہا ''نہیں نہیں موسیو! میں بالکل ٹھیک ہوں مجھے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں میں ایک بھیانک سپنا دیکھ رہا تھا مجھے صرف پانی منگوا دیجیے۔'' انور علی نے ولاور خان کو پانی لانے کے لئے کہا اور اس نے خیمے کے اندر پڑی ہوئی ایک صراحی سے کٹورا بھر کر لیگراند کو پیش کر دیا لیگراند نے ہانپتے کانپتے پانی کا کٹورا حلق میں انڈیل لیا اور انور علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''موسیو میں بہت شرمسار ہوں میں نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے'' انور علی نے کہا ''مجھے صرف اس بات کا ملال ہے کہ میں تمہاری تکلیف میں حصہ دار نہیں بن سکتا۔ میں نے عمداً تمہارا رازدار

Pdf by Road Sign
www.pakistanipoint.com

بننے کی کوشش نہیں کی لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہیں کسی ایسے دوست کی ضرورت ہے جو تمہارے دل کا بوجھ ہلکا کر سکے۔ کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ جین کون ہے؟“

لیگرانڈ نے جواب دیا۔ ”موسیو! اگر میں نے آپ سے کوئی راز چھپانے کی کوشش کی ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مجھے آپ پر اعتماد نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مجھے آپ کو پریشان کرنا گوارا نہ تھا۔ اب آپ اطمینان سے اپنے بستر پر لیٹ جائیں میں آپ کے ہر سوال کا جواب دوں گا۔“

Pdf by Road Sign
www.misbfunpk.com

انور علی نے دلاور خان کی طرف متوجہ ہو کر کہا دلاور خان جاؤ تم آرام کرو۔ دلاور خاں چلا گیا اور انور علی اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر خیمے کے اندر خاموشی طاری رہی بالآخر لیگرانڈ نے اپنی سرگزشت شروع کی۔

Pdf by Road Sign

''موسیو انور علی! قدرت نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے'' میں آپ کو اپنی ساری سرگزشت سناتا ہوں۔ میرا اصلی نام لیمبرٹ ہے میں مارسیلز اور پیرس کے درمیان ایک چھوٹے سے شہر میں پیدا ہوا تھا۔ میرا باپ فرانس کی بحریہ کے ایک جہاز کا کپتان تھا۔ جب میں دس سال کا ہوا تو میرے باپ کو ایک مہم کے ساتھ ہندوستان آنا پڑا والد کے آنے سے قریباً ایک سال بعد میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ گھر میں اب صرف میری ایک بہن تھی جو مجھ سے آٹھ سال بڑی تھی۔ ابا جان اڑھائی سال کے بعد واپس آئے ہندوستان میں کسی جنگ میں زخمی ہونے کے باعث ان کا ایک بازو بیکار ہو چکا تھا۔ واپس آتے ہی انہوں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور جو روپیہ انہوں نے ملازمت کے زمانے میں جمع کیا تھا۔ اس سے ایک سرائے خرید لی۔ مارسیلز اور پیرس کے درمیان آنے جانے والے مسافروں کا تانتا بندھا رہتا تھا اور ہمارے لیے سرائے کا کاروبار

Pdf by Road Sign
www.magurpk.com

کافی سودمند ثابت ہوا۔ چند سال بعد میرے ابا شہر کے امیر آدمیوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ سرائے کے اندر مسافروں کے لئے چند کمروں کا اضافہ ہو چکا تھا۔ میری بہن کی شادی فوج کے ایک لیفٹیننٹ کے ساتھ ہو چکی تھی اور وہ اپنے خاوند کے ساتھ ماریشس جا چکی تھی۔ میں پیرس کے نزدیک ایک فوجی اسکول میں داخل ہو چکا تھا۔ میرے ابا کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں فرانس کی فوج میں کوئی بڑا عہدہ حاصل کروں اور میں بھی اپنے مستقبل کے متعلق کم پر امید نہ تھا لیکن آج میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایک انسان سپنے دیکھ سکتا ہے مگر سپنوں کی تعبیر اس کے اختیار میں نہیں ہوتی۔

Pdf by Read Sign
www.mediafunpk.com

میں موسم سرما کی تعطیلات میں گھر آیا ہوا تھا۔ گھر پر فرصت کے وقت میں سرائے کے کاروبار میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹایا کرتا تھا۔ میری چھٹی میں کوئی دس دن باقی تھے کہ ایک صبح ایک بگھی سرائے کے دروازے پر رکی۔ ابا جان ابھی گھر سے نہیں آئے تھے اور میں ان کی جگہ مسافروں کو خوش آمدید کہنے کے لئے باہر نکلا ایک عمر رسیدہ آدمی ایک نوجوان لڑکی کا سہارا لے کر بگھی سے اتر رہا تھا میں نے بھاگ کر عمر رسیدہ آدمی کا بازو تھام لیا۔ لڑکی نے کہا "میرے ابا کو راستے میں تکلیف ہوگئی ہے آپ فوراً کسی ڈاکٹر کو بلوائیں۔"

لڑکی چلائی "نہیں نہیں ابا جان آپ آرام سے لیٹے رہیں؟ اور موسیو ہنشن مسکراتا ہوا دوبارہ بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر بھی پہنچ گیا۔ اس نے مریض کا معائنہ کرنے اور اس سے چند سوالات پوچھنے کے بعد بتایا کہ انہیں دل کی بیماری ہے اور اب بظاہر کوئی خطرہ نہیں لیکن

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ایسی حالت میں انہیں سفر نہیں کرنا چاہیے۔ جین نے ڈاکٹر کی تائید کی اور موسیو ہنٹن کو سفر کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ یہ کوئی غیر معمولی واقعہ نہ تھا لیکن کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ پیرس کے اس تاجر اور اس کی بھورے بالوں والی اور نیلی آنکھوں والی لڑکی سے یہ ملاقات میری زندگی کا رخ بدل دے گی۔ موسیو ہنٹن اور اس کی لڑکی مارسیلز میں اپنے کسی رشتہ دار کی شادی میں شرکت کے بعد واپس جا رہے تھے جب انہیں یہ پتہ چلا کہ میں پیرس میں تعلیم پاتا ہوں اور میری چھٹیاں ختم ہونے والی ہیں تو انہوں نے مجھے اپنی بگھی میں سفر کرنے کی دعوت دی اور میری خاطر ایک دن اور رک گئے چنانچہ تیسرے دن میں ان کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ پیرس سے کوئی دس میل دور موسیو ہنٹن کو ایک بار پھر دل کا دورہ پڑا اور ہمیں دو دن کے لیے راستے کی ایک سرائے میں اور قیام کرنا پڑا۔ عام حالات میں پیرس کے اونچے طبقے کی ایک لڑکی شاید مجھے قابل توجہ نہ سمجھتی لیکن موسیو ہنٹن کی علالت کے باعث میں اس کے لیے ایک بہت بڑا سہارا بن چکا تھا۔

Pdf by Road Sign

سرائے میں دوسری رات موسیو اسمتھن کی طبیعت ذرا زیادہ خراب تھی اور ہمیں کافی دیر تک اس کے پاس بیٹھ کر جاگنا پڑا۔ پچھلے پہر اسے نیند آ گئی اور جین بھی اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو گئی۔ صبح کے وقت موسیو اسمتھن نے آنکھیں کھولتے ہی میری طرف دیکھا اور کہا ''مجھے افسوس ہے کہ آج آپ کو ساری رات جاگنا پڑا۔'' میں نے پوچھا۔ ''آپ کا کیا حال ہے؟'' موسیو اسمتھن نے جواب دیا ''میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ اب میرا ارادہ ہے کہ میں فوراً پیرس پہنچ کر کسی قابل ڈاکٹر سے علاج کراؤں۔''

Pdf by Road Sign

میں نے کہا ''ابھی آپ کے لیے سفر کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں پیرس جا کر کسی اچھے ڈاکٹر کو یہاں لے آؤں۔'' موسیو اینشن نے جواب دیا۔ ''اس بوسیدہ سرائے میں اگر دنیا کے تمام بہترین ڈاکٹر جمع ہو جائیں تو بھی مجھے آرام نہیں آئے گا۔ میں اب کسی تاخیر کے بغیر پیرس پہنچنا چاہتا ہوں۔'' ہماری باتیں سن کر جین بھی جاگ اٹھی اور اس نے بھی اپنے باپ کو سفر کے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن موسیو اینشن کا فیصلہ اٹل تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہم دوبارہ بگھی پر سوار ہو گئے۔ باقی سفر کے متعلق مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میں نیند کی حالت میں کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف لڑھک رہا تھا۔ پھر جب میں گہری نیند سے بیدار ہوا تو بگھی ایک کشادہ مکان کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ جین مجھے سہارا دیئے ہوئے تھی اور موسیو اینشن مسکرا رہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.magiqpak.com

"معاف کیجئے!" میں نے جلدی سے ایک طرف ہٹ کر کہا۔ بگھی رکی تو ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور موسیو اینٹن نے کہا "یہ میرا بیٹا ڈینس ہے۔" موسیو اینٹن کے مکان میں داخل ہوتے وقت مجھے اس کی امارت کا صحیح اندازہ ہوا میں نے کھانا کھانے کے بعد ان سے اجازت لینے کی کوشش کی۔ لیکن وہ سب میرا اسکول کھلنے تک مجھے اپنے ہاں ٹھہرانے پر مصر تھے اور مجھے اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔ جین کا بھائی ڈینس ایک ذہین اور کم گو نوجوان تھا اور پیرس میں قانون کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ بے تکلف ہونے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ان لوگوں سے مختلف تھا جو کسی اجنبی کے ساتھ فوراً گھل مل جاتے ہیں۔ چار دن بعد میں نے اپنے میزبانوں سے اجازت لی اور موسیو اینٹن سے وعدہ کیا کہ میں چھٹی کے دن ان کے ہاں آیا کروں گا۔ اس کے بعد اسکول کے باہر میری سب سے بڑی دلچسپی موسیو اینٹن کا گھر

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا۔ ہمارا اسکول پیرس سے چند میل دور تھا۔ میں ہر مہینے ایک دو مرتبہ ہفتے کی شام ان کے ہاں جاتا اور اتوار کے دن واپس آ جاتا اور جب کبھی مجھے ہفتے کی شام پیرس جانے کا موقع نہ ملتا تو میں اتوار کی صبح وہاں پہنچ جاتا۔ اور سارا دن وہاں گزارتا۔ ڈینس عام طور پر گھر سے غیر حاضر رہتا تھا اور گھر میں کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اپنے کالج سے باہر اس کی مصروفیات کیا ہیں۔

Pdf by Road Sign

مجھے یہ ماننے سے انکار نہیں کہ اس خاندان کے ساتھ میری وابستگی کی ایک بڑی وجہ جین تھی لیکن مجھے اس بات کا پورا احساس تھا کہ زندگی میں ہمارے راستے کبھی ایک نہیں ہو سکتے بے شک وہ ان لڑکیوں میں سے تھی جنہیں ایک بار دیکھنے کے بعد بار بار دیکھنے کو جی چاہتا ہے لیکن اگر میں اسے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا تو یہ ایک پرلے درجے کی خود فریبی ہوتی۔ میرے لیے یہ کافی تھا کہ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر

ہلکی سی مسکراہٹ آجایا کرتی ہے اور صرف یہ مسکراہٹ دیکھنے کیلئے ہی میں بڑی بے تابی کے ساتھ چھٹی کے دن کا انتظار کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے موسیو اینٹن کے ہاں چند گھنٹے گزار کر رخصت کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اصرار کیا کہ تم رات کا کھانا کھا کر جاؤ۔ میرا نوکر تمہیں بگھی پر چھوڑ آئے گا۔ شام سے کچھ دیر پہلے ڈینس اپنے کسی دوست سے ملنے کا بہانہ کر کے باہر نکل گیا۔ رات کے وقت ہم کھانے کے لیے اس کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن جب نو بج گئے تو ہم مایوس ہو کر کھانے کی میز پر بیٹھ گئے۔ موسیو اینٹن بے حد خفا تھا لیکن جین اپنے بھائی کی وکالت کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد موسیو اینٹن کی تلخی دور ہو چکی تھی اور وہ اپنی عادت کے مطابق قہقہے لگا رہا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے اجازت مانگی تو اس نے کہا "تھوڑی دیر اور بیٹھو میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اگلے مہینے کی دسویں تاریخ کو جین کی منگنی کے سلسلے میں میرے ہاں دعوت ہے۔ اس میں تمہاری شرکت ضروری ہے۔"

Pdf by Kood Sign
www.mafunpk.com

میں نے جین کی طرف دیکھا لیکن میرے لیے اس کے چہرے سے ان کے احساسات کا صحیح اندازہ کرنا مشکل تھا۔ میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میری آواز میرے قابو میں نہ تھی اچانک باہر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ڈینس اپنا پیٹ دونوں ہاتھوں سے دبائے لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ میں نے جلدی سے اٹھ کر ڈینس کو سہارا دینے کی کوشش کی اس کا لباس خون سے تر تھا۔ جین سکتے کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ موسیو بیغن کرسی سے اٹھا۔ چند ثانیے اپنا دل دونوں ہاتھوں سے دبائے کھڑا رہا۔ پھر اچانک منہ کے بل گر پڑا۔ میں ڈینس کو وہیں چھوڑ کر اس کی طرف بڑھا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس کے دل کی حرکت بند ہو چکی تھی میں دوبارہ ڈینس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس نے کہا ''موسیو تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔ پولیس میرا پیچھا کر رہی ہے تمہارا یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔

Pdf by Read Sign

”دونوں انتہائی بدحواسی کی حالت میں یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ میں نے انہیں ڈاکٹر کو بلانے کیلئے کہا جین پہلے اپنے باپ کی لاش کے ساتھ لپٹ کر چیخیں مارتی رہی اور پھر اپنے بھائی کا سر گود میں لے کر بیٹھ گئی۔ میرے لیے یہ ایک بھیانک خواب تھا اور یہ خواب میں کئی بار دیکھ چکا ہوں۔ سوتے جاگتے یہ دل خراش منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ ڈینس بار بار مجھے یہ کہہ رہا تھا تم بھاگ جاؤ تمہارا یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں، تم بے گناہ پکڑے جاؤ گے' اچانک پولیس کا ایک انسپکٹر اور چند سپاہی کمرے میں داخل ہوئے۔ انسپکٹر نے ڈینس کے سر کے بال پکڑ کر اسے انتہائی بے دردی سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign
www.mcrfunpk.com

''بتاؤ تمہارے ساتھی کون تھے؟'' جین نے انسپکٹر کا ہاتھ پکڑ لیا لیکن ایک سپاہی نے اسے دھکا دے کر ایک طرف گرا دیا۔ میں نے ایک مکا سپاہی کے منہ پر رسید کیا اور اس کے بعد انسپکٹر کا گلا دبوچ لیا۔ باقی سپاہی مجھ پر ٹوٹ پڑے اور میں ان کی گرفت میں بے بس ہو کر رہ گیا۔ انسپکٹر پھر ایک بار ڈینس کو جھنجوڑ کر یہ پوچھ رہا تھا ''بتاؤ تمہارے ساتھی کون ہیں؟'' لیکن ڈینس کے پاس ایک حقارت آمیز مسکراہٹ کے سوا اس کے سوالوں کا کوئی جواب نہ تھا اور یہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اس وقت بھی کھیل رہی تھی جب کہ وہ اپنا سفر حیات ختم کر چکا تھا۔

انسپکٹر نے میری طرف دیکھا اور کہا ''یہ مر چکا ہے لیکن تم زندہ ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم ہمارے ہر سوال کا جواب دے سکو گے؟''

Pdf by Road Sign
www.magnpk.com

میں نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ اس نے کیا جرم کیا ہے لیکن تمہیں ایک زخمی کے ساتھ اس وحشیانہ سلوک کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جین کی چیخیں بند ہو چکی تھیں۔ وہ سپاہیوں کو میری طرف متوجہ پا کر بھاگتی ہوئی عقب کے کمرے میں چلی گئی۔ انسپکٹر کے حکم سے میرا کوٹ اتار دیا گیا اور مجھے دروازے کے سامنے برآمدے کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ پھر ایک سپاہی مجھ پر کوڑے برسا رہا تھا اور انسپکٹر بار بار ڈینس کے دوسرے ساتھیوں کے متعلق مجھ سے سوال کر رہا تھا۔ میں نے اسے ہر ممکن طرح سمجھانے کی کوشش کی کہ مجھے ڈینس کے کسی ساتھی کا علم نہیں اور میں فوجی اسکول میں تعلیم حاصل کرتا ہوں اور اس وقت میرا اس مکان میں موجود ہونا محض ایک اتفاق تھا لیکن انسپکٹر میری کسی بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اچانک جین اپنے ہاتھ میں پستول لیے نمودار ہوئی اور اس نے بلا کسی توقف انسپکٹر پر گولی چلا دی۔ گولی انسپکٹر

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

کے بازو پر لگی اور سپاہیوں نے جین کو گرفتار کر لیا۔ اب سپاہیوں کی توجہ میرے بجائے انسپکٹر پر مرکوز ہو چکی تھی۔ اس کے بازو سے خون بہہ رہا تھا

۔ اس نے جلدی سے اپنا کوٹ اتارا اور ایک سپاہی کو بازو پر پٹی باندھنے کیلئے کہا' اچانک دس بارہ آدمی مکان کے پائیں باغ سے نمودار ہوئے

اور وہ پولیس پر ٹوٹ پڑے۔ آن کی آن میں انہوں نے دو آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور باقی چار آدمیوں کو غیر مسلح کر کے حراست میں

لے لیا۔ حملہ آوروں کے چہروں پر نقاب تھے اور میرے لیے یہ جاننا مشکل تھا کہ وہ کون ہیں مجھے آزاد کرانے کے بعد انہوں نے ڈینس کے

متعلق پوچھا اور میں نے انہیں بتایا کہ ڈینس اور اس کے والد کی لاشیں اندر پڑی ہوئی ہیں۔ انہوں نے انسپکٹر اور اس کے باقی ساتھیوں کو

رسیوں میں جکڑ کر ایک کمرے میں بند کر دیا۔ پھر ایک آدمی نے جین سے کہا "ڈینس کی بہن ہماری بہن ہے۔ آج ایک غدار نے پولیس کو

ہمارے خفیہ اجلاس کے متعلق خبردار کر دیا تھا۔ اب آپ کا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ اس لیے آپ ہمارے ساتھ چلیں۔"

Pdf by Read Sign
www.maghinpk.com

جین نے جواب دیا "نہیں میں اپنے باپ اور بھائی کی لاشیں چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ پولیس میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔" نقاب پوش نے کہا "میری بہن! ڈینس نے ایک بڑے مقصد کے لیے جان دی ہے اگر آپ نے یہاں ٹھہرنے پر ضد کی تو ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ ہم اپنے ایک ساتھی کی بہن کی عزت بچانے کیلئے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیں ہمیں اپنی جان کا خوف نہیں لیکن ہم اس مقصد کیلئے زندہ رہنا چاہتے ہیں جو ڈینس کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ خدا کیلئے آپ وقت ضائع نہ کیجئے۔ اب باتوں کا وقت نہیں چلیے آپ شاید ایک عرصہ کے لئے دوبارہ اس گھر میں نہ آ سکیں اس لیے گھر میں جو نقدی یا زیور ہے وہ نکال لیجئے۔ جین اضطراب اور تذبذب کی حالت میں میری طرف دیکھ رہی تھی۔ نقاب پوش نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "موسیو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ایک غلط اتفاق نے ہماری صف میں کھڑا کر دیا ہے چلیے اب آپ کیلئے پیرس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔"

میں نے جواب دیا ''مجھے ڈینس کی موت کا افسوس ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے آپ لوگوں کے مقاصد کے ساتھ کوئی دلچسپی ہو سکتی ہے اگر آپ کسی خطرناک جماعت سے تعلق رکھتے ہیں تو ہمارے راستے مختلف ہیں۔ میں نے اگر کوئی جرم کیا ہے تو وہ صرف یہ کہ میں نے ایک زخمی کے ساتھ پولیس کے وحشیانہ سلوک سے متاثر ہو کر انسپکٹر پر ہاتھ اٹھایا ہے اور میں پیرس کی ہر عدالت کے سامنے اس جرم کا اقبال کرنے کیلئے تیار ہوں۔''

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

نقاب پوش نے کہا ''ہم تمہیں اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت نہیں دیتے ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اب تم پیرس کی پولیس کو کبھی اس بات کا یقین نہیں دلا سکو گے کہ تم فرانس کے امن پسند شہری ہو۔ ہم صرف تمہاری جان بچانا چاہتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ جین کو کسی محفوظ جگہ پہنچانے کے لیے ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

میں نے جلدی سے اپنا کوٹ پہنا اور جین سے کہا ''جین میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہمارے لیے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اب وقت ضائع نہ کرو!''

جین کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی۔ تاہم میرے اور اپنے بھائی کے دوستوں کے سمجھانے پر وہ گھر چھوڑنے پر آمادہ ہو گئی۔ ہم نے گھر سے نقد روپیہ اور زیورات کے علاوہ جین کے چند ضروری کپڑے نکال کر ایک بکس میں رکھ لیے اتنی دیر میں دو آدمی بگھی تیار کر چکے تھے۔ ایک نوجوان نے کوچوان کی جگہ سنبھال لی اور ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پیرس کے بازاروں اور گلیوں میں ابھی تک رونق تھی اور ہمیں شہر سے باہر نکلنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ ایک جگہ پہرے داروں نے روکا لیکن میری وردی کو دیکھ کر انہوں نے کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

صبح تک ہم پیرس سے کئی میل دور آ چکے تھے۔ ایک شہر کے قریب پہنچ کر ہمارے کوچوان نے بگھی روکی اور مجھے کہا اب گھوڑے بہت تھک گئے ہیں اور یوں بھی اب اس بگھی پر تمہارا سفر خطرناک ہوگا۔ میرے ساتھی صبح ہوتے ہی مکان چھوڑ کر چلے گئے ہوں گے۔ اس وقت تک شاید پولیس اپنے آدمیوں کا حال معلوم کر چکی ہو۔ انہیں بیسیوں لوگوں سے تمہارا پتہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ پھر وہ فوجی اسکول سے با آسانی تمہارے گھر کا پتہ معلوم کر لیں گے اور دوپہر سے پہلے پہلے اس سڑک پر تمہاری تلاش شروع ہو جائے گی۔ میں تمہیں اس شہر کی سرائے میں پہنچا کر واپس آ جاؤں گا اور پولیس کو دھوکا دینے کے لیے اس بگھی کو کسی دوسری سڑک پر چھوڑ دوں گا۔“

یہ نوجوان جو ایک کوچوان کی حیثیت سے ہمارے ساتھ آیا تھا۔ انقلابی جماعت کا ایک سرگرم رکن تھا۔ اس سے چند سوالات پوچھنے پر

معلوم ہوا کہ ڈینس ان سرپھروں کا لیڈر تھا اور گزشتہ شب جب ایک مکان میں ان لوگوں کا جلسہ ہو رہا تھا کسی غدار نے پولیس کو خبردار کر دیا تھا۔

بیشتر انقلابی مسلح ہو کر آئے تھے۔ پولیس آس پاس کی گلیوں کی ناکہ بندی کے لیے جمع ہو رہی تھی کہ انقلابیوں کو پتہ چل گیا اور وہ بھاگ نکلے ایک

گلی میں پولیس کے چند آدمیوں کے ساتھ ان کا تصادم ہوا اور دو نوجوان ہلاک ہو گئے۔ ڈینس اس تصادم میں زخمی ہو کر بھاگا لیکن تھوڑی دور جا

کر گر پڑا۔ اس کے دو ساتھیوں نے اسے سہارا دیا اور راسے گھر کے دروازے تک پہنچا گئے جب وہ واپس آ رہے تھے تو انہیں پولیس کے سپاہیوں

کی ایک ٹولی دکھائی دی۔ وہ پاس ہی ایک تنگ گلی کے اندر ایک اور انقلابی کے مکان میں چھپ گئے اور جب پولیس آگے نکل گئی تو ان میں سے

Pdf by Road Sign
www.mag4pk.com

ایک نوجوان صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے باہر نکلا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آ کر بتایا کہ پولیس کے سپاہی ڈیتھس کے مکان میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان لوگوں نے چند منٹ کے اندر اندر اپنے دوسرے ساتھیوں کو جمع کیا اور ہماری مدد کو پہنچ گئے۔ جین بے حس و حرکت بیٹھی ہماری باتیں سن رہی تھی۔ بگھی دوبارہ روانہ ہوئی اور تھوڑی دیر بعد ہم شہر کی سرائے میں پہنچ گئے۔ وہاں ہم نے دوسری بگھی کرائے پر لی اور اپنے دوسرے ساتھی کو خدا حافظ کہا۔ باقی راستہ ہم نے بہت کم آرام کیا۔ جین اپنے ساتھ کافی روپیہ لائی تھی اور ہمیں ہر منزل پر تازہ دم گھوڑے حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی تیسری رات دو بجے کے قریب میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ بگھی کو میں نے احتیاطاً مکان سے دور سڑک پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ ہمارا نوکر سو رہا تھا اور میں نے اسے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ میرے باپ نے انتہائی رنج اور اضطراب کی حالت میں ہماری سرگزشت سنی

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

انہیں یہ فیصلہ کرنے میں دیر نہ لگی کہ ہمیں فوراً فرانس کی حدود سے باہر نکل جانا چاہئے۔ انہوں نے جلدی سے ضروری سامان باندھا اور کہا ''ہم مارسیلز جارہے ہیں۔ میں ابھی سرائے سے بگھی لے کر آتا ہوں، تم اپنے سکول کی وردی اتار کر دوسرا لباس پہن لو اور سڑک پر پہنچ کر میرا انتظار کرو!''

Pdf by Road Sign

تھوڑی دیر بعد ہم مارسیلز کا رخ کر رہے تھے۔ مارسیلز پہنچ کر ہم امریکہ جانا چاہتے تھے لیکن بدقسمتی سے امریکہ جانے والا ایک جہاز ہمارے پہنچنے سے دو دن قبل روانہ ہو چکا تھا اور دوسرا جہاز دو ہفتے بعد چھوٹنے والا تھا۔ ہمارے لیے ایک ایک لمحہ تشویشناک تھا۔ اتفاق سے میرے والد کو کپتان فرانسسک مل گئے۔ یہ کسی زمانے میں میرے والد کے ماتحت رہ چکے تھے۔ ان کا جہاز اگلی صبح چند سپاہی اور اسلحہ لے کر ماریشس کی طرف روانہ ہونے والا تھا۔ کپتان فرانسسک نے رات کے وقت ہمیں اپنے پاس ٹھہرایا اور پچھلے پہر باقی سواریوں سے کچھ دیر پہلے ہمیں اپنے جہاز پر پہنچا دیا۔ بندرگاہ کا محافظ افسر بھی میرے والد کا دیرینہ دوست نکلا اور اس کی مدد سے ہم جانچ پڑتال سے بچ گئے۔ مارسیلز پہنچنے سے قبل میرے والد کا خیال تھا کہ وہ ہمیں امریکہ جانے والے کسی جہاز پر سوار کرا کے واپس چلے جائیں گے لیکن جب کپتان فرانسسک نے انہیں

Pdf by Road Sign
www.maqbulpk.com

سمجھایا کہ اب فرانس میں آپ کا رہنا بھی خطرے سے خالی نہیں تو وہ بھی ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے ان کی آمادگی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ جہاز ماریشس جا رہا تھا اور وہاں میری بہن رہتی تھی۔ کپتان فرانسک نے ہمیں جہاز کے ملاحوں کی وردیاں مہیا کر دیں اور جین کے متعلق انہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اس کا شوہر ماریشس کی فوج میں ملازم ہے اور یہ اس کے پاس جا رہی ہے۔ بحری سفر کے دوران میں مجھے اگر کوئی پریشانی تھی تو جین اور اپنے باپ کے متعلق تھی۔ جین ہر وقت حزن و غم کی تصویر بنی رہتی تھی۔ زمانے کے بے رحم ہاتھوں نے اس کے چہرے کی دلفریب مسکراہٹیں چھین لی تھیں جب میں کوئی بات کرتا تو وہ کھوئی کھوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھتی اور مختصر سا جواب دے کر خاموش ہو جاتی۔ اپنے باپ کے متعلق میں اکثر یہ سوچا کرتا تھا کہ اپنی عمر کے آخری حصے میں انہیں آرام کی ضرورت تھی اور میری وجہ سے وہ

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

مصیبت میں پھنس گئے ہیں لیکن ابا جان کو اپنے مقدر کے متعلق کوئی شکایت نہ تھی۔ وہ ہر حالت میں مسکرانے کے عادی تھے۔ جہاز پر انہوں نے کپتان کے حصے کا بہت سا کام سنبھال رکھا تھا۔ پھر ہماری بدنصیبی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ ماریشس سے چند دن کے فاصلے پر ہمارے جہاز میں زرد بخار کی وبا پھوٹ نکلی اور تین دن کے اندر اندر آٹھ آدمی مر گئے۔ پانچویں دن میرا باپ بھی چل بسا۔ ہم سب زندگی سے مایوس ہو چکے تھے لیکن جین پر اس کا اثر جو ہوا وہ ہم سب کیلئے غیر متوقع تھا۔ وہ دن رات تمام بیماروں کی تیمارداری میں مصروف رہتی تھی۔ دوسرے لوگ یہاں تک کہ جہاز کا ڈاکٹر بھی مریضوں کے پاس بیٹھنے سے گھبراتا تھا۔ لیکن جین ہر مریض کی تیمارداری اپنا فرض سمجھتی تھی۔ اسے اپنی بھوک پیاس اور تھکاوٹ تک کا احساس نہ تھا۔ بیماری پھیلتی گئی اور کپتان نے جزیرہ بوربون کے ساحل پر رکنے کا فیصلہ کیا لیکن ابھی ہم وہاں سے دو دن کے

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

راتے پڑ تھے کہ ہمیں ایک شدید طوفان کا سامنا کرنا پڑا ہم رات بھر زندگی اور موت کے درمیان لٹکتے رہے اگلے دن طوفان تھم گیا اور ہمیں بوربون کا ساحل نظر آنے لگا۔ زرد بخار کی وبا کے باعث تین آدمی ہلاک ہو چکے تھے بوربون کی بندرگاہ پر اترنے کے بعد جہاز کے کسی آدمی کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی چنانچہ ہمارے لیے سمندر کے کنارے ایک کیمپ لگا دیا گیا کپتان فرانسسک نے یہاں بھی ہماری مدد کی اور ہمیں رات کے وقت کیمپ سے نکال کر ماریشس جانے والے ایک عرب تاجر کے جہاز پر سوار کروا دیا۔ رخصت کے وقت انہوں نے ہمیں یہ بتایا کہ مجھے اپنے جہاز کی مرمت کیلئے کچھ عرصہ یہاں ٹھہرنا پڑے گا تمہارے لیے کسی بندرگاہ پر اترنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ اس لیے عرب تاجر تمہیں بندرگاہ سے کچھ دور ساحل پر اتار دے گا میں جہاز کی مرمت کے بعد جلد از جلد ماریشس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ پھر وہاں سے تمہیں ہندوستان

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

پہنچانے کا بندوبست کروں گا تمہیں ماریشس میں کسی پر اپنا صحیح نام اور پتہ ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ پیرس کی پولیس تمہارے متعلق معلومات حاصل کرتے ہی ماریشس میں تم کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گی۔

Pdf by Road Sign

پھر کپتان فرانسسک نے مجھے ایک خط دیتے ہوئے کہا ''ماریشس کی پولیس کا ایک افسر میرا دوست ہے اور میں نے یہ خط اس کے نام لکھ دیا ہے۔ اگر تمہیں کبھی اس کی ضرورت پڑے تو یہ خط اس کے پاس لے جانا وہ تمہاری ہر ممکن مدد کرے گا۔'' عرب تاجران لوگوں میں سے تھا جو ہر مصیبت زدہ انسان کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ وہ ہماری زبان نہیں سمجھتا تھا لیکن ہماری صورتیں دیکھ کر اس کیلئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ ہم مصیبت زدہ ہیں۔ ایک شام اس نے ہمیں ماریشس کی بندرگاہ سے چند میل دور اتار دیا اور جہاز کا ایک ملاح ہمارے ساتھ روانہ کر دیا۔ آدھی رات تک ہم ایک خوفناک جنگل میں چلتے رہے بالآخر ملاح نے ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے رکتے ہوئے کہا۔ ''اب شہر یہاں سے بالکل قریب ہے۔ لیکن اس وقت آپ کا شہر میں داخل ہونا ٹھیک نہیں ہوگا۔ پہریدار یقیناً آپ سے کئی سوال پوچھیں گے۔''

Pdf by Road Sign
www.maghribook.com

جین تھکاوٹ سے نڈھال تھی وہ ندی کے کنارے لیٹتے ہی سوگئی اور میں باقی رات ملاح کے ساتھ اس کے قریب بیٹھا رہا۔ علی الصباح میں نے جین کو جگایا اور ہم شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ کوئی ایک گھنٹہ بعد میں اپنے بہنوئی کے مکان پر دستک دے رہا تھا۔ ملاح ہمیں چھوڑ کر بندرگاہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ میرا بہنوئی اب میجر بن چکا تھا اور مریش کی حکومت اور فوج کے بڑے بڑے افسر اس کے دوست تھے۔ تاہم میری سرگزشت سننے کے بعد اس نے کہا۔

"اگر پیرس کی پولیس کا کوئی ادنیٰ افسر بھی یہاں پہنچ گیا تو مریش کا گورنر بھی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم گھر سے باہر پاؤں نہ رکھو۔ اگر پیرس سے پولیس کا کوئی آدمی یہاں پہنچ گیا تو میں تمہیں کسی دوست کے ہاں پہنچا دوں گا مقامی پولیس کے تمام افسر میرے دوست ہیں اور وہ وقت آنے پر مجھے خبر کر دیں گے۔"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

ہم بیس دن اپنے بہنوئی کے گھر چھپے رہے۔ پھر ایک شام ہمیں پتہ چلا کہ مارسیلز سے ایک جہاز آیا ہے اور فرانس کی پولیس کا ایک انسپکٹر اس سے اترتے ہی سیدھا مقامی پولیس کے ہیڈ کوارٹر میں گیا ہے۔ میرے بہنوئی نے یہ خبر سنتے ہی ہمیں اپنی رجمنٹ کے ایک کپتان کے گھر پہنچا دیا۔ اگلے دن کپتان کی بیوی میری بہن کے پاس گئی اور یہ خبر لائی کہ تمہارے وہاں سے نکلنے کے تھوڑی دیر بعد ایک انسپکٹر ان کے گھر آیا تھا اور میرے بہنوئی سے چند سوالات پوچھنے کے بعد وہ گھر کی تلاشی لیے بغیر گھر سے چلا گیا تھا۔ پھر رات کے وقت میرا بہنوئی مجھ سے ملا اور اس نے یہ بتایا کہ "یہ وہی انسپکٹر ہے جس پر جین نے گولی چلائی تھی۔ اس کا نام برنارڈ ہے اور اس کی ہوشیاری اور شقاوت قلبی فرانس بھر میں مشہور ہے۔ میں نے بظاہر اسے مطمئن کر دیا ہے لیکن جب تک وہ یہاں موجود ہے مجھے تمہارے متعلق اطمینان نہیں ہو سکتا۔ یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں

جسے پیرس کی پولیس کے کسی افسر کے ساتھ ہمدردی ہو لیکن اگر اسے تمہارا سراغ مل گیا تو تم یہ دیکھو گے کہ یہاں کوئی کھلے بندوں تمہاری حمایت نہیں کرے گا۔ اب چند دن تک ہمارا ایک دوسرے سے دور رہنا ضروری ہے اس لیے اگر میں تمہارے پاس نہ آسکوں تو تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

Pdf by Road Sign

اگلی صبح جین اپنے بستر سے اٹھی تو اس نے شکایت کی کہ میرا جسم ٹوٹ رہا ہے اور شام تک اسے سخت بخار ہو چکا تھا۔ جہاز پر زرد بخار کی وبا کے پیش نظر مجھے بے حد تشویش ہوئی لیکن رات کے وقت کپتان اپنے فوجی ڈاکٹر کو لایا اور اس نے تسلی دی کہ یہ صرف موسمی بخار ہے جین دس دن بستر پر پڑی رہی۔ گیارھویں دن اسے ذرا ہوش آیا۔ اس عرصے میں کپتان کی بیوی کی وساطت سے ہمیں یہ پتہ چلتا رہا کہ انسپکٹر برنارڈ ہماری تلاش میں بدستور سرگرداں ہے۔ بارھویں دن جین کا بخار بہت کم ہو گیا لیکن وہ بے حد کمزور ہو چکی تھی۔ صبح سات بجے کسی نے ہمارے میزبان کے دروازے پر دستک دی۔ ہم فوراً ایک چھوٹی سی کوٹھری میں چھپ گئے۔ ہمارے دل دھڑک رہے تھے اور میں دبی آواز میں کہہ رہا تھا۔

Pdf by Road Sign

''جین ہم تقدیر سے بھاگ نہیں سکتے۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے متعلق تمہارے خیالات کیا ہیں لیکن میں تمہیں اپنی زندگی کا آخری سہارا سمجھتا ہوں۔ اگر میں تمہارے ساتھ کسی چھوٹے سے غیر آباد جزیرے میں اپنی باقی تمام زندگی کے دن گزار سکتا تو مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی فرانس چھوڑنے کا ملال نہ ہوتا۔''

Pdf by Road Sign

جین نے مغموم نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور اپنا کانپتا ہوا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ میرا خیال تھا کہ ابھی پولیس دھکا دے کر ہماری کوٹھڑی کا دروازہ کھولے گی اور ہمیں ملاقات کے کمرے میں چند مانوس آوازیں اور قہقہے سنائی دیے۔ پھر ہمارے میزبان نے کوٹھڑی کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہا۔ ''میرے دوست آ جاؤ اب کوئی خطرہ نہیں۔'' میں جین کو سہارا دیے کوٹھری سے باہر نکلا۔ ملاقات کے کمرے میں میری بہن، میرا بہنوئی اور فرانسسک کھڑے تھے۔ نقاہت کے باعث جین کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ میں نے اسے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ میری بہن آگے بڑھ کر میرے ساتھ لپٹ گئی۔ کپتان فرانسسک نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ''بھئی قسم خدا کی میں نے اس سے بڑا گدھا اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ اس کی ذہانت فرانس بھر میں مشہور ہے لیکن وہ خوب الو بنا۔''

Pdf by Road Sign

میں پریشانی کی حالت میں فرانسسک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری بہن نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''کپتان صاحب! میرا بھائی ابھی تک پریشان ہے۔ اسے تسلی دیجیے۔'' اور کپتان فرانسسک نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''بیٹا اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ میں نے انسپکٹر برناڈ کو ایک غلط راستے پر ڈال دیا ہے۔ میرا جہاز کل شام یہاں پہنچا تو وہ بندرگاہ پر کھڑا تھا۔ اترنے والے مسافروں کو دیکھنے کے بعد اس نے جہاز کے اندر کی تلاشی لی۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر آپ مجھے یہ بتا سکیں کہ آپ کس کو تلاش کر رہے ہیں تو ممکن ہے کہ میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔ اس نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا اور میں نے اسے بتایا کہ مارسیلز سے میرے جہاز پر ایک بوڑھا آدمی ایک نوجوان اور ایک لڑکی سوار ہوئے تھے۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

میں نے بدحواس ہو کر کہا۔ ''آپ نے اسے ہمارے متعلق بتا دیا ہے؟''

''ہاں! میں نے اسے تمہارا حلیہ تک بتا دیا تھا کیونکہ اسے کسی نہ کسی دن اس بات کا پتہ ضرور چل جائے گا کہ میرے جہاز میں ایک لڑکی سوار تھی اور سچی بات بعض اوقات بہت سود مند ثابت ہوتی ہے۔ میں نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا تھا کہ بیماری کے باعث جہاز کے تمام مسافر بوربون اتار دیے گئے تھے۔ چند آدمی میرے ساتھ آ گئے ہیں لیکن باقی ابھی تک وہیں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے تمہارے والد کی وفات کے متعلق بھی بتا دیا تھا اور میں نے اسے تمہارے نام بھی صحیح بتا دیے تھے۔ میری ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیکھتے دیکھتے وہ بوربون جانے والے جہاز پر سوار ہو گیا۔ اب میں کل شام تک یہاں سے پانڈی چری روانہ ہو جاؤں گا اور تم میرے ساتھ چلو گے۔''

Pdf by Road Sign
www.magspk.com

میں نے محسوس کیا کہ میرے راستے سے اب مصائب کے پہاڑ ہٹ چکے ہیں لیکن جین کی حالت سفر کے قابل نہ تھی۔ ہم نے رات کے وقت ڈاکٹر سے مشورہ کیا تو اس نے بڑی شدت کے ساتھ جین کو سفر کرنے سے منع کیا۔ میرا بہنوئی یوں بھی ہمارے ایک ساتھ سفر کرنے کے حق میں نہ تھا۔ اس نے یہ مشورہ کہ تم ہندوستان جا کے اپنے لیے کوئی جائے پناہ تلاش کرو۔ ہم جین کو بعد میں وہاں پہنچانے کا انتظام کر دیں گے۔ یہاں کوئی فرانسیسی ایسا نہیں جو جین جیسی لڑکی کو پیرس کی پولیس کے تشدد کے خلاف پناہ دینے سے انکار کرے۔

اگلی شام غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے کپتان فرانسسک کا جہاز روانہ ہو چکا تھا اور میں عرشے پر کھڑا ماریشس کی آخری جھلک دیکھ رہا تھا۔ پانڈی چری پہنچنے کے بعد میری داستان کا ایک باب ختم ہوتا ہے۔ اس سے آگے مجھے ایک وسیع خلا دکھائی دیتا ہے۔

Pdf by Road Sign
www.maghripk.com

لیگرانڈ کی سرگزشت سننے کے بعد انور علی کچھ دیر اپنے بستر پر بے حرکت پڑا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔ ''میرے دوست میں تمہاری مدد کروں گا۔''

Pdf by Road Sign

لیگرانڈ کو انور علی کے ساتھ رہتے ہوئے ڈیڑھ مہینہ گزر گیا۔ اس عرصہ میں اسے جین کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملی۔ پانڈی چری میں جب کوئی نیا جہاز آتا تو اس کے سینے میں امیدوں اور آرزوؤں کے چراغ جگمگا اٹھتے۔ بندرگاہ پر جاتے ہوئے جین کے تصور سے اس کی دنیا مسکراہٹوں اور نغموں سے لبریز ہو جاتی۔ پھر جب اسے جہاز سے اترنے والے مسافروں میں جین نظر نہ آتی تو وہ اپنے آپ کو جھوٹی تسلیاں دینے کی کوشش کرتا "شاید جین ابھی تک جہاز کے اندر چھپی ہوئی ہو اور کپتان نے اس کا دوسرے لوگوں کی موجودگی میں بندرگاہ پر اترنا مناسب خیال نہ کیا ہو۔"

Pdf by Road Sign

جب بندرگاہ خالی ہو جاتی تو وہ ذرا ہمت سے کام لے کر جہاز کے کپتان کے پاس جاتا اور یہ تسلی کرنے کے بعد کہ جہاز پر کوئی اور مسافر نہیں، وہ اس سے اس قسم کے سوال پوچھتا۔ ''آپ کے جہاز پر کوئی ایسا مسافر تو نہیں تھا جسے آپ بیماری کی وجہ سے راستے میں چھوڑ آئے ہوں...... میں میسور کی فوج میں ملازم ہوں اور مجھے اپنے ایک دوست کا انتظار ہے گزشتہ چھ ہفتوں میں ماریشس سے آنے والے کسی جہاز کو کوئی حادثہ تو پیش نہیں آیا؟

''ایک دن آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ فضا میں حبس تھا اور انور علی اپنے خیمے سے باہر ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک لیگرانڈ بھاگتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ انور علی کو اس کی پریشان صورت یہ بتانے کیلئے کافی تھی کہ کوئی غیر متوقع حادثہ پیش آنے والا ہے۔

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

''خیر تو ہے؟'' اس نے لیگرانڈ کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

لیگرانڈ نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ ''موسیو! انسپکٹر برنارڈ پانڈی چری پہنچ گیا ہے میں نے اسے جہاز سے اترتے دیکھا ہے میں یہ معلوم نہیں کر سکا کہ یہ جہاز کہاں سے آیا ہے لیکن اگر یہ جہاز ماریشس سے ہو کر آیا ہے تو ہو سکتا ہے جین بھی اس پر سوار ہو۔ میں نے انسپکٹر کو دیکھنے کے بعد بندرگاہ پر ٹھہرنا مناسب خیال نہیں کیا۔''

Pdf by Road Sign

انور علی نے پوچھا اس نے آپ کو دیکھ تو نہیں لیا؟

"نہیں جہاز سے اترتے ہی پانڈی چری کے چند افراس کے گرد جمع ہو گئے تھے اور میں وہاں سے کھسک آیا تھا۔"

انور علی نے کرسی سے اٹھ کر اپنے سپاہیوں میں سے ایک نوجوان کو آواز دے کر بلایا اور اسے چند ہدایات دینے کے بعد لیگر انڈ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔" آپ فوراً یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ میں نے اپنے آدمی کو سمجھا دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ یہاں سے چند میل دور ایک جگہ پر پہنچ کر میرا انتظار کرے۔ میں شام تک بندرگاہ سے تمام معلومات حاصل کر کے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اگر جین اس جہاز پر آئی ہے تو میں اسے اپنے ساتھ لانے کی کوشش کروں گا۔ بصورت دیگر آپ کو ضروری ہدایات مل جائیں گی۔ اگر جین اس جہاز پر نہ آئی تو بھی آپ

Pdf by Road Sign
www.maqbookpk.com

انسپکٹر برنارڈ کی موجودگی میں یہاں ٹھہر کر اس کا انتظار نہیں کر سکتے۔ آپ کے لیے یہی بہتر ہوگا کہ آپ پانڈی چری کی حدود سے نکل جائیں۔ اس کے بعد اگر جین یہاں پہنچ گئی تو اسے آپ کے پاس پہنچانا میرا ذمہ ہے۔"

Pdf by Road Sign

لیگرانڈ نے کہا۔ "مجھے ڈر ہے کہ جین شاید آپ پر اعتماد نہ کرے۔ لیکن جب آپ اسے جین کی بجائے مادام لیگرانڈ مخاطب کریں گے تو وہ بہت کچھ سمجھ جائے گی۔ جہاز پر وہ اسی نام سے سفر کر رہی ہوگی۔"

"آپ تسلی رکھیں، جین خواہ کسی نام سے سفر کر رہی ہو مجھے اسے تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئے گی۔" یہ کہہ کر انور علی، دلاور خاں کی طرف متوجہ ہوا اور اسے دو گھوڑے تیار رکھنے کا حکم دے کر بندرگاہ کی طرف چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد لیگر انڈ اور انور علی کا ایک ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر مغرب کا رخ کر رہے تھے۔ پانڈی چری سے کوئی پندرہ میل دور ایک چھوٹی سی ندی کے پل کے قریب پہنچ کر لیگر انڈ کے رہنما نے اپنا گھوڑا روکا اور کہا۔

Pdf by Road Sign
www.magupk.com

"جناب انہوں نے ہمیں یہاں رکنے کا حکم دیا تھا۔" لیگر انڈ نے اپنا گھوڑا روکتے ہوئے کہا۔ "تمہیں یقین ہے کہ انہوں نے ہمیں اسی جگہ پہنچنے کے لیے کہا تھا؟"

''جی ہاں! کرشنا گری کی طرف یہ ہی راستہ جاتا ہے اور میں کم از کم آٹھ مرتبہ یہاں سے گزر چکا ہوں۔'' یہ کہہ کر نوجوان گھوڑے سے اتر پڑا اور لیگرانڈ نے اس کی تقلید کی۔ انہوں نے اپنے گھوڑے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیے اور ندی کے کنارے بیٹھ گئے۔ لیگرانڈ کے لیے انتظار کے لمحات انتہائی صبر آزما تھے۔ وہ کبھی ادھر ادھر ٹہلنا شروع کر دیتا کبھی اپنا خنجر نکال کر درخت کی شاخیں تراشنے لگتا۔ کبھی نڈھال سا ہو کر ندی کے کنارے بیٹھ جاتا اور سنگریزے اٹھا اٹھا کر پانی میں پھینکنا شروع کر دیتا جب اس پاس کوئی آہٹ یا آواز سنائی دیتی تو وہ بھاگ کر پل پر پہنچتا لیکن سوار اور پیدل گزر جاتے اور وہ کلیجہ مسوس کر رہ جاتا۔

شام کے چار بجے کے قریب بارش شروع ہوگئی اور وہ ایک تناور درخت کے نیچے سمٹ کر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں گھوڑے کی ٹاپ کی آواز سنائی دی اور لیگر انڈ کے ساتھی نے کہا۔ "دیکھیے وہ آ گئے!"

لیگر انڈ بھاگ کر پگڈنڈی کی طرف بڑھا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ لیکن انور علی کو تنہا دیکھ کر لیگر انڈ کے پاؤں زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔ انور علی نے اس کے قریب پہنچ کر گھوڑے کی باگ کھینچی اور نیچے اترتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے لیے کوئی خوش خبری نہیں لایا۔ جین اس جہاز پر نہیں آئی۔ یہ جہاز بوربون سے یہاں پہنچا ہے میں کپتان سے مل کر آیا ہوں۔ انسپکٹر برنارڈ کے متعلق ابھی تک صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ اس کا بھتیجا پانڈی چری کی فوج میں ملازم ہے اور وہ اس کے پاس ٹھہرا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ صرف ایک

Pdf by Road Sign
www.nagpk.com

تجسس سے ملنے کا شوق اسے یہاں تک آنے پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ ہمیں اب یہ دعا کرنی چاہیے کہ جین اس کی موجودگی میں یہاں نہ پہنچے میں کوشش کروں گا کہ مریش میں آپ کے بہنوئی کو اس نئی صورتحال سے آگاہ کر دوں لیکن اگر جین وہاں سے روانہ ہو چکی ہے تو آپ پانڈی چری میں رہ کر اس کی مدد نہیں کر سکتے۔"

Pdf by Road Sign

اس کے بعد انور علی نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا ہوا سفری تھیلا اتارا اور لیگرانڈ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ ''اس تھیلے میں آپ کے لیے رات کا کھانا ' کچھ روپے اور تین تعارفی خط ہیں۔ ایک خط میں کرشنا گری کے فوجدار کے نام لکھا ہے وہ آپ کو سرنگا پٹم پہنچانے کا بندوبست کر دے گا۔ دوسرا خط موسیو لالی کے نام ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی ہر ممکن اعانت کرے گا۔ تیسرا خط میں نے اپنے بھائی کے نام لکھا ہے ' سرنگا پٹم میں آپ اسے اپنا بہترین دوست پائیں گے۔ اگر ضرورت پڑی تو میرا بھائی آپ کے لیے سرنگا پٹم کے بڑے سے بڑے آدمی کی اعانت کر سکے گا۔ میرا یہ آدمی آپ کو کرشنا گری پہنچا کر واپس آجائے گا۔ آپ وہاں پہنچتے ہی میرے نام اس مضمون کا ایک خط لکھ کر اس کے حوالے کر دیں کہ آپ سلطان کی فوج کے ملازم ہیں اور اگر آپ کی بیوی پانڈی چری پہنچے تو میں اسے آپ کے پاس پہنچانے کا

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

بندوبست کردوں۔ جین اگر آپ کے ہاتھ کی تحریر پہچانتی ہے تو وہ مطمئن ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ اگر وہ انسپکٹر برنارڈ کی موجودگی میں یہاں پہنچی تو یہ خط میرے کام آئے گا۔ اب میں فوراً واپس جانا چاہتا ہوں۔ جین کی غیر متوقع آمد کے پیشِ نظر میرا بروقت وہاں موجود ہونا ضروری ہے ممکن ہے کہ آج رات ہی ماریشس کا کوئی جہاز وہاں پہنچ جائے۔ میں بندرگاہ پر اس بات کا انتظام کر آیا ہوں کہ جب کوئی نیا جہاز آئے مجھے خبردار کر دیا جائے۔"

Pdf by Road Sign

www.magicpk.com

انور علی نے کسی توقف کے بغیر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا اور لیگرانڈ نے اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "موسیو آپ بہت رحم دل ہیں۔"

تین ہفتے بعد انور علی طلوع آفتاب سے ایک گھنٹے بعد ایک جہاز کی آمد کی اطلاع پا کر بندرگاہ پر پہنچا تو وہاں انسپکٹر برنارڈ اور پانڈی چری کی پولیس کے دو افسر موجود تھے۔ انور علی کے لیے یہ ملاقات غیر متوقع نہ تھی۔ انسپکٹر برنارڈ اس سے پہلے بھی ہر نئے جہاز کی آمد کے وقت بندرگاہ پر موجود ہوتا تھا۔ پانڈی چری پہنچنے سے دو دن بعد اس نے انور علی کے کیمپ سے فرانس کے ان آدمیوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی جو میسور کی فوج میں بھرتی ہو کر جا چکے تھے۔ اور انور علی نے اسے صرف وہ کاغذات دکھا کر مطمئن کر دیا تھا جن میں لیگرانڈ کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ برنارڈ انور علی کو یہ بھی بتا چکا تھا کہ میں ایک نہایت خطرناک انقلابی کی تلاش میں ہوں جو پیرس سے ایک خوب صورت لڑکی کے ساتھ فرار ہو چکا ہے۔

جہاز بندرگاہ سے ابھی کچھ فاصلے پر تھا۔ انور علی کچھ دیر تذبذب اور پریشانی کی حالت میں انسپکٹر اور اس کے ساتھیوں سے چند قدم دور کھڑا رہا۔ بالآخر ایک پولیس افسر نے اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا۔ انسپکٹر برنارڈ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''موسیو! میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ آج آپ کیوں نہیں آئے؟''

انور علی مسکرایا۔ ''میرا خیال ہے کہ میں وقت پر پہنچ گیا ہوں۔''

Pdf by Road Sign

www.magicpk.com

مقامی پولیس کے ایک افسر نے کہا۔ ''موسیو انور علی بڑی باقاعدگی کے ساتھ ہر جہاز دیکھتے ہیں۔'' انور علی نے جواب دیا۔ ''اب یہاں آپ کے جہاز دیکھنے کے سوا مجھے اور کام ہی کیا ہے؟ خدا کا شکر ہے کہ مجھے واپس بلا لیا گیا ہے۔ ورنہ میں یہاں بیکاری سے اُکتا گیا تھا۔''

"آپ جا رہے ہیں؟"

"ہاں"

"کب؟"

df by Road Sig

''بہت جلد' میں صرف اپنی جگہ کسی نئے آدمی کا انتظار کر رہا ہوں۔'' انور علی یہ کہہ کر انسپکٹر برنارڈ کی طرف متوجہ ہوا۔'' کہیے آپ کو اپنی مہم میں کامیابی ہوئی؟''

برنارڈ نے جواب دیا۔'' مجھے اپنی کامیابی کے متعلق کوئی بے چینی نہیں، مجھے یقین ہے کہ اگر وہ زندہ ہیں تو ایک نہ ایک دن ضرور گرفتار ہو جائیں گے۔''

جہاز بندرگاہ کے قریب پہنچ چکا تھا اور اب عرشے پر چند عورتیں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ پانڈی چری کے چند فوجی اور سول حکام بھی بندرگاہ پر موجود تھے اور انتہائی اشتیاق کی حالت میں جہاز کی طرف دیکھ رہے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.maghbook.com

تھوڑی دیر بعد جہاز بندرگاہ پر آ لگا اور مسافر نیچے اترنے لگے۔ فرانسیسی افسر اپنے بال بچوں اور رخصت سے واپس آنے والے دوستوں کا استقبال کر رہے تھے۔ انسپکٹر برنارڈ جہاز سے اترنے والے ہر نوجوان مرد اور عورت کو غور غور کر دیکھ رہا تھا۔ ایک نیلی آنکھوں اور سنہری بالوں والی نحیف اور لاغر لڑکی ایک ہاتھ میں چھوٹا سا بکس اٹھائے جہاز سے اتری اور ہجوم سے ایک طرف ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ انور علی لپک کر اس کے قریب پہنچا اور سرگوشی کے انداز میں بولا: "اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ مادام لیگر انڈ کو تلاش کر رہی ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کا اصلی نام لیبرٹ ہے اور آپ مادام لیگر انڈ کے نام سے سفر کر رہی ہیں۔ میری بات غور سے سنیے: انسپکٹر برنارڈ جس پر آپ نے گولی چلائی تھی یہاں موجود ہے۔ وہ اسی طرف آ رہا ہے۔ آپ اس کی طرف نہ دیکھیں۔ میں لیگر انڈ کا دوست ہوں۔ وہ یہاں آپ کا انتظار کر رہا تھا لیکن

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

انسپکٹر برنارڈ کی آمد نے اسے سرنگا پٹم بھیج دیا ہے۔ آپ انسپکٹر پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں کہ آپ کا شوہر گزشتہ دو سال سے میسور کی میں فوج میں ملازم ہے۔ اپنے حواس پر قابو رکھیے۔ اگر انسپکٹر کو ذرا بھی شبہ ہو گیا تو آپ مصیبت میں پھنس جائیں گی۔"

اتنی دیر میں انسپکٹر برنارڈ ان کے قریب آ چکا تھا۔ انور علی نے اس کی طرف توجہ کیے بغیر جلدی سے لڑکی کا بکس لیا اور اپنا لہجہ بدلتے ہوئے ذرا بلند آواز میں کہا مادام پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ ایک سپاہی کی بیوی کو اس قسم کی تلخیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ آپ کے شوہر ایک مہم پر روانہ ہو چکے ہیں اس لیے آپکو سرنگا پٹم پہنچانے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے۔ موجودہ حالات میں ہماری فوج کے کسی سپاہی کو چھٹی نہیں مل سکتی مجھے یقین ہے کہ ان کا خط پڑھ کر آپ کو تسلی ہو جائے گی۔"

Pdf by Road Sign
www.magkunpk.com

انور علی نے یہ کہہ کر اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور لڑکی کے ہاتھ میں دے دیا۔ لڑکی نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے خط پکڑ لیا اور کھول کر پڑھنے لگی۔

"کیا بات ہے موسیو؟" انسپکٹر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ انور علی نے جواب دیا۔ "یہ ہماری فوج کے یورپین دستے کے ایک افسر کی بیوی ہیں اور اس بات پر خفا ہیں کہ ان کے شوہر ان کے استقبال کے لیے کیوں نہیں آئے۔ انہیں سرنگاپٹم پہنچانے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے۔"

Pdf by Road Sign

انسپکٹر برنارڈ پورے انہماک سے لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ اس کی توجہ سے بچنے کے لیے اپنی نگاہیں کاغذ پر مرکوز کیے ہوئے تھی۔

برنارڈ نے کہا۔ ''مادام میں یہ خط دیکھ سکتا ہوں؟''

انور علی نے فوراً مداخلت کی۔ ''موسیو مجھے معلوم ہے کہ آپ پیرس کی پولیس کے ایک افسر ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ اپنی بیوی کے نام میسور کے افسر کا ایک خط پڑھنا آپ کے فرائض میں داخل نہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

برنارڈ نے جواب دیا۔ ''مجھے اپنے فرائض کے حدود اچھی طرح معلوم ہیں۔ اگر آپ انہیں سرنگا پٹم پہنچانے کی ذمہ داری قبول کر چکے ہیں تو مجھ پر بھی ان کے متعلق بعض ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ انہیں یہ خط دکھانے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

لڑکی نے خط انسپکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''آپ خوشی سے دیکھ سکتے ہیں بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

برنارڈ خط پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ انور علی کا ایک سپاہی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور اس نے کہا۔ ''جناب اس جہاز پر صرف آٹھ آدمی آئے ہیں ان میں سے صرف تین یورپین اور باقی مریش کے باشندے ہیں۔'' انور علی نے جواب دیا۔ ''انہیں کیمپ میں لے چلو میں ابھی آتا ہوں۔ یہ بکس اپنے ساتھ لیتے چلو مادام کے لیے ایک خیمہ لگا دو۔''

Pdf by Road Sign

سپاہی نے چمڑے کا بکس اٹھا لیا اور انور علی نے لڑکی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''مادام آپ کا کوئی اور سامان جہاز پر تو نہیں؟''

''جی نہیں، مجھے میرے خاوند نے لکھا تھا کہ مجھے خشکی کے راستے ایک لمبا سفر کرنا پڑے گا اس لیے مجھے اپنے ساتھ چند ضروری کپڑوں کے سوا کچھ نہیں لانا چاہیے۔'' برنارڈ نے خط پڑھنے کے بعد انور علی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''مادام کی صحت بہت خراب معلوم ہوتی ہے۔ میرے خیال میں انہیں سرنگا پٹم کا سفر کرنے سے پہلے چند دن یہاں آرام کرنا چاہیے اور آپ کو ان کے لیے خیمہ خالی کرانے کی ضرورت نہیں، میں گورنر کے مہمان خانے میں ان کے قیام گاہ کا انتظام کر سکتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.magspk.com

انور علی نے جواب دیا۔ ''ذاتی طور پر مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن میرے خیال میں آپ کو یہ مسئلہ میری بجائے مادام کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔''

برنارڈ مسکرایا۔ ''مجھے یقین ہے کہ انہیں گورنر کا مہمان بننے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔'' اس عرصے میں جین اپنی پریشانی پر قابو پا چکی تھی اوراس کی مدافعانہ قوتیں پوری طرح بیدار ہو چکی تھیں۔ اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا ''میری صحت بالکل ٹھیک ہے اور میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہاں ٹھہرنا پسند نہیں کروں گی۔ لایئے میرا خط؟

برنارڈ نے کہا۔ ''یہ خط آپ کو کل تک نہیں مل سکتا۔''

''اس خط میں کوئی خاص بات ہے موسیو؟'' انور علی نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''کوئی خاص بات نہیں لیکن ایک پولیس افسر کو ہر بات کی جانچ پڑتال کرنی پڑتی ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

چند فرانسیسی افسران کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ ایک فوجی افسر نے انسپکٹر برنارڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "موسیو کیا بات ہے۔؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے روکھے پن سے جواب دیا۔

انور علی نے جین سے کہا مادام آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ اگر آپ گھوڑے پر سواری کر سکیں تو میں دو دن تک آپ کے سفر کا بندوبست کر دوں گا بصورت دیگر مجھے پالکی کا انتظام کرنا پڑے گا۔"

لڑکی نے جواب دیا۔ "میں گھوڑے پر سفر کر سکتی ہوں۔"

www.mediafunpk.com Pdf By Road Sign

برنارڈ نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”مادام! اگر آپ کو میری بات سے کوئی کوفت ہوئی ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں۔ میں صرف اس بات کی تسلی چاہتا تھا کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اگر فرصت ملی تو میں کل آپ سے ملنے کی کوشش کروں گا۔“

”آیئے مادام!“ انور علی نے کہا اور جین اس کے ساتھ چل پڑی۔ بندرگاہ کے احاطے سے نکلتے وقت انور علی نے مڑ کر دیکھا تو انسپکٹر برنارڈ مقامی پولیس کے آدمیوں کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ اس نے جین سے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو پہچان نہیں سکا۔ لیکن اس کے شبہات پوری طرح دور نہیں ہوئے۔“

جین نے کہا ” مجھے یقین ہے کہ اس نے مجھے نہیں پہچانا ہوگا۔ بیماری کے باعث میری حالت یہ ہو چکی ہے کہ میں خود آئینے میں اپنی صورت نہیں پہچان سکتی۔ پھر انسپکٹر برنارڈ نے مجھے جن حالات میں دیکھا تھا وہ ایسے نہ تھے کہ اس کے ذہن پر میرا کوئی دیرپا تصور رہ گیا ہو۔“

انور علی نے کہا۔ ” پھر بھی مجھے اندیشہ ہے کہ انسپکٹر آپ کے متعلق پورا اطمینان حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ ممکن ہے کہ تھوڑی دیر تک وہ پانڈی چری کی پولیس کے آدمیوں کو میرے کیمپ کی نگرانی کے لیے بھیج دے۔ مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ کل اگر وہ آپ سے ملا تو وہ پوری طرح سے تیار ہو کر آئے گا۔ لیکرانڈے کے خط پر اس نے بلاوجہ قبضہ نہیں کیا۔ آپ کے لیے یہی بہتر ہے کہ آپ فوراً پانڈی چری کی حدود سے باہر نکل جائیں۔ اگر آپ گھوڑے پر سفر کر سکتی ہیں تو ہمیں ابھی روانہ ہو جانا چاہیے۔“

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

جین نے کہا۔ ''میں تیار ہوں لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم تھا کہ میں جہاز پر آ رہی ہوں۔؟'' انور علی نے جواب دیا۔ ''اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ لیگر انڈ کو روانہ کرنے کے بعد میں یہاں آنے والا ہر جہاز دیکھا کرتا تھا۔''

جین کچھ دیر خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی رہی۔ بالآخر اس نے کہا ''موسیو مجھے معلوم نہیں کہ آپ کون ہیں لیکن میرے لیے آپ پر اعتماد کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔''

''مجھے آپ اعتماد کے قابل پائیں گی۔'' انور علی نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ سپاہی خیمہ نصب کر رہے تھے۔ انور علی نے انہیں فوراً تین گھوڑے تیار کرنے کا حکم دیا اور روا اور خان سے مخاطب ہو کر کہا۔

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

”دلاور خاں تم ہمارے ساتھ جارہے ہو۔ میں نے بندرگاہ سے جو سامان بھیجا تھا وہ میرے گھوڑے کی زین کے پیچھے باندھ دو‘ جلدی کرو!“ پھر وہ اپنے نائب کی طرف متوجہ ہوا۔

”سردار خاں! شام تک کسی کو اس بات کا علم نہیں ہونا چاہیے کہ میں یہاں سے غیر حاضر ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ انسپکٹر جو اس دن میرے پاس آیا تھا یا پانڈی چری کی پولیس کا کوئی آدمی ہمارے متعلق پوچھنے آئے۔ تم اسے یہ بہلا کر ٹالنے کی کوشش کرنا کہ میں آرام کررہا ہوں۔ اگر کوئی مادام لیگرانڈ کے متعلق پوچھے تو بھی تم یہی کہو کہ وہ اپنے خیمے میں سو رہی ہیں بظاہر اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ وہ آج تمہیں پریشان کرے گا لیکن کل علی الصباح وہ ضرور آئے گا اور تم اسے یہ بتانا کہ مادام سرنگاپٹم پہنچنے پر بضد تھیں اور اب تک وہ کئی میل طے کرچکے ہوں گے۔ آٹھ دس دن تک یہاں میری جگہ دوسرا آدمی پہنچ جائے گا۔ اسے یہ بتانا کہ ایک خاص مجبوری کے باعث میں یہاں ٹھہر کر اس کا انتظار نہیں کرسکا۔“

کیمپ سے انور علی اور جین کی روانگی سے کوئی آدھ گھنٹہ بعد برنارڈ انتہائی غم و غصے کی حالت میں پانڈی چری کے گورنر کے سامنے کھڑا یہ کہہ رہا تھا۔ ”جناب یہ معاملہ بہت سنگین ہے۔ اگر آپ کی پولیس میرے ساتھ تعاون کرتی تو ہم اس لڑکی کو پانڈی چری سے نکلتے ہی گرفتار کر سکتے تھے۔“

”آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ انور علی اس لڑکی کے ساتھ روانہ ہو چکا ہے؟“

”میں نے بندرگاہ سے واپس آتے وقت دو آدمی اس کے پڑاؤ کی نگرانی کے لیے روانہ کر دیے تھے۔ اور جب انہوں نے یہ اطلاع دی کہ انور علی، اس کا ایک نوکر اور وہ لڑکی کیمپ میں پہنچتے ہی گھوڑوں پر سوار ہو کر کہیں روانہ ہو گئے ہیں تو میں نے فوراً پولیس کو ان کا تعاقب کرنے کے لیے کہا لیکن آپ کے افسروں نے یہ جواب دیا کہ ہم گورنر کے حکم کے بغیر ان کا پیچھا نہیں کر سکتے۔“

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''اگر آپ کو اس لڑکی کے مجرم ہونے کے متعلق اتنا ہی یقین تھا تو آپ نے اسے جہاز سے اترتے ہی گرفتار کیوں نہیں کیا؟''

''جناب والا! اس وقت میرے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا اور میں اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے شکوک رفع کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس خط پر قبضہ کر لیا تھا جو اس لڑکی کو انور علی نے بندرگاہ پر دیا تھا اور ویمبرٹ کے ہاتھ کی چند تحریریں جو پیرس کے فوجی اسکول سے میرے قبضے میں آئی تھیں میرے بکس میں تھیں۔ میں ان تحریروں سے اس خط کا موازنہ کرنے کے لیے فوراً اپنی قیام گاہ پر پہنچا۔ اب میں یہ اچھی طرح دیکھ چکا ہوں کہ ویمبرٹ کی تحریریں اس خط سے ملتی ہیں اور ویمبرٹ اور لیگرانڈ ایک ہی آدمی کے دو مختلف نام ہیں۔ ان کا فوراً یہاں سے بھاگ نکلنا بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ لڑکی مجھے دیکھنے کے بعد اپنے آپ کو یہاں محفوظ نہیں سمجھتی تھی۔ اب اگر انہیں گرفتار کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو اس کی تمام ذمہ

داری آپ کی پولیس پر عاید ہوگی۔"

گورنر نے کہا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ پانڈی چری سے چند میل آگے انگریزوں کی چوکیاں اور اس کے بعد میسور کی سرحد شروع ہو جاتی ہے اس لیے ہم زیادہ دور ان کا تعاقب نہیں کر سکتے۔"

Pdf by Road Sign

"جناب مجھے یقین ہے کہ وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے ابھی بھی وقت ہے۔" "میں دو شرائط پر آپ کے ساتھ چند سوار بھیج سکتا ہوں پہلی شرط یہ ہے کہ اگر آپ کو ناکامی ہوئی تو آپ پانڈی چری کی حدود سے آگے ان کا پیچھا نہیں کریں گے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اگر آپ کو ناکامی ہوئی تو آپ اپنی غفلت اور کوتاہی کی ذمہ داری میری پولیس پر نہیں ڈالیں گے۔"

''جناب میں نے اگر کوئی کوتاہی کی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ میں آپ کی پولیس کا تعاون حاصل نہیں کر سکا۔''

گورنر نے کہا دیکھیے انور علی میسور کی حکومت کا ایک ذمہ دار افسر ہے اور پانڈی چری کے بڑے سے بڑے افسر کو یہ سکھایا گیا ہے کہ وہ میسور کے ہر آدمی کا احترام کرے۔ ہم یہاں رہ کر سلطان ٹیپو کی ناراضگی مول نہیں لے سکتے۔ اب بھی میں سختی سے آپ کو اس بات کی ہدایت کرتا ہوں کہ اگر وہ لڑکی گرفتار ہو جائے تو بھی انور علی کے ساتھ آپ کا برتاؤ انتہائی دوستانہ ہونا چاہیے۔ میں اپنا سیکرٹری آپ کے ساتھ بھیج دیتا ہوں اور وہ پولیس کے چند سوار آپ کے ساتھ روانہ کر دے گا، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ انور علی صحیح حالات سے واقف ہونے کے باوجود اس لڑکی کو پناہ دے چکا ہے تو اب پانڈی چری کی ساری فوج اور پولیس اس کا کھوج لگانے میں کامیاب نہیں ہو گی۔''

Pdf by Road Sign
www.mag4pak.com

''اس صورت میں آپ میسور کی حکومت سے یہ مطالبہ نہیں کریں گے کہ وہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کر دیں۔؟''

''نہیں میسور میں پناہ لینے کے بعد وہ ہماری دسترس سے باہر ہوں گے۔''

Pdf by Road Sign

دوپہر کے وقت انور علی نے گھنے جنگل میں ایک ٹیلے کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا روکا اور مڑ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔جین بری طرح نڈھال ہوکر اپنے گھوڑے کی زین پر جھکی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ زرد ہورہا تھا۔

''میں بہت تھک گئی ہوں۔'' اس نے سراپا التجا بن کر کہا۔

''اگر یہاں کوئی خطرہ نہ ہوتو تھوڑی دیر ٹھہر جایئے۔''

انور علی نے کہا۔''ابھی ہم خطرے کی حدود سے باہر نہیں نکلے۔تاہم آپ کی خاطر ہمیں کچھ دیر رکنا پڑے گا۔اس ٹیلے کے پار ایک نالہ ہے اور اس کے کنارے آپ تھوڑی دیر آرام کر سکیں گی۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

تھوڑی دیر بعد وہ ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ چکے تھے اور سامنے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا نالہ دکھائی دے رہا تھا۔ انور علی نے کہا۔

''دلاور خاں تم یہیں ٹھہرو! اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو ہمیں خبردار کر دینا۔''

جین نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔ ''مجھ سے اب زین پر نہیں بیٹھا جاتا۔ میں پیدل چلوں گی۔'' انور علی نے جلدی سے نیچے اتر کر دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں اور جین لڑکھڑاتی ہوئی اس کے ساتھ ٹیلے سے نیچے اترنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد وہ پل سے چند قدم دور ایک طرف ہٹ کر نالے کے کنارے رُکے۔ جین سرسبز گھاس پر بیٹھ گئی اور انور علی نے گھوڑوں کو پانی پلانے کے بعد ایک جھاڑی کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر اس نے خورجین سے ایک پیالہ نکالا اور نالے سے پانی بھر کر جین کو پیش کرتے ہوئے کہا ''آپ پیاس محسوس کر رہی ہیں؟''

Pdf by Road Sign
www.maghapk.com

اس نے کہا۔ ''ہاں میں ایک مدت کے بعد پہلی بار بھوک محسوس کر رہی ہوں۔'' انور علی نے ایک درخت سے چند پتے توڑے اور نالے کے پانی سے دھونے کے بعد جین کے آگے بچھا دیے۔ جین بدحواس سی ہو کر بولی۔ ''موسیو یہ.........کھانے کی چیز ہے؟''

''نہیں نہیں۔'' انور علی نے اپنی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ آپ کے کھانے کے برتن ہیں۔'' پھر وہ دوبارہ اپنے گھوڑے کے قریب پہنچا اور خورجین سے ایک روغنی روٹی نکال کر لے آیا اور پتوں پر رکھتے ہوئے بولا۔ ''لیجیے کھانا آ گیا۔''

''آپ نہیں کھائیں گے؟''

''نہیں میں کھا چکا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.magspk.com

جین نے چند نوالے کھانے کے بعد کہا یہ بہت لذیذ ہے لیکن کیمپ سے روانہ ہوتے وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ کھانا بھی ساتھ لے جارہے ہیں۔''

''میں نے جہاز کی اطلاع پاتے ہی اپنے سفر کے لیے چند ضروری انتظامات کر لیے تھے۔''

''آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں اس جہاز پر آرہی ہوں؟''

''میں ہر نئے جہاز کی آمد پر یہ امید لے کر بندرگاہ پر جاتا تھا کہ آپ آرہی ہیں۔ پہلے تو میں اپنے گھوڑے پر زینیں بھی ڈلوا رکھتا تھا صرف اس دفعہ تھوڑی کوتاہی ہوگئی۔''

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

جین نے چند نوالے اور کھانے کے بعد کہا۔ ''موسیو مجھے اس ملک کی رسومات کا کوئی علم نہیں۔ یہ روٹی میری ضرورت سے بہت زیادہ ہے۔ اگر میں ساری نہ کھاؤں تو آپ برا تو نہیں مانیں گے؟''

انور علی ہنس پڑا.........وہ دونوں ہنس پڑے۔ پھر جین اچانک سنجیدہ ہو کر بولی ''موسیو میں بہت مدت کے بعد ہنس رہی ہوں یہاں کوئی خطرہ تو نہیں؟''

''یہاں کوئی خطرہ نہیں؟ آپ جی بھر کر ہنس سکتی ہیں۔''

www.misfunpk.com
Pdf by Road Sign

''بظاہر اس بات کا کوئی امکان نہیں۔ لیکن اگر اس نے ہمارا پیچھا کیا تو بھی آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ اطمینان سے آرام کریں۔ میرا نوکر ٹیلے پر پہرا دے رہا ہے۔'' جین نے ذرا پیچھے ہٹ کر ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگالی۔ اس کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں اور چند منٹ بعد وہ ایک بچے کی طرح سو رہی تھی۔ انور علی نے نالے کے کنارے سے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے درخت کے ساتھ بندھے ہوئے گھوڑے کھولے اور ان کی باگیں پکڑ کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جین کو جگانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ٹیلے کی طرف سے گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ داور خاں بڑی تیزی سے اس کی طرف آرہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

”کیا بات ہے دلاور خاں؟“ انور علی نے بلند آواز میں کہا۔ دلاور خاں نے قریب آ کر گھوڑا روکا اور جواب دیا۔ ”آٹھ دس سرپٹ سوار اس طرف آ رہے ہیں۔ میں نے انہیں ٹیلے سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر دیکھا ہے۔“

Pdf by Road Sign

جین نے چونک کر آنکھیں کھول لیں اور پوچھا کیا بات ہے؟“

”کچھ نہیں آپ اپنا گھوڑا سنبھال لیں۔“

جین نے بھاگ کر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور انور علی نے دلاور خاں کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم پل کے پار جا کر ان کا انتظار کرو اور وہ تمہیں دیکھ لیں تو ایک ہوائی فائر کرنے کے بعد بھاگ نکلو۔ ان میں سے کسی کا گھوڑا تمہارے گھوڑے کی گرد کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ راستہ انگریزوں کی چوکی کی طرف جاتا ہے۔ اس پل سے دو تین میل آگے تم انہیں چکمہ دے کر دائیں ہاتھ مڑ جاؤ اور جنگل میں روپوش ہو جاؤ۔ اگر وہ انگریزوں کی چوکی کے قریب پہنچ گئے تو انگریز ان سے نپٹ لیں گے۔ ہم اس نالے کے ساتھ ساتھ جنگل میں سفر کریں گے اور پھر یہاں سے کوئی دو میل دور نالے کے دوسرے کنارے پہنچ کر تمہارا انتظار کریں گے۔"

دلاور خاں کو ہدایت دینے کے بعد انور علی جین کی طرف متوجہ ہوا "چلیے!" جین ان کی زبان سے ناواقفیت کے باوجود یہ اندازہ لگا چکی تھی کہ کوئی خطرہ درپیش ہے۔ اس نے کہا۔ "موسیو مجھے ڈر ہے کہ میں اب گھوڑے پر آپ کا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔"

ابھی آپ کو گھوڑے پر سوار ہونے کی ضرورت نہیں آپ آرام سے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر میرے پیچھے چلتی رہیں۔'' جین اس کے پیچھے چل دی اور وہ جنگل میں روپوش ہو گئے۔ چند قدم دور جا کر وہ رک گئے۔ اور دم بخود ہو کر ٹیلے کی طرف گھوڑوں کی ٹاپ سننے لگے۔ پھر انہیں بندوق کا دھما کہ سنائی دیا اور اس کے بعد گھوڑوں کی آہٹ بتدریج کم ہونے لگی۔ انور علی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign

www.urdupak.com

''اب آپ کا خطرہ گزر چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اندھا دھند انگریزوں کی چوکی تک پہنچ جائیں گے اور وہاں سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ واپس آئیں گے۔''

''لیکن آپ کا ساتھی؟''

اسے کوئی خطرہ نہیں وہ تھوڑی دیر بعد جنگل میں ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا۔ چلیے اب ہمیں کچھ دور اس جنگل میں چلنا پڑے گا۔ آپ کو تکلیف تو ہوگی۔ لیکن ابھی کچھ عرصہ ہمارے لیے کنارے سے دور رہنا ضروری ہے۔ نالہ عبور کرنے کے بعد ہمارا راستہ نسبتاً آسان ہو جائے گا اور آپ آزادی سے گھوڑے پر سفر کر سکیں گی۔''

Pdf by Road Sign
www.pakfunpk.com

جین نے کہا مجھے سواری کا قطعاً شوق نہیں میں پیدل چلنے میں زیادہ آسانی محسوس کرتی ہوں۔ جنگل بہت گھنا تھا اور تناور درختوں کے نیچے پھیلی ہوئی جھاڑیوں اور طرح طرح کی بیلوں نے اسے اور بھی دشوار بنا دیا تھا۔ بعض مقامات پر انور علی کو اپنی تلوار سے ایک دوسرے کے ساتھ الجھی ہوئی شاخوں کو کاٹ کر راستہ بنانا پڑتا تھا۔ جین بڑی مشکل سے اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ قریباً ایک گھنٹہ چلنے کے بعد ان کے

گھوڑوں نے کان کھڑے کر دیے اور آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ انور علی نے جلدی سے اپنی تلوار نیام میں ڈالی اور کندھے سے بندوق اتار کر سامنے جھاڑی کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟" جین نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"خاموش!" انور علی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھے بغیر سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ایک ثانیہ بعد انہیں شیر کے غرانے کی آواز سنائی دی۔ جین سکتے کے عالم میں کھڑی تھی۔ اچانک سامنے کی جھاڑی میں جنبش پیدا ہوئی اور شیر کے غرانے کی آواز بند ہو گئی۔ انور علی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جین کی طرف دیکھا اور کہا "آپ نے شیر دیکھا؟"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

لیکن جین کی قوت گویائی جواب دے چکی تھی۔ انور علی مسکرایا۔ ''ڈرنے کی کوئی بات نہیں وہ جا چکا ہے۔''

Pdf by Read Sign

جین نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں نے کچھ نہیں دیکھا لیکن اس کی آواز بہت خطرناک تھی خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم پر حملہ نہیں کیا۔'' ''وہ بھوکا نہیں تھا میرا خیال ہے ان جھاڑیوں کے پیچھے اس کا شکار پڑا ہوا ہے۔''

"آپ نے بندوق نہیں چلائی؟"

"اس کی ضرورت نہیں تھی۔"

Pdf by Road Sign

"آپ نے کبھی شیر مارا ہے؟"

"بہت دفعہ۔"

"یہ خوفناک جنگل کب ختم ہوگا؟"

''یہ جنگل بہت بڑا ہے اب تھوڑی دور آگے نالہ عبور کرنے کے بعد آپ کی مشکلات ختم ہو جائیں گی۔'' چند منٹ بعد وہ جنگل سے نکل کر نالے کے کنارے سے نمودار ہوئے اور انور علی نے کہا۔ ''اب آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیے۔ ہمیں نالہ عبور کرنا ہے۔''

''پانی زیادہ گہرا تو نہیں؟''

''نہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

انور علی نے اپنے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ اپنا گھوڑا میرے پیچھے رکھیں۔'' جین نے کچھ کہے بغیر اس کے حکم کی تعمیل کی اور وہ کمر برابر پانی میں سے گزر کر نالے کے پار پہنچ گئے۔ اس کے بعد کوئی آدھ میل کنارے کے ساتھ ساتھ چلنے کے بعد انور علی

اپنا گھوڑا روک کر نیچے اتر پڑا اور جین کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ''اب ہمیں اپنے ساتھی کا انتظار کرنا پڑے گا۔''

جین نے کہا۔ ''اسے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ہم یہاں ہیں؟''

''میں نے اسے بتا دیا تھا کہ ہم دو میل چلنے کے بعد اس کا انتظار کریں گے۔''

آپ کا مطلب ہے کہ ہم نے ابھی صرف دو میل کا فاصلہ طے کیا ہے؟'' جین نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہاں جنگل میں ہماری رفتار بہت سست تھی لیکن دلاور خاں کو اس وقت تک پہنچ جانا چاہیے تھا۔''

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

جین گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ کوئی پندرہ منٹ بعد انہیں جنگل میں ایک گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی۔ انور علی نے کہا۔ ''لیجیے وہ آ گیا۔'' اور جین اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دلاور خاں درختوں سے نمودار ہوا اور انور علی نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ ''تم نے بہت دیر لگا دی!''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''جناب خدا کا شکر ہے کہ آپ مل گئے ہیں۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میرا رخ کس طرف ہے۔ میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ واپس مڑوں اور دوبارہ پل کے قریب پہنچ کر نالے کے کنارے کنارے اس طرف آؤں۔''

''ہمارا پیچھا کرنے والوں کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟''

''جناب وہ تو اب پانڈی چری کے قریب پہنچ چکے ہوں گے۔ میں انہیں چکمہ دے کر انگریزوں کی چوکی کے بالکل قریب لے گیا تھا۔ اس کے بعد پلڈتڈی کے قریب جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کر اپنی آنکھوں سے ان کی بدحواسی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ بے تحاشا گھوڑے بھگاتے واپس آ رہے تھے اور انگریز سواروں کا ایک دستہ ان کے پیچھے تھا۔ جب وہ گزر گئے تو میں وہاں سے کھسک آیا۔ میں یہ نہیں دیکھ سکا کہ فرانس کی پولیس کا کوئی آدمی زخمی ہوا یا نہیں۔ بہر صورت انگریز ان پر بے تحاشا گولیاں برسا رہے تھے۔''

Pdf by Road Sign

جین کے استفسار پر انور علی نے فرانسیسی زبان میں اسے اپنے نوکری کی کارگزاری سنا دی اور اس کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں
اس نے کہا۔ ''موسیو مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے انسپکٹر برنارڈ کی پسپائی کا تماشا نہ دیکھ سکی۔'' انور علی نے کہا۔ ''چلیے اب دیر ہو رہی
ہے۔'' وہ گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور انور علی نے کہا۔ ''دلاور خاں ہمیں شام سے پہلے کسی محفوظ جگہ پہنچنا ہے۔ اب تم ہماری رہنمائی کرو۔'' دلاور
خاں نے کہا اس جنگل میں تھوڑی دور آگے ایک پگڈنڈی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ کرشناگری کے راستے سے جا ملتی ہے۔'' ''چلو!''

Pdf by Road Sign

غروب آفتاب کے وقت چند میل اور طے کرنے کے بعد یہ لوگ ایک پہاڑی کے دامن میں رکے اور انور علی نے جین کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”اب رات ہونے کو ہے اور آگے چند میل تک جنگل زیادہ گھنا ہے اس لیے ہمیں صبح تک یہیں قیام کرنا پڑے گا۔

“وہ گھوڑوں سے اتر پڑے۔ جین ایک پتھر پر بیٹھ گئی اور انور علی اور دلاور خاں گھوڑوں کو ایک جھاڑی کے ساتھ باندھنے اور ان کی زینیں اتارنے میں مصروف ہو گئے۔ پھر انہوں نے پاس ہی شفاف پانی کے ایک چھوٹے سے چشمے سے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو جین پتھر پر بیٹھنے کی بجائے نڈھال سی ہو کر زمین پر لیٹی ہوئی تھی۔ انور علی نے گھوڑوں کے زینوں کے دو نمدے نکال کر اس کے قریب بچھا دیے اور تیسرا نمدہ لپیٹ کر تکیے کی جگہ رکھتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign
www.mag4urdupk.com

''آپ شاید زمین پر سونے کی عادی نہ ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں آپ کے لیے اس سے بہتر بچھونے کا انتظام نہیں کر سکتا

۔آپ کچھ کھالیں اور اطمینان سے سو جائیں۔''

جین نمدے پر بیٹھ گئی اور انور علی نے اپنا رومال اس کے سامنے بچھا دیا اور پھر خورجین سے ایک روغنی روٹی نکال کر رومال پر رکھتے ہوئے

کہا۔ ''یہ وہی کھانا ہے جو آپ نے دوپہر کے وقت کھایا تھا۔ مجھے افسوس ہے ہم راستے میں آپ کے لیے کوئی شکار بھی تلاش نہیں کر سکے۔''

''یہ روٹی کافی لذیذ ہے۔''

جین نے بے تکلفی سے نوالہ توڑتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''آپ نہیں کھائیں گے۔''

''ہم بھی کھالیں گے۔ میرے تھیلے میں ابھی کافی روٹیاں پڑی ہیں۔'' جین نے چند لقمے کھانے کے بعد باقی روٹی رومال میں لپیٹ کر ایک طرف رکھ دی۔ پھر اٹھ کر چشمے سے پانی پیا اور واپس آ کر بیٹھ گئی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے اچانک اٹھ کر بیٹھتے ہوئے انور علی کی طرف دیکھا اور کہا ''موسیو میں موت سے نہیں ڈرتی لیکن نیند کی حالت میں موت کا تصور میرے لیے بہت بھیانک ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ رات کے وقت یہاں ہمیں کوئی خطرہ نہیں...... میرا مطلب ہے کہ بے خبری کی حالت میں شیر چیتے یا بھیڑیے تو ہم پر حملہ نہیں کریں گے؟''

''انور علی نے جواب دیا آپ اطمینان سے سو جائیں۔''

Pdf by Road Sign
www.magpk.com

جین نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔ ''آپ کا ساتھی کہاں گیا ہے۔''

''وہ آگ جلانے کے لیے خشک لکڑیاں جمع کر رہا ہے۔''

Pdf by Road Sign

''ہاں موسیو آگ ضرور جلا دیجیے' مجھے اس تاریکی سے بہت خوف آتا ہے۔''

یہ کہہ کر جین لیٹ گئی اور تھوڑی دیر بعد وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر گہری نیند سو رہی تھی۔ چند گھنٹے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو اسے قریب ہی آگ کا ایک الاؤ دکھائی دیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ انور علی چند قدم دور اپنی بندوق تھامے ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ آگ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ جین دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی۔ گزشتہ واقعات اسے ایک خواب معلوم ہو رہے تھے۔ یہ نوجوان جو چند گھنٹے قبل اس کے لیے اجنبی تھا' اب برسوں کا ساتھی معلوم ہو رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ باتیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ تم فرشتے ہو لیکن تشکر اور احسان مندی کے سینکڑوں الفاظ اس کی زبان تک آ کے رک گئے۔ وہ دبی زبان میں موسیو سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔

انور علی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ جین نے کہا "موسیو اب کیا وقت ہوگا؟"

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

"انور علی نے جواب دیا آدھے سے زیادہ رات گزر چکی ہے۔"

"آپ کا ساتھی کہاں ہے؟"

Pdf by Road Sign

"انور علی نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ سو رہا ہے۔"

جین نے کہا میں بڑی مدت کے بعد اتنی گہری نیند سوئی ہوں مجھے وقت کا احساس تک نہیں رہا۔ آپ شاید بالکل نہیں سوئے؟''

Pdf by Road Sign

''میں پہرہ دے رہا تھا۔ اب دلاور خاں کی باری ہے۔''

Pdf by Road Sign

''مجھے پیاس محسوس ہو رہی ہے۔''

''میں ابھی پانی لاتا ہوں۔''

انور علی نے یہ کہہ کر ایک پیالہ اٹھایا اور چشمے سے بھر لایا۔ جین نے پانی پینے کے بعد کہا۔ ''یہ جنگل کب ختم ہوں گے؟'' انور علی مسکرایا۔

''آپ جنگل سے بہت ڈرتی ہیں؟''

''نہیں موسیو اب آپ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے مجھے ڈر محسوس نہیں ہوگا۔''

انور علی نے کہا۔ ''میرے لیے یہ تکلیف دہ راستہ اختیار کرنا ایک مجبوری تھی۔ ڈارکاٹ کی حدود میں جگہ جگہ انگریزوں کی چوکیاں ہیں۔ اگر ہم دوسرا اختیار کرتے تو ممکن تھا کہ آپ کو کسی چوکی پر روک لیا جاتا اور پھر ان سے یہ بعید نہ تھا کہ وہ آپ کے متعلق پانڈی چری کی پولیس سے استفسار کرتے اور آپ کو ان کے حوالے کر دیتے لیکن آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ کل دوپہر یا شام تک ہم جنگل سے نکل کر ایک آباد علاقے میں پہنچ جائیں گے۔ آپ سو جائیں ہمیں علی الصباح یہاں سے کوچ کرنا ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.mafullpk.com

انور علی، دلاور خاں کی طرف بڑھا اور اسے جگانے کے بعد جین سے چند قدم دور ایک گھوڑے کی زین پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ جین کچھ دیر بیٹھی اپنے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق سوچتی رہی۔ رات کی ٹھنڈی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے نہایت خوشگوار تھے۔ آسمان صاف تھا اور ستارے معمول سے زیادہ بڑے اور چمکدار معلوم ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر گہری نیند سو رہی تھی۔

Pdf by Read Sign

اگلے دن یہ لوگ چند چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں عبور کرنے کے بعد ایک وادی کے گنجان جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ اچانک انور علی اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور ساتھیوں کو رکنے کا اشارہ کرکے دبے پاؤں ایک طرف بڑھا اور گھنی جھاڑیوں میں روپوش ہو گیا جین بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی لیکن دلاور خاں کے چہرے پر نہایت کا اطمینان تھا۔ اچانک جنگل میں بندوق کی آواز سنائی دی اور جین چلا چلا کر دلاور خاں سے کچھ پوچھنے لگی۔ دلاور خاں فرانسیسی زبان سے ناواقف تھا۔ اس نے چند بار شکار شکار کہہ کر جین کو تسلی دینے کی کوشش کی اور پھر اشاروں سے سمجھانے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس نے پہلے اپنی دونوں کہنیاں کانوں کے ساتھ جوڑ کر ہاتھ فضا میں بلند کر دیے۔ پھر گلے میں لٹکی ہوئی بندوق اتار کر ایک طرف نشانہ باندھا اور بالآخر ایک چھوٹا سا خنجر نکال کر اپنی گردن پر پھیرتے ہوئے کہا۔ ”شکار شکار۔“

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

جین کے لیے اس کی زبان کی طرح اس کے اشارے بھی ایک معما تھے اور وہ انتہائی اضطراب اور بے بسی کی حالت میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد انور علی اپنے کندھے پر ایک ہرن اٹھائے نمودار ہوا اور جین کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔

کچھ دیر بعد وہ ایک ندی کے کنارے آگ جلا کر ہرن کا گوشت بھون رہے تھے۔ پاس ہی ایک درخت کی شاخوں پر چند بندر کود رہے تھے۔ جین اپنی جگہ سے اٹھی اور درخت کے نیچے جا کر بندروں کو دیکھنے لگی۔ اچانک اسے جنگل کی طرف جھاڑیوں میں آہٹ محسوس ہوئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور ایک ثانیے کے لیے مبہوت رہ گئی۔ پھر چیخ مار کر وہاں سے بھاگی۔ انور علی اور ولاور خاں بندوقیں اٹھا کر اس کی طرف دوڑے جین نے سراسیمگی کی حالت میں انور علی کا بازو پکڑ لیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی گویائی سلب ہو چکی تھی۔ وحشت کے باعث اس کا سارا

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

جسم کانپ رہا تھا۔ انور علی چند ثانیے جنگل کی طرف دیکھتا رہا اور پھر ایک مسکراہٹ کے ساتھ جین کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"ارے یہ تو ہاتھی ہیں! آپ اس قدر ڈر گئیں!"

Pdf by Road Sign

انور علی کی مسکراہٹ نے جین کا خوف کسی حد تک دور کر دیا اور اس نے کہا آپ ہاتھی کو خطرناک نہیں سمجھتے؟"

"نہیں"

''تو پھر آپ کس چیز کو خطرناک سمجھتے ہیں؟'' انور علی مسکرایا۔ ''میں صرف آپ کا چیخیں مار کر بھاگنا خطرناک سمجھتا ہوں۔ ایسی حالت میں جنگل کے جانور عام طور پر بدحواس ہو کر حملہ کر دیتے ہیں۔'' پانچ چھ ہاتھیوں کا ریوڑ چنگھاڑتا اور جھاڑیوں کو روندتا ہوا ایک طرف بھاگ رہا تھا۔ جین نے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو بلاوجہ پریشان کیا۔ لیکن جو ہاتھی میں نے دیکھا تھا وہ بہت ہی بڑا تھا۔'' انور علی نے کہا ''جنگل میں ہر ہاتھی پہلی بار بہت بڑا نظر آتا ہے۔ چلیے آپ کا کھانا تیار ہے۔''

Pdf by Road Sign

میسور کی حدود میں داخل ہونے کے بعد جین یہ محسوس کر رہی تھی کہ ماضی کے تاریک سائے اب اس کا پیچھا چھوڑ چکے ہیں۔ اب اس کے آگے گھنے جنگلوں کے دشوار گزار راستوں کی بجائے کشادہ سڑکیں تھیں۔ میسور کی پہلی چوکی سے انور علی نے اس کے لیے ایک بیل گاڑی مہیا کر دی تھی اور کرشنا گری سے آگے وہ ایک آرام دہ پالکی میں سفر کر رہی تھی۔ وہ گھبراہٹ اور پریشانی جو اس نے پانڈی سے ایک اجنبی کے ساتھ روانہ ہوتے وقت محسوس کی تھی اب دور ہو چکی تھی اور وہ ایسا محسوس کر رہی تھی کہ انور علی کو وہ مدتوں سے جانتی ہے۔ ابتدائی منازل میں وہ بار بار اس سے اس قسم کے سوالات کیا کرتی تھی کہ اب سرنگا پٹم کتنی دور ہے .... ہم کتنے میل آ چکے ہیں اور کتنے میل باقی ہیں .... ابھی ہمیں کتنی پہاڑیاں، کتنے دریا اور کتنے جنگل عبور کرنے ہیں .... اب راستے میں ہمیں خطرناک درندوں کے حملے کا خطرہ تو نہیں؟ لیکن اب اس

Pdf by Road Sign

کے لیے صرف اتنا جاننا کافی تھا کہ وہ سفر کر رہی ہے اور انور علی اس کے ساتھ ہے۔

پھر ایک دن دوپہر کے وقت وہ ایک بلند چوٹی سے چند قدم دور رکے۔ تھکے ہوئے کہاروں نے انور علی کا اشارہ پا کر جبین کی پالکی زمین پر رکھ دی اور پگڈنڈی کے پاس درختوں کے سائے میں بیٹھ گئے۔ انور علی اپنے گھوڑے سے اترا اور لگام داور خاں کے ہاتھ میں دے کر جبین کی طرف متوجہ ہوا۔

”ہمارا سفر ختم ہونے والا ہے۔ آپ اس ٹیلے کی چوٹی سے سرنگاپٹم کی پہلی جھلک دیکھ سکیں گی۔“

Pdf by Road Sign

جین پالکی سے اتری اور کسی توقف کے بغیر تیزی سے ٹیلے کی چوٹی کی طرف بڑھی۔ چند قدم چلنے کے بعد اس نے مڑ کر انور علی کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''آپ نہیں آئیں گے؟''

''اچھا آتا ہوں۔'' انور علی آگے بڑھا اور جین کے قریب پہنچ کر بولا۔ ''سرنگا پٹم دیکھنے کے لیے مجھے اس ٹیلے کی چوٹی پر پہنچنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس شہر کے مناظر ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں۔''

Pdf by Road Sign

www.maghrib.com

تھوڑی دیر بعد وہ ٹیلے کی چوٹی پر کھڑے تھے اور جین دم بخود ہو کر سرنگا پٹم کے دلفریب مناظر دیکھ رہی تھی...... ٹیلے سے نیچے کوئی دو میل دور دریائے کاویری بہہ رہا تھا اور بلند فصیل کے برج، شاہی محل کے کنگرے اور مسجد کے گنبد اور مینار دکھائی دے رہے تھے۔

انور علی نے کہا۔ ”سرنگا پٹم ایک جزیرہ ہے اور دریا کی ایک شاخ اس کی دوسری طرف ہے۔“

جین کے ہونٹوں پر ایک دلفریب تبسم تھا اور اس کی آنکھوں میں امید کے چراغ روشن تھے۔ وہ کہہ رہی تھی ”یہ میری آخری جائے پناہ ہے۔ یہ میرے سپنوں کی جنت ہے۔ آپ نے مجھ پر بہت احسان کیا ہے۔ مجھے اظہار تشکر کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ میں ایک بات پر بہت نادم ہوں۔ مجھے اپنا کوئی راز آپ سے نہیں چھپانا چاہیے تھا، لیکن میں نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ لیمرٹ...... میرا مطلب ہے لیگر انڈ سے میری شادی نہیں ہوئی۔“

انور علی مسکرایا۔ ”آپ نے میری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ لیگر انڈ میرا دوست ہے اور وہ مجھے اپنی تمام سرگزشت سنا چکا تھا۔“

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

جین نے کہا۔ ''موسیو! آپ برا نہ مانیں تو۔ میں بچپن میں اس ملک کے انسانوں کے متعلق عجیب وغریب باتیں سنا کرتی تھی۔''

''آپ نے سنا ہوگا کہ ہم وحشی ہیں اور ہم انسانیت کا کوئی احترام نہیں کرتے۔''

''ہاں اور یہ بھی کہ اس ملک کے لوگوں کی شکلیں بہت خوفناک ہوتی ہیں۔ پانڈی چری کی بندرگاہ پر آپ کو دیکھ کر مجھے اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ آپ اس ملک کے باشندے ہیں تاہم آپ کے ساتھ چلتے وقت مجھے خوف محسوس ہوتا تھا۔ اگر پولیس کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ سفر کرنے پر کبھی رضامند نہ ہوتی۔ پانڈی چری سے نکلتے وقت مجھے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ آپ کسی جنگل یا صحرا میں پہنچ کر میرا گلا گھونٹ ڈالیں گے۔''

Pdf by Road Sign
www.Paksociety.com

''اور اب؟'' جین مسکرائی۔ ''اب تو میں دنیا کے آخری کونے تک آپ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں۔'' انور علی نے سر فگا پٹم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ میری دنیا کا آخری کونہ ہے اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہاں پہنچ کر آپ یہ دیکھیں کہ زندگی کی تمام راحتیں آپ کا انتظار کر رہی ہیں...... میری والدہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تک آپ کی شادی نہیں ہوتی آپ ہمارے گھر میں رہیں۔ مجھے شاید وہاں پہنچتے ہی کسی محاذ پر بھیج دیا جائے گا اور میرا چھوٹا بھائی بھی شاید زیادہ عرصے گھر نہ رہ سکے۔ ہماری غیر حاضری کے دوران میں آپ میری والدہ کی دلجوئی کر سکیں گی...... مجھے یقین ہے کہ لیگرانڈ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

Pdf by Road Sign
www.mehfunpk.com

جین کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ اس نے کہا "اگر میں آپ کی دعوت قبول نہ کروں تو یہ ناشکر گزاری ہوگی۔ اگر آپ دعوت نہ دیتے تو بھی سرنگا پٹم میں میرے لیے آپ کا سہارا لینے کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ آپ کا گھر کس طرف ہے؟" انور علی نے شہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ان درختوں کے پیچھے ہے لیکن آپ یہاں سے نہیں دیکھ سکیں گی۔ اب چلیے!" انور علی یہ کہہ کر پہاڑی سے نیچے اترنے لگا اور جین اس کے پیچھے چل پڑی۔ چند منٹ بعد وہ اپنی پالکی پر سوار ہو رہی تھی۔

Pdf by Road Sign

غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے فرحت اور مراد علی مکان کی بالائی منزل کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ منور خاں ایک صندوقچہ اٹھائے بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔ ”بی بی جی! انور علی صاحب آ گئے ہیں۔ دلاور خاں بھی آ گیا ہے۔ وہ ایک میم کو بھی ساتھ لے آئے ہیں۔“

Pdf by Road Sign

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مراد علی اپنی کرسی سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل کر زینے کی طرف بڑھا۔ نیچے اتر کر صحن میں داخل ہوتے ہی اسے انور علی اور جین دکھائی دیے اور وہ بھاگ کر بے اختیار اپنے بھائی سے لپٹ گیا۔ فرحت برآمدے میں نمودار ہوئی۔ انور علی نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سلام کرنے کے بعد کہا۔ ”امی جان! میرے ساتھ ایک مہمان ہے۔“

''فرحت نے کہا آؤ بیٹی ہمیں تمہارا ہی انتظار تھا۔'' انور علی نے فرانسیسی زبان میں کہا۔ ''امی جان آپ کا خیر مقدم کرتی ہیں۔''

جین مغربی آداب کے مطابق جھک گئی اور فرحت نے شفقت سے دونوں ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیے۔ اپنی ماں اور بھائی کے ساتھ جین کا تعارف کرانے کے بعد انور علی نے پوچھا ''اکبر اللہ کہاں ہے؟'' عمر اور علی نے جواب دیا۔ ''بھائی جان وہ فوج میں بھرتی ہونے کے چند دن بعد اپنے کیمپ میں چلا گیا تھا۔ وہ ہر روز ان کے متعلق پوچھنے کے لیے آتا ہے اور جب سے اسے یہ معلوم ہوا ہے کہ موسیو لالی کی رجمنٹ سرنگاپٹم سے کوچ کرنے والی ہے وہ بہت زیادہ بے چین رہتا ہے۔ میں اسے ابھی اطلاع دیتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''ٹھہرو! میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں' مجھے سپہ سالار کی خدمت میں حاضری دینی ہے۔ لیکن نہیں' تم یہیں ٹھہرو۔ امی جان کو ان کے ساتھ باتیں کرنے کے لیے ایک مترجم کی ضرورت پڑے گی۔ میں لیگرانڈ کو بھیج دوں گا۔'' ماں نے کہا۔ ''بیٹا لباس تبدیل نہیں کرو گے؟''

''امی جان میں جو فالتو جوڑے لایا تھا وہ اس سے زیادہ میلے ہو چکے ہیں۔ راستے میں انہیں دھلوانے کا موقع نہیں ملا۔''

ماں نے کہا ''تم جو کپڑے یہاں چھوڑ گئے تھے وہ سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔''

Pdf by Road Sign

چند منٹ بعد انور علی فوجی مستقر کی طرف روانہ ہو چکا تھا اور فرحت ایک کمرے میں مراد علی کو اپنا ترجمان بنا کر جین کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ قریباً ایک گھنٹہ بعد جین اور لیگر انڈ انور علی کے دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے اور جین اسے ماریشس سے لے کر سرنگا پٹم تک کے سفر کے واقعات سنا رہی تھی۔ جین کی سرگزشت سننے کے بعد لیگر انڈ نے کہا "جین ماریشس سے روانہ ہونے کے بعد میری زندگی کا کوئی لمحہ تمہاری یاد سے خالی نہ تھا۔ آج میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ میری نئی زندگی کا پہلا دن ہے میں میسور کی فوج میں بھرتی ہو چکا ہوں...... اور دو چار دن بعد ہمارا دستہ یہاں سے کوچ کر رہا ہے......... انور علی چاہتا ہے کہ تم ہماری شادی تک اس کی والدہ کے پاس رہو لیکن اگر تمہیں ان کے ہاں رہنا پسند نہ ہو تو یہاں تمہارے لیے کسی علیحدہ مکان کا بندوبست ہو سکتا ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

جین نے جواب دیا ''میں ان کی دعوت قبول کر چکی ہوں۔ آپ کو میرے متعلق فکرمند نہیں ہونا چاہئے۔''

''اگر جنگ نہ چھڑ گئی تو میں واپس آ جاؤں گا اور پھر میری پہلی درخواست یہ ہو گی کہ ہمیں کسی تاخیر کے بغیر شادی کر لینی چاہئے۔''

جین نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا۔ ''لیکر انڈ ابھی مجھے اس مسئلے کے متعلق سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ ہمیں کسی اچھے وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔''

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

تھوڑی دیر بعد وہ انور اور مراد کے ساتھ ایک میز پر کھانا کھا رہے تھے۔ جین کا سفر ان کی گفتگو کا موضوع تھا۔ کھانا کھانے کے بعد جین بظاہر ان کی باتوں میں دلچسپی لینے کی کوشش کر رہی تھی لیکن تھکاوٹ اور نیند کے باعث اس کا برا حال ہو رہا تھا۔

لیگرانڈ نے کہا۔ ''تمہاری طبیعت ٹھیک ہے نا؟''

''میں کچھ تھکاوٹ محسوس کر رہی ہوں۔'' اس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''تو تمہیں آرام کرنا چاہئے۔''

جین اٹھ کر کھڑی ہوگئی اور انور علی نے کہا ''تم جاؤ انہیں ممی جان کے پاس لے جاؤ۔''

وہ کمرے سے باہر نکل گئے اور انور علی لیگرانڈ کی طرف متوجہ ہوا۔

''تم نے اپنی شادی کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟''

Pdf by Road Sign

''ہم نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ہماری بٹالین چار دن بعد یہاں سے کوچ کر رہی ہے۔ ان حالات میں شادی کے متعلق ہم کیا سوچ سکتے ہیں؟''

''میں موسیو ادالی سے کہوں گا کہ وہ تمہاری شادی کے لیے بہت جلد چھٹی دے دیں۔ تمہیں جین کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ امی جان تمہاری غیر حاضری میں اس کا خیال رکھیں گی مجھے صرف ایک ہفتہ کیلئے یہاں ٹھہرنے کی چھٹی ملی ہے۔ اس کے بعد مجھے ملیبار یا شمالی سرحد کے کسی قلعے کی حفاظت پر متعین کر دیا جائے گا۔''

Pdf by Road Sign
www.magjunpk.com

لیگرانڈ نے پوچھا ”آپ نے کہا تھا کہ آپ اپنی جگہ کسی دوسرے افسر کی آمد کا انتظار کیے بغیر پانڈی چری سے آگئے تھے۔ سپہ سالار اس کی بات پر خفا تو نہیں ہوئے؟“

وہ بہت خفا ہوئے تھے لیکن میں تمہاری اور جین کی سرگزشت سنا کر ان کا غصہ دور کر دیا تھا۔ مجھے رخصت کرتے وقت انہوں نے کہا تھا۔

”انور علی، میں تم سے بہت خفا ہوں۔ میں اپنے کسی افسر سے ایسی کوتاہی برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر تم اس بے بس لڑکی کی مدد سے کوتاہی کرتے تو میں تم سے بہت زیادہ خفا ہوتا...... تم نے میسور کے سپاہی کی مدد کی اور میں تمہیں شاباش کا مستحق سمجھتا ہوں۔“

لیگرانڈ نے کہا۔''اب آپ کو بھی آرام کی ضرورت ہے مجھے اجازت دیجئے میں کل ملوں گا۔'' انور علی نے کہا ''چلو میں تم کو دروازے تک چھوڑ آؤں۔''

تھوڑی دیر بعد وہ ڈیوڑھی سے باہر کھڑے تھے لیگراند نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ''موسیو میں آپ کا شکر گزار ہوں۔'' انور علی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے چاند کی روشنی میں اسکی طرف دیکھا لیگراند کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ وہ بولا ''لیگراند تم میرے دوست ہو.........اور میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔''

بلقیس اپنی بیٹیوں اور گاؤں کی چند عورتوں کے ساتھ مکان کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی، خادمہ نے چلمن اٹھا کر اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

''بی بی جی خان صاحب آپ کو بلاتے ہیں''، بلقیس اٹھ کر کمرے سے باہر نکلی اور خادمہ نے ڈیوڑھی کے پاس ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''خان صاحب وہاں ہیں اور ان کے ساتھ ایک مہمان بھی ہے۔''

بلقیس کشادہ صحن عبور کرنے کے بعد کمرے کے دروازے کے قریب رکی اور ایک ثانیہ اندر جھانکنے کے بعد پریشان سی ہو کر ایک طرف ہٹ گئی۔ کمرے سے اکبر خان کی آواز سنائی دی، ''بلقیس اندر آؤ، یہ مراد علی ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.maqbulpk.com

بلقیس کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا اور وہ اپنے دل میں خوش گوار دھڑکنیں محسوس کرتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ مراد علی ’’چچی جان‘
السلام علیکم!‘‘ کہہ کر اپنی کرسی سے اٹھا اور مودب کھڑا ہو گیا کوشش کے باوجود بلقیس اپنے منہ سے کچھ نہ کہہ سکی اور اس نے ایک لمحہ توقف کے
بعد آگے بڑھ کر اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ مراد علی کے سر پر رکھ دیئے۔ اچانک اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور اس نے کانپتی ہوئی آواز میں
کہا ’’مراد تم اکیلے ہو؟‘‘

’’ہاں چچی جان بھائی جان انور علی گھر سے باہر تھے اور انہیں چھٹی نہیں مل سکی۔‘‘ بلقیس نے کہا ’’میرا خیال تھا تمہاری امی جان ضرور آئیں گی۔‘‘

Pdf by Road Sign

''چچی جان وہ آنے کے لیے تیار تھیں لیکن ان کی صحت اس قابل نہ تھی کہ وہ اتنا طویل سفر کر سکتیں، وہ کہتی تھیں کہ جب شہباز کی شادی ہو گی تو میں ضرور آؤں گی۔'' اکبر خاں نے کہا، بلقیس بیٹھ جاؤ اور وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ مراد علی بھی اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک کمسن لڑکی بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی لیکن اچانک مراد علی کو دیکھ کر جھجکتی ہوئی ایک طرف ہٹ گئی اور اکبر خان کی کرسی کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔

اکبر خان نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''ثمینہ! یہ تمہارے سرنگا پٹم والے بھیا مراد علی ہیں۔ وہ اتنی دور سے تمہیں دیکھنے آئے ہیں اور تم نے انہیں سلام بھی نہیں کیا!''

Pdf by Road Sign
www.mafumpk.com

ثمینہ کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں اور وہ "بھائی جان السلام علیکم" کہہ کر پورے انہماک کے ساتھ مراد علی کی طرف دیکھنے لگی۔

پھر وہ جھجکتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی اور باہر نکل کر پوری رفتار سے بھاگنے لگی۔ آن کی آن میں وہ صحن عبور کرنے کے بعد ایک اور کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی بڑی بہن تنویر اپنی سہیلیوں کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ ثمینہ ہانپتی ہوئی آگے بڑھی اور بے اختیار اس کے ساتھ لپٹ گئی۔ اس نے اپنا منہ تنویر کے کان سے لگا دیا تنویر نے اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

"پگلی میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا' انسانوں کی طرح بات کرو۔" لیکن ثمینہ دوبارہ اس کے ساتھ لپٹ گئی اور سرگوشی کے انداز میں بولی

"آپا جان' وہ آگئے ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.maguipk.com

''کون آ گئے ہیں؟'' ایک لڑکی نے پوچھا۔ دوسری بولی۔ ''ارے ثمینہ یہ کہہ رہی ہے کہ برات والے آ گئے ہیں۔'' کمرہ تنویر کی سہیلیوں کے قہقہوں سے گونج اٹھا اور وہ لہو کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ ایک لڑکی نے ثمینہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''اری ثمینہ سچ بتاؤ کون آیا ہے؟'' لیکن ثمینہ نے جھٹک کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور تنویر کی طرف متوجہ ہو کر پوری قوت سے چلائی'' آپا جان سرنگا پٹم والے بھائی جان مراد علی آ گئے ہیں۔'' تنویر اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی اور اس نے ثمینہ کو بازو سے پکڑ کر قریب بٹھایا۔ دوسرے کمرے میں اکبر خاں اور بلقیس کچھ دیر مراد علی سے باتیں کرتے رہے بالآخر اکبر خاں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں ذرا باہر مہمانوں کو دیکھوں۔'' بلقیس نے کہا'' آپ ماموں جان کو دیوان خانے میں بھیج دیں۔ وہ بڑی بے تابی سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔''

اکبر خاں نے جواب دیا ''ماموں جان کے ساتھ آتے ہی ان کی ملاقات ہوگئی تھی۔'' مراد علی نے کہا ''چچا جان! بھائی شہباز کہاں ہیں؟'' وہ باہر خیمے نصب کروا رہا ہے۔ میں ابھی بھیجتا ہوں؟ مراد علی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''چچا جان میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔'' پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازے کے پاس پڑی ہوئی ریشمی کپڑے کی ایک گٹھڑی اٹھائی اور بلقیس کے قریب ایک کرسی پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''چچی جان! امی جان نے یہ کچھ چیزیں بھیجی ہیں۔'' اکبر خان نے کہا ''دیکھو بیٹا یہ گٹھڑی تمہیں اسی طرح واپس لے جانی پڑے گی' میں نے بار بار ان سے تاکید کی تھی کہ وہ کوئی تکلیف نہ کریں۔''

مراد علی نے کہا "انہوں نے آپ کیلئے کوئی تکلیف نہیں کی۔ چچا جان وہ یہ کہتی تھیں کہ تنویر اور ثمینہ مجھے اپنے بچوں سے زیادہ عزیز ہے۔ وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ خدا نے آپ کو سب کچھ دے رکھا ہے لیکن آپ نے اپنی بچیوں کے لیے ان کے تحائف قبول نہ کیے تو انہیں بہت تکلیف ہو گی۔ آپ ہمیں یہ احساس نہ دلائیں کہ ابا جان کی وفات کے بعد ہم کسی قابل نہیں رہے ہیں"

Pdf by Road Sign
www.mafumpk.com

مراد علی کے یہ الفاظ ایک نشتر کی طرح اکبر خاں کے دل میں اتر گئے اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بیٹا یہ نہ کہو تمہاری طرف سے ایک چیتھڑا بھی میرے نزدیک دنیا بھر کے خزانوں سے زیادہ قیمت رکھتا ہے۔"

وہ باہر نکل گئے اور بلقیس نے قدرے تذبذب کے بعد گٹھڑی کھولی۔ گٹھڑی سے ریشم اور زرتار کے چند جوڑوں کے علاوہ صندل کی ایک چھوٹی سی صندوقچی برآمد ہوئی۔ بلقیس نے صندوقچی کا ڈھکنا اٹھایا تو اس کے اندر موتیوں کے ہار طلائی کنگن اور بالیاں تھیں جن میں ہیرے جڑے ہوئے جگمگا رہے تھے۔ صندوقچی میں زیورات کے علاوہ فرحت کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک رقعہ بھی تھا جس کا مضمون یہ تھا:

Pdf by ReedSign

''میری پیاری بہن!

مجھے امید ہے کہ آپ معمولی تحائف قبول فرمائیں گی۔ زرتار کا جوڑا ننھی ثمینہ کیلئے ہے۔ باقی تمام تنویر کیلئے۔ خدا معلوم میں کب تک زندہ رہوں۔ اس لیے میں دونوں بہنوں کے لیے چند زیورات بھیجے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بذات خود اس خوشی میں شریک نہیں ہو سکی۔ لیکن میری دعائیں ہر وقت آپ کے ساتھ ہیں۔''

تمہاری بہن۔

Pdf by Road Sign

ثمینہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا ’’امی جان وہ کہاں گئے؟‘‘ بلقیس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ’’وہ باہر گئے ہیں بیٹی۔‘‘

ثمینہ نے صندوقچی میں ہاتھ ڈال کر موتیوں کا ایک ہار نکالتے ہوئے پوچھا ’’امی جان یہ آپا کے لیے ہے؟‘‘

ہاں بیٹی' یہ تمہارا سرنگا پٹم والا بھائی لایا اور وہ تمہارے لیے بھی بہت سے زیورات لایا ہے' دیکھو......!‘‘

Pdf by Road Sign

’’اور میرے لیے کپڑے بھی لایا ہے؟‘‘

’’ہاں!‘‘

’’ہار بھی؟‘‘

’’ہاں! وہ تمہارے لیے کنگن' بالیاں اور انگوٹھیاں بھی لایا ہے‘‘۔

www.maafun.com

ثمینہ نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ ''لیکن شہباز بھیا میرے لیے کبھی کوئی چیز نہیں لاتے۔ الٹا مجھے ڈانٹا کرتے ہیں۔ اب اگر انہوں نے مجھے کچھ کہا تو میں یہاں نہیں رہوں گی۔'' ''تم کہاں جاؤ گی؟'' بلقیس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ''میں سرنگا پٹم چلی جاؤں گی۔'' یہ کہتے ہوئے ثمینہ نے موتیوں کا ہار اپنے گلے میں ڈال لیا۔ بلقیس نے کہا ''اگر سرنگا پٹم میں کسی نے ڈانٹ دیا تو؟''

''تو پھر میں وہاں بھی نہیں رہوں گی۔ میں [illegible] والی خالہ کے پاس چلی جاؤں گی'' بلقیس نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا ''لیکن اگر انہوں نے نہ آنے دیا تو؟''

''واہ جی وہ کیسے نہیں آنے دیں گے' میں ان کے برتن توڑ ڈالوں گی۔ میں یہ کہوں گی میں چھت پر چڑھ کر چھلانگ لگ دوں گی اور وہ ہاتھ جوڑ کر مجھے رخصت کریں گے۔

Pdf by Road Sign
www.mehfunpk.com

اکبر خان کے بستی میں پہنچنے کے چند گھنٹے بعد مراد علی کے دل سے اجنبیت کا احساس دور ہو چکا تھا۔ وہاں ایسے لوگ موجود تھے۔ جن کے دل پر اس کے باپ کی یاد نقش تھی یہ لوگ اپنے بچوں کو اپنے ماضی کی جو داستانیں سنایا کرتے تھے۔ ان میں روہیلہ سورماؤں کے ساتھ معظم علی کا ذکر بھی آتا تھا۔ اس کی شکل و صورت اور اس کی جرأت و مردانگی ان لوگوں کی کہانیوں اور گیتوں کا مستقل موضوع بن چکی تھی اور جب انہوں نے اکبر خان کی زبانی اس کی شہادت کی خبر سنی تھی تو انہوں نے یہ محسوس کیا تھا کہ ان کا ایک عزیز ترین دوست دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کے لیے معظم علی کے بیٹے کی آمد کوئی معمولی بات نہ تھی۔ جوان بچے اور بوڑھے مراد علی کے راستے میں آنکھیں بچھاتے تھے۔ وہ گھر سے باہر نکلتا تو عقیدت مندوں کا ایک ہجوم اس کے گرد جمع ہو جاتا۔ جن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اس کے باپ کو دیکھا تھا وہ کہتے تھے اس کی صورت اس کی چال اس کی گفتگو اپنے باپ جیسی ہے۔

Pdf by Road Sign
www.madfunpk.com

اکبر خان کا بیٹا شہباز خان اس کے ساتھ پہلی ملاقات میں ہی بے تکلف ہو چکا تھا۔ وہ ایک قوی ہیکل اور خوش وضع نوجوان تھا اور سردار کا بیٹا ہونے کے باعث اسے قبیلے کے لوگوں میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ آس پاس کی تمام بستیوں میں وہ ایک بہترین سوار اور نشانہ باز جانا جاتا تھا، لیکن اس کی یہ خوبیاں مراد علی کو متاثر کرنے کے لیے کافی نہ تھیں۔ وہ پہلی ملاقات میں ہی اپنی ذہانت اور تعلیمی قابلیت کا اس پر کوئی اچھا اثر نہ ڈال سکا۔ اس نے مراد علی سے متعارف ہوتے ہی پہلے اسے مکان کے مردانہ حصے میں وہ کمرہ دکھایا جہاں اس نے اپنے شکار کیے ہوئے شیروں اور چیتوں کی کھالیں جمع کر رکھی تھیں۔ پھر اچھی نسل کے گھوڑوں کے متعلق بات چل نکلی اور وہ اسے اپنے اصطبل میں لے گیا لیکن تھوڑی دیر بعد جب گاؤں کے لوگ مراد علی کی طرف متوجہ ہونے لگے تو شہباز کا احساس برتری آہستہ آہستہ کم ہونے لگا۔

Pdf by Road Sign
www.maqtaepk.com

اگلے دن مراد علی بستی کی ہر محفل کا موضوع بن چکا تھا۔ عام حالات میں شہباز خان کو اپنے ایک مہمان کی آؤ بھگت پر خوش ہونا چاہیے تھا لیکن اسے اپنی چھوٹی سی سلطنت میں کسی اور بادشاہ کی دخل اندازی پسند نہ تھی۔ ایک اچھا سوار، ایک بہترین نشانہ باز، ایک نڈر شکاری اور ایک کامیاب زمیندار ہونے کے علاوہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا اطمینان یہ تھا کہ قبیلے میں اپنے باپ کے بعد اسے انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن اب وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ کمسن لڑکا اس بستی میں پاؤں رکھتے ہی ہر محفل کا چراغ بن چکا ہے۔ اسے زیادہ الجھن اس وقت ہوئی جب مراد علی شیخ فخر الدین کے ساتھ میسور، دکن، پونا اور کرناٹک کے سیاسی حالات پر بحث کر رہا تھا اور اس کا باپ بھی انتہائی انہماک سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

اس محفل کے برخاست ہونے کے بعد جب اسے تنہائی میں مراد علی سے باتیں کرنے کا موقع ملا تو اس نے کہا۔

''مراد علی تم بہت خوش قسمت ہو کہ اس عمر میں اتنا سیکھ چکے ہو مجھے افسوس ہے کہ میری تعلیم بالکل ادھوری رہ گئی۔ مجھے صرف گاؤں کے مولوی نے چند کتابیں پڑھائی تھیں امی جان مجھے حیدر آباد بھیجنا چاہتی تھیں۔ لیکن میں گھر چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھا۔ ابا جان بھی اس پر خوش نہ تھے کہ میں حیدر آباد جاؤں۔ پھر جب میں بڑا ہوا تو خالو جان نے یہاں آ کر کئی بار اصرار کیا کہ میں ادھونی کی فوج میں شامل ہو جاؤں۔ وہ یہ کہتے تھے کہ میں بہت جلد ترقی کر جاؤں گا لیکن ابا جان ادھونی کی فوج کا نام تک سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ الٹا خالو کو سمجھایا کرتے ہیں کہ تم اپنے لڑکے کو سپاہی بنانے کی بجائے کسی اچھے کام پر لگاؤ۔ اب میرے خالو کا لڑکے ہاشم بیگ دو سو سواروں کا سردار بن چکا ہے اور میں یہیں

Pdf by Road Sign
www.urdupak.com

ہوں۔خالو جان جب بھی آتے ہیں ابا جان سے یہ کہتے ہیں کہ تم نے اپنے لڑکے پر ظلم کیا ہے' اگر یہ فوج میں ہوتا تو ادھونی کے تمام نوجوانوں سے آگے نکل جاتا۔''

Pdf by Road Sign

www.mafunpk.com

مراد علی نے کہا۔''آپ کو سپاہی بننے کا شوق ہے؟''

شہباز نے جواب دیا''مجھے گھوڑا دوڑانے اور شکار کھیلنے کے سوا کسی چیز کا شوق نہیں۔لیکن ادھونی سے جب بھی ہمارا کوئی رشتہ دار آتا ہے تو وہ پہلا سوال یہی پوچھتا ہے کہ تم فوج میں بھرتی کیوں نہیں ہوتے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ وہ مجھے بزدلی کا طعنہ دے رہا ہے۔''

مراد علی مسکرایا۔ "دھونی کی فوج میں بھرتی ہونے سے کوئی آدمی بہادر نہیں بن جاتا۔ بہادر صرف وہ ہوتے ہیں جو کسی مقصد کے لیے لڑتے ہیں۔ بچا جان برسوں سے ایک سپاہی کا لباس اتار چکے ہیں لیکن ادھونی یا حیدر آباد کا کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ان سے زیادہ بہادر ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

شہباز خان نے قدرے مطمئن ہو کر کہا۔ "میرا خیال تھا کہ میرے متعلق ہاشم بیگ کی طرح تمہاری رائے بھی شاید یہی ہو کہ میں اپنی کاہلی کی وجہ سے فوج میں شامل نہیں ہوا۔" مراد علی نے جواب دیا۔ "نہیں بھائی جان! میں آپ کے متعلق کبھی بری رائے قائم نہیں کر سکتا اور کبھی اگر ہاشم بیگ نے یہ سوچا کہ اس نے کن مقاصد کے لیے تلوار اٹھائی ہے تو اسے آپ کی بستی کے ایک معمولی کسان کی زندگی بھی قابل رشک نظر

آئے گی۔ اگر مجھ سے کوئی یہ کہے کہ تم ادھونی کی فوج کا سپہ سالار بننا چاہتے ہو یا میسور کی کسی بستی میں ایک گمنام کسان کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو میں کسان کی زندگی کو ترجیح دوں گا۔"

Pdf by Road Sign

شہباز خان کو مراد علی کی یہ بات پسند نہ آئی۔ تاہم وہ اس بات پر ایک طرح کا اطمینان محسوس کر رہا تھا کہ معظم علی کا بیٹا اسے فوج کا کوئی بڑا عہدے دار ہونے کے باوجود قابل احترام سمجھتا ہے۔ مراد علی تنویر کی آمد سے پانچ دن قبل وہاں پہنچا تھا اور یہ پانچ دن اس کے لیے زندگی کا ناقابل فراموش حصہ بن چکے تھے۔ گھر میں ننھی ثمینہ ہمارے کی طرح اس کے ساتھ رہتی تھی تنویر اس سے پردہ کرتی تھی لیکن بلقیس جو جب بھی کبھی فرصت ملتی، وہ اسے اپنے پاس بلا لیتی اور گزرے وقتوں کی باتیں شروع کر دیتی۔ ایک صبح تنویر دو سہیلیوں کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ثمینہ کمرے میں داخل ہوئی۔ تنویر نے ایک شرارت آمیز تبسم کے ساتھ اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

Pdf by Road Sign
www.mazzunpr.com

”ثمینہ یہ کہتی ہے کے تمہارے سر نگا پٹم والے بھائی کی ناک چپٹی ہے۔“

”کون کہتی ہے؟“ ثمینہ نے غضبناک ہو کر پوچھا۔ ”میں کہتی ہوں۔“

Pdf by Road Sign

”ثمینہ کی سہیلی نے جواب دیا اور میں یہ بھی کہتی ہوں کہ وہ گنجا بھی ہے۔“ دوسری سہیلی نے کہا۔

”ارے میں نے بھی اسے دیکھا ہے اس کا رنگ بالکل سیاہ ہے۔“

''ٹھہرو!'' ثمینہ نے منہ بسورتے ہوئے چلمن اٹھائی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ تنویر نے کہا ''اب یہ امی جان سے ہماری شکایت کرے گی۔''

چند منٹ بعد تنویر کی ایک سہیلی نے صحن کی طرف دیکھا اور بدحواس ہو کر کہا۔ ''اری تنویر غضب خدا کا وہ چڑیل اسے اس طرف لا رہی ہے۔''

تنویر نے چلمن کی اوٹ سے صحن کی طرف دیکھا۔ ثمینہ مراد علی کا ہاتھ پکڑے دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی اور اسے کہہ رہی تھی

''بھائی جان میں نے جھوٹ بولا تھا۔ آپ کو امی جان نے نہیں بلایا تھا۔ آپ تھوڑی دیر یہاں ٹھہریں میں ابھی آتی ہوں۔'' مراد علی .... کو تذبذب اور پریشانی کی حالت میں چھوڑ کر وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بولی اب اچھی طرح دیکھ لو۔ تنویر نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی اور دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھتے ہوئے کہا ''ثمینہ خدا کے لیے شرم کرو۔ جاؤ انہیں لے جاؤ ورنہ میں بری طرح پیٹوں گی۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

تنویر کی سہیلی نے کہا۔ ''جاؤ ثمینہ یہ تو تمہیں چھیڑ رہی تھیں۔ تمہارا بھائی تو بہت خوش شکل ہے۔'' ثمینہ تنویر کے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد ہو کر بولی۔

''آپ پھر تو نہیں کہیں گی کہ ان کی ناک چپٹی ہے؟''

''خدا کی قسم بالکل نہیں۔'' ثمینہ ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی اور مراد علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے بولی۔ ''آیئے بھائی جان!''

''کیا بات تھی ثمینہ؟ اس نے صحن سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

"کچھ نہیں بھائی جان، وہ مذاق کر رہی تھیں۔"

"کون مذاق کر رہی تھیں؟"

"آپا جان کی سہیلیاں۔"

"کس کے ساتھ؟"

Pdf by Road Sign

"میرے ساتھ"...... "لیکن تم نے مجھے یہ کیوں کہا تھا کہ امی جان آپ کو بلاتی ہیں؟"

"اس لیے کہ وہ آپ کو اچھی طرح دیکھ لیں۔"

"کون؟" "وہی جو کہتی ہیں کہ آپ کی ناک چپٹی ہے۔"

"کون کہتی ہیں؟"

"آپا جان کی سہیلیاں۔" مراد علی نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign

"تمھارا خیال کیا ہے کہ میری ناک چپٹی نہیں؟" ثمینہ نے رُک کر غور سے اس کی طرف دیکھا اور ہنستے ہوئے بولی "بالکل نہیں۔"

اکبر خان کی تیاریوں سے معلوم ہوتا تھا کہ ادھونی کی برات بڑی دھوم دھام سے آنے والی ہے۔ مکان سے باہر ایک کھلے میدان میں خیمے اور شامیانے نصب کیے جارہے تھے۔ اکبر خان اور شہباز دن بھر شادی کی انتظامات میں مصروف رہتے تھے۔ مراد علی کو بیکار بیٹھنا پسند نہ تھا۔ وہ ان کے کام میں ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتا۔ لیکن بستی کے لوگ مداخلت کرتے اور کہتے "نہیں جی آپ مہمان ہیں۔ ان کاموں کے لیے ہم موجود ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

"اکبر خان کو نمائشی کاموں سے نفرت تھی لیکن ادھونی سے اسے اس قسم کے پیغامات مل چکے تھے کہ برات دھوم دھام سے آئے گی اور اسے اپنی سادگی کے باوجود کسی کی زبانی یہ سننا گوارا نہ تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی پر بخل سے کام لیا ہے۔ چنانچہ مہمانوں کی آؤ بھگت کے

لیے وہ تمام وسائل جمع کرنے میں مصروف تھا۔ پانچوں روز اکبر خان کے قبیلے کے لوگ گاؤں سے باہر جمع ہو کر حیرت و استعجاب کے عالم میں برات کے شاہانہ ٹھاٹھ دیکھ رہے تھے۔ تین ہاتھیوں پر دولہا اور اس کے خاندان کے علاوہ اوتھونی کے بڑے بڑے امرا اور سلطنت کے اعلیٰ عہدیدار سوار تھے اور ان کے پیچھے ساز و سامان کی لدی ہوئی بیس گاڑیوں کے ساتھ پیادہ سپاہیوں' نوکروں اور خیمہ برداروں کا ایک ہجوم چلا آ رہا تھا۔ برات کے ساتھ کئی طائفے شہنائیاں بجا رہے تھے اور آتش بازوں کا ایک گروہ گولے اور ہوائیاں چھوڑ رہا تھا۔ مہمانوں کی مجموعی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی لیکن اکبر خان نے قریباً دو ہزار مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست کر رکھا تھا۔ مراد علی کو یہ معلوم تھا کہ دولہا کا باپ اوتھونی کے حکمران سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے لیے برات کی شان و شوکت غیر متوقع نہ تھی۔ تاہم یہ بات اس کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی کہ

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

مہمانوں کے ساتھ ادھونی کے چند باج گزار مرہٹہ سردار بھی تھے۔ اکبر خان اس کے قریب کھڑا فخر الدین سے انتہائی غصے کی حالت میں کہہ رہا تھا۔

Pdf by Road Sign

''شیخ صاحب یہ لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ میری لڑکی کی بارات پر میری قوم کے بدترین دشمنوں کو بھی لے آئیں گے۔ مرزا طاہر بیگ کو مرہٹوں کے متعلق میرے جذبات کا علم تھا لیکن اس کے باوجود اس نے یہ حماقت کی ہے۔'' اور شیخ فخر الدین اسے سمجھا رہا تھا۔ ''بیٹا تم طاہر بیگ کو پیغام بھیج دیتے تو وہ یقیناً تمہارے جذبات کا احترام کرتا لیکن اب تمہیں حوصلے سے کام لینا چاہیے۔''

Pdf by Road Sign
www.maqtabpk.com

براتی اپنے گھوڑوں اور ہاتھیوں سے اتر کر وسیع شامیانے کے نیچے جمع ہو رہے تھے اور گاؤں کے لوگ ان کے گھوڑے اور ہاتھی سنبھالنے میں مصروف تھے۔ رات کے وقت کھانا کھلانے کے بعد مہمانوں کو ان کی حیثیت کے مطابق مختلف خیموں میں جگہ دے دی گئی۔ دلہا اور اس کے خاندان کے بعض افراد اور راجھوتی کے چند معززین کو مکان کے مردانہ حصے میں ٹھہرایا گیا تھا۔ مراد علی دیر تک مہمانوں کی خاطر تواضع

میں مصروف رہا اور بالآخر شامیانے کے نیچے پڑی ہوئی ایک چارپائی پر لیٹ گیا۔ اچانک اسے شہباز خان کی آواز سنائی دی "مراد علی! مراد علی!" اور اس نے جلدی سے اٹھ کر جواب دیا بھائی جان میں یہاں ہوں کیا بات ہے؟

شہباز نے اس کے قریب آ کر کہا۔ "آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ چلیے آپ کو ابا جان بلا رہے ہیں۔" مراد علی اس کے ساتھ چل دیا اور تھوڑی دیر بعد مکان کے مردانہ حصے کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کے اندر شیخ فخر الدین بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اکبر خان اس کے قریب دوسری چارپائی پر بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اس نے مراد علی کو دیکھتے ہی کہا۔ "بیٹا تم کہاں چلے گئے تھے؟"

Pdf by Read Sign
www.mbfunpk.com

''چچا جان میں باہر شامیانے کے نیچے لیٹ گیا تھا۔'' اکبر خان نے کہا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے کہ آج میرے گھر کے اندر تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں۔''

Pdf by Road Sign

''نہیں چچا جان میرا خیال تھا کہ یہاں صرف مہمانوں کو ٹھہرنا چاہیے۔''

''میرے نزدیک کوئی مہمان تم سے بہتر نہیں۔ تم یہاں آرام کرو!'' مراد علی کچھ کہے بغیر ایک بستر پر لیٹ گیا۔

اگلے روز اکبر خان کے گاؤں میں ایک میلے کا سا سماں تھا۔ مہمانوں کا ایک گروہ شامیانے کے نیچے جمع ہو کر قوالی سن رہا تھا۔ بعض مہمان اپنے خیموں کے اندر گپیں ہانک رہے تھے۔ اور بعض کھلے میدان میں جمع ہو کر نیزہ بازی اور نشانہ کے مقابلوں میں حصہ لے رہے تھے۔ دلہا اور اس کا باپ چند معززین کے ساتھ حویلی کی چاردیواری کے اندر ایک شامیانے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہاشم بیگ ایک خوش وضع نوجوان تھا اور دولہے کے لباس میں ایک شہزادہ معلوم ہو رہا تھا' اس کے دائیں طرف شیخ فخرالدین اور اکبر خان اور بائیں طرف طاہر بیگ اور اس کے خاندان کے چند عمر رسیدہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مراد علی ہاشم بیگ کے پیچھے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ملک کے ماضی اور حال کے واقعات پر گفتگو ہو رہی تھی اور اوھونی کے سیاست دان اور فوجی افسر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.urdudigest.pk.com

کسی نے سلطان ٹیپو کا ذکر چھیڑ دیا اور مراد علی اپنے دل میں ناخوشگوار دھڑکنیں محسوس کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں سلطان ٹیپو کی ذات کئی زبانوں کے زہر آلود تیروں کا ہدف بن چکی تھی۔ ادھونی کے ایک سردار نے کہا۔ ''ٹیپو اس ملک کا مغرور ترین آدمی ہے۔ وہ کسی کو اپنا ہم پلہ نہیں سمجھتا۔ وہ اپنے آپ کو حضور نظام الملک سے بھی بڑا سمجھتا ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

دوسرا بولا۔ ''ٹیپو اس ملک کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ وہ ہماری تہذیب اور روایات کا بدترین دشمن ہے۔ وہ اونچ اور نیچ کی تمیز مٹانا چاہتا ہے۔ اس کے دربار میں کورنش بجالانے کی اور جھک کے سلام کرنے کی ممانعت ہے۔ وہ اپنے سامنے کسی ذلیل ترین آدمی کا بھی سر جھکا کر کھڑا ہونا پسند نہیں کرتا وہ اسلام کی آڑ لے کر اس ملک کے شرفا کو ذلیلوں اور بھکاریوں کے ہاتھوں ذلیل کروانا چاہتا ہے۔ میسور میں ادنیٰ

اور اعلیٰ کو ایک سطح پر لانے کا جو تجربہ اس نے شروع کیا ہے۔ اس کے نتائج اس ملک کے تمام حکمرانوں کے لیے بے حد خطرناک ہوں گے۔ اس نے اپنی رعایا کے ادنیٰ لوگوں میں ایک نیا احساس پیدا کر دیا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے عوام کسی نہ کسی دن میسور کے حالات سے ضرور متاثر ہوں گے۔ ہم یا تو انھیں اپنے مساوی درجہ دینے پر مجبور ہو جائیں گے یا ہمیں اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے ان کے ساتھ ایک تباہ کن جنگ لڑنی پڑے گی۔"

Pdf by Road Sign

ادھونی کے ایک فوجی افسر نے کہا۔ ''ٹیپو جیسا بے تدبیر انسان ہمارے لیے کسی خطرے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اس نے ساری دنیا کے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے اور وہ جس طوفان کو مدت سے دعوت دے رہا ہے وہ بہت جلد میسور کی سرحدوں پر نمودار ہونے والا ہے۔ اس دفعہ ہم اور ہمارے انگریز اور مرہٹہ اتحادی پرانی غلطیوں کا اعادہ نہیں کریں گے۔ اب ہماری پہلی منزل سرنگا پٹم ہوگی۔''

Pdf by Road Sign

ایک مرہٹہ سردار بولا۔ ''صاحبان ہمیں اس کی فوجی قوت سے کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر ہم نے متحد ہو کر اس کے خلاف فوراً کاروائی نہیں کی تو چند سال بعد ہمیں پچھتانا پڑے گا۔ میسور کے وہ شرفا جو اپنی خاندانی عزت اور وقار بچانے کے لیے آج ہمارے ساتھ دینے پر آمادہ ہیں ایک ایک کر کے مغلوب ہوتی جائیں گیں۔ ٹیپو جسے بعض لوگ ایک بے تدبیر انسان سمجھتے ہیں' اپنی رعایا کی محبت خریدنا

چاہتا ہے۔ اس نے عوام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہزاروں گھرانے سرکاری زمینوں پر آباد کر دیے گئے ہیں۔ وہ بنجر علاقے جہاں اناج کا ایک دانہ پیدا نہیں ہوتا تھا اب لہلہاتے کھیت اور باغوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ اس نے لاکھوں انسانوں کو کنوئیں اور نہریں کھودنے اور سڑکیں بنوانے کے کام پر لگا دیا ہے۔ اس لیے یہ لوگ اسے اپنا دیوتا سمجھتے ہیں۔ اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو وہ دن دور نہیں جب ہمیں میسور کی فوج اور میسور کی عوام کے متحدہ قوت کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔"

مرزا طاہر بیگ نے اس بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "جی آپ اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ آپ ہماری تیاریوں سے بے خبر نہیں ہو سکتے ہم لوگ صرف حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔" اکبر خان بے چینی کی حالت میں کرسی پر بیٹھا بار بار پہلو بدل رہا تھا اور شیخ فخر الدین بار بار اس کے کان میں کہہ رہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.maafunpk.com

"نہیں بیٹا، حوصلے سے کام لو۔ تمہیں اس معاملے میں زبان نہیں کھولنی چاہیے۔" مراد علی کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اچانک اٹھ کر چلایا۔ "مرزا صاحب اگر حکم سے آپ کا مطلب انگریزوں کا حکم ہے تو مجھے یقین ہے کہ آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس محفل میں زبان کھول رہا ہوں۔ آپ اس شخص کے مہمان ہیں جسے میں اپنا باپ سمجھتا ہوں۔ لیکن آپ نے اس شخص کو موضوعِ بحث بنایا ہے جسے میں صرف میسور ہی نہیں بلکہ پورے ملک کی عزت اور آزادی کا آخری محافظ سمجھتا ہوں۔"

Pdf by Road Sign

محفل پر ایک سناٹا چھا گیا۔ ادھونی کے مغرور امراحیرت، پریشانی اور اضطراب کی حالت میں اس نوجوان کی طرف دیکھ رہے تھے جس کی مونچھوں کے بال ابھی سفید نہیں ہوئے تھے۔ مراد علی کی نگاہیں ساری محفل کو دعوت مبارزت دے رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ ''آپ کو اس بات پر اعتراض ہے کہ آپ نے سلطان کو صرف ان چند لوگوں کی نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش کی ہے جنہوں نے حکومت کی کرسیوں پر بیٹھ کر صرف اپنے ہم جنسوں کو ذلیل کرنا سیکھا ہے۔ سلطان ٹیپو ایک حکمران ہے لیکن حکمران سے کہیں زیادہ وہ اپنے آپ کو انسان سمجھتا ہے اور اسے انسانیت کی تذلیل گوارا نہیں۔ اس نے زندگی کے آداب انسانیت کے اس عظیم ترین محسن سے سیکھے ہیں جس نے کالے اور گورے، ادنیٰ اور اعلیٰ کا فرق مٹایا تھا...... جس نے ایک حبشی غلام کو خاندان قریش کے دوش بدوش کھڑا کر دیا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

آپ کو یہ اعتراض ہے کہ سلطان ٹیپو ساری دنیا کے ساتھ قوت آزمائی کرنا چاہتا ہے لیکن آپ اس بات سے بے خبر نہیں ہوسکتے کہ اس وقت بھی ان کے ایلچی پونا اور حیدر آباد کے حکمرانوں کو امن اور صلح کا پیغام دے رہے ہیں۔ آپ کو یہ شکوہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کے بھوکے اور ننگے انسانوں کو خوش حالی اور آسودگی کا راستہ سکھا کر ایک ایسے معاشرے کی طرف لے جا رہا ہے جو اس ملک سے اونچ نیچ کا امتیاز مٹا دے گا۔ اور یہ آپ کے خلاف ایک سازش ہوگی لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ انسانیت کے ان دشمنوں کی سازش کا جواب ہے جنہوں نے اس ملک کے کروڑوں انسانوں کو صدیوں تک ان کے پیدائشی حقوق سے محروم رکھا ہے۔

آپ کو اپنے اور انگریز اور مرہٹہ ساتھیوں کی قوت پر ناز ہے لیکن میں آپ کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ اب میسور ان لوگوں کی شکار گاہ نہیں رہا جنہوں نے بھوکے نادار اور بے بس انسانوں کو پاؤں تلے روندنا سیکھا ہے بلکہ ان لوگوں کا دفاعی حصار ہے جو عزت اور آزادی کی فضاء میں سانس لینا سیکھ چکے ہیں وہاں آپ کا مقابلہ کسی ایسے حکمران نہیں ہوگا جس نے اپنی رعایا کی ہڈیوں پر عشرت کدے تعمیر کیے ہوں بلکہ ایک ایسے حکمران سے ہوگا جو اپنے خون اور پسینے سے اپنی رعایا کی پرورش کر رہا ہو ۔

Pdf by Road Sign

میں اس ملک کے مستقبل کے متعلق کوئی پیش گوئی نہیں کرسکتا۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ سلطان ٹیپو کی فتح انسانیت کی فتح ہوگی اور ان کی شکست حیدرآباد یا پونا کی افواج کی بجائے ان لٹیروں اور رہزنوں کی فتح ہوگی جو سات سمندر عبور کرنے کے بعد اس ملک کی عزت اور آزادی کے خلاف اعلان جنگ کرچکے ہیں۔ آج آپ لوگ سلطان ٹیپو کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں لیکن خدانخواستہ اگر میسور میں ان کا پرچم سرنگوں ہوا تو وہ دن دور نہیں جب اس ملک کے تمام حکمران یہ کہیں گے کہ وہ مجاہد جس کا تاج اتار کر ہم نے انگریزوں کے قدموں میں ڈالا تھا' اس ملک کی آزادی کا آخری محافظ تھا۔

مراد علی نے اپنی تقریر ختم کی اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا شامیانے کے باہر نکل گیا۔ محفل کا سکوت ٹوٹ چکا تھا اور حاضرین ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرنے کے بعد آہستہ آہستہ بلند آواز میں احتجاج کر رہے تھے۔ ''یہ کون تھا؟.......... ٹیپو کا جاسوس یہاں کیسے آ گیا؟.......... اس کی زبان نوچ ڈالنی چاہیے!'' اکبر خاں نے اپنی کرسی سے اٹھ کر کہا۔ ''آپ لوگ اس محفل میں اگر ٹیپو کو موضوع بحث نہ بناتے تو یہ ناخوشگوار صورت پیدا نہ ہوتی۔ مراد علی ٹیپو کا سپاہی ہے۔ اس کے والد اور اس کے دو بھائی ٹیپو کے جھنڈے تلے انگریزوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں۔ اس کے چچا اور اس کے دادا' اس کے ماموں اور اس کے نانا پلاسی کے میدان میں شہید ہوئے تھے۔ مجھے اس سے یہ توقع نہ تھی کہ کسی محفل کا خوف یا احترام اسے کوئی غلط بات سننے پر مجبور کرے گا۔ مجھے سرنگا پٹم' پونا یا حیدر آباد کی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں اور

Pdf by Road Sign
www.magzpk.com

آپ حضرات سے میں یہ عرض کروں گا کہ آپ لوگ یہاں اپنی جنگی قابلیت کا مظاہرہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ ایک شادی کی تقریب پر جمع ہوئے ہیں۔''

ادھونی کے ایک سردار نے کہا۔''لیکن اس نے ہماری توہین کی ہے۔ہم کل کے بچے کی یہ زبان درازی برداشت نہیں کر سکتے۔''ایک خوش پوش اور بارعب آدمی جو طاہر بیگ کے قریب بیٹھا ہوا تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے کہا۔''بھئی اس نے ہماری توہین نہیں کی۔اس نے تمہیں یہ سمجھایا ہے کہ ہر محفل ہر بات کے لیے موضوع نہیں ہوتی۔اگر وہ نوجوان ٹیپو کا سپاہی ہے تو ہمیں اس کی جرات اور ہمت کی داد دینی چاہیے۔اس نے اپنا فرض ادا کیا ہے اور ادھونی کے فوج کے افسروں کے سامنے ایک اچھی مثال پیش کی ہے۔اب ہمیں کسی اور موضوع پر گفتگو کرنی چاہیے۔''

Pdf by Road Sign
www.muftbooks.com

یہ میر نظام الدین علی خان کا بھتیجا امتیاز الدولہ تھا اور اس کے الفاظ حاضرین کے لیے ایک حکم کا درجہ رکھتے تھے۔ مراد علی انتہائی اضطراب اور پریشانی کی حالت میں ڈیوڑھی سے باہر کھڑا تھا۔ شہباز خان باہر نکلا اور یہ کہہ کر اس کے قریب سے گزر گیا۔

''مراد تم نے اچھا نہیں کیا۔'' مراد علی نے اپنی دل پر ایک جھٹکا محسوس کیا۔ اچانک کسی نے پیچھے سے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے آپا جان کی شادی کے خرمے نہیں کھائے؟'' مراد علی نے مڑ کر دیکھا اور ثمینہ نے اپنی جھولی کھول کر اس کے آگے کر دی۔ ''لیجیے!'' اس نے کہا۔ مراد علی نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے ایک خرمہ اٹھالیا۔ ثمینہ نے کہا۔ ''نہیں اور لیجیے۔ یہ سب آپ کے لیے ہیں۔ کچھ کھا لیجیے اور باقی سرنگاپٹم لے جائیے۔''

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

مراد علی نے کہا۔ ''ثمینہ انہیں اپنے پاس رکھو۔ جب میں یہاں سے جاؤں گا تو لے لوں گا۔'' اکبر خان ڈیوڑھی سے نمودار ہوا اور مراد علی نے محسوس کیا کہ اب اسے شاید کسی انتہائی ناخوشگوار صورت حال سے دوچار ہونا پڑے لیکن اکبر خان اس کی توقع کے خلاف مسکرا رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ مراد مجھے ڈر تھا کہ تم روٹھ گئے ہو گے۔ میں نے شہباز کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں کی۔''

Pdf by Road Sign
www.magipk.com

مراد علی کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو امڈ آئے اور اس نے کہا۔ ''چچا جان میں بہت شرمسار ہوں۔ مجھے اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔'' اکبر خاں نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ''بیٹا تم نے اپنا فرض ادا کیا ہے اور مجھے تم پر فخر ہے۔''

''لیکن چچا جان وہ آپ کے مہمان تھے!''

''تم نے ان کے دماغ درست کر دیے ہیں۔ امتیاز احمد تمہاری باتوں سے بہت متاثر ہوا ہے۔ وہ نظام کا بھتیجا ہے اور اس نے تمہارے ساتھ علیحدگی میں ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے۔ چلو اپنے کمرے میں بیٹھو میں اسے وہاں لے آتا ہوں۔''

Pdf by Read Sign

مراد علی اور اکبر خان دوبارہ حویلی میں داخل ہوئے اور ثمینہ وہاں سے کھسک گئی۔ اکبر خان شامیانے کی طرف چلا گیا اور مراد علی دیوان خانے کے ایک کمرے میں داخل ہوئے اور وہ اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔ امتیاز الدولہ مصافحہ کرنے کے بعد اس کے قریب بیٹھ گیا اور اکبر خان نے کہا۔

”آپ اطمینان سے باتیں کیجیے۔“ اکبر خان باہر نکل گیا اور امتیاز الدولہ نے مراد علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

”تمہارا نام مراد علی ہے؟“

”جی ہاں!“

"سلطان کی فوج میں تمہارا عہدہ کیا ہے؟" مراد علی نے جواب دیا۔ "جناب فوجی مکتب سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد میں ان دنوں رخصت پر ہوں۔ اس کے بعد مجھے چند مہینے کسی رسالے میں ایک ادنیٰ افسر کی حیثیت سے کام کرنا پڑے گا۔ پھر اگر مجھے کسی ذمہ داری کا اہل سمجھا گیا تو کسی دستے کی کمان دی جائے گی۔"

Pdf by Road Sign

امتیاز الدولہ نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ ''میں تمہاری باتوں سے متاثر ہوا ہوں اور میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سلطان ٹیپو کے متعلق دکن کے ہر آدمی کے وہ خیالات نہیں جو تم نے اس محفل میں سنے ہیں۔ وہاں ایسے لوگ موجود ہیں جو انہیں اپنا دوست سمجھتے ہیں اور جو دکن اور میسور کے موجودہ اختلافات کو اپنے مستقبل کے لیے اچھا شگون خیال نہیں کرتے اور میں ان میں سے ایک ہوں۔ مجھے نظام الملک اور سلطان ٹیپو کے درمیان کوئی ایسی خلیج نظر نہیں آئی جسے پاٹا نہ جاسکتا ہو۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ میسور اور دکن کے حقیقت پسند اور صحیح خیال لوگ جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کی اجتماعی بقا کے لیے دونوں حکومتوں کے اختلافات دور کرنے کی مخلصانہ کوشش جاری رکھیں۔''

مرادعلی نے جواب دیا۔ ''اگر آپ کے خیالات یہ ہیں تو میں آپ سے ملنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میسور کا ہر باشعور آدمی پانچوں وقت نماز کے بعد میسور اور دکن کے اتحاد کے لیے دعا کرتا ہے، اور وہاں ایک شخص ایسا بھی ہے جس کی ہر سانس کے ساتھ صرف دکن اور میسور ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ہر مسلمان کے لیے دعائیں نکلتی ہیں اور وہ ٹیپو سلطان ہیں۔''

Pdf by Road Sign

تیاز الدولہ نے کہا کاش میں بھی تمہاری طرح پوری خود اعتمادی کے ساتھ نظام الملک کے متعلق کچھ کہہ سکتا' یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ حضور نظام الملک، سلطان ٹیپو کو اپنا حریف سمجھتے ہیں۔ تاہم میں مایوس نہیں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ کسی دن سلطان ٹیپو میرے جیسے بے بس انسانوں کی طرح حضور نظام کو بھی صحیح راستہ دکھا سکیں گے۔ قدرت نے انہیں جس مقصد کے لیے منتخب کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔ جو رہنما تمہاری عمر کے

توجوانوں میں یہ جذبہ پیدا کر سکتا ہے اسے نظام الملک کو متاثر کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ میں صدق دل سے یہ دعا کرتا ہوں کہ سلطان کے ایلچی نظام الملک کو انگریزوں اور مرہٹوں سے علیحدہ رکھنے میں کامیاب ہو جائیں۔

جب تم اس محفل میں تقریر کر رہے تھے تو میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ دکن اور میسور کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو دکن کے لوگ مجھے نظام کے سپاہیوں کی اگلی صف میں دیکھیں گے۔ میں ان کے لیے ڈھال کا کام دوں گا۔ میں اپنے سینے پر گولی کھاؤں گا۔ لیکن مرتے دم بھی سلطان ٹیپو کی شکست کے لیے دعا نہیں کروں گا۔ میری آخری خواہش یہی ہو گی کہ دکن اور میسور کے درمیان ایک دائمی اتحاد کا معاہدہ میرے خون کی روشنائی سے لکھا جائے۔ میں بار بار یہ سوچتا ہوں کہ آج تک جنوبی ہندوستان کی سرزمین پر اس ملک کے باشندوں کا جو خون گرا ہے وہ صرف فرنگی استبداد کی آبیاری کے کام آیا ہے۔"

Pdf by Read Sign
www.muftunpk.com

’’مراد علی خاموشی سے امتیاز الدولہ کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی گفتگو سے اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی اور کی بجائے اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔‘‘ شیخ فخر الدین کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔ ’’میرا خیال تھا کہ آپ باہر قوالی سن رہے ہیں۔‘‘

امتیاز الدولہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور جواب دیا۔ ’’شیخ صاحب یہ ایام قوالی سننے کے لیے موزوں نہیں ہے۔ میں اس نوجوان سے اپنی قوم کے حال اور مستقبل کے متعلق بات کر رہا تھا۔‘‘

شیخ فخر الدین نے واپس دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ ’’تو مجھے اس محفل میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے اپنے مستقبل کی منزل بہت قریب نظر آتی ہے اور میں ان دنوں صرف اپنے ماضی کے متعلق سوچا کرتا ہوں۔‘‘

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

امتیاز الدولہ نے کہا۔ ''نہیں شیخ صاحب تشریف رکھیے۔ شاید ماضی کے متعلق آپ کی باتیں سن کر ہم اپنے حال اور مستقبل کی تلخیوں کو تھوڑی دیر کے لیے بھول جائیں۔''

شیخ فخر الدین ہنستا ہوا امتیاز الدولہ کے سامنے بیٹھ گیا اور بولا۔ ''لیکن اگر میرے ماضی کی تلخیاں آپ کے حال اور مستقبل سے زیادہ ہوئیں تو؟'' امتیاز الدولہ مسکرایا۔ ''تو ہم آپ کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کریں گے۔'' شیخ فخر الدین نے کہا۔ ''جناب میں تو سمجھتا ہوں کہ میرے پہلو میں دل ہی نہیں ورنہ کیسے ممکن تھا کہ معظم علی جیسے لوگ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں اور میں یہاں بھٹکتا پھروں؟''

''معظم علی کون تھا؟''

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

''معظم علی مراد کے والد تھے۔''

''آپ انہیں جانتے تھے؟''

''جی ہاں! اور میرے لیے اپنے مستقبل سے متعلق چند حسین امیدوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر خدا نے مجھے جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت دی تو میں کسی دن اس نوجوان کو دیکھوں گا جسے جانا میری زندگی کی سب سے بڑی سعادت تھی۔''

''آپ انہیں کب ملے تھے؟''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''ہماری ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب میں اپنی بہن اور بھانجیوں کے ساتھ دہلی سے حیدرآباد آ رہا تھا اور راستے میں ڈاکوؤں نے ہمارے قافلے پر حملہ کر دیا تھا' اس وقت ہمیں چاروں طرف موت دکھائی دے رہی تھی۔ پھر چند آدمی اچانک ہماری مدد کو پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک معظم علی اور دوسرا اکبر خان تھا۔ ڈاکو کئی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور میں معظم علی اور اکبر خان کو دیکھ کر یہ محسوس کر رہا تھا کہ خدا نے ہماری اعانت کے لیے دو فرشتے بھیج دیے ہیں۔''

اب معظم علی اور اکبر خان کی شخصیات شیخ فخر الدین کی گفتگو کا موضوع بن گئی تھیں اور مراد اور امتیاز الدولہ اس کی باتوں میں ایک رنگین کہانی کی دلکشی محسوس کر رہے تھے۔ شہباز خان کمرے میں داخل ہوا اس نے کہا۔ ''جناب مہمان دستر خوان پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں چلیے!''

Pdf by Road Sign
www.magfo.pk.com

وہ اٹھ کر باہر آ گئے۔ مراد علی تذبذب کی حالت میں امتیاز الدولہ اور فخر الدین کے پیچھے آ رہا تھا۔ شہباز خان نے مراد علی کا بازو پکڑتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"مراد میں اپنے طرز عمل پر بہت نادم ہوں۔ ابا جان مجھ پر بہت خفا ہوئے تھے۔ میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں۔" مراد علی کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا اور اس نے جواب دیا۔ "آپ کو معذرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس محفل میں آپ کی خاطر مجھے اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔"

www.mediafunpk.com Pdf by Road Sign

امتیاز الدولہ سے ملاقات کے بعد مراد علی کی ذہنی الجھن بہت حد تک دور ہو چکی تھی۔ تاہم ادھونی کے باقی مہمانوں کے طرز عمل سے وہ یہ محسوس کرتا تھا کہ ان کے دلوں پر ابھی تک اس کی تقریر کی تلخی باقی ہے۔ فوج کے عہدہ دار خاص طور پر اس کے ساتھ باتیں کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ اسے عام مہمانوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن طاہر بیگ اور ہاشم بیگ کی بے اعتنائی اس کے لیے تکلیف دہ تھی۔ اس نے چند بار ان سے ہم کلام ہونے کی کوشش کی۔ لیکن ان کی نگاہیں بہت حوصلہ شکن ثابت ہوئیں۔ طاہر بیگ کے متعلق وہ یہ سوچ سکتا تھا کہ وہ ایک بڑی عمر کا آدمی ہے۔ اس کے علاوہ ادھونی کا ایک بہت بڑا جاگیردار اور فوج کا ایک اعلیٰ افسر ہونے کی وجہ سے بھی اسے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن ہاشم کو وہ شہباز خان کی طرح اپنا بھائی سمجھتا تھا اور اسے اس بات کا رنج تھا کہ اسے اکبر خان کی بیٹی کے شوہر کے سامنے اپنی محبت اور

Pdf by Road Sign
www.hagfunpk.com

خلوص کے اظہار کا موقع نہیں ملا۔ وہ بار بار ہاشم بیگ کی طرف دیکھتا اور اپنے دل میں کہتا کہ۔

"میرے بھئی تم اکبر خان کے داماد ہو یہ درست ہے کہ تم اس حویلی میں پیدا ہوئے ہو اور میں نے سرنگا پٹم میں آنکھ کھولی ہے لیکن ہم ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہو سکتے۔"

Pdf by Road Sign

اگلے دن برات رخصت ہو چکی تھی۔ شیخ فخر الدین براتیوں کے ساتھ ادھونی جا چکے تھے۔ مراد علی نے بھی واپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن اکبر خان نے اصرار کرکے دو دن اور اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ تیسرے دن وہ رخصت ہوتے وقت یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ مدتوں اکبر خان کے گھر میں رہ چکا ہے، وہ بلقیس کی دعائیں لینے کے بعد گھر سے نکلا۔ اکبر خان، شہباز اور ثمینہ دروازے تک اس کے ساتھ آئے۔ ڈیوڑھی سے باہر گاؤں کے کئی آدمی اسے خدا حافظ کہنے کے لیے کھڑے تھے۔ اکبر خان دو نوجوانوں کو میسور کی سرحد تک مراد علی کا ساتھ دینے کا حکم دے چکا تھا اور وہ اپنے گھوڑوں سمیت دروازے پر کھڑے تھے۔ جب وہ اکبر خان اور شہباز سے بغل گیر ہونے اور گاؤں کے دوسرے آدمیوں سے مصافحہ کرنے کے بعد ثمینہ کی طرف متوجہ ہوا تو ثمینہ کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو امڈ آئے۔ اس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign
www.pakistanipoint.com

''چچا جان تو یہ کہا کرتے تھے کہ تم کبھی نہیں رویا کرتی۔'' ثمینہ کوئی جواب نہ دے سکی۔ لیکن جب وہ گھوڑے پر سوار ہوا تو اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کی رکاب پکڑتے ہوئے کہا۔ ''میں نے وہ چھوہارے آپ کی خورجین میں ڈال دیے تھے اور مٹھائی بھی۔''

Pdf by Road Sign

ایک دن جین فرحت کے اس کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔ جس میں اس نے اپنے شوہر اور دو بڑے بیٹوں کی یادگاریں جمع کر رکھی تھیں۔ دیوار کے ساتھ کھونٹی پر ٹنگی ہوئی ایک تلوار کی خوب صورت نیام ذرا گرد آلود تھی۔ جین برابر کے کمرے سے ایک کپڑا اٹھا لائی۔ اور اس نے تمام چیزوں کی صفائی شروع کر دی۔ تلواروں، بندوقوں اور دوسرے ہتھیاروں کی گرد جھاڑنے کے بعد اس نے ایک الماری کھولی اور کتابوں کو صاف کرنا شروع کر دیا۔ فرحت نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''بیٹی تم یہاں کیا کر رہی ہو اندر گرمی ہے۔ آؤ باہر بیٹھیں۔''

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

جین دو تین لفظ سے زیادہ نہ سمجھ سکی اور اس نے ایک کتاب سے گرد جھاڑ کر الماری میں رکھتے ہوئے فرحت کو فرانسیسی زبان میں کچھ سمجھانے کی کوشش کی۔ فرحت نے کہا۔ ''کاش میں تمہاری زبان سمجھ سکتی۔ یہ دیکھو انور علی کا خط آیا ہے سمجھتی ہو۔ انور علی کا خط!''

فرحت کے ہاتھ میں کاغذ دیکھنے کے اور انور علی کا نام سننے کے بعد جین کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ وہ خط کے متعلق کچھ کہہ رہی ہے

Pdf by Road Sign

اس نے کاغذ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ''انور علی''

''انور علی کا خط۔'' فرحت نے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔

www.magfun.pk.com

جین۔ ''انور علی...... کا...... خط...... انور علی کا خط کہہ کر ہنس پڑی۔ فرحت نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا کاش میں تمہیں سمجھا سکتی کہ اس میں کیا لکھا ہے! چلو باہر بیٹھیں یہاں بہت گرمی ہے۔''

جین کچھ سمجھے بغیر باہر نکل آئی اور وہ صحن میں ایک درخت کے نیچے موڑھوں پر بیٹھ گئی۔ مراد علی دروازے سے نمودار ہوا۔ اور اس نے قریب آ کر کہا۔ ”امی جان میں ایک اہم خبر لایا ہوں۔ ہماری فوج پرسوں یہاں سے روانہ ہو جائے گی......“ پھر وہ جین کی طرف متوجہ ہو کر فرانسیسی زبان میں بولا۔

Pdf by Road Sign

www.maqfun.pk.com

”میں نے امی جان کو یہ خبر سنائی ہے کہ ہماری فوج پرسوں یہاں سے روانہ ہو جائے گی۔ اور میں آپ کے لیے بھی ایک خوشخبری لایا ہوں۔ موسیو لیگراند دیوان خانے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“

جین نے حیران ہو کر کہا۔ ''وہ آ گیا ہے......؟ لیکن مجھے اس نے کوئی اطلاع نہیں دی۔ پچھلے خط میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں تھا کہ وہ سرنگا پٹم آ رہا ہے۔'' مراد علی نے جواب دیا۔ ''ان کی فوج شمال کی طرف جا رہی ہے اور وہ ایک ہفتے کے لیے رخصت لے کر آئیں ہیں۔ وہ مجھے راستے میں ملے تھے۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

جین نے انور علی کا خط جو ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔ مراد علی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ تمہارے بھائی کا خط ہے۔'' مراد علی نے کاغذ پکڑتے ہوئے اپنی ماں سے پوچھا۔ ''امی جان یہ کب آیا ہے؟''

''ابھی آیا ہے بیٹا۔ میری سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ میں تمہاری عدم موجودگی میں جین سے باتیں نہیں کر سکتی۔ تم اسے خط پڑھ کر

سنا دو۔" مراد علی نے خط کھول کر دیکھا۔ اور جبین کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔" آپ لیگر انڈ سے مل آئیں۔ پھر میں آپ کو بھائی جان کا خط پڑھ کر سنا دوں گا۔"

Pdf by Road Sign

"نہیں میں ابھی سننا چاہتی ہوں۔" مراد علی نے انور علی کے خط کا فرانسیسی ترجمہ سنانا شروع کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

''امی جان میں بخیریت ہوں۔امید ہے کہ مراد چچا اکبر خان کے گاؤں سے واپس آ گیا ہوگا۔مجھے خوشی ہے کہ جین آپ کے ساتھ خوش رہتی ہے اور اس کی صحت بہتر ہو رہی ہے۔ہم آج اپنے مستقر سے شمالی سرحد کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔جنگ کے خطرات بہت بڑھ گئے ہیں۔اور مجھے ہر لمحہ آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔دلاور خان کی صحت اب خراب رہتی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ اسے گھر بھیج دیا جائے اس عمر میں اسے آرام کی ضرورت ہے۔امید ہے کہ وہ اگلے مہینے آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔مجھے گزشتہ دو ماہ سے لیگرانڈ کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی۔اگر جین کے پاس اس کا کوئی خط آیا ہو تو مجھے ضرور بتا دیں کہ وہ کس حال میں ہے......والسلام آپ کی دعاؤں کا طالب

''انور علی''

Pdf by Road Sign
www.m...pk.com

فرحت نے جین سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''بیٹی جاؤ وہ تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔'' مراد علی نے فرانسیسی زبان میں فرحت کی ترجمانی کر دی اور جین اٹھ کر مکان کے مردانہ حصے کی طرف چل دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لیگراند کے سامنے کھڑی یہ کہہ رہی تھی۔ ''معاف کیجیے گا آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ انور علی کا خط آیا تھا اور میں مراد علی سے اس کا ترجمہ سن رہی تھی۔''

Pdf by Road Sign

''وہ ٹھیک ہے نا؟''

''ہاں۔'' لیگر انڈ نے کہا۔ ''جین بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' وہ بیٹھ گئی۔ لیگر انڈ بولا۔ ''میرے ساتھی بنگلور سے شمال کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔ اور مجھے اس شرط پر ایک ہفتے کی چھٹی دی گئی ہے کہ میں سرنگاپٹم سے ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔ وہ پرسوں تک پہنچ جائیں گے۔ اور تین چار دن تک یہاں قیام کریں گے۔ موسیو لالی نے مجھے کہا تھا کہ جنگ کے امکانات بہت بڑھ گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ تمہیں دیر تک سرنگاپٹم سے دور رہنا پڑے۔ ان حالات میں اگر تم شادی کرنا چاہو تو یہ موقع ہے۔ جین اگر تم پسند کرو تو چار دن بعد میرے تمام فرانسیسی دوست ہماری شادی میں شریک ہو سکیں گے۔ اور ہمارے دستے کا پادری ہماری شادی کی رسومات ادا کرے گا۔ مجھے انور علی کی غیر حاضری کا افسوس ہو گا۔ لیکن تم سمجھ سکتی ہو کہ ہم کیسے حالات سے گزر رہے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.urdujahan.com

جین چند ثانیے گردن جھکائے سوچتی رہی اور لیگر انڈ اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کے دل کی کیفیت کا اندازہ نہ لگا سکا۔ اس نے کہا:

''جین پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اگر تمہیں اعتراض ہو تو ہم کسی بہتر وقت کا انتظار کر سکتے ہیں۔ لیکن میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ میرے متعلق تمہارے خیالات کیا ہیں۔ ہماری رفاقت چند حادثات کا نتیجہ تھی تاہم میں یہ فرض کر چکا ہوں کہ ہم ایک دوسرے کے لیے ہیں۔ اور تمہارے بغیر میرے لیے یہ دنیا کوئی معنی نہیں رکھتی۔ مریش سے روانہ ہوتے وقت میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دوبارہ ملنے کے بعد ہم ایک دن کے لیے بھی ایک دوسرے سے علیحدہ رہنا پسند کریں گے۔ لیکن اب میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارے لیے میری رفاقت زندگی کا ایک مسئلہ تو ہو سکتی ہے لیکن زندگی کا اہم ترین مسئلہ نہیں بن سکتی۔''

Pdf by Road Sign www.naeyaufpk.com

جین نے کہا۔ ”ڈیگر اینڈ اگر تمہیں یہ شکایت ہے کہ میں یہاں کیوں ٹھری ہوں تو میں اسی وقت تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔“

”نہیں جین تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔ میں ان لوگوں سے متعارف ہونا اپنے لیے قدرت کا سب سے بڑا انعام سمجھتا ہوں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم ایک دریا کے دو مختلف کناروں پر رہتے تھے۔ پھر قدرت نے اٹھا کر ہمیں منجدھار میں پھینک دیا اور ہم نے اضطراری حالت میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب طوفان گزر چکا ہے اور ہم ساحل پر پہنچ چکے ہیں۔ اب تمہیں زندگی کی نئی منازل کی طرف قدم بڑھانے کے لیے میرا ہاتھ پکڑنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارے لیے سہارا نہیں بن سکتا۔ اب میں تمہیں یہ موقع دینا چاہتا ہوں کہ تم ماضی کے تمام واقعات کو نظر انداز کر کے اپنے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کرو۔ اگر تمہارا فیصلہ یہ ہو کہ تم میری رفیقہ حیات بن کر خوش رہ سکتی ہو تو میں

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

اس غریب الوطنی میں بھی یہ محسوس کروں گا کہ دنیا میرے قدموں میں ہے لیکن اگر تم یہ محسوس کرو کہ میں اس قابل نہیں تو مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔‘‘

Pdf by Road Sign

جین نے کہا۔ ''لیگرانڈ آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس سے تمہیں دکھ پہنچا ہو۔''

''نہیں جین، تم نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ تم ایسی بات کر ہی نہیں سکتی۔ تم بہت رحم دل ہو لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ تم صرف رحم اور مروت کے جذبات سے مغلوب ہو کر اپنا مستقبل ایک ایسے آدمی کو سونپ دو، جس کی رفاقت سے تمہارے سینے میں زندگی کے تمام ولولے سرد ہو کر رہ جائیں۔''

جین مسکرائی۔ ''اگر میں یہ کہوں کہ میرے دل میں اب زندگی کی کوئی تڑپ یا ولولہ باقی ہی نہیں رہا تو تم کیا کہو گے؟''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

لیگرانڈ نے جواب دیا۔ ''جین میری باتوں کو مذاق میں نہ ٹالو۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ شادی کے متعلق تم اپنے کسی سابقہ فیصلے کی پابند نہیں ہو۔ اور تمہیں یہ اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ میں کہاں تک تمہاری توقعات پوری کرسکتا ہوں۔''

جین نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ ''لیگرانڈ آج تمہیں کیا ہوگیا ہے خدا کے لیے یہ تو سوچو تمہارے سوا دنیا میں میرا ہے کون؟'' لیگرانڈ نے پریشان ہوکر کہا۔ ''مجھے معاف کردو جین مجھے معلوم نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں۔ میں زندگی کی ہر مصیبت برداشت کرسکتا ہوں لیکن تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔''

Pdf by Road Sign
www.mafiafun.pk.com

جین نے کہا۔ ”لیگر انڈ اگر میرے طرزِ عمل سے تمہیں کوئی دکھ ہوا ہے تو میں تم سے معافی مانگتی ہوں۔ میری پریشانی کی وجہ کچھ اور تھی۔ ابھی مراد علی نے مجھے بتایا ہے کہ وہ بھی پرسوں یہاں سے کوچ کر رہا ہے۔ ان حالات میں کس منہ سے اس کی ماں کو یہ خبر سنا سکتی ہوں کہ ہم نے اچانک شادی کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انور علی، مراد علی اور ان کی والدہ کے سوا اس دنیا میں ہمارا کوئی دوست نہیں، کیا یہ بہتر ہو گا کہ ہم شادی کے لیے اس دن کا انتظار کریں جب وہ دونوں بھائی گھر پر موجود ہوں اور ان کی والدہ جنہیں اب میں بھی اپنی ماں سمجھتی ہوں، ہماری خوشی میں حصہ لے سکیں۔“

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

لیگر انڈ کے چہرے سے رنج و ملال کے بادل چھٹ چکے تھے وہ مسکرایا۔

Pdfby Road Sign

”جین...... پیاری جین مجھے معاف کر دو۔ میں قیامت تک اس دن کا انتظار کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک حالات بہتر پیدا نہیں ہوتے میں اس مسئلہ پر کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔“

۱۷۸۵ء کی گرمیوں میں گنیش پنت کی کمان میں مرہٹوں کا ایک لشکر دریائے کرشنا کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ پیشوا اور نانا فرنویس کی کوششوں سے مرہٹوں میں پھر ایک بار وہ ولولہ بیدار ہو چکا تھا جو پچیس برس قبل انہیں پونا سے پانی پت کے میدان تک لایا تھا۔ ہندوستان کے طول و عرض سے مرہٹہ سردار اپنی افواج کے ساتھ پیشوا کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے۔ ناگپور سے دھوجی بھونسلے بارہ ہزار آزمودہ کار سپاہیوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کا وعدہ کر چکا تھا۔

اندور سے تکوجی ہلکر اپنے توپ خانے کے علاوہ بیس ہزار پنڈارہ فوج کے ساتھ میسور پر چڑھائی کے لیے تیار تھا۔ پرسرام بھاؤ اور رگوناتھ راؤ کے افواج بھی میسور پر یلغار کرنے کے لیے نانا فرنویس کے حکم کا انتظار کر رہی تھیں۔

Pdf by Road Sign
www.magicbank.com

ان عظیم تیاریوں کے بعد نانا فرنویس کے ایلچی میر نظام علی پر ڈورے ڈال رہے تھے۔ میر نظام علی ٹیپو کے بدترین حاسدوں اور بد خواہوں میں سے تھا۔ تاہم میسور کے خلاف جنگ کی صورت میں اپنے نقصانات کا اندازہ کرتے ہوئے اسے سخت الجھن محسوس ہوتی تھی۔ اسے اپنی قوت پر ناز تھا لیکن ماضی کے تجربات اسے یہ سمجھانے کے لیے کافی تھے کہ طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لیے میسور کی سرزمین موزوں نہیں۔ وہ کچھ عرصہ نانا کے وکیل کو ٹالتا رہا لیکن جب اسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ مرہٹے میسور پر حملہ کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں اور وہ تنہا اپنی قوت سے سلطنت خداداد پر ضرب کاری لگا سکتے ہیں تو وہ جنگ میں شرکت کے لیے تیار ہو گیا۔ متحدہ افواج کے ابتدائی مستقر کے لیے اودگیر کا مقام منتخب کیا تھا اور اس نے نومبر کے آخر میں پینتیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ وہاں کا رخ کیا۔

Pdf by Road Sign
www.magiripk.com

نظام کے اودگیر پہنچنے کے چند دن بعد ملک کے طول و عرض سے مرہٹوں کی ایک لاتعداد فوج وہاں جمع ہو چکی تھی۔ مرہٹوں کا پڑاؤ میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ مرہٹہ سپاہیوں کے حوصلے بڑھانے کے لیے وہ پروہت، جوگی اور سادھو بھی وہاں پہنچ چکے تھے، جو سلطان ٹیپو کی شخصیت کو جنوبی ہندوستان میں ہندو غلبہ کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ اس فوج میں وہ رہزن اور لٹیرے بھی شامل ہو گئے تھے۔ جنہیں صرف میسور کی دولت کے ساتھ دلچسپی تھی۔

Pdf by Road Sign
www.magurpk.com

نظام کا اس جنگ میں شریک ہونا خالصتاً ایک سیاسی مسئلہ تھا۔ تاہم درباری گویے، شاعر اور خوشامدی اسے یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ اپنے دور کا سب سے بڑا غازی ہے۔ فتح کی امید پر جشن شروع ہو چکے تھے۔ میر نظام علی رقص و سرور کی محفلوں میں مرہٹہ راجوں

اور چیدہ چیدہ سرداروں کے درمیان میر مجلس کی حیثیت سے بیٹھتا تھا۔ شراب کے دور چلتے تھے۔ رقاصاؤں، گویوں اور سازندوں پر سونے کے سکوں کی بارش ہوتی تھی اور پھر جب یہ محفلیں برخواست ہوتی تھیں اور یہ لوگ کسی خیمے میں جمع ہو کر جنگ کی تجاویز پر غور کرتے تھے تو سب سے زیادہ بحث اس بات پر ہوتی تھی کہ فتح کے بعد میسور کی زمین اور خزانے کس طرح تقسیم ہونے چاہئیں۔ قریباً ڈیڑھ ماہ کی بحث و تمحیص کے بعد میر نظام علی اور مرہٹہ حکمرانوں کے مابین جنگ کی تفصیلات اور مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق سمجھوتہ ہو چکا تھا اور پڑاؤ میں ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ حیدر آباد اور پونا کے ایک عام سپاہی سے لے کر بڑے سے بڑے افسر تک ہر شخص کی یہی آواز تھی کہ اب ٹیپو سلطان کے لیے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

چند دن بعد اودگیر سے مسلح افواج کا یہ سیلاب عظیم جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ مرہٹوں کا لشکر اسّی ہزار سواروں اور چالیس ہزار پیادہ سپاہیوں پر مشتمل تھا اور میر نظام علی کے جھنڈے تلے چالیس ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ سپاہیوں پر مشتمل تھا اور میر نظام علی کی طرح انگریزوں کو بھی اس جنگ میں شامل کرنے کی ہر امکانی کوشش کر چکا تھا۔ لیکن انگریزوں کے پرانے زخم ابھی تک مندمل نہیں ہوئے تھے اور وہ ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ تاہم نانا فرنویس اور میر نظام علی کو اس بات کا یقین تھا کہ جب انگریزوں کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ سلطان ٹیپو ان کی لاتعداد فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو وہ میسور کی تقسیم میں حصہ دار بننے کے لیے بلاتوقف میدان میں کود پڑیں گے۔

Pdf by Read Sign
www.maktubpk.com

پونا اور حیدرآباد میں انگریزوں کے ایجنٹ انہیں اس بات کا یقین دلا چکے تھے کہ کمپنی سلطان ٹیپو کے ساتھ اپنے سابقہ معاہدوں کا صرف اس وقت تک احترام کرے گی جب تک کہ میسور کی دفاعی قوت باقی ہے۔

میر نظام علی خان اپنی فوج کی کمان تہور جنگ کو سونپ کر حیدرآباد واپس چلا گیا۔ نانا فرنویس کو بھی زیادہ عرصے کے لیے پونا سے غیر حاضر رہنا پسند نہ تھا۔ پیشوا کے دربار میں اس کے کئی حریف موجود تھے۔ لیکن مرہٹہ لشکر میں بددلی پھیل جانے کے ڈر سے اس نے کچھ عرصہ کے لیے پونا جانے کا ارادہ بدل دیا۔

شہباز خان تنویر کو لانے کے لیے ادھونی گیا ہوا تھا اور اس کے والدین گزشتہ آٹھ دس روز سے سخت پریشانی کی حالت میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک دن شہباز خان کا پتہ کرنے کے لیے اکبر خان نے گاؤں سے دو سوار روانہ کیے لیکن چند گھنٹوں کے بعد ایک سوار واپس آ گیا اور اس نے یہ کہا کہ شہباز اور تنویر ہمیں راستے میں مل گئے تھے اور تھوڑی دیر میں گھر پہنچ جائیں گے۔

سہ پہر کے وقت شہباز خان ایک مختصر سے قافلے کے ساتھ پہنچ گیا۔ کہار تنویر کی ڈولی رہائشی مکان کے صحن میں لے گئے۔ جہاں گاؤں کی عورتوں کا ایک ہجوم جمع ہو چکا تھا۔ تنویر لجاتی، شرماتی اور سمٹی ہوئی ڈولی سے اتری اور گاؤں کی عورتیں آگے بڑھ بڑھ کے اس سے گلے ملنے لگیں۔

Pdfbooksfree.pk / www.mediafumpk.com / Pdf by Read Sign

شہباز خان کچھ دیر مکان کے مردانہ حصے میں اپنے باپ سے باتیں کرتا رہا اور جب گاؤں کی عورتیں اپنے اپنے گھروں کو چلی گئیں تو وہ اپنی ماں کو سلام کرنے کے لیے رہائشی مکان میں داخل ہوا۔ بلقیس، تنویر اور ثمینہ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ بلقیس نے اسے دیکھتے ہی شکایت کے لہجے میں کہا۔ ''بیٹا تم نے ہمیں بہت ہی پریشان کیا۔ اگر وہاں تمہارا دل لگ گیا تھا تو ہمیں کم از کم ایک خط ہی بھیج دیا ہوتا۔''

شہباز نے ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''امی جان تنویر سے پوچھ لیجیے میں بے قصور ہوں۔ یہ ایک مجبوری تھی؟'' ورنہ میرا تین دن سے زیادہ وہاں ٹھہرانے کا ارادہ نہ تھا۔''

Pdf by Read Sign

''کیا مجبوری تھی؟'' ماں نے پوچھا۔ شہباز خان نے جواب دینے کی بجائے ثمینہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''ثمینہ تم باہر جاؤ میں امی جان سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' ثمینہ سراپا احتجاج بن کر اٹھی اور منہ بسورتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ شہباز خان نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ ''امی جان آپ یہ وعدہ کریں کہ آپ مجھ سے خفا نہیں ہوں گی۔'' بلقیس نے کہا۔ ''بیٹا مجھے یقین ہے کہ تم نے کوئی ایسی بات نہیں کی ہوگی جس سے تمہارے والدین کو شرمسار ہونا پڑے۔ تم پریشان کیوں ہو؟''

Pdf by Road Sign

شہباز نے جواب دیا۔ ''امی جان مجھے صرف یہ ڈر ہے کہ جب ابا جان کو پتا چلے گا تو وہ بہت خفا ہوں گے۔ میں...... میں ادھونی کی فوج میں شامل ہو چکا ہوں۔'' بلقیس کا چہرہ اچانک زرد پڑ گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کے حلق میں آواز نہ تھی شہباز خان نے کہا۔ ''امی جان خدا کے لیے میری طرف اس طرح نہ دیکھیے۔ میرے لیے ان کے طعنے ناقابل برداشت تھے۔ میں یہ نہیں سن سکتا تھا کہ میرے ابا جان جنگ سے ڈرتے ہیں۔ میں خالو جان اور ان کے رشتہ داروں کی باتوں سے یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ ہمیں بزدل سمجھتے ہیں۔''

بلقیس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا اور اس نے کہا۔ ''شہباز! حیدرآباد اور ادھونی کی کسی ماں کا لال تمہارے ابا کو بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکتا وہ لوگ ابھی تک زندہ ہیں جنہوں نے پانی پت کے میدان میں ان کی جرات اور مردانگی دیکھی ہے۔ بتاؤ تمہارے خالو نے کیا کہا تھا؟''

Pdf by Road Sign

''خالو جان نے کچھ نہیں کہا امی جان' وہ صرف اس بات پر افسوس کرتے تھے کہ ابا جان جنہیں کسی بڑی فوج کا سپہ سالار ہونا چاہیے تھا' اب صرف ایک کسان کی زندگی پر قناعت کر چکے ہیں۔''

''تمہارے ابا جان بیس سال کی عمر میں ادھونی کے سپہ سالار سے زیادہ جانتے تھے''

Pdf by Road Sign

''امی جان' جہاں تک میرے فوج میں بھرتی ہونے کا تعلق ہے' خالو جان اس معاملے میں بے قصور ہیں۔ یہ میرا اپنا فیصلہ تھا' ان کے خاندان کا ہر نوجوان فوج میں ملازم تھا' کئی ایسے تھے جو عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے۔ جب میں ان سے ملتا تھا تو ان کا سوال یہی ہوتا تھا کہ تم فوج میں بھرتی کیوں نہیں ہوتے۔ تنویر سے پوچھ لیجیے' ان کے خاندان کی لڑکیاں تک مجھ سے مذاق کرتی تھیں۔''

www.maghpk.com

بلقیس نے کہا۔ ”اور تمہاری غیرت جوش میں آ گئی۔ مگر یہ بھول گئے کہ تمہارے باپ کے لیے تمہاری یہ حرکت کتنی تکلیف دہ ہوگی۔“

تنویر نے کہا۔ ”امی جان' بھائی اس معاملے میں بے قصور ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ فوج میں بھرتی ہونے سے پہلے دو تین راتیں وہ سو نہیں سکے۔“ فوج کی ملازمت کے متعلق تمہاری خالہ جان کو تمہارے ابا کے خیالات معلوم تھے ان کا یہ فرض تھا کہ وہ اسے سمجھاتیں۔“

”امی جان انہوں نے سمجھایا تھا۔ انہوں نے بہت مخالفت کی تھی۔ لیکن ان کے گھر کا ماحول ایسا تھا کہ بھائی جان کی جگہ اگر میں ہوتی تو مجھے بھی یہی فیصلہ کرنا پڑتا۔ ابا جان یہاں ہجرت کر کے آئے تھے تو حالات اور تھے لیکن اب ادھوئی کے کسی بڑے خاندان کے لڑکے کے لیے فوجی ملازمت سے انکار کرنا ممکن نہیں۔“

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

بلقیس نے کہا۔ ''اب اس مسئلے پر بحث کی ضرورت نہیں۔ شہباز تم ایک غلطی کر چکے ہو اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس غلطی کا کفارہ کیا ہو سکتا ہے۔ تمہارے ابا جان کے لیے یقیناً یہ بات ناقابل برداشت ہوگی۔ وہ تمہیں کسی صورت فوج میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔''

شہباز نے کہا۔ ''امی جان میں بھرتی ہو چکا ہوں۔ اب شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ مجھے گرفتار کر کے لے جائیں گے۔ خدا کے لیے ابا جان کو سمجھانے کی کوشش کیجیے اور اگر آپ یہ محسوس کرتی ہیں کہ آپ اس مسئلے میں کچھ نہیں کر سکتیں تو خاموش رہیے۔ میں ادھوئی جا کر ان کی خدمت میں خط لکھ دوں گا۔ پھر جب تک ان کا غصہ فرو نہیں ہوگا، میں گھر نہیں آؤں گا۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جب ادھوئی کا ہر جوان فوج میں شامل ہو چکا ہے۔ خالو جان اور ہاشم بیگ بھی فوج میں ملازم ہیں تو میرے فوج میں شامل ہو جانے سے کون سی

قیامت آ جائے گی۔ ابا جان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہم مہابت جنگ کی رعایا ہیں اور انہیں ادھونی کی حفاظت کے لیے فوج کی ضرورت ہے۔''

بلقیس نے جواب دیا۔ ''شہباز! بیٹا میرے سمجھانے سے کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے اس معاملے میں صرف ایک ماں کا فرض ادا کرنا ہے۔ میں اب یہ کوشش کروں گی کہ میرے بیٹے اور میرے شوہر کے درمیان کوئی دیوار حائل نہ ہو جائے۔ لیکن جب تک میں تمہارے باپ سے بات نہ کر لوں تمہیں یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کرنی چاہیے۔''

www.mifunpk.com
Pdf by Read Sign

اگلے روز صبح کی نماز کے تھوڑی دیر بعد اکبر خان دیوان خانے کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ شہباز خان جھجکتا ہوا اور چند ثانیے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں اس کے سامنے کھڑا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔

''ابا جان آپ نے مجھے بلایا ہے؟''

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

اکبر خان نے اس کی طرف دیکھے بغیر ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' شہباز بیٹھ گیا۔ باپ کے تیور دیکھ کر وہ دل میں انتہائی ناخوش گوار دھڑکنیں محسوس کرنے لگا۔ اکبر خان نے اچانک گردن اٹھائی اور اس کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

''شہباز! روہیل کھنڈ میں ہمارے قبائل کا یہ رواج تھا کہ جب کسی سردار کا بیٹا اپنی مہم سے کامیاب ہو کر لوٹتا تھا تو اس کے قبیلے کے تمام

لوگ خوشیاں مناتے تھے۔تم اپنے خیال کے مطابق ادھونی میں ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے کر آئے ہو اور میرے قبیلے کے لوگوں کو خبر تک نہیں ہوئی۔میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ اپنی غریب الوطنی کے باوجود مجھے اپنا سردار سمجھتے ہیں اور میری خوشی غم میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتے ہیں جب انہیں یہ پتا چلے گا کہ میرے بیٹے نے انہیں اپنی زندگی کی پہلی کامیابی کی خوشی میں شامل ہونے کے قابل نہیں سمجھا تو انہیں کتنا افسوس ہوگا۔"

Pdf by Road Sign
www.magpk.com

اکبر خان کا یہ انداز گفتگو شہباز کے لیے نیا تھا اور وہ اس تمہید کو ایک بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ سمجھ رہا تھا۔اکبر خان نے اچانک اپنا لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔تمہیں ادھونی کی فوج کے عہدہ داروں کی قسمت پر رشک آتا ہوگا اور اب شاید تم یہ سمجھتے ہو گے کہ تم شیروں کی صف میں

کھڑے ہو گئے ہو۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ تم ان گیدڑوں کے ساتھ جا ملے ہو جنہیں پیٹ بھرنے کے لیے ہمیشہ کسی لاش کی ضرورت ہوتی ہے۔ روہیل کھنڈ سے ہجرت کرنے کے بعد میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ہمارے قبیلے کے لوگوں کو ایک ایسی جائے پناہ مل جائے جہاں یہ محنت مشقت کر کے اپنا پیٹ پال سکیں۔

Pdf by Road Sign

معظم علی نے ہمیں میسور میں آباد ہونے کی دعوت دی تھی۔ لیکن انگریزوں، مرہٹوں اور میر نظام علی کے جارحانہ عزائم کے باعث میسور کا مستقبل اس وقت مجھے غیر یقینی نظر آتا تھا اور میں روہیل کھنڈ کی تباہی دیکھنے کے بعد ان لوگوں کی جنگ کی آگ سے دور رہنا چاہتا تھا۔ میں یہاں اس شرط پر آباد ہوا تھا کہ مجھے حیدر آباد یا دھونی کی فوج کے لیے کرایے کے سپاہی مہیا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن تم نے اب بڑھاپے میں بھی مجھے اس بات کا احساس دلایا ہے کہ میرا فیصلہ غلط تھا اور اس ملک میں سلامتی کا راستہ وہی تھا جو معظم علی نے اختیار کیا تھا۔ ان کے پاس اتنا کچھ تھا کہ وہ کسی گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر خوش حالی اور فارغ البالی کے دن بسر کر سکتے تھے لیکن وہ ہرنگا پٹم گئے اور حیدر علی کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ یہ جانتے ہوئے کہ میسور میں آزادی کی ہر سانس کے بدلے انہیں اپنی زندگی کی لاتعداد راحتیں قربان کرنی پڑیں گی۔

Pdf by Road Sign

جب میں نے ان کی اور ان کے دو بیٹوں کی شہادت کی خبر سنی تھی تو میں یہی محسوس کرتا تھا کہ کاش وہ سرنگاپٹم جانے کی غلطی نہ کرتے ۔لیکن آج میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ جان کنی کے وقت بھی ایسی تکلیف محسوس نہیں کرتے رہیں ہوں گے جو اس وقت مجھے ہو رہی ہے۔ وہ جس موت کی تمنا کرتے تھے وہ میری زندگی سے ہزار گناہ بہتر تھی۔ اس وقت ان کی روح کو یہ تسکین ہوگی کہ ان کے باقی دو بیٹوں نے بھی وہ ہی راستہ اختیار کیا ہے جو انہیں عزیز تھا۔ تم اگر ادھونی کے فوج کے سپہ سالار بن جاؤ تو بھی میں مرتے وقت یہ ہی محسوس کروں گا کہ میں اس دنیا میں قابل فخر یادگار نہیں چھوڑ سکا۔ میں اپنی جمع پونجی خدا کی راہ میں نہیں لٹا سکا' وہ مجھ سے چوروں اور ڈاکوؤں نے چھین لی ہے۔ تم اپنے خالو اور ہاشم بیگ کو دیکھ کر سپاہی بننے کے لیے بے تاب تھے اور میری زندگی کی دوسری غلطی یہ تھی کہ میں نے ایک ایسے خاندان میں تنویر کا رشتہ کر دیا جس کا

Pdf by Road Sign
www.maqbpk.com

اولین فرض اس ملک میں اسلام کے بدترین دشمنوں کے لیے کرائے کے سپاہی مہیا کرنا ہے......... لیکن اب بحث سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم جو قدم اٹھا چکے ہو وہ واپس نہیں لے سکتے۔ میں یہ گوارا نہیں کروں گا کہ اب تمہیں لوگ بزدلی کا طعنہ دیں۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ تم نے جو راستہ اختیار کیا ہے اس کی آخری منزل کیا ہوگی۔ لیکن کاش تم اس باپ کی بے بسی کا اندازہ لگا سکتے جس کا بیٹا میدان جنگ میں لڑ رہا ہو اور وہ اس کی فتح کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا بھی نہ کر سکتا ہو۔

Pdf by Road Sign

آج تمہاری ماں میرے پاس سفارش لے کر آئی تھی اور اس نے مجھ سے التجا کی تھی کہ میں تم پر خفا ہونے کے بجائے تمہاری کامیابی کے لیے دعا کروں۔ لیکن جب میں نے اسے یہ جواب دیا کہ شہباز ادھونی کی فوج کا ملازم ہے اور ادھونی کی فتح ان مقاصد کی شکست ہو گی جن کے لیے معظم علی اور ان کے بیٹوں نے جان دی تھی۔ یا تم یہ دعا کر سکتی ہو کہ کسی دن تمہارے بیٹے کے ہاتھ انور علی اور مراد علی کے خون میں رنگے جائیں تو اس کے پاس میری بات کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ صرف یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھی کہ دکن اور میسور میں جنگ نہیں ہو گی۔ میں یہ نہیں سوچ سکتی کہ میر نظام علی مرہٹوں اور انگریزوں کے اکسانے پر میسور پر چڑھائی کر دے گا۔

شہباز خان کے جسم پر کپکپی طاری ہو چکی تھی۔ اس نے ملتجی آواز میں کہا۔ ''ابا جان جب میں بھرتی ہوا تھا تو میرے ذہن میں اس قسم کے سوالات نہیں تھے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں معظم علی کے بیٹوں کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔'' اکبر خان چلایا۔ ''خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔ تم فوج میں بھرتی ہوتے وقت مہاجت جنگ اور نظام کی وفاداری کا حلف اٹھا چکے ہو۔ اور میں تمہیں غداری کی ترغیب نہیں دے سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے صرف کسی کے طعنوں سے تنگ آ کر فوج میں بھرتی ہونے کا فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ تمہیں ایک مدت سے اس بات کا شوق تھا۔ تم طاہر بیگ کے خاندان کے لوگوں کی نظروں میں اونچا بننے کے لیے کسی لڑائی میں حصہ لینے سے دریغ نہیں کرو گے۔ تم آج سے ادھونی کی فوج کے سپاہی ہو اور میں آئندہ تمہیں کبھی یہ سوچنے کی دعوت نہیں دے سکوں گا کہ تم میرے بیٹے ہو۔ آج سے ہمارے راستے مختلف ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ثمینہ کمرے میں داخل ہوئی۔ شہباز خان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس کے لیے صورت حال کا اندازہ کرنا مشکل نہ تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اکبر خان کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ’’چلیے ابا جان کھانا تیار ہے۔‘‘ جب اکبر خان نے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

’’ابا جان! بھائی جان نے کیا قصور کیا ہے؟‘‘

’’کچھ نہیں جاؤ، تم باہر کھیلو!‘‘

ثمینہ آبدیدہ ہو کر شہباز کی طرف متوجہ ہوئی۔ ’’بھائی جان آپ باہر چلے جائیں۔ ابا جان آج بہت خفا ہیں۔‘‘ پھر وہ چند ثانیے اکبر

خان کی طرف دیکھنے کے بعد بولی۔ "چلیے ابا جان کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے اور امی جان آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔" اکبر خان نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے اپنی گود میں بٹھالیا اور اس نے اپنی ننھی بانہیں اس کے گلے میں ڈال دیں۔ شہباز خان اپنے باپ کے چہرے پر ایک ہلکا سا سکون دیکھ کر یہ محسوس کر رہا تھا کہ اب طوفان گزر چکا ہے۔

Pdf by Road Sign

نظام اور مرہٹوں کی افواج میسور کی طرف بڑھیں اور انہوں نے شمالی سرحد کی بستیوں کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد بادامی کا محاصرہ کرلیا۔ بادامی کی حفاظت کے لیے تین ہزار سپاہی متعین تھے۔ اتحادیوں کی فوج تقریباً تین ہفتے شہر پناہ پر گولہ باری کرتی رہی لیکن اسے فصیل توڑنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر انہوں نے ۲۰ مئی ۱۷۸۶ء کے دن یلغار کرکے فصیل پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب چاروں طرف سے ہزاروں آدمی خندق عبور کرکے سیڑھیوں کی مدد سے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کررہے تھے تو انہیں ایک غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ میسور کی فوج نے خندق کے آس پاس جگہ جگہ بارود کی سرنگیں بچھا رکھی تھیں۔ اچانک ایک سمت سے بارود کے دھماکوں کا سلسلہ شروع ہوا اور آن کی آن میں چاروں اطراف سے حملہ آور فوج کو گرد و غبار اور دھوئیں کے بادلوں نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ حملہ آور سینکڑوں لاشوں

Pdf by Road Sign

اور زخمیوں کو فصیل کے پاس چھوڑ کر آہستگی کی حالت میں پیچھے ہٹے ۔

Pdf by Road Sigo

لیکن تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ فصیل پر یلغار کر رہے تھے۔شہر کے محافظوں نے بڑی ہمت سے مقابلہ کیا۔لیکن حملہ آوروں کے سیلاب کے آگے ان کی پیش نہ گئی۔وہ اپنی بندوقوں سنگینوں نیزوں اور تلواروں سے فصیل پر چڑھنے کا راستہ روک رہے تھے۔لیکن جہاں دشمن کا ایک آدمی زخمی ہو کر گرتا وہاں دس اور اس کی جگہ لے لینے کے لیے موجود تھے۔تھوڑی دیر میں شہر پناہ کے کئی حصوں پر دشمن کا قبضہ ہو چکا تھا اور میسور کے جانباز گلیوں میں لڑتے ہوئے قلعے کی طرف ہٹ رہے تھے۔جب یہ لوگ قلعے میں داخل ہو رہے تھے تو دشمن نے پوری شدت کے ساتھ حملہ کر کے دروازے پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔لیکن قلعے کی فصیل سے شدید گولہ باری کے باعث ان کی پیش نہ گئی۔حملہ آوروں نے پے در پے یلغار کر کے قلعے کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کی۔لیکن میسور کے جانبازوں نے ان کے حوصلے خاک میں ملا دیے۔

Pdf by Road Sign

نظام اور پیشوا کے لشکر کو قریباً سولہ سولاشیں چھوڑ کر پسپا ہونا پڑا۔ یہ قلعے کے محافظوں کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ لیکن دشمن کی تعداد کے پیش نظر ان کے کمانڈار کو اس بات کا احساس تھا کہ وہ زیادہ دیر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قلعے کی فوج جس تالاب سے پانی حاصل کرتی تھی۔ وہ شہر میں تھا اور دشمن نے شہر پر قبضہ کرتے ہی پانی بند کر دیا تھا۔ جب پانی کی قلت کے باعث کئی آدمی ہلاک ہو گئے اور کمانڈار کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ آئندہ چند دن میں اسے کوئی کمک نہیں مل سکتی تو اس نے اپنے سپاہیوں کی جان بخشی کی شرط پر قلعہ دشمن کے حوالے کر دیا۔

Pdf by Road Sign

بادامی کی فتح کے بعد نانا فرنویس نے مرہٹہ افواج کی قیادت ہری پنت کے سپرد کی اور خود پونا چلا گیا۔ ہری پنت نے گجندر گڑھ کے قلعے پر حملہ کیا۔ یہ قلعہ کافی مضبوط تھا لیکن میسور کے ایک نمک حرام افسر نے دشمن سے رشوت لے کر قلعے کے دروازے کھول دیے۔ اس سے قبل مرہٹوں کا ایک لشکر گنیش پنت کی قیادت میں کٹھور کے قلعے پر حملہ کر چکا تھا۔ لیکن یہاں اس کا مقابلہ ٹیپو کے نامور سپہ سالار برہان الدین کے ساتھ تھا۔ برہان الدین نے مرہٹوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ پونا کی حکومت نے ہلکر کو ایک لشکر جرار کے ساتھ گنیش پنت کی مدد کے لیے پیش قدمی کا حکم دیا۔ ہلکر نے براہ راست کٹھور کے قلعے پر حملہ کرنے کی بجائے آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار شروع کر دی۔ اس اثنا میں شاہنور کا نواب عبدالحکیم خان سلطان کے ساتھ غداری کر کے مرہٹوں کے ساتھ مل گیا اور ہلکر اور گنیش پت کی افواج کٹھور کا محاصرہ چھوڑ کر اپنے نئے اتحادی کو مدد دینے کی نیت سے شاہنور کی طرف بڑھیں۔

Pdf by Road Sign
www.mediafunpk.com

برہان الدین نے مرہٹوں کا پیچھا کیا اور شاہنور کے قریب ان پر حملہ کر دیا۔لیکن نواب شاہ نور اور مرہٹوں کی متحدہ طاقت کے سامنے اس کی نہ چل سکی اور اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔اس کے بعد مرہٹوں نے کتھور اور شیشور کے اضلاع کے چند قلعوں پر قبضہ کر لیا۔برہان الدین کے پاس اتنی فوج نہ تھی کہ وہ کھلے میدان دشمن کا مقابلہ کر سکتا۔وہ کمک پہنچنے تک مدافعانہ طریق جنگ سے دشمن کو مختلف محاذوں پر زیادہ سے زیادہ دیر الجھانے کے لیے کوشاں رہا۔

Pdf by Road Sign
www.maqbul.pk.com

انھی ایام میں نظام اور مرہٹوں کی شہ پا کر کورگ کے جنگجو نائر دوبارہ بغاوت کر چکے تھے اور سلطان ٹیپو کو شمالی محاذ کی طرف توجہ کرنے سے پہلے ان کی طرف توجہ دینی پڑی۔کورگ کی بغاوت فرو کرنے کے بعد سلطان بنگلور پہنچا اور وہاں سے اس نے شمال کی طرف پیش قدمی کی

۔بنگلور سے روانہ ہوتے وقت اس کے ساتھ وہ چالیس ہزار جانباز تھے جو کئی میدانوں میں مردانگی کے جوہر دکھا چکے تھے۔ راستے میں مختلف مقامات پر باج گزار سرداروں اور پالیگاروں کے دستے اس کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔

Pdf by Road Sign

برسات کا موسم شروع ہونے والا تھا اور سلطان ٹیپو مرہٹوں کی رسد اور کمک کے راستے مسدود کرنے کے لیے ندیوں' نالوں اور دریاؤں کی طغیانیوں سے پورا فائدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

حیدر آباد اور پونا کی افواج کے سپہ سالاروں کو یہ یقین تھا کہ سلطان کا اولین مقصد برہان الدین کی اعانت ہے لیکن ایک دن پونا اور دکن کے حکمران حیرت و استعجاب کے عالم میں یہ خبر سن رہے تھے کہ شہر میسور کی افواج ادھونی کے دروازے پر دستک دے رہی ہیں۔ ادھونی کا گورنر مہابت جنگ نظام کا بھتیجا بھی تھا اور داماد بھی۔ اور سلطان ٹیپو جیسے جہاں دیدہ سپاہی کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ میر نظام علی تنگھدرہ کے جنوب میں اپنا مضبوط ترین قلعہ بچانے کے لیے فوراً اس طرف متوجہ ہوگا۔ جب سلطان کی افواج ادھونی کے قلعہ پر گولہ باری کر رہی تھیں تو مہابت جنگ کے ایلچی نظام اور پیشوا کے دربار میں یہ فریاد کر رہے تھے کہ ادھونی کی حفاظت کا مسئلہ دکن کے حکمران خاندان کی عزت اور وقار کا مسئلہ ہے۔

Pdf by Road Sign
www.maqbapk.com

مہابت جنگ نے تباہی سر پر دیکھی تو ایک خطیر رقم پیش کر کے سلطان کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن سلطان ٹیپو نے اس کے ایلچی کو جواب دیا کہ اگر مہابت جنگ میری دوستی کا طالب گار ہے تو اسے خود میرے پاس آنا چاہیے۔ اگر وہ مرہٹوں کا ساتھ چھوڑ دے تو میری اس کے ساتھ کوئی عداوت نہیں۔

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

لیکن مہابت جنگ کو نظام اور مرہٹوں سے اعانت کی پوری امید تھی اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ سلطان کو چند دن کے لیے جنگ ملتوی کرنے پر آمادہ کیا جائے سلطان ٹیپو کو بھی اس بات کا پورا یقین تھا کہ نظام اور مرہٹے ادھونی کو خطرے میں دیکھ کر خاموش نہیں بیٹھیں گے اس لیے وہ مہابت جنگ کو کمک پہنچنے سے پہلے پہلے ادھونی پر قبضہ کر لینا چاہتا تھا۔

طاہر بیگ کی بیوی عطیہ اور اس کی بہو تنویر اپنے عالیشان مکان کی دوسری منزل کے ایک کمرے میں دریچے کے سامنے کھڑی تھیں۔ شہر میں چاروں اطراف سے توپوں اور بندوقوں کے دھماکے سنائی دے رہے تھے اور فضا میں دھوئیں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ زینے پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور وہ دم بخود ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگیں۔ ہاشم بیگ ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔

آپ میرے ساتھ چلیں نوکر سامان لے کر آ جائیں گے۔''

عطیہ نے کہا۔ ''تمہارے ابا جان تو کہتے تھے کہ شہر کو چند ہفتوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں؟''

Pdf by Road Sign

ہاشم بیگ نے کہا۔ ''امی جان آپ جلدی کریں۔ آپ کا وہاں جانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ شہباز خان زخمی ہو گیا ہے۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے کسی طبیب کی ضرورت تھی۔ اس لیے ہم نے اسے گھر لانے کی بجائے قلعے کے اندر پہنچا دیا ہے۔''

عطیہ اور تنویر سکتے کے عالم میں ہاشم کی طرف دیکھتی رہیں۔ بالآخر تنویر چلائی ''خالہ جان آپ کیا سوچ رہی ہیں خدا کے لیے جلدی کیجیے!'' پھر اس نے ہاشم بیگ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ ''بھائی جان کب زخمی ہوئے؟...... ان کی حالت اب کیسی ہے؟...... خدا کے لیے سچ سچ بتائیے وہ زندہ ہیں نا؟''

Pdf by Road Sign
www.mediafunpk.com

ہاشم نے جواب دیا۔ ''ابھی دشمن کی گولہ باری کے باعث شہر کی فصیل کا ایک برج گر پڑا تھا اور وہ نیچے آ گئے تھے۔ ہم نے انہیں اینٹوں کے ڈھیر سے نکالا تو ان کے سر اور ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔ اب وہ ہوش میں ہیں۔ جراح کا خیال ہے کہ ان کے زخم زیادہ شدید نہیں ہیں اور وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔'' تھوڑی دیر بعد عطیہ اور تنویر قلعے کے ایک کمرے میں شہباز کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔ شہباز خان بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ خون بند نہ ہونے کے باعث اس کے ماتھے پر پٹی کا کچھ حصہ سرخ ہو چکا تھا۔ شہباز کا چہرہ ایک ناقابل برداشت جسمانی اذیت کا آئینہ دار تھا۔ تاہم وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا۔

''تنویر میں ٹھیک ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔'' تھوڑی دیر بعد اس نے پانی مانگا۔ تنویر جلدی سے اٹھ

Pdf by Road Sign
www.urdunovelspk.com

کر پانی کا کٹورہ لے آئی۔ عطیہ نے جلدی سے اسے اٹھنے کے لیے سہارا دیا۔ شہباز نے ہاتھ بڑھا کر کٹورہ پکڑنے کی کوشش کی لیکن اس کا ہاتھ سیدھا کٹورہ پکڑنے کی بجائے ادھر ادھر بھٹک رہا تھا۔ تنویر نے اپنی خالہ کی طرف دیکھا اور بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے پانی اس کے منہ سے لگا دیا۔ پانی پلانے کے بعد عطیہ نے اس کا سر تکیے پر رکھ دیا۔ تنویر اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اس کی آنکھوں کے سامنے لے آئی اور پھر اپنے بھائی کے سینے پر سر رکھ کر سسکیاں لینے لگی۔ شہباز نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے بعد مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''خالہ جان اسے سمجھایئے۔ دیکھیے میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' تنویر نے کہا۔ ''بھائی جان آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش نہ کریں۔ میں آپ کی بہن ہوں۔ مجھے اسی وقت معلوم ہو گیا تھا جب میں کمرے میں داخل ہوئی تھی۔''

Pdf by Road Sign
www.magnapk.com

''کیا معلوم ہو گیا تھا؟'' شہباز نے برہم ہو کر کہا۔ ''بھائی جان آپ کی آنکھیں!'' شہباز نے چند ثانیے کوئی بات نہ کی۔ بالآخر اس نے کہا۔ ''تنویر سر کے زخم کے باعث کبھی کبھی میری آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا جاتی ہے۔ لیکن طبیب کہتا تھا کہ یہ کوئی خطرے کی بات نہیں۔ دیکھو اب میں کمرے کی ہر چیز دیکھ سکتا ہوں۔ اٹھ کر میرے سامنے بیٹھو اور میرا امتحان لے لو۔''

Pdf by Road Sign

عطیہ نے کہا۔ ''بیٹی سر پر زخم آنے سے کبھی کبھی ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ تمہیں حوصلے سے کام لینا چاہیے۔'' شہباز نے کہا۔ ''تنویر مجھ سے وعدہ کرو کہ تم ابا جان کو میرے زخمی ہونے کی خبر نہیں دو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے اس حالت میں دیکھیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں بہت جلد ٹھیک ہو جاؤں گا۔ طبیب نے مجھے بہت تسلی دی ہے۔''

شام کے قریب طاہر اور ہاشم بیگ کمرے میں داخل ہوئے۔ شہباز نے ان کے قدموں کی آہٹ پا کر آنکھیں کھولیں اور کہا۔ ''خالہ جان اب میری آنکھیں ٹھیک ہوگئی ہیں۔ دیکھنے میں خالو جان اور ہاشم بیگ کو دیکھ سکتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign

طاہر بیگ نے آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ شہباز میں تمہارے لیے بہت اچھی خبر لایا ہوں۔ تہور جنگ اور ہری پنت چالیس ہزار سواروں کے ساتھ یہاں پہنچنے والے ہیں۔ اس کے علاوہ حضور نظام نے حیدر آباد سے مغل علی خان کو پچیس ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کر دیا ہے۔ میسور کی فوج بہت جلد محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو جائے گی۔"

لیکن شہباز کے لیے اس خبر کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اس نے سراپا احتجاج بن کر کہا۔ "خالو جان طبیب کو بلائیے میری آنکھوں کے سامنے پھر اندھیرا چھا رہا ہے۔"

Pdf by Read Sign
www.magfun.pk.com

سلطان ٹیپو نے تہور جنگ، ہری پنت اور مغل علی خان کی افواج کی آمد کی خبر سنی تو اس نے ادھونی پر فوراً قبضہ کرنے کے لیے چند شدید حملے کیے لیکن ادھونی کے دفاعی استحکامات کے باعث اسے کامیابی نہ ہوئی۔ پھر جب پینسٹھ ہزار سواروں کا لشکر ادھونی کے قریب پہنچ گیا تو سلطان نے شہر پر قبضہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر کے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔

نظام اور مرہٹوں کی فوری مداخلت نے اگرچہ سلطان ٹیپو کو ادھونی کے قلعے پر فیصلہ کن ضرب لگانے کا موقع نہ دیا لیکن اس کی ایک بہت بڑی چال کامیاب ہو چکی تھی۔ اس نے دشمن کے لیے ایک نیا محاذ کھول کر اس کی بیشتر افواج کو عین اس وقت دریائے تنگبھدرہ عبور کر کے آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب کہ برسات ہونے کو تھی۔ اتحادی اگر اپنے جنگی پلان پر عمل کرتے تو وہ دریائے تنگبھدرہ کے پار رسد اور بارود کے ذخیرہ جمع کرتے اور اپنے فوجی اڈے قائم کرنے سے پہلے جنوب کی طرف نہ بڑھتے۔ لیکن اب وہ ضروری انتظامات کیے بغیر آگے آ چکے تھے۔

www.mcqfunpk.com Pdf by Road Sign

برسات کی بھی آمد آمد تھی اور تنگبھدرہ اور کرشنا کے درمیان بیشتر علاقہ جہاں سے انہیں طغیانی کے دنوں میں رسد ملنے کی امید ہوسکتی تھی ابھی تک سلطان کی افواج کے قبضہ میں تھا۔ ہری پنت اور مغل علی خان نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ برسات کی طغیانیوں کے باعث ان کے لیے رسد اور کمک کے راستے بالکل مسدود ہو جائیں گے مہابت جنگ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اپنے اہل و عیال کو ادھونی سے نکال کر رائچور پہنچ جائے۔ مہابت جنگ نے ادھونی کے اُمرا سے مشورہ کرنے کے بعد ہری پنت کی ہدایت پر عمل کیا۔ چنانچہ ایک دن ادھونی کے قلعے کے دروازے پر ہاتھیوں، گھوڑوں، پالکیوں اور بیل گاڑیوں کی قطاریں کھڑی تھیں۔

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

مہاجت جنگ اور دوسرے روٴسا اپنے بال بچوں سمیت ان پر سوار ہو رہے تھے بعض خواتین ڈولیوں میں سوار ہو کر قلعے سے باہر نکل رہی تھیں۔ قلعے کے اندر ایک مکان کے کشادہ کمرے میں طاہر بیگ کے خاندان کے چند افراد جمع تھے۔ شہباز خان بستر پر لیٹا ہوا تھا اور تنویر سراپا التجا بن کر طاہر بیگ عطیہ اور خاندان کی دوسری عورتوں سے کہہ رہی تھی۔

''خدا کے لیے بھائی جان کو سفر پر مجبور نہ کیجیے۔ طبیب نے آپ کے سامنے کہا تھا اگر انہوں نے چند ہفتے چلنے پھرنے سے پرہیز نہ کیا تو یہ ہمیشہ کے لیے بینائی سے محروم ہو جائیں گے۔''

Pdf by Read Sign
www.magfun.pk.com

طاہر بیگ نے کہا۔ ”بیٹی فکر نہ کرو۔ اس بات کی پوری احتیاط کی جائے گی کہ انہیں راستے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ میرے نوکر انہیں بستر سمیت یہاں سے اٹھا لے جائیں گے۔“

تنویر نے کہا۔ ”خالو جان خدا کے لیے اس بات پر اصرار نہ کیجیے۔ مجھے معلوم ہے کہ رات میں دشمن ضرور حملہ کرے گا اور آپ کے لیے ان کی حفاظت ایک مسئلہ بن جائے گی۔ انہیں یہیں رہنے دیجیے۔“ طاہر نے کہا۔ ”لیکن جب میسور کی فوج شہر میں داخل ہو جائے گی تو ان کا کیا حال ہو گا؟“ ”میں میسور کے سپاہیوں کو جانتی ہوں وہ ایک زخمی اور بے بس انسان پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔“

Pdf By Read Sign

ایک عمر رسیدہ عورت نے کہا۔ ''مرزا صاحب آپ کی بہو کا خیال درست ہے۔ شہباز کے لیے اس حالت میں سفر کرنا یقیناً تکلیف دہ ہوگا اور اگر ان کی بینائی چھن جانے کا خطرہ ہے تو آپ اصرار نہ کیجیے۔ پھر اگر آپ یہاں ہیں تو ان کے ٹھہرنے میں حرج کیا ہے؟''

طاہر بیگ نے کہا۔ ''اچھا بیٹی اگر تمہارا یہی خیال ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن تم جلدی کرو۔ قافلہ تیار کھڑا ہے۔ تنویر نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ ''آپ خالہ جان کو بھیج دیجیے۔ میں یہیں رہوں گی۔ میں بھائی جان کو اس حالت میں نہیں چھوڑ سکتی۔ انہیں میری ضرورت ہے۔'' شہباز جو انتہائی سکون کے ساتھ یہ بحث سن رہا تھا' اٹھ کر بیٹھ گیا اور چلایا۔ ''تنویر! مجھے تمہاری قطعاً ضرورت نہیں۔ خدا کے لیے تم فوراً خالہ جان کے ساتھ چلی جاؤ۔''

Pdf by Road Sign
www.urdusoftbooks.com

اس کے ساتھ ہی شہباز نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں دبا لیا۔ تنویر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔ ''بھائی جان خدا کے لیے آپ لیٹے رہیے!'' شہباز خان نے کہا۔ ''تنویر اگر تم پانچ منٹ کے اندر اندر یہاں سے نہ نکل گئیں تو میں پیدل قافلے کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاؤں گا۔ خالہ جان اسے لے جائیے ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔''

Pdf by Road Sign

www.magazinepk.com

عطیہ نے کہا۔ ''بیٹی تنویر اب ضد نہ کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ جب دشمن شہر پر قبضہ کرے گا تو تمہارا یہاں ٹھہرنا تمہارے بھائی کے لیے کتنا تکلیف دہ ہو گا لیکن اگر تم نہیں مانتیں تو میں بھی یہیں رہوں گی۔'' خاندان کی عمر رسیدہ عورتوں کے سمجھانے اور شہباز سے مزید ڈانٹ ڈپٹ سننے کے بعد تنویر بادل ناخواستہ اپنی خالہ اور باقی عورتوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی۔ لیکن کمرے سے باہر نکلتے وقت اس کی آنکھوں کا سیلاب چھوٹ پڑا۔

قافلے کی روانگی کے تھوڑی دیر بعد طاہر اور ہاشم بیگ اپنے اپنے مورچے سنبھال چکے تھے شہباز نیم خوابی کی حالت میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور ایک نوکر جسے طاہر بیگ اس کی تیمارداری کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بستر سے چند قدم دور فرش پر لیٹا خراٹے لے رہا تھا۔ دوپہر کے وقت شہباز کو پیاس محسوس ہوئی اور اس نے نوکر کو آواز دی۔ لیکن جواب میں اسے نوکر کے خراٹے بے حد ناگوار محسوس ہوئے۔ پانی کی صراحی اس کے بستر سے چند قدم دور پڑی ہوئی تھی۔ وہ بستر سے اٹھا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا صراحی کی طرف بڑھا۔ لیکن تین چار قدم اٹھانے کے بعد اس نے سر میں درد کی ٹیسیں محسوس کیں اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ تاہم اس نے اس بے بسی کی حالت میں نوکر کو دوبارہ آواز دینا گوارا نہ کیا۔ قدرے توقف کے بعد وہ سنبھل کر قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور پھر فرش پر بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے صراحی ٹٹولنے لگا۔ اچانک اسے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

Pdf by Read Sign

"کون ہے؟" اس نے کرب انگیز لہجے میں سوال کیا۔
اسے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ کوئی دبے پاؤں اس کے قریب آ رہا ہے۔ اس کے بعد اسے صراحی سے پانی نکالنے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر کسی نے بھرا ہوا پیالہ اس کے منہ سے لگا دیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے پیالہ اور دوسرے ہاتھ سے پانی پلانے والے کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "خدا کے لیے بتاؤ' تم کون ہو؟"
جواب میں اسے دبی دبی سسکیاں سنائی دیں اور وہ پانی کا پیالہ فرش پر رکھ کر بلند آواز سے چلایا۔

Pdf by Road Sign
www.mohfunk.com

''تنویر، تنویر، تم!...... تم یہاں کیسے آ گئیں؟ تمہیں اس وقت یہاں سے کوسوں دور ہونا چاہیے تھا!'' تنویر نے دوبارہ پیالہ اس کے منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''بھائی جان آپ پہلے پانی پی لیں۔''

Pdf by Road Sign

شہباز پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد اٹھ کھڑا ہو گیا اور تنویر اسے بازو سے پکڑ کر بستر پر لے گئی۔ شہباز بار بار یہ پوچھ رہا تھا۔ ''خدا کے لیے بتاؤ تم کہاں چھپ گئی تھیں۔ تم گئی کیوں نہیں۔ اگر خدانخواستہ دشمن کے سپاہی یہاں آ گئے ہوتے تو کیا ہوتا؟'' تنویر نے سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا۔ بھائی جان آپ نے مجھے قافلے کے ساتھ جانے کا حکم دیا تھا لیکن یہ حکم نہیں دیا تھا کہ مجھے قافلے کو راستے میں چھوڑ کر واپس نہیں آنا چاہیے۔ میں شہر سے نکلتے ہی پالکی سے اتر کر ایک گھوڑے پر سوار ہو گئی تھی۔ شہر سے چند میل دور جا کر میں نے خالہ جان سے کہہ دیا تھا کہ میں واپس جا رہی ہوں۔ دو نوکروں نے تھوڑی دور میرا پیچھا کیا تھا۔ لیکن میں نے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر واپس بھیج دیا۔''

شہباز نے کہا۔ ''تنویر مجھے معلوم نہیں تمہاری اس غلطی کا انجام کیا ہوگا لیکن میرا یہ کہنا غلط تھا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ کاش تم یہاں ہوتیں۔ میں اپنی جرات اور مردانگی کا ثبوت دینے کے لیے ادھوئی کی فوج میں بھرتی ہوا تھا لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ میں بہادر نہیں ہوں۔ ابھی تمہارے آنے سے چند ثانیے قبل میں ایک بچے کی طرح چلا چلا کر رونا چاہتا تھا۔ طبیب نے مجھے بالکل جھوٹی تسلیاں دی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ میں بہت جلد ہمیشہ کے لیے بینائی سے محروم ہو جاؤں گا۔''

''بھائی جان! مجھے یقین ہے کہ آپ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔ مجھے ڈر تھا کہ آپ مجھے دیکھ کر خفا ہوں گے۔''

''میں تم سے خفا نہیں ہوں لیکن خالو جان اور ہاشم کیا کہیں گے۔''

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''مجھے ان کے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ میں انہیں یہ جواب دے سکوں گی کہ میں شہباز کی بہن ہوں۔''

مہابت جنگ کے ادھونی سے نکلنے کے بعد مغل علی خان اور تہور جنگ نے دریائے تنگبھدرہ کے جنوب میں سلطان ٹیپو کے ساتھ جنگ کا خطرہ مول لینا غیر ضروری خیال کیا۔ چنانچہ شہزادہ مغل علی خان واپس حیدر آباد چلا گیا اور تہور جنگ کے تحت مغل اور مرہٹہ افواج نے کنچن گڑھ کا رخ کیا۔ جہاں ہری پنت کا بیشتر لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔

Pdf by Road Sign

سلطان ٹیپو نے کسی تاخیر کے بغیر دوبارہ ادھونی کا رخ کیا۔ ادھونی کی فوج کے افسر اور سپاہی مہابت جنگ کے فرار ہو جانے اور مغل علی خان اور تہور جنگ کے لشکر کی پسپائی کے باعث بددل ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کسی قابل ذکر مزاحمت کے بغیر ہتھیار ڈال دیے۔ اس صورت حال کو ادھونی کا حکمران طبقہ اپنی تاریخ کا بدترین سانحہ سمجھتا تھا لیکن عوام کے جذبات ان سے مختلف تھے۔ وہ اگر کوئی خطرہ محسوس کرتے تھے تو وہ میسور کے لشکر کی طرف سے نہ تھا۔ بلکہ ان مرہٹہ اور حیدر آبادی سپاہیوں کی طرف سے تھا جنہیں ادھونی کی حفاظت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جب شہزادہ مغل علی خان اور تہور جنگ کی فوج کے ساتھ ہزاروں مرہٹے ادھونی میں داخل ہوں گے تو ادھونی کے حکمران طبقے سے تعلق رکھنے والے چند خاندانوں کے سوا کسی کی جان و مال اور عزت محفوظ نہیں رہے گی۔

Pdf by Road Sign
www.magurupk.com

سلطان کی فتح ان کے نزدیک انسانیت کی فتح تھی اور جب سلطان کا لشکر شہر میں داخل ہوا تو وہ اپنے گھروں کوٹھڑیوں اور تہ خانوں میں چھپنے کی بجائے مکانوں کی چھتوں پر کھڑے ہوکر اس کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ میسور کے کسی سپاہی کی تلوار نیام سے باہر نہ تھی۔ کسی کے چہرے پر فتح کا غرور نہ تھا۔ خوشی کے نعروں اور مسرت کے قہقہوں کی بجائے اس کی زبانوں پر دعائیں تھیں۔ جو لوگ آئے دن دکن کے امرا کی خود پسندی اور رعونت کے مظاہرے دیکھنے کے عادی تھے۔ ان کے لیے میسور کے حکمران کی سادگی اور انکساری کی ایک نئی بات تھی۔ رعب وجلال کا یہ پیکر مجسم ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار تھا۔ لیکن اس کی نگاہیں تماشائیوں کے لیے ایک فاتحانہ غرور سے دیکھنے کی بجائے زمین میں گڑھی جا رہی تھیں۔ مسلمان اسے ایک درویش، ایک ولی اور ایک ایک بزرگ سمجھتے تھے۔ ہندوؤں کی نگاہ میں وہ ایک دیوتا تھا اور ادھونی کی تمام بیٹیاں اسے اپنی عزت کا محافظ سمجھتی تھیں۔

Pdf by Road Sign
www.urdusoftbooks.com

شہباز گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ تنویر ایک دریچے کے سامنے کھڑی قلعے کے کشادہ صحن کی طرف جھانک رہی تھی جہاں میسور کے سپاہی جمع ہو رہے تھے۔

شہباز نے کہا۔ ''تنویر آؤ بیٹھ جاؤ۔ پریشان ہونے کا کوئی فائدہ نہیں جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔'' تنویر آگے بڑھ کر اس کے قریب ایک مونڈھے پر بیٹھ گئی اور قدرے توقف کے بعد بولی۔ ''بھائی جان وہ ابھی تک نہیں آئے بہت دیر ہو گئی۔ خالو جان کہتے تھے کہ اگر ہمیں قیدی بنا لیا گیا تو بھی میں کوشش کروں گا کہ ہمیں اسی مکان میں رہنے دیا جائے۔'' شہباز نے جواب دیا۔ ''فاتح لشکر اپنے قیدیوں سے مشورہ نہیں لیتا کہ تم کہاں رہنا چاہتے ہو اور ابھی تو انہیں قیدیوں کی چھان بین کرنے میں بھی کافی وقت لگے گا۔ تنویر، میں بہت شرمسار ہوں، تم پر یہ مصیبت میری

وجہ سے آئی ہے اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب تک تمہارے لے یہاں سے بھاگ جانے کا موقع تھا میرے لیے بستر سے سر اٹھانا محال تھا

اور آج میں دو گھنٹوں سے اسی طرح بیٹھا ہوا ہوں اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ آج مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میری بینائی کبھی خراب نہیں تھی

۔ اگر تم اجازت دو تو میں باہر جا کر ان کا پتا کروں؟''

Pdf by Road Sign

www.madfunpk.com

تنویر نے کہا۔ ''نہیں نہیں بھائی جان میں آپ کو بستر سے نہیں اٹھنے دوں گی۔ طبیب بار بار یہ تاکید کر چکا ہے کہ آپ کو صرف مکمل آرام

خطرے سے بچا سکتا ہے۔'' باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ تنویر کا دل دھڑکنے لگا اور وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ہاشم بیگ کمرے میں داخل ہوا اور

اس نے کہا۔ ''دشمن نے عام سپاہیوں کو آزاد کر دیا ہے۔ لیکن افسروں کے متعلق یہ فیصلہ ہوا ہے کہ انہیں جنگ کے زمانے میں قید رکھا جائے گا

۔ہمیں اس وقت قلعے کے باہر کسی کیمپ میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ مجھے صرف دو منٹ کے لیے آپ کے پاس آنے کی اجازت ملی ہے۔ میرے ساتھ دو سپاہی آئے ہیں اور وہ دروازے پر میرا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں آپ کے ساتھ وہ کیا سلوک کریں گے۔ صرف یہ پتا چلا ہے کہ جو عورتیں اور بچے اس قلعے میں ہیں انہیں سر دست شہر کے مکان میں منتقل کر دیا جائے گا۔ مجھے قلعہ خالی کروانے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی ۔بظاہر اس بات کے کوئی آثار نظر نہیں آتے کہ دشمن اسے اپنی فوج کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ سلطان ٹیپو قلعے کا معائنہ کرنے کے فوراً بعد اپنے پڑاؤ میں چلے گئے ہیں۔ وہ یہاں سے فوج کے صرف چند دستے لے گئے ہیں۔ دشمن قلعے کی بھاری توپیں بھی یہاں سے اٹھوا کر باہر لے جا رہا ہے۔ ابا جان کو یقین ہے کہ سلطان کی فوج آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرے گی اور اگر انہیں سلطان یا ان کی فوج کے کسی بڑے افسر کی

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو وہ ان سے یہ درخواست کریں گے کہ جب تک آپ تندرست نہیں ہوتے آپ کو یہیں رہنے کا موقع دیا جائے۔ میں آپ کو ایک اور خبر سناتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے ابھی مراد علی کو دیکھا ہے۔''

شہباز نے چونک کر کہا۔ ''مراد علی...... سرنگا پٹم والا مراد علی؟ آپ نے اس کے ساتھ کوئی بات کی ہے؟''

''نہیں! اس کا دھیان دوسری طرف تھا اور مجھے اس حالت میں اس سے ملاقات کرنا گوارا بھی نہ تھا۔''

تنویر نے پوچھا۔ ''آپ کو یقین ہے کہ وہ کوئی اور نہیں تھا؟''

''ہاں! میں نے اسے پانچ چھ قدم کے فاصلے سے دیکھا تھا اور میری آنکھیں مجھے دھوکہ نہیں دے سکتیں۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

باہر سے کسی نے دروازے پر دستک دی اور ہاشم بیگ نے کہا۔ ''سپاہی مجھے بلا رہے ہیں۔''

تنویر کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ ہاشم بیگ ایک ثانیہ توقف کے بعد دروازے کی طرف بڑھا اور تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ شہباز اور تنویر دیر تک پریشانی اور اضطراب کی حالت میں بیٹھے رہے۔

Pdf by Road Sign

کوئی ایک گھنٹہ بعد نوکر پریشان صورت بنائے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے شہباز سے کہا۔ ''حضور میسور کی فوج کا ایک افسر اور تین سپاہی دروازے پر کھڑے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں دس منٹ کے اندر اندر یہ مکان خالی کر دینا چاہیے۔ قلعے کے تمام مکان خالی ہو رہے ہیں۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا کہ اس مکان میں ایک پردہ نشین بی بی اپنے بھائی کے ساتھ رہتی ہیں۔ جن کے لیے دو قدم چلنا بھی مشکل ہے لیکن وہ افسر کہتا ہے کہ یہ مکان ہر حالت میں خالی کرنا پڑے گا۔ اگر اس میں کوئی ایسا آدمی ہے جو چل پھر نہیں سکتا تو میرے سپاہی اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔''

Pdf by Road Sign
www.mag...pk.com

''میں خود ان سے بات کرتی ہوں۔''

تنویر یہ کہہ کر اپنا دوپٹہ درست کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ''تنویر! تنویر!! ٹھہرو، تم باہر مت جاؤ!'' شہباز یہ کہہ کر بستر سے اٹھا لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر وہ اچانک مڑا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دبا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ نوکر جو تذبذب کی حالت میں دروازے کے سامنے کھڑا تھا آگے بڑھا اس نے شہباز کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور ایک مونڈھے پر بٹھا دیا۔ مکان سے باہر میسور کی فوج کا ایک افسر تنویر سے کہہ رہا تھا۔

''محترمہ میں آپ کو یہ نہیں بتا سکتا کہ اس قلعے کو خالی کرنا کیوں ضروری ہے۔ میں صرف اپنے سپہ سالار کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ آپ کا بھائی اگر چلنے پھرنے کے قابل نہیں تو اسے اٹھا کر لے جانے کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اب گفتگو کے لیے زیادہ وقت نہیں۔''

تنویر نے کہا۔ ''آپ مراد علی کو جانتے ہیں وہ آپ کی فوج میں ہے؟''

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

"ہماری فوج میں اس نام کے کئی آدمی ہو سکتے ہیں۔ آپ کس مراد علی کے بارے میں پوچھ رہی ہیں؟"

"وہ سرنگا پٹم کے رہنے والے ہیں۔ ان کے بڑے بھائی کا نام انور علی ہے۔ ان کے والد کا نام معظم علی تھا جو میسور کی فوج کے بہت بڑے افسر تھے۔ ان کے دو بھائی صدیق علی اور مسعود علی چند سال قبل انگریزوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔"

Pdf by Road Sign

"وہ مراد علی اس وقت یہیں ہیں اور ان کے بھائی انور علی ہمارے افسر ہیں۔ لیکن آپ کا ان کے ساتھ کیا تعلق؟"

وہ میرے بھائی ہیں۔ افسر نے پریشان ہو کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اگر آپ مراد علی اور انور علی کی بہن ہیں تو مجھے بھی اپنا بھائی سمجھیں۔"

آپ مراد علی کو میرا پیغام پہنچادیں۔ انہیں یہ کہیں کہ اکبر خان کی بیٹی تنویر آپ کو بلاتی ہے۔ شہباز خان بستر پر پڑا ہوا ہے اور طبیب نے اسے چلنے پھرنے سے منع کیا ہے۔'' افسر نے کہا۔ ''میں آپ کا پیغام لے جاتا ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ آپ کو ہر صورت میں یہ مکان خالی کرنا پڑے گا۔''

نوجوان افسر اور سپاہی چلے گئے اور تنویر واپس آ کر اپنے بھائی کے کمرے میں داخل ہوئی۔ شہباز اپنا سر ہاتھوں میں دبائے مونڈھے پر بیٹھا تھا۔ تنویر نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''بھائی جان آپ بستر پر لیٹ جائیں۔ ابھی آپ کو بیٹھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ شہباز اس کا سہارا لے کر آگے بڑھا اور بستر پر لیٹ گیا۔ تنویر نے اس کے چہرے سے اس کی تکلیف کا اندازہ لگاتے ہوئے پوچھا۔

''کیا بات ہے بھائی جان آپ پھر درد محسوس کر رہے ہیں؟''

Pdf by Road Sign
www.mag...pk.com

"میں ٹھیک ہوں۔" شہباز نے شکایت کے لہجے میں کہا "تنویر تمہیں باہر نہیں جانا چاہیے تھا۔......وہ کیا کہتے تھے؟"

"وہ کہتے تھے کہ ہم یہاں نہیں رہ سکتے۔"

"اور تم نے مراد علی سے رحم کی درخواست کی ہوگی؟"

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

"بھائی جان آپ کو اس بات پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے۔ مراد اور انور میسور کی فوج کے سپاہی ہونے کے باوجود میرے بھائی ہیں اور میں ان سے ایک بہن کا حق مانگ سکتی ہوں۔"

شہباز نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا ”تنویر اب ان کے ساتھ ہمارے تمام رشتے ٹوٹ چکے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے زخمی ہونے سے پہلے میسور کے چار سپاہیوں کو گولی کا نشانہ بنایا تھا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ ان میں سے کوئی مرا دیا انور نہ تھا۔ ورنہ میں بندوق چلاتے وقت یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہ کرتا کہ میرا ان کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اب اگر تم نے انہیں کوئی پیغام بھیجا ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ فوراً یہاں آ ئیں گے۔ ممکن ہے کہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر وہ بھول جائیں گے کہ میں ان کے خلاف لڑ چکا ہوں۔ لیکن میں کس منہ سے یہ کہہ سکوں گا کہ میں ان کی طرف سے کسی انسانی سلوک کا حقدار ہوں۔ تنویر میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ تم ان سے میرے لیے رحم کی درخواست کرو۔ اگر تم ان حالات میں بھی انہیں اپنا بھائی سمجھتی ہو تو ان سے یہ کہو کہ وہ تمہیں ابا جان کے پاس پہنچا دیں لیکن میرے لیے رحم کی بھیک مانگ

Pdf by Road Sign
www.magsumpk.com

کر مجھے ان کے سامنے شرمسار مت کرنا۔ کاش تم واپس نہ آتیں!..... کاش وہ مجھے ملبے کے ڈھیر سے نہ نکالتے اور آج میں اپنی بہن کی بے بسی دیکھنے کے لیے زندہ نہ ہوتا..... مجھ پر قدرت کا شاید آخری احسان یہ ہے کہ اب مجھے مراد علی کے سامنے شرم و ندامت سے آنکھیں جھکانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اب اگر وہ آئے بھی تو میں تاریکی میں صرف ان کی بات سن سکوں گا۔ میں آج صبح سے اس بات پر خوش ہو رہا تھا کہ میری آنکھیں ٹھیک ہو رہی ہیں۔ میرا خیال تھا کہ میں اپنے پاؤں سے چل کر قلعے کے باہر جا سکوں گا' لیکن میرے سر کے درد کا یہ دورہ معمول سے زیادہ طویل ہو گیا ہے اور اب مجھے وہ دھندلی سی روشنی بھی دکھائی نہیں دیتی۔"

تنویر نے کہا۔ "بھائی جان آپ تھوڑی دیر لیٹے رہیں' مجھے یقین ہے کہ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔"

Pdf by Road Sign

شہباز چند منٹ آنکھیں بند کیے خاموش پڑا رہا۔ بالآخر اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا ''تنویر اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے سے تاریکی کے بادل آہستہ آہستہ چھٹ رہے ہیں۔ مجھے دریچے سے ہلکی ہلکی روشنی نظر آ رہی ہے۔ میں تمہارا دھندلا سا عکس دیکھ سکتا ہوں لیکن مراد علی یہاں آ جائے تو خدا کے لیے اسے میری آنکھوں کے متعلق کچھ نہ بتانا۔''

Pdf by Road Sign

تنویر نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ ''بھائی جان اگر آپ کو طبی امداد کی ضرورت نہ ہوتی تو میں ابا جان کے دوست کے بیٹوں کو اپنی بے بسی کا تماشا دیکھنے کی دعوت نہ دیتی۔ میں بے غیرت نہیں ہوں۔ ہماری رگوں میں ایک ہی باپ کا خون ہے۔ ہم نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے۔ لیکن آپ مجھے ایک بہن کا فرض ادا کرنے سے منع نہ کریں اور میں آپ کے متعلق ہی نہیں بلکہ امی جان، ابا جان اور ثمینہ کے متعلق بھی سوچتی ہوں۔''

''ثمینہ...... میری ننھی ثمینہ!'' شہباز نے کرب انگیز لہجے میں کہا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ وہ تصور میں کوسوں دور اپنی بستی کے گھنے درختوں کی چھاؤں میں ثمینہ کے قہقہے سن رہا تھا۔

Pdf by Road Sign

نوکر نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا۔ ''حضور! میسور کی فوج کے دو افسر اندر آنا چاہتے ہیں ایک نے اپنا نام مراد علی بتایا ہے۔''

تنویر نے کہا۔ ''انہیں بلا لاؤ!''

نوکر باہر نکل گیا۔ تنویر نے کرسی سے اٹھ کر کہا۔ ''بھائی جان میں دوسرے کمرے میں جاتی ہوں۔ لیکن آپ ان کے آنے پر اٹھنے کی کوشش نہ کریں!'' شہباز نے کوئی جواب نہ دیا۔ تنویر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی برابر کے کمرے میں چلی گئی اور نیم وا دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہو گئی۔ مراد اور انور کمرے میں داخل ہوئے۔ وہ ''السلام علیکم'' کہہ کر آگے بڑھے۔ شہباز صرف ان کے دھندلے سے نقوش دیکھ سکتا تھا۔ اس نے بستر پر لیٹے لیٹے اپنا دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

www.urdu...pk.com
Pdf by Road Sign

''وعلیکم السلام..... معاف کیجیے میں سر میں تکلیف کے باعث اٹھ نہیں سکتا۔''

مراد علی نے اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ بھائی جان انور علی ہیں۔'' انور علی نے شہباز کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ''آپ کو دیکھنا میری زندگی کی ایک بڑی خواہش تھی۔ لیکن مجھے یہ امید نہ تھی کہ ہماری ملاقات ان حالات میں ہو گی۔''

Pdf by Road Sign

''آپ تشریف رکھیے۔'' شہباز نے کہا۔ وہ بستر کے قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مراد علی نے کہا۔ ''مجھے بہن تنویر کا پیغام سن کر بہت پریشانی ہوئی تھی۔ آپ کی حالت کیسی ہے۔ آپ یہاں کب آئے تھے اور آپ نے سر پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟ ہاشم اور اس کے والد کہاں ہیں؟'' ہاشم اور اس کے والد آپ کی قید میں ہیں۔ میرے سر پر ایک معمولی سا زخم آ گیا تھا۔ زخم قریباً مندمل ہو چکا ہے۔ لیکن مجھے سر پر اکثر

تکلیف رہتی ہے۔ طبیب کا حکم ہے کہ میں ہر تکلیف اٹھانے کی کوشش نہ کروں۔“

Pdf by Road Sign

انور علی نے کہا۔ ''سر کا زخم مندمل ہونے کے باوجود اگر آپ تکلیف محسوس کرتے ہیں تو آپ کو احتیاط کرنے چاہیے۔ آپ کے علاج کے لیے ہم اپنی فوج کے بہترین طبیبوں کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں۔''

شہباز نے کہا۔ ''لیکن اس سے قبل کہ آپ میرے لیے کوئی تکلیف اٹھائیں میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں ادھونی کی فوج کا سپاہی ہوں اور آپ کی فوج کے ساتھ لڑائی میں زخمی ہوا تھا۔''

Pdf by Road Sign
www.magiurpk.com

انور علی نے جواب دیا۔ ''میسور کے طبیب علاج کرتے وقت دوست اور دشمن کے درمیان امتیاز نہیں کرتے۔ ادھونی کی فتح کے بعد آپ کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ ہمارے سامنے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو کسی محفوظ جگہ منتقل کیا جائے۔ ہاشم اور اس کے والد گرفتار ہو چکے

ہیں تو وہ دوسری قیدیوں کے ساتھ شہر سے باہر ایک کیمپ میں بھیجے جا چکے ہیں۔ وہاں آپ کے لیے ایک علیحدہ خیمہ نصب کیا جا سکتا ہے اور علاج کے لیے بھی آپ کو تمام سہولتیں مہیا ہوں گی۔"

Pdf by Road Sign
www.mazfunpk.com

شہباز نے پوچھا۔ "قیدیوں کا کیمپ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"کیمپ یہاں سے صرف پانچ میل دور ہے۔ لیکن آپ کے لیے بیل گاڑی کا انتظام ہو سکتا ہے اور اگر آپ بیل گاڑی پر سفر کرنا پسند نہ کریں تو ہمارے آدمی آپ کو کھاٹ پر اٹھا کر وہاں لے جائیں گے۔"

شہباز نے پوچھا۔ ''آپ ہمیں یہ مکان خالی کرنے کے لیے کتنا وقت دیں گے؟'' انور علی نے جواب دیا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ ہم آپ کو پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں دے سکتے۔'' برابر کے کمرے کا دروازہ کھلا اور تنویر اپنے سر پر ایک سفید چادر لیے نمودار ہوئی۔ آنکھوں کے سوا اس کا تمام چہرہ چادر میں چھپا ہوا تھا۔ انور اور مراد احتراماً کھڑے ہو گئے تنویر نے کہا۔ ''بھائی جان نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ ان کے لیے یہ سفر بہت خطرناک ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.mag...pk.com

شہباز نے مضطرب ہو کر کہا۔ ''تنویر خدا کے لیے تم خاموش رہو۔'' لیکن تنویر پر اس کی خفگی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے کہا۔ ''مجھے معلوم نہیں کہ قلعہ خالی کروانے میں آپ کی کیا مصلحت ہے لیکن اگر یہ سلطان کا حکم ہے تو آپ ان سے کہیں کہ یہاں ایک بے بس زخمی آپ کی فوج

کے لیے کسی خطرے کا باعث نہیں ہو سکتا۔" انور علی نے پریشان سا ہو کر کہا۔ "میری جانب سے آپ کو یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ ہم انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔"

اگر کسی معمولی تکلیف کا سوال ہوتا تو میں آپ سے التجا نہ کرتی۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ کہیں ہمیشہ کے لیے بینائی سے محروم نہ ہو جائیں۔ بھائی جان اس وقت بھی آپ کو اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتے۔" انور اور مراد چند ثانیے سکتے کے عالم میں کھڑے رہے۔ بالآخر انور علی نے کہا۔

تنویر نے کہا۔ "اگر یہ ضروری ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہمیں قیدیوں کے کیمپ میں بھیجنے کی بجائے شہر میں اپنے مکان کے اندر ٹھہرنے کی اجازت دے دیں؟" انور علی نے جواب دیا۔ "اگر شہر میں آپ کا مکان تھا تو اس میں اتنی پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ فوراً تیار ہو

Pdf by Road Sign
www.magichok.com

جائیں میں ابھی چند آدمی بلواتا ہوں۔"

شہباز نے کہا۔"میں آپ کو ایک بات بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔اگر اکبر خان کے بیٹے کی حیثیت سے میرا آپ پر کوئی حق تھا تو وہ اسی دن ختم ہو گیا تھا جس دن میں ادھونی کی فوج میں بھرتی ہوا تھا۔میں کسی بھی حالت میں گوارا نہیں کروں گا کہ آپ میری خاطر اپنی ذات کے لیے کوئی خطرہ مول لیں۔میں عام جنگی قیدیوں سے بہتر سلوک کا حقدار نہیں ہوں۔اس لیے اگر یہ قلعہ خالی کروانا اتنا ہی ضروری ہے تو میری پروا نہ کیجیے۔میں قیدیوں کے کیمپ میں جانے کے لیے تیار ہوں۔"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

انور علی نے جواب دیا۔ ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو صرف اتنی ہی رعایت دی جا رہی ہے جو ہر زخمی کے ساتھ برتی جاتی ہے۔ اگر آپ شہر میں رہ سکتے ہیں تو آپ کو قیدیوں کے کیمپ میں بھیجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ سلطان معظم آپ کی خاطر ہاشم اور ان کے والد کو بھی شہر میں رہنے کی اجازت دے دیں۔ انہیں صرف اس بات کی ضمانت دینا ہوگی کہ وہ جنگ کے دوران میں فرار ہو کر دوبارہ دکن کی فوج میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کریں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ میسور اور دکن کی حکومتوں کے درمیان مفاہمت کی کوئی صورت نکل آئے اور سلطان معظم تمام قیدیوں کی رہائی کا حکم صادر فرما دیں۔ لیکن اب باتوں کا وقت نہیں ہے۔ تم چند آدمی بلاؤ اور انہیں ان کے گھر پہنچانے کا انتظام کرو میں ان کے علاج کے لیے کسی قابل طبیب کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign

www.maktabpk.com

ایک گھنٹہ بعد شہباز اور تنویر شہر کے ایک خوبصورت مکان میں منتقل ہو چکے تھے۔ شہباز کو کھاٹ پر ڈال کر لایا گیا تھا اور میسور کی فوج کا ایک قابل ترین طبیب اس کی آنکھوں کا معائنہ کر رہا تھا۔ مراد علی اور انور اس کے بستر کے پیچھے کھڑے تھے اور تنویر برابر کے کمرے میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ جب طبیب انور علی سے سرگوشی کے انداز میں چند باتیں کرنے کے بعد باہر نکلا تو تنویر نے نیم دروازے کی آڑ سے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا: ''بھائی جان! طبیب کیا کہتا تھا؟''

انور علی نے تذبذب سا ہو کر جواب دیا۔ ''وہ کہتا تھا کہ انہیں چند ہفتوں کے لیے مکمل آرام کی ضرورت ہے۔'' ''بھائی جان کی آنکھیں ٹھیک تو ہو جائیں گی نا؟'' انور علی نے قدرے توقف کے بعد مغموم لہجے میں جواب دیا۔ ''بہن طبیب کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔''

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

''آپ کو یہ اطمینان ہے کہ یہ اس کے علاج سے جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔'' انور اور مراد کچھ دیر شہباز کے پاس بیٹھے رہے۔ بالآخر انہوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کر کے رخصت لی اور کمرے سے باہر نکل گئے۔ چند منٹ بعد تنویر اپنے بھائی کے پاس بیٹھی قلعے کی سمت سے مہیب دھماکے سن رہی تھی۔ شہباز نے کہا۔ ''تنویر! جنگ شروع ہونے سے پہلے میں ادھونی کی فوج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے اپنے مستقبل کے متعلق کئی سپنے دیکھا کرتا تھا۔ میرے ذہن میں اس قسم کے خیالات بھی آیا کرتے تھے کہ کسی میدان میں زخمی ہونے کے بعد میری لاش دشمن کے گھوڑوں کے سموں تلے روندی جا رہی ہے۔ یا مجھے کسی جنگ میں گرفتار کر لیا گیا ہے اور میں ایک طویل عرصہ دشمن کی قید میں رہنے کے بعد رہا ہو کر اپنے گھر جاتا ہوں اور ابا جان کو میری بے بسی پر رحم آ جاتا ہے اور وہ ماضی کی تمام تلخیوں کو بھول کر مجھے اپنے گلے سے لگا لیتے ہیں۔ لیکن میں

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ مجھے اس بے بسی کی حالت میں مراد اور اس کے بھائی کا احسان مند ہونا پڑے گا اور میری وجہ سے تمہیں بھی یہ تکلیف اٹھانا پڑے گی۔ قدرت کا مجھ پر آخری انعام یہ تھا کہ بینائی سے محروم ہونے کے بعد میں انور اور مراد کے چہروں پر فاتحانہ مسکراہٹیں نہیں دیکھ سکا اور مجھے ان کے سامنے شرم و خجالت سے سر جھکانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔''

Pdf by Road Sign

تنویر نے کہا۔ ”بھائی جان! میں نے ان کے چہروں پر فتح اور کامرانی کی مسکراہٹیں نہیں دیکھیں بلکہ ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھیں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب سلطان ٹیپو نے شہر میں داخل ہوتے وقت اپنے راستے میں ادھونی کے سپاہیوں کی لاشیں دیکھی ہوں گی تو ان کی بھی یہی حالت ہوئی ہوگی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ نظام نے ایک ایسے آدمی کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے جو صرف میسور ہی نہیں بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے مستقبل کی امیدوں کا آخری سہارا ہے۔ موجودہ حالات میں ہم صرف یہی دعا کر سکتے ہیں کہ خدا نظام الملک کو صحیح راستے پر چلنے کی توفیق دے یا ہمیں اتنی جرات اور ہمت دے کہ ہم ایک غلط راستے پر اس کا ساتھ دینے سے انکار کر سکیں۔“

www.mehfunpk.com
Pdf by Road Sign

شہباز نے کہا۔ ''تنویر میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے زخمی ہونے سے پہلے میسور کے چار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ وہ یقیناً مجھ سے بہتر مسلمان تھے اور اب اگر میں میسور کی فوج کے کسی آدمی کا احسان مند ہوتے وقت ندامت محسوس نہ کروں تو تم مجھے قابل نفرت سمجھو گی؟''

Pdf by Road Sign

www.paksfunpk.com

تنویر نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ ''میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ آپ میرے بھائی ہیں۔''

''میں تمہارا بھائی ہوں اور تم میری وجہ سے یہاں ٹھہرنے پر مجبور ہو گئی تھیں۔ میری بہن ہونے کے باعث تم میری کسی غلطی یا کوتاہی کو قابل سزا نہیں سمجھو گی۔ میرے متعلق تمہیں اب یہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ ایک سپاہی کی حیثیت میں میری زندگی ختم ہو چکی ہے۔ قدرت اب مجھے

سلطان ٹیپو کے خلاف تلوار اُٹھانے کا موقع نہیں دے گی لیکن ہاشم تمہارا شوہر ہے اور تمہیں اس کے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہے۔ اس کا خاندان ادھونی کی شکست کا انتقام لینے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرے گا۔ میں ہاشم کو اچھی طرح جانتا ہوں' سلطان ٹیپو کا حسن سلوک اس کی ذہنیت نہیں بدل سکے گا۔ تمہارا ضمیر بار بار یہ احتجاج کرے گا کہ وہ ایک غلط محاذ پر لڑ رہا ہے لیکن ایک بیوی کی حیثیت میں اس کی کوتاہیاں تمہیں برداشت کرنی پڑیں گی۔ تمہیں اپنی سسرال کے خاندان کی عزت اور وقار کا خیال آئے گا تو تم نظام اور اس کے اتحادیوں کی فتح کے لیے دعائیں مانگو گی لیکن جب تمہیں یہ خیال آئے گا کہ سلطان ٹیپو اسلام اور انسانیت کا بول بالا چاہتا ہے اور اس کے دائیں بائیں انور اور مراد جیسے لوگ کھڑے ہیں تو تمہارے لیے اس قسم کی دعائیں کتنی تکلیف دہ ہوں گی؟''

Pdf by Road Sign

تنویر نے کہا۔ ''بھائی جان میں نے شادی سے پہلے کبھی اپنے مستقبل کے متعلق نہیں سوچا تھا۔ میں تو صرف یہ جانتی تھی کہ میں اپنی خالہ کے گھر جارہی ہوں۔ جب آپ اباجان کی مرضی کے خلاف ادھونی کی فوج میں بھرتی ہوگئے تھے تو میں یہ ہی سمجھتی تھی کہ آپ کو خالو جان کے خاندان کے لوگوں کے طعنوں نے متاثر کیا ہے اور میں یہ دعا کیا کرتی تھی کہ آپ ایک اچھے سپاہی کی حیثیت میں اتنا نام پیدا کریں کہ ادھونی کا بڑے سے بڑا آدمی آپ پر رشک کرے۔ لیکن یہ بات میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ جب سپاہیانہ جوہر دکھانے کا وقت آئے گا تو میرے بھائی اور میرے خاوند کو ایک غلط محاذ پر لڑنا پڑے گا۔ اب میرے پاس دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور میری دعائیں صرف یہ ہی ہوں گی کہ خدا میرے شوہر کو باطل کی بجائے حق کا ساتھ دینے کی جرات دے۔''

Pdf by Road Sign
www.urdupak.com

مراد اور انور بلاناغہ شہباز کی تیمارداری کے لیے آتے تھے۔ شہباز ان کی محبت اور خلوص سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ بے چارگی اور ندامت کے احساس کی تلخی کی جگہ وہ تشکر اور احسان مندی کے جذبات سے مغلوب ہو رہا تھا۔ میسور کی فوج کے قابل ترین طبیبوں کے علاج سے اس کے سر کے درد کی شدت میں کچھ کمی آچکی تھی لیکن اپنی بینائی میں وہ صرف یہ فرق محسوس کرتا تھا کہ تاریکی اور روشنی کی وہ آنکھ مچولی جو اسے کبھی انتہائی پرامید اور کبھی انتہائی مایوس بنا دیا کرتی تھی ختم ہو چکی تھی اور اب اس کی نگاہوں کے سامنے قریباً مستقل طور پر ایک دھندلکا چھایا رہتا تھا اور اس دھندلکے میں وہ صرف چند قدم تک اپنے گردوپیش کا ایک مبہم سا منظر دیکھ سکتا تھا۔

Pdf by Road Sign

انور اور مراد کبھی چند منٹ کے لیے آتے تھے اور کبھی دو دو گھنٹے اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ تنویر جو پہلی ملاقات کے وقت اضطراری حالت میں سامنے آ گئی تھی اب ساتھ والے کمرے کے دروازے کی آڑ میں بیٹھ کر ان کی باتیں سنا کرتی تھی۔ جب مراد علی تنہا آتا تھا تو وہ کافی آزادی سے اس کے ساتھ باتیں کرلیا کرتی تھی۔ لیکن انور علی کی موجودگی میں اسے ایک آدھ فقرے سے زیادہ بولنے کی جرات نہ ہوتی ان کی باتیں عام طور پر جنگی یا سیاسی حالات کے بجائے اپنے گھریلو معاملات سے متعلق ہوتیں۔ شہباز انہیں کبھی اپنے سیر و تفریح کے واقعات سناتا اور کبھی ثمینہ کی معصوم شرارتوں کا ذکر چھیڑ دیتا۔ انور اور مراد اسے اپنے بچپن کے واقعات سناتے۔ ایک دن جین کا ذکر آ گیا اور انور علی کے استفسار پر اس کی سرگزشت بیان کر دی گئی۔ ہر ملاقات کے اختتام پر انور اور مراد شہباز اور اس کی بہن پر یہ تاثر چھوڑ جاتے کہ معظم علی اکبر خان کی اولاد کے تعلقات پر زمانے کے انقلاب اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

Pdf by Road Sign
www.meerfunpk.com

ایک دن انور اور مراد خلاف معمول شہباز کی عیادت کو نہ آئے۔ لیکن عشاء کی نماز کے بعد نوکر نے اطلاع دی کہ انور علی چند منٹ کے لیے حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ تنویر اپنے بستر سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور شہباز نے انور علی کو اندر بلا لیا۔ انور نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کسی تمہید کے بغیر کہا۔

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

''بھائی میں آج بہت مصروف تھا۔ اس لیے آپ کی عیادت کو نہ آ سکا۔ مراد علی علا الصباح ایک مہم پر روانہ ہو گیا ہے۔ اور میں بھی رات کے پچھلے پہر یہاں سے جا رہا ہوں۔ ہمارے سپہ سالار نے ادھونی کے قلعہ دار کو بڑی سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے کہ وہ ہر طرح سے آپ کا خیال رکھے۔ آج آپ کے خالو اور ہاشم بیگ کو قیدیوں کے کیمپ سے یہاں منتقل کرنے کے احکامات بھیج دیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کے ساتھ

کوئی خاص رعایت نہیں کی گئی ہے۔ قلعہ دار نے ان تمام قیدیوں کو جن کے بال بچے یہاں ہیں شہر میں منتقل کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ باقی قیدیوں کو کسی اور قلعے میں بھیج دیا جائے گا۔ اگر آپ چاہیں تو اپنی خالہ جان اور دوسرے رشتہ داروں کو یہاں بلا سکتے ہیں۔ میں نے آپ سے مشورہ کیے بغیر آپ کے ابا جان کو خط لکھ دیا ہے۔ اور شہر کے ایک تاجر نے یہ خط ان کے پاس پہنچانے کا ذمہ لے لیا ہے۔ اگر آپ سفر کرنے کے قابل ہونے کے بعد ان کے پاس جانا چاہیں تو قلعہ دار کی طرف سے آپ کو اجازت مل جائے گی۔''

شہباز نے کہا۔ ''لیکن میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ آپ ابھی ابا جان کو میرے متعلق کوئی خبر نہ دیں!''

انور علی نے جواب دیا۔ ''آپ کے ابا جان سے میرا ابھی کوئی تعلق ہے۔ میں نے بہت سوچ بچار کے بعد انہیں یہ خط لکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔''

Pdf by Road Sign
www.maghripk.com

تنویر نے دروازے کی آڑ سے کہا۔ ''آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اب جنگ ختم ہو چکی ہے۔''

''جنگ ختم نہیں ہوئی لیکن نظام کے متعلق ہمیں یہ اطمینان ہو چکا ہے کہ اب وہ ہمارے لیے کسی پریشانی کا باعث نہیں بنے گا۔ اب صرف مرہٹوں کو ایک عبرتناک شکست دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد نظام علی خان کو ہماری مصالحانہ باتیں اس قدر ناگوار محسوس نہیں ہوں گی۔''

پھر وہ شہباز کی طرف متوجہ ہوا۔ ''بھائی مجھے اب دیر ہو رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ بہت جلد اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔ چچا جان اور چچی صاحبہ کو میرا سلام کہیے گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات نہیں ہو گی۔''

شہباز بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور انور علی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''خدا حافظ! کاش میں آپ کو اچھی طرح دیکھ سکتا۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''خدا حافظ!'' انور نے اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ دروازے کی طرف دو تین قدم اٹھانے کے بعد وہ کچھ سوچ کر رکا اور بولا تنویر بہن خدا حافظ! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو ان حالات میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔''

Pdf by Road Sign

''خدا حافظ بھائی جان! .... خدا آپ کو.........'' تنویر اپنا فقرہ پورا نہ کر سکی اور انور علی کمرے سے باہر نکل گیا۔ شہباز نے کہا ''تنویر تم رک کیوں گئیں، تمہیں بلند آواز سے یہ کہنا چاہئے تھا کہ خدا آپ کو فتح دے۔''

ادھونی کی حفاظت اپنے ایک تجربہ کار سالار قطب الدین کو سونپ کر سلطان نے پڑوس کے ان پالیگاروں کی طرف توجہ کی جو جنگ میں نظام اور مرہٹوں کی فوج کی کامیابی یقینی سمجھ کر غداری کر چکے تھے۔ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد چند دنوں میں سلطان کی افواج دریائے تنگبھدرہ کے قریب پہنچ گئیں۔ یہ اگست کا مہینہ تھا اور دریا کی طغیانی اپنے پورے شباب پر تھی۔ اتحادی افواج برسات کے موسم میں جنوب کی طرف پیش قدمی کا ارادہ ترک کر تنگبھدرہ اور کرشنا کے درمیان جمع ہو رہی تھیں۔ ہری پنت کو یقین تھا کہ سلطان برسات میں تنگبھدرہ عبور کرنے کا خطرہ مول نہیں لے گا اور اس کی ساری توجہ دھارواڑ کے تمام علاقوں کو مسخر کرنے پر مبذول تھی۔ لیکن جب وہ بہادر بندہ کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اُسے یہ ناقابل یقین اطلاع موصول ہوئی کہ سلطان کے ہراول دستے دریا عبور کر چکے ہیں۔ اس خبر سے اتحادیوں میں سراسیمگی

Pdf by Road Sign

پھیل گئی اور ہرہری پنت نے سلطان کا راستہ روکنے کیلئے باجی پنت کی قیادت میں تیس ہزار تیز رفتار سواروں کی فوج روانہ کر دی۔ لیکن اس لشکر کے پہنچنے سے پہلے سلطان کی پوری فوج دریا کے پار اتر چکی تھی۔

Pdf by Road Sign

ہر پنت نے سلطان ٹیپو کے کیمپ سے آٹھ میل دور پڑاؤ ڈال دیا۔ چند دن فریقین کے درمیان معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اس عرصہ میں ٹکوجی ہلکر اور گھونا تھ راؤ پٹور دھن کی افواج ہری پنت سے آملیں اور اس کے جھنڈے تلے ایک لاکھ ہٹہ فوج جمع ہوگئی۔ برسات کے موسم میں اتنی بڑی فوج کیلئے رسد کا سامان مہیا کرنا ایک پریشان کن مسئلہ تھا۔ دریائے تنگبھدرا اور ایک ناقابل عبور برساتی نالے کے درمیان سلطان ٹیپو کا کیمپ دشمن کے پڑاؤ کی نسبت کہیں زیادہ محفوظ تھا۔ جنوب میں اس کی رسد اور کمک کے راستے کھلے تھے اور اس کی پنڈارا فوج کے سوار مرہٹوں سے باقاعدہ جنگ لڑنے کی بجائے ان کے رسد و کمک کا نظام درہم برہم کرنے میں مصروف تھے۔ مرہٹے سلطان کے پڑاؤ پر ایک فیصلہ کن حملہ کر کے یہ صورت حال بدل سکتے تھے۔ لیکن برساتی نالہ عبور کرتے وقت انہیں میسور کے توپ خانے کی گولہ باری کا سامنا کرنا پڑتا۔

Pdf by Road Sign
www.magicpnpk.com

ہری پنت نے اپنے کیمپ میں قحط اور بیماری کے آثار دیکھ کر شاہنور کا رخ کیا۔ سلطان نے اس کا پیچھا کیا اور شاہنور سے پانچ میل دور پڑاؤ ڈال دیے۔ یہاں پر سلطان کے ساتھ برہان الدین اور بدرالزماں خان کی افواج شامل ہو گئیں اور اس کے ساتھ ہی بڈنور سے سلطان کے لشکر کے لیے سامان رسد کے لیے سینکڑوں بیل گاڑیاں پہنچ گئیں۔ مرہٹے شاہنور کے پاس پڑاؤ ڈالے میسور کی افواج کی پیش قدمی کا انتظار کر رہے تھے۔ تہور جنگ اور نواب شاہنور کی افواج ان کے ساتھ شامل ہو چکی تھیں اور ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ وہ میسور کے ہر سپاہی کے بدلے پانچ آدمی میدان میں لا سکتے تھے۔ لیکن اپنی عددی برتری کے باوجود یہ عظیم لشکر میسور کی منظم متحد اور تربیت یافتہ فوج کے سامنے ایک میلے کی بھیڑ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان میں فکر و عمل کی وحدت مفقود تھی۔ مرہٹے نظام کی افواج کو جنگ کے میدان میں آگے دیکھنا چاہتے تھے

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

اور نظام کا لشکر ہر آزمائش میں مرہٹوں سے چند قدم پیچھے رہنا پسند کرتا تھا' پھر مرہٹہ فوج کی اپنی حالت یہ تھی کہ ان کا کوئی راجہ یا سردار اپنے باقی ساتھیوں کی نسبت زیادہ نقصان اٹھانے کیلئے تیار نہ تھا۔

اس کے علاوہ اپنی سرحد کے قریب ہونے کے باعث رسد اور کمک حاصل کرنے میں میسور کی افواج کو جو سہولتیں حاصل تھیں وہ نظام اور مرہٹوں کی افواج کو حاصل نہ تھیں۔ سلطان ٹیپو اپنے توپ خانے اور اپنی پیادہ فوج کو جنگ کیلئے ایک فیصلہ کن عنصر سمجھتا تھا اور وہ اپنے سواروں کو میدان میں لانے کی بجائے ان سے دشمن کی ناکہ بندی کا کام لینا زیادہ فائدہ مند سمجھتا تھا۔ اس کے برعکس نظام اور مرہٹوں کی بیشتر فوج سواروں پر مشتمل تھی اور انہیں اپنی فوج کا ایک بڑا حصہ دوردراز کے علاقوں سے غلہ اور چارا مہیا کرنے میں مصروف رکھنا پڑتا تھا۔ پھر

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

توپوں اور بندوقوں کی جنگ میں ایسے سواروں کے مقابلے میں جو صرف بھاگتے ہوئے دشمن پر یلغار کے حاوی تھے' ڈٹ کر لڑنے والے پیادہ سپاہیوں کا پلہ ہمیشہ بھاری رہتا تھا۔ پونا اور حیدر آباد کی افواج حسب معمول خدمت گاروں' خیمہ برداروں' سازندوں' رقاصوں اور گویوں کی ایک بڑی تعداد اپنے ساتھ لائی تھیں۔ بڑے بڑے راجاؤں اور سرداروں کی بیویاں ان کے ساتھ تھیں۔ شاہ نور میں غلے اور چارے کے گودام خالی ہو چکے تھے۔ آس پاس کسانوں کی کھیتیاں تباہ ہو چکی تھیں۔ یہ تمام حالات سلطان ٹیپو کے حق میں انتہائی سازگار تھے۔

Pdf by Road Sign

ایک رات شدید بارش ہو رہی تھی۔ دکن اور مہاراشٹر کے رؤسا کے خیموں میں رقص و سرور کی محفلیں گرم تھیں۔ سلطان ٹیپو نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد دشمن کے پڑاؤ کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن رات کی تاریکی اور بارش کی شدت کے باعث برہان الدین، مہامرزا خاں اور میر معین الدین کی قیادت میں اس کی فوج کے تین قشون راستہ بھول کر ادھر ادھر نکل گئے۔ سلطان نے دشمن کے پڑاؤ کے قریب پہنچ کر اپنے سالاروں کو سگنل دینے کے لیے ایک فائر کیا۔ لیکن اسے معلوم ہوا کہ اس کی اپنی کمان کے دستوں کے سوا باقی تمام فوج پیچھے رہ گئی ہے۔ سلطان نے کچھ دیر انتظار کیا اور پھر طلوع سحر کے ساتھ دشمن کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا۔ لیکن اس عرصہ میں مرہٹے فرار ہو کر آس پاس کے ٹیلوں اور پہاڑوں پر پناہ لے چکے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

صبح کی روشنی میں جب مرہٹوں نے سلطان کے ساتھ مٹھی بھر آدمی دیکھے تو انہوں نے پلٹ کر پوری شدت کے ساتھ حملہ کیا لیکن تھوڑی دیر بعد سلطان کا باقی لشکر بھی پہنچ گیا اور انہوں نے چند گھنٹوں کی شدید لڑائی کے بعد دشمن کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ چار دن بعد سلطان نے ایک اور حملہ کیا اور دشمن کے سینکڑوں سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیے۔ ہری پنت نے ایک طرف میسور کی فوج کے پے در پے حملوں سے شدید نقصان اٹھانے اور دوسری طرف رسد اور چارے کی مشکلات کے باعث شاہنور کو خیر باد کہہ کر مشرق کا رخ کیا۔

Pdf by Road Sign

www.pdfbooksfree.pk

اس کے میدان سے بھاگتے ہی نواب عبدالحکیم خان' شاہنور کو اپنے بیٹے کے حوالے کر کے فرار ہو گیا اور اپنے لشکر سمیت اتحادیوں سے جا ملا۔ جب سلطان کی فوجیں شہر میں داخل ہوئیں تو عوام جو مرہٹوں کی لوٹ مار سے تنگ آ چکے تھے مسرت کے نعروں سے ان کا استقبال کر

رہے تھے۔ شاہنور کی فتح کے بعد جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا اور سلطان کی افواج مرہٹوں کے لیے نئے نئے محاذ کھول رہی تھیں۔ ایک قشون میر معین الدین کی قیادت میں حیدر آباد کے سرحدی علاقوں کا رخ کر رہا تھا۔ دوسرا قشون جس کی کمان سلطان کے بہترین جرنیل برہان الدین کے ہاتھ میں تھی بنکاپور اور مصری کوٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ایک اور لشکر بہادر خان کی قیادت میں رائچور اور کشور کا رخ کر رہا تھا اور حسین علی خان کی رہنمائی میں ایک لشکر پٹن کے گرد و نواح کے اضلاع میں پیشوا اور نظام کے پالیگاروں کی سرکوبی پر مامور تھا اور باقی لشکر سلطان کی قیادت میں مرہٹوں کے نئے پڑاؤ کی طرف یلغار کر رہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.muftbooks.com

ہری پنت نے سلطان کی آمد کی اطلاع ملتے ہی تہور جنگ' بھونسلے اور حیدر آباد اور پونا کی افواج کے چیدہ چیدہ سرداروں کا اجلاس طلب کیا اور ان سے مشورہ کرنے کے بعد کالکیری کی طرف ہٹنے کا فیصلہ کیا۔ سلطان کی فوج ابھی کوسوں دور تھی اور اتحادی بڑے اطمینان سے کالکیری کے راستے کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ اچانک انہیں یہ اطلاع ملی کی سلطان کے ہراول دستے غیر معمولی رفتار سے ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی لشکر کے ساتھ سفر کرنے والے گویوں' سازندوں' بھانڈوں اور رقاصاؤں میں سراسیمگی پھیل گئی اور انہوں نے اپنے سرپرستوں کو خیر باد کہہ کر اپنے اپنے گھروں کا راستہ لیا۔

ہری پنت نے مرہٹہ راجوں اور سرداروں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو بھی واپس بھیج دیں۔ بعض لوگوں نے اس کی نصیحت پر عمل

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

کیا۔ لیکن چند راجے اور سردار اپنی بیویوں سے جدا ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ ہری پنت کو اس بات پر بھی اعتراض تھا کہ فوج کے اعلیٰ افسروں کے ساتھ بیکار نوکروں اور خدمتگاروں کی ایک بہت بڑی تعداد عیش و آرام کے غیر ضروری سامانوں سے لدے ہوئے اونٹ اور گاڑیاں اس کی رفتار میں زبردست رکاوٹ پیدا کر رہی ہیں۔ لیکن یہ لوگ جنگ کو ایک تفریح سمجھتے تھے اور ان میں سے کوئی اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ ایک طرف میسور کے سپاہیوں کی یہ حالت تھی کہ جب انہیں بھوک پیاس محسوس ہوتی تھی تو وہ گھوڑوں پر بیٹھے بیٹھے اپنے تھیلوں سے خشک روٹی یا ابلے ہوئے چاول کے چند نوالے نکال کر کھا لیتے تھے اور دوسری طرف پونا اور حیدر آباد کے امراء کی حالت یہ تھی کہ وہ صرف حجامت بنوانے میں کئی کئی گھنٹے ضائع کر دیتے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

ایک دن موسلا دھار بارش ہو رہی تھی انور علی میسور کے پندرہ سپاہیوں کے ساتھ ایک ٹیلے کی چوٹی پر اپنے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا تھا۔ ایک سپاہی نے نیچے وادی کے گنجان جنگل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”لیجیے وہ آ گئے۔“ انور علی نے وادی کی طرف دیکھا اور اسے ہراول فوج کے چند دستے دکھائی دیے اس نے اپنے ساتھیوں کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ ٹیلے سے نیچے اترتے وقت گھوڑوں کی سست رفتار اور ان کی جھکی ہوئی گردنیں یہ ظاہر کر رہی تھیں کہ ان سے بہت زیادہ کام لیا جا چکا ہے۔ ہراول فوج کے دستے انور علی اور اس کے سپاہیوں کو دیکھ کر وادی کے درمیان رک گئے۔

Pdf by Road Sign

تھوڑی دیر بعد انور علی ہراول فوج کے سالار سید غفار کے سامنے کھڑا تھا اور فوج کے چیدہ چیدہ افسر اس کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ سید غفار نے کہا ”کہو کیا خبر لائے ہو؟“ انور علی نے اپنے ہاتھ سے ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اس ٹیلے سے آگے دو میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی ہے اور اس پہاڑی سے چار میل دور ایک کھلے میدان میں دشمن کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ کل انہوں نے خلاف معمول دو منزلیں طے کی تھیں لیکن آج وہ آرام کر رہے ہیں۔''

سید غفار نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔ ''پھر ہمیں آگے جانے کی ضرورت نہیں ہم یہیں قیام کریں گے' سلطان معظم رات تک یہاں پہنچ جائیں گے اور اگر ہماری توپیں بروقت پہنچ گئیں تو ہم پچھلے پہر حملہ کر سکیں گے اب مجھے ایک نہایت خطرناک مہم کیلئے تین نہایت ہوشیار اور بہادر آدمیوں کی ضرورت ہے یہ مہم جس قدر اہم ہے اسی قدر خطرناک ہے اور اس کی نوعیت ایسی ہے کہ میں اپنے کسی سپاہی کو حکم نہیں دے سکتا۔ مجھے صرف رضا کار چاہئیں۔ انور علی کسی توقف کے بغیر ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنا نام پیش کرتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.urdunpk.com

اور اس کے بعد تمام افسروں نے اپنے ہاتھ بلند کر دیے۔ سید غفار نے کہا۔ ''انور علی میں شکریے کے ساتھ تمہاری پیش کش قبول کرتا ہوں اور باقی دو آدمیوں کا انتخاب تم پر چھوڑتا ہوں۔ جن رضا کاروں نے ہاتھ بلند کیے ہیں وہ ایک صف میں کھڑے ہو جائیں۔ تمام افسر جو وہاں موجود تھے ایک صف میں کھڑے ہو گئے۔ انور علی نے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نظر دوڑائی اور اچانک اس کی نگاہ ایک نوجوان پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ یہ اس کا اپنا بھائی مراد علی تھا۔ انور علی چند ثانیے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کھڑا رہا۔ بالآخر اس نے کہا

''مراد تم کہاں تھے؟ میں نے تمہیں ہاتھ کھڑا کرتے نہیں دیکھا۔''

Pdf by Road Sign

مراد علی نے جواب دیا ''میں آپ کے پیچھے کھڑا تھا اور آپ ان سب سے اس بات کی گواہی لے سکتے ہیں کہ آپ کے بعد دوسرا ہاتھ

میرا تھا۔'' انور علی نے صف کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر لگانے کے بعد دوبارہ واپس مڑتے ہوئے ایک نوجوان کو اشارہ کیا اور

Pdf by Road Sign

وہ صف سے نکل کر الگ کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد انور علی کچھ دیر باقی رضا کاروں کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اپنے دل پر ایک ناقابل برداشت

بوجھ محسوس کرتے ہوئے بولا ''مراد تم بھی آ جاؤ''

مراد مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور دوسرے رضا کار کے ساتھ کندھا ملا کر کھڑا ہو گیا۔ سید غفار نے آگے بڑھ کر کہا "نہیں انور علی تم زیادتی کر رہے ہو۔ میں دو بھائیوں کو ایک خطرناک مہم پر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" سید غفار نے ایک اور افسر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "شمشیر خان تم آجاؤ" پھر اس نے مراد علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا "مراد! معظم علی کے بیٹوں کو میرے سامنے اس بات کا ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ وہ بہادر ہیں۔ تم فوراً سلطان معظم کے پاس جاؤ اور ان کی خدمت میں یہ عرض کرو کہ ہم اس جگہ ان کے احکامات کا انتظار کریں گے۔ اگر وہ رات کے وقت چند ہلکی توپیں یہاں پہنچا سکیں تو ہم پچھلے پہر دشمن پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اپنے دستے کے پانچ سوار ساتھ لے جاؤ۔!"

مراد علی تذبذب کی حالت میں سید غفار کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا "جناب اگر آپ اسے گستاخی نہ سمجھیں تو میں روانہ ہونے سے پہلے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ بھائی جان کس مہم پر جا رہے ہیں؟"

Pdf by Road Sign
www.mazhfunpk.com

سید غفار نے جواب دیا یہ ایک مرہٹہ سپاہی کے بھیس میں دشمن کے پڑاؤ کا جائزہ لینے جارہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد انور علی اور اس کے ساتھی مرہٹہ سپاہیوں کے لباس میں سید غفار کے سامنے کھڑے تھے اور سید غفار ان سے کہہ رہا تھا "ہم رات ہوتے ہی اس ٹیلے سے اگلی پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر تمہاری ہدایات کا انتظار کریں گے۔ آدھی رات تک تمہارا واپس پہنچ جانا ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت تک سلطان المعظم بھی پہنچ جائیں گے۔ تمہیں شام ہوتے ہی دشمن کے پڑاؤ میں داخل ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دشمن کافی چوکس ہوگا اور تمہیں پوری احتیاط سے کام لینا چاہیے لیکن ایک بار دشمن کے پڑاؤ میں داخل ہونے کے بعد تمہارے لیے تمام ضروری معلومات حاصل کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ پڑاؤ میں دشمن کی توپوں اور بارود کے متعلق تمہاری معلومات جس قدر مکمل ہوں گی۔ اسی قدر ہمارا کام آسان ہوگا۔ میں تمہیں یہ نہیں بتا

سکتا کہ تمہارے لیے دشمن کے پڑاؤ میں داخل ہونے کی آسان ترین صورت کیا ہوگی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ پڑاؤ سے باہر پہرے داروں کی ٹولیاں گشت کر رہی ہوں گی اور تمہارے لیے ان کے ساتھ شامل ہونا مشکل نہیں ہوگا۔ اگر یہ تم محسوس کرو کہ تمہارے لیے رات کے وقت دشمن کے پڑاؤ سے باہر نکلنا مشکل ہے تو تمہیں رات کے اڑھائی بجے بندوق چلا کر ہمیں خبردار کرنے کی کوشش کرنی ہوگی اس وقت ہماری فوج کا ایک حصہ پڑاؤ کے قریب تمہارے اشارے کا انتظار کر رہا ہوگا۔"

انور علی نے جواب دیا۔ "ایسی صورت میں صرف بندوق چلانے پر اکتفا نہیں کروں گا۔ بلکہ میں بارود کے کسی ذخیرے کو آگ لگانے کی کوشش کروں گا۔" سید غفار نے کہا "لیکن میں تم سے وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم بلاوجہ اپنی جان خطرے میں ڈالنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ اگر تم

Pdf by Road Sign
www.magutpk.com

آدھی رات تک واپس آ کر سلطان کی خدمت میں بڑا ؤ کا صحیح نقشہ پیش کر سکو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم آدھی جنگ جیت چکے ہیں۔'' انور علی مسکرایا ''تو میں پورے گیارہ بجے آپ کی خدمت حاضر ہو جاؤں گا۔''

Pdf by Road Sign

رات کے گیارہ بجے تھے سید غفار، غازی خان، ولی محمد، سید حمید، رضا خان اور چند اور بڑے بڑے افسر ایک خیمے کے اندر جمع ہو کر انور علی اور اس کے ساتھیوں کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک پہریدار خیمے میں داخل ہوا اور اس نے کہا ''جوق دار انور علی پہنچ گئے ہیں۔ غازی خان نے کہا'' اسے فوراً حاضر کرو!'' پہریدار چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد انور علی پانی اور کیچڑ میں لت پت خیمے میں داخل ہوا۔ سید غفار نے پوچھا۔

''تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟'' انور علی نے جواب دیا ''میں انہیں دشمن کے پڑاؤ میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ اس وقت پڑاؤ کے عین درمیان بارود کے ایک بہت بڑے ذخیرے کے اردگرد چکر لگا رہے ہوں گے اور ٹھیک تین بجے وہ بارود کو آگ لگانے کی کوشش کریں گے۔''

غازی خان نے کہا ''انور علی تمہیں سلطان معظم کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کرنے کے لیے تیار ہو جانا چاہئے۔ وہ پہنچنے ہی والے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.maghripk.com

انور علی نے کہا ”جناب میں دس منٹ کے اندر اندر دشمن کے پڑاؤ کا پورا نقشہ تیار کر سکتا ہوں۔“ غازی خان کے اشارے پر ایک افسر نے خیمے کے کونے میں پڑا ہوا لکڑی کا ایک صندوق کھولا اور ایک کاغذ اور مختلف رنگوں کی کئی ڈلیاں نکال کر انور علی کو پیش کر دیں اور انور علی وہیں فرش پر بیٹھ کر نقشہ بنانے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد خیمے سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور فوج کے افسروں کی نگاہیں خیمے کے دروازے پر مرکوز ہو گئیں۔ سلطان ٹیپو، موسیو لالی اور اپنی فوج کے دوسرے افسروں کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا اور اس نے کسی توقف کے بغیر پوچھا۔ ”دشمن کے پڑاؤ کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے۔؟“

Pdf by Read Sign www.maafunpk.com

سید غفار نے جواب دیا ”حضور! انور علی آ گیا ہے۔“ اور انور علی جو انتہائی انہماک سے نقشہ بنانے میں مصروف تھا چونک کر اٹھا اور اس نے آگے بڑھ کر سلطان کو نقشہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ ”عالیجاہ میں یہ نقشہ مکمل نہیں کر سکا۔“ سلطان مشعل کے قریب فرش پر بیٹھ گیا اور ایک منٹ نقشہ پر نظر دوڑانے کے بعد بولا۔ ”تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور میرے سوالات کا جواب دو۔“

Pdf by Road Sign

انور علی سلطان کے سامنے بیٹھ گیا اور سلطان نے اپنے ہاتھ کی انگلی سے ایک سرخ نشان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”یہاں کیا ہے؟“ انور علی نے جواب دیا ”عالیجاہ یہاں بری پنت کی فوج ہے۔“ ”حیدر علی کی فوج کہاں ہے؟“ انور علی نے جلدی سے نقشے پر چند نشان لگانے کے بعد کہا ”عالیجاہ! ان کی فوج یہاں ہے۔ اس جگہ ان کا توپ خانہ ہے۔ یہاں تہور جنگ کا خیمہ ہے۔ اس جگہ ان کی رسد اور بارود کی

گاڑیاں کھڑی ہیں۔ اس جگہ ان کے سوار ہیں اور اس جگہ ان کے پیادہ دستے ہیں۔ اگر مجھے چند منٹ اور مل جاتے تو میں آپ کی خدمت میں مکمل نقشہ پیش کر سکتا تھا۔" سلطان نے کہا۔ "نقشہ مکمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب تم صرف میرے سوالات کا جواب دیتے جاؤ..... ہلکر کی فوج کہاں ہے؟"

''عالیجاہ! وہ اس جگہ ہے............ پڑاؤ کے بالکل درمیان ۔اس کے دائیں جانب اس جگہ بھونسلے کی فوج ہے......اس جگہ نواب شاہنور کے چند دستے ہیں یہ سیاہ رنگ کے تمام نشان دشمن کے توپ خانے ہیں یہ پیلے نشانات دوسرے مرہٹہ سرداروں اور راجوں کی افواج ہیں ۔باہر کے نشانات پڑاؤ کے محافظ دستوں کی بیرونی چوکیاں ہیں ۔''

سلطان نے کہا ''جہاں تک مجھے یاد ہے اس پڑاؤ کے آس پاس ایک برساتی نالہ ہونا چاہئے ۔''

''انور علی نے جلدی سے ایک نیلے رنگ کی ڈلی کے ساتھ ایک لکیر کھینچتے ہوئے کہا۔ ''عالیجاہ وہ نالہ یہ ہے؟''

''اور ہری پنت کی فوج اس نالے کے پار ہے؟'' ''جی ہاں!''

Pdf by Road Sign
www.urdufunpk.com

''ہری پنت یقیناً ان سب سے ہوشیار ہے کم از کم اتنا علم ضرور رکھتا ہے کہ اگر رات کی تاریکی میں بھاگنا پڑا تو اسے کون سا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔'' انور علی نے نقشے پر ایک نشان لگاتے ہوئے کہا۔ ''عالیجاہ! اگر ہم اپنی چند توپیں اس جگہ پہنچا سکیں تو ہری پنت کی فوج کو بھی کافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

Pdf by Road Sign

''توپوں کی ہمیں دوسرے مقامات پر زیادہ ضرورت ہے اور ہری پنت کو روکنے کی بجائے اسے بھاگنے کا موقع دینا ہمارے لیے زیادہ سودمند ہوگا...... مجھے فوج کے کسی اور افسر سے اس کارگزاری کی امید نہ تھی۔ آج سے کئی سال قبل جب میری عمل بہت چھوٹی تھی تو ایک نامور مجاہد جو پانی پت کی جنگ میں حصہ لے چکا تھا سرنگا پٹم آیا تھا اور میں نے اس سے پانی پت کے میدان کا نقشہ تیار کرنے کا مطالبہ کیا تھا وہ

اولوالعزم مجاہد تمہارا باپ تھا اور اس نے جو نقشہ بنایا تھا وہ آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔''

یہ کہہ کر سلطان اٹھا اور فوج کے افسروں کو ہدایات دینے میں مصروف ہو گیا۔ انور علی یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے نقشے کی ہر تفصیل سلطان کے دماغ میں نقش ہو چکی ہے۔ سوار اور پیادہ فوج کے افسروں کو ضروری ہدایات دینے کے بعد سلطان، موسیو لالی کی طرف متوجہ ہوا۔''

رات کے ٹھیک اڑھائی بجے دشمن کے دائیں بازو پر تمہارے توپ خانے کی گولہ باری شروع ہو جانی چاہیے۔ انور علی تمہاری رہنمائی کرے گا۔ بائیں بازو سے سید حمید کی توپیں گولہ باری کریں گی۔''

انور علی نے کہا ''عالیجاہ! گستاخی معاف لیکن ہم تین بجے سے پہلے حملہ نہیں کر سکتے۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

’’اور وہ کیوں؟‘‘

’’عالیجاہ! میرے دو ساتھی دشمن کے پڑاؤ میں ہیں اور وہ ٹھیک تین بجے دشمن کے سب سے بڑے بارودی ذخیرے کو آگ لگانے کی کوشش کریں گے۔‘‘

سلطان مسکرایا ’’تم انعام کے مستحق ہو، جاؤ اپنے کپڑے تبدیل کرو۔ مرہٹہ سپاہی کا لباس تمہیں زیب نہیں دیتا۔‘‘ پھر سلطان نے موسیو لالی اور توپ خانے کے دوسرے افسروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ’’اب میں اپنے احکام میں ایک تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ توپخانوں کی گولہ باری بارود کے ذخیرے کے دھماکے سے پندرہ منٹ بعد شروع ہو جانی چاہئے اگر ہمارے آدمی ذخیرے کو آگ لگانے میں کامیاب نہ ہوں تو بھی ہمیں سوا تین بجے حملہ کر دینا چاہئے۔‘‘

Pdf by Road Sign
www.mediafunpk.com

چند منٹ بعد انور علی ایک چھوٹے سے خیمے میں اپنا لباس تبدیل کر رہا تھا۔ باہر سے مراد علی نے آواز دی ''بھائی جان میں اندر آ سکتا ہوں؟''

''آ جاؤ!'' مراد علی اور لیگر انڈ خیمے میں داخل ہوئے۔ انور علی نے اپنی تلوار کمر سے باندھتے ہوئے کہا۔ ''مراد میں جانتا ہوں کہ تم میرے متعلق پریشان تھے لیکن اب باتوں کا وقت نہیں مجھے دشمن کے پڑاؤ میں کوئی خطرہ نہیں پیش آیا۔ وہاں کسی نے یہ پوچھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی کہ تم کس راجے یا مہاراجے یا سردار کی فوج سے تعلق رکھتے ہو لوگ صرف بارش کے متعلق باتیں کر رہے تھے میرا سفر بہت دلچسپ تھا ایک خیمے کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے طبلے اور سارنگی کے ساتھ رقاصہ کی پائل کی جھنکار سنائی دی اور وہ ایک دلچسپ گیت گا رہی تھی لیکن مجھے صرف چند الفاظ یاد رہ گئے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.maqbookpk.com

مراد علی نے ہنستے ہوئے کہا، بھائی جان وہ ضرور سنائیے!"

Pdf by Road Sign

"وہ گا رہی تھی۔ "آئی ہے برسات، بالم آئی ہے برسات..... اور آگے مجھے یاد نہیں رہا۔ اب چلو!" انور علی نے لیگرانڈ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرانسیسی زبان میں کہا۔ "ہمیں راستے میں باتیں کرنے کے لیے کافی وقت ملے گا۔"

اڑھائی بجے کے قریب بارش کی شدت میں کچھ کمی آ چکی تھی اور انور علی فرانسیسی توپخانے کے کمانڈر موسیو لالی سے کہہ رہا تھا اب دشمن کے پڑاؤ کی بیرونی چوکیاں یہاں سے بہت قریب ہیں ہمیں اور آگے بڑھنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہئے۔ آپ کی توپوں کا رخ میرے دائیں طرف ہونا چاہئے۔ تین بجے تک آپ کی یہی کوشش ہونی چاہئے کہ دشمن آپ کے متعلق خبردار نہ ہو۔ اگر پڑاؤ آپ کی توپوں کی زد سے باہر ہو تو بھی آپ کو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ آپ کا اولین مقصد پڑاؤ میں سراسیمگی پھیلانا ہے۔ توپ خانے کو اس جگہ سے آگے لے جانے کے لیے آپ کو مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔ اب مجھے اجازت دیجئے‘ میں حملہ شروع ہونے سے پہلے اپنے رسالے کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہوں۔‘‘

Pdf by Road Sign
www.mediafunpk.com

موسیو الی نے کہا "بہت اچھا آپ جا سکتے ہیں۔ چند سپاہی جو انور علی کے ساتھ آئے تھے تھوڑی دور گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ انور علی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ اچانک ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا اور آہستہ سے کہا "موسیو انور علی ٹھہریے میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کون.........لیگرانڈ؟" انور علی نے رکتے ہوئے کہا۔ لیگرانڈ نے کہا "مجھے راستے میں آپ سے باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

"لیکن یہ باتوں کا وقت نہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

''میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔'' ''بہت اچھا کہیے؟'' لیگرانڈ نے کہا ''میں آپ سے وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ اگر مجھے اس جنگ میں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو آپ جین کو یہ محسوس نہیں ہونے دیں گے کہ وہ اس دنیا میں بے سہارا ہے۔'' چند ثانیے انور علی کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ بالآخر اس نے لیگرانڈ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''میرے دوست تمہیں جین کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں اس لڑائی میں آنچ بھی نہیں آئے گی اور تم بہت جلد سرنگاپٹم جا سکو گے۔''

لیگرانڈ نے کہا ''مجھے اپنی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اگر مجھے اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ آپ اسے سہارا دے سکیں گے تو موت کا چہرہ میرے لیے اس قدر بھیانک نہیں ہوگا۔ انور علی نے کہا۔ ''یہ وقت اور یہ مقام اس قسم کی شاعری کے لیے موزوں نہیں تمہاری

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

ذہنی کیفیت کا اندازہ لگانے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ گزشتہ حادثات نے تمہیں اذیت پسند بنا دیا۔ اب میں اس بات کی پوری کوشش کروں گا کہ تم جنگ ختم ہوتے ہی شادی کرلو۔''

لیگرانڈ نے کہا ''انور علی مجھے یہ معلوم نہیں کہ میرے متعلق جین کے خیالات کیا ہیں لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آجائے تو آپ اس کے لیے زندگی کا آخری سہارا بن سکتے ہیں اور آپ اسے وہ سب کچھ دے سکتا ہیں جو میں نہیں دے سکا میں آپ کی زبان سے صرف یہ سننا چاہتا ہوں کہ اگر مستقبل کے حالات یہ ثابت کردیں کہ جین کو میری نسبت آپ کی زیادہ ضرورت ہے تو آپ اس کو مایوس نہیں کریں گے۔''

Pdf by Road Sign
www.magicnuk.com

"لیگر انڈ تمہیں ایک دوست کے منہ پر تھپڑ مارنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیے میں جس جین کو جانتا ہوں وہ تمہاری ہے اور صرف تمہاری رہ کر ہی وہ میری نگاہوں میں کوئی عزت حاصل کر سکتی ہے میں اس موضوع پر مزید گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا۔" یہ کہہ کر انور علی آگے بڑھا اور اپنے ایک ساتھی کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ پکڑ کر سوار ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اور اس کے ساتھی رات کی تاریکی میں غائب ہو چکے تھے اور لیگر انڈ اپنے دل میں کہہ رہا تھا "جین مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہمیں صرف حوادث کے سیلاب کی موجوں نے ایک دوسرے کا سہارا لینے پر مجبور کر دیا تھا ورنہ ہمارے راستے مختلف تھے۔ یہ میری خود فریبی ہے کہ میں نے تمہیں اپنی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز بنا لیا ہے لیکن اگر تم اپنے مستقبل کے متعلق انور علی سے کوئی توقع وابستہ کر چکی ہو تو مجھ سے زیادہ نادان ہو۔"

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

رات کے تین بجے دشمن کے پڑاؤ کے درمیان آگ کا ایک مہیب شعلہ بلند ہوا اور سپاہی ایک خوفناک دھماکے کی آواز سن کر افراتفری کی حالت میں اپنے خیموں سے باہر نکلنے لگے پھر چند منٹ بعد ایک طرف سے لاتعداد گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور میسور کے برق رفتار دستے مار دھاڑ کرتے ہوئے آن کی آن میں پڑاؤ کے عقب میں جا پہنچے۔ اس کے بعد دو اطراف سے توپوں کی دھنا دھن اور تیسری سمت سے بندوقوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ہری پنت جو اپنے ساتھیوں کی نسبت زیادہ چوکس تھا معمولی نقصان اٹھانے کے بعد راہ فرار اختیار کر چکا تھا۔ لیکن باقی لشکر کی یہ حالت تھی کہ سپاہی اپنے افسروں اور افسر اپنے سپاہیوں سے بے خبر تھے۔ ہر نواب ہر راجہ اور ہر سردار اپنے کیمپ کی بجائے اپنے ساتھیوں کے کیمپ زیادہ محفوظ سمجھتا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

جو افواج مشرق کی طرف تھیں وہ مغرب کا رخ کر رہی تھیں اور جو مغرب کی طرف تھیں وہ مشرق کو اپنے لیے زیادہ محفوظ سمجھتی تھیں۔ ایک لشکر شمال سے جنوب کی طرف بھاگ رہا تھا تو دوسرا جنوب سے شمال کا رخ کر رہا تھا۔ اس افراتفری کے عالم میں دوست دشمن کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ایک مرہٹہ فوج دوسری مرہٹہ فوج کے ساتھ اور ایک حیدرآبادی دستہ دوسرے حیدرآبادی دستے کے ساتھ گتھم گتھا ہو رہا تھا۔ جو سپاہی ذرا ہوش و حواس اور ہمت سے کام لے کر اپنے مورچوں میں بیٹھ گئے تھے انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ ان کی توپوں اور بندوقوں کا رخ کس طرف ہونا چاہئے۔ پو پھٹنے تک سینکڑوں مرہٹہ اور حیدرآبادی سپاہی زخمی اور ہلاک ہو چکے تھے۔ دائیں اور بائیں بازو سے میسور کے توپ خانے اس قدر قریب آ چکے تھے کہ پڑاؤ کا کوئی حصہ ان کی گولہ باری سے محفوظ نہ تھا اور پڑاؤ کے باہر میلوں تک اتحادی لشکر کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ تھوڑ

Pdf by Road Sign
www.maqsoodpk.com

جنگ بھونسلے، ہلکر اور دوسرے مرہٹہ اور مغل سردار جو انتہائی بے سرو سامانی کی حالت میں رات کی تاریکی میں فرار ہوئے تھے، دن کی روشنی میں چند کوس دور دریا کے کنارے اپنے پریشان حال ساتھیوں کو جمع کر رہے تھے۔ انہیں جس قدر اپنی شکست اور تباہی کا افسوس تھا اسی قدر اس بات کا افسوس تھا کہ ہری پنت اپنی بیشتر فوج اور سامان جنگ بچا کر میدان سے نکل چکا ہے۔

Pdf by Road Sign

صبح کے آٹھ بجے تک پڑاؤ کے اندر مرہٹہ اور حیدرآبادی سپاہیوں کی رہی سہی مزاحمت بھی ختم ہو چکی تھی اور فاتح لشکر دشمن کے خالی گھوڑوں اور رسد اور بارود سے لدی ہوئی بیل گاڑیوں اور اونٹوں کو جمع کر رہا تھا۔ سلطان کے طوفانی رستے کئی میل تک بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے۔ میسور کے سپاہیوں کے لیے جو ایام جنگ میں زمین کے فرش پر سونے کے عادی تھے، دشمن کے کشادہ اور بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ خیمے عجائب گھروں سے کم نہ تھے۔

Pdf by Road Sign

دن کے دس بجے کے قریب سلطان ٹیپو مغل علی خان کے خالی خیمے میں رونق افروز تھا یہ خیمہ مخمل کے پردوں اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ تھا۔ سلطان کے سامنے میز پر ایک کشادہ نقشہ کھلا ہوا تھا اور چند آزمودہ کار جرنیل اس کے گرد کھڑے تھے۔ سلطان اپنے قلم سے نقشے پر چند نشان لگانے اور چند لکیریں کھینچنے کے بعد اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

''اب ہمیں یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ دشمن کا نیا پڑاؤ کہاں ہوگا۔ اب وہ کسی میدان میں ہمارے سامنے آنا پسند نہیں کرے گا۔ ہماری اگلی منزل کوپال اور بہادر بندہ کے قلعے ہیں اور انہیں کھو بیٹھنے کے بعد دشمن کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ جائے گی۔'' انور علی خیمے میں داخل ہوا اور اس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا'' عالیجاہ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ قیدی عورتوں میں ہلکر کی اہلیہ بھی اور عورتیں بھی بڑے بڑے

خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ''سلطان نے کہا'' ایسی اطلاع مجھے فوراً ملنی چاہئے تھی اور میں نے یہ حکم دیا تھا کہ خواتین کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ تم نے ان کے آرام کے لیے کیا بندوبست کیا ہے؟''

انور علی نے جواب دیا ''عالیجاہ میں نے انہیں اس پڑاؤ کے بہترین خیموں میں ٹھہرانے کی کوشش کر چکا ہوں۔ لیکن وہ کہتی ہیں کہ جب تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا ہم باقی قیدیوں کے ساتھ رہنا پسند کریں گی۔ سلطان نے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''تم میرے ساتھ آؤ!'' تھوڑی دیر بعد سلطان اپنے چند افسروں کے ساتھ قیدی عورتوں کے سامنے کھڑا تھا۔ مرہٹہ عورتیں اپنے سروں کے بال کھولے اپنے بچھڑے ہوئے شوہروں اور رشتہ داروں کا ماتم کر رہی تھیں۔ سلطان کے رعب و جلال نے ان پر

Pdf by Road Sign
www.maqtaa.pk.com

تھوڑی دیر کے لیے سکوت طاری کر دیا۔ سلطان نے کہا ''آپ میں سے ہلکر کی اہلیہ کون ہے؟''

قیدی عورتیں چند ثانیے ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں۔ لیکن کسی نے جواب نہ دیا' بالآخر ایک ادھیڑ عمر کی باوقار عورت آگے بڑھی اور اس نے کہا ''میں ہلکر کی بیوی ہوں اور اگر آپ سلطان ٹیپو ہیں تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ نے ہمارے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟

Pdf by Road Sign

www.urdupk.com

سلطان نے جواب دیا ''ایک بھائی اپنی بہنوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ آپ ہماری قید میں ہیں۔ آپ خیموں کے اندر آرام کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو بہت جلد آپ کے ورثا کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔''

سلطان نے اپنی کمر سے سبز رنگ کا ریشمی پٹکا کھولا اور ہلکر کی بیوی کے سر پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''ہلکر کی بیوی کو میرے سامنے ننگے سر

تمہیں کھڑے ہونا چاہئے میں اس ملک کی کسی عورت کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔'' پھر سلطان نے مڑ کر انور علی طرف دیکھا اور کہا ''انور علی تم ایک قابل عزت باپ کے بیٹے ہو اور میں تمہیں ایک نہایت اہم ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم ان کے آرام کا پورا خیال رکھو گے۔'' انور علی جواب دیا ''عالیجاہ! میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہو گی۔'' سلطان کچھ اور کہے بغیر اپنے خیمے کی طرف چل دیا' ہلکر کی بیوی کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو چھلک رہے تھے اس نے ایک مرہٹہ سردار کی بیوی کی طرف دیکھا اور کہا ''مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے ایک سپنا دیکھا ہے۔ وہ انسان نہیں ایک دیوتا ہے اور اس کے ساتھ جنگ کرنا پاپ ہے۔'' تھوڑی دیر بعد فوج کا ایک افسر سلطان کی طرف سے ہر قیدی عورت کو ایک ایک چادر اور دو دو مہریں تقسیم کر رہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

اگلے دن سلطان ٹیپو اپنے گورنروں اور مختلف محاذوں پر پھیلی ہوئی افواج کے سپہ سالاروں کے خطوط پڑھنے اور ان کے جواب لکھوانے میں مصروف تھا وہ کاتب قالین پر بیٹھے اس سے ہدایات لے رہے تھے سلطان کرسی پر بیٹھنے کی بجائے خیمے کے اندر آہستہ آہستہ ٹہل رہا تھا۔ میر منشی ایک کشادہ میز کے قریب اور سلطان ٹیپو کے باڈی گارڈ دستے کا ایک افسر خیمے کے دروازے کے قریب کھڑا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.maghreb.pk.com

سلطان ٹہلتے ٹہلتے ایک خط کا جواب لکھوانے کے بعد میر منشی کی طرف متوجہ ہوتا اور وہ میز سے دوسرا خط اٹھا کر پیش کر دیتا۔ ان خطوط میں حکومت کے ہر محکمے کے بڑے اور چھوٹے مسائل زیر بحث آتے تھے‘ سلطان ہر خط کو صرف ایک نظر دیکھتا اور کسی توقف کے بغیر جواب لکھوانا شروع کر دیتا۔ لیکن اس کے خیال اور الفاظ کے تسلسل کا یہ عالم تھا کہ کاتب بڑی مشکل سے اس کی رفتار کا ساتھ دے رہے تھے۔ وہ کبھی

اپنے کسی سالار کو کسی اہم چوکی یا قلعے پر حملہ کرنے کی ہدایت لکھواتا، کبھی کسی مظلوم آدمی کی درخواست پڑھ کر مقامی حاکم کو اس کی دادرسی کی ہدایت کرتا۔ کبھی کسی عدالت کے غلط فیصلے پر اسے سرزنش کرتا اور کبھی کسی نئے صنعتی یا زرعی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے احکامات صادر کرتا۔

سلطان ٹہلتے ٹہلتے خیمے کے ایک دریچے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ باہر سے انور علی خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ لیکن سلطان کے باڈی گارڈ کا اشارہ پا کر رک گیا۔ سلطان چند جملے لکھوانے کے بعد اپنے میر منشی کی طرف متوجہ ہوا تو باڈی گارڈ نے کہا ''عالی جاہ! جوق دار انور علی حاضر ہے۔'' سلطان نے دروازے کی طرف دیکھا اور انور علی نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ سلطان نے اپنے ہونٹوں پر ایک شفقت آمیز مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ''انور علی جوق دار نہیں رسالدار ہے۔'' انور علی نے اپنے دل میں خوشگوار دھڑکنیں محسوس کیں اور تشکر اور احسان

Pdf by Road Sign
www.magmpk.com

مندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر اپنی نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔ ’’عالیجاہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے دو ساتھیوں کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔‘‘ سلطان نے کہا ’’مجھے ان کی کارگزاریوں کا اعتراف ہے اور میں نے انہیں ترقی دے دی ہے سید غفار نے جن افسروں کے متعلق سفارش کی تھی ان میں تمہارا بھائی بھی ہے اور اسے تمہاری جگہ مل گئی ہے اب میں تمہیں ایک اہم مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں۔ قیدی عورتوں کو دشمن کے پڑاؤ میں پہنچانے کے لیے کسی ہوشیار اور فرض شناس آدمی کی ضرورت تھی اور میں نے تمہیں اس کام کے لیے منتخب کیا ہے۔ تم کل علی الصباح ان کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اپنے ساتھ بیس سوار لیتے جاؤ۔ ان کے لیے پالکیاں مہیا کی جا رہی ہیں اور پالکیاں اٹھانے کے لیے دشمن کے چند قیدیوں کو رہا کر دو۔ مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ راستے میں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔‘‘

Pdf by Road Sign

"عالیجاہ! میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔"

Pdf by Road Sign

"بہت اچھا تم جا سکتے ہو۔" انور علی نے سلام کیا اور خیمے سے باہر نکل آیا۔

پونا اور دکن کی شکست خوردہ افواج تنگبھدرہ کے آس پاس تمام علاقے اپنے لیے غیر محفوظ سمجھتے ہوئے دریائے کرشنا کے قریب جمع ہو رہی تھیں۔ ایک دن لشکر کے سردار ایک خیمے میں جمع ہو کر تازہ صورت حال پر بحث کر رہے تھے تہور جنگ، ہلکر، پھونسلے اور دوسرے سارے راجے اور سردار یکے بعد دیگرے متحدہ افواج کے سپہ سالار ہری پنت پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر رہے تھے اس بحث میں وہ لوگ زیادہ تلخی کا مظاہرہ کر رہے تھے جو اپنی بیویاں میدان جنگ میں چھوڑ آئے تھے۔ ہری پنت غصے سے کانپتا ہوا اٹھا اور بلند آواز میں چلایا۔

آپ میں کوئی ایسا نہیں جو مجھے بزدلی کا طعنہ دے سکے۔ میں نے بارہا آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ ہم سیر و تفریح کے لیے نہیں آئے بلکہ جنگ کے لیے آئے ہیں اور ہماری جنگ ایک ایسے دشمن کے ساتھ ہے جو کئی میدانوں میں انگریزی فوج کے بہترین جرنیلوں کے

وانت کھٹے کر چکا ہے' اس لیے ہمیں عورتوں کو ساتھ نہیں رکھنا چاہئے۔ میں نے آپ کو بار ہا خبر دار کیا تھا کہ عیش و آرام کے لیے جو لوازمات آپ لوگ ساتھ لائے ہیں' اس کے باعث ہمارے لیے نقل و حرکت میں بہت سی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ آپ کے لیے نوکروں اور خدمت گاروں کی دیکھ بھال اور حفاظت ایک مسئلہ بن چکی تھی۔ ہمارا مقابلہ ایک ایسے شخص کے ساتھ تھا جس کے سپاہی جنگ کے ایام میں اپنے تھیلیوں میں پڑی ہوئی وہ سوکھی روٹیوں یا مٹھی بھر ابلے ہوئے چاولوں کو دو وقت کی ضرورت کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ کے ہمراہ ہزاروں اونٹ اور سینکڑوں بیل گاڑیاں غیر ضروری ساز و سامان سے لدی ہوئی تھیں۔ ہم انتہائی ضرورت کے وقت جتنا سفر ہفتوں میں کرتے ہیں میسور کے سپاہی اتنا سفر دنوں میں کر لیتے تھے۔ میں نے دشمن کے حملے سے دو دن قبل آپ کو یہ ہدایت کی تھی کہ غیر ضروری سامان سے لدی ہوئی بیل

Pdf by Road Sign
www.chagtai.pk.com

گاڑیاں اور لا تعداد اور خدمت گاروں کو واپس بھیج دیا جائے۔ لیکن آپ اپنی عورتوں کو بھی ساتھ رکھنے پر مصر تھے نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں سست رفتاری سے سفر کرنا پڑا اور اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری سے دشمن اپنے بھاری توپ خانے سمیت آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر میں نے کالکیری کی طرف پیش قدمی کرتے وقت یہ کوشش کی تھی کہ ہمارا پورا لشکر ایک ساتھ آگے بڑھنے کی بجائے چھ حصوں میں تقسیم ہو کر سفر کرے لیکن آپ کے لیے میرا یہ مشورہ قابل قبول نہ تھا۔ رات کے وقت جب بارش ہو رہی تھی تو میں نے یہ کہا تھا کہ دشمن صرف چند میل دور ہے اور ہمیں آرام کرنے کی بجائے اس کے مقابلے کے لیے تیار رہنا چاہئے لیکن آپ لمبی تان کر سو گئے اور جن سپاہیوں کو آپ نے پڑاؤ کی حفاظت سونپی تھی وہ نمک حرام ثابت ہوئے۔ میرا قصور صرف یہ ہے کہ دشمن کے اچانک حملے کے وقت میں بیدار تھا اور میرے سپاہی آپ کے سپاہیوں کی نسبت زیادہ چوکس تھے

Pdf by Road Sign
www.maghapk.com

اس لیے مجھے اپنی فوج کو بچا کر نکلنے کا موقع مل گیا۔ اگر آپ میں سے کوئی ڈٹ کر مقابلہ کرتا تو وہ مجھے طعنہ دے سکتا تھا لیکن آپ میں کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ میدان میں ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس وقت ہم سب کے سامنے صرف اپنی جانیں بچانے کا مسئلہ تھا۔ فرق صرف یہ ہوا کہ میں نے اپنی فوج اس وقت نکال لی تھی جب کہ پڑاؤ کے گرد دشمن کا گھیرا ابھی مکمل نہیں ہوا تھا اور آپ اس وقت اپنے بستروں سے اٹھے جب دشمن پوری شدت کے ساتھ چاروں اطراف سے حملہ کر چکا تھا۔ دن کے وقت دشمن کا حملہ کتنا ہی اچانک کیوں نہ ہوتا ہمارے لیے یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی۔ ہم پڑاؤ سے آگے بڑھ کر اس کا مقابلہ کرتے۔ لیکن رات کی تاریکی میں اس قدر غیر متوقع حملے کے بعد فوج کو منظم کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اب ہمیں ماضی کے متعلق سوچنے اور آپس میں جھگڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ہمیں شکست ہوئی ہے لیکن اس وقت ہم یہ سوچنے کے لیے جمع ہوئے ہیں کہ ہم نے اس شکست سے کیا سبق حاصل کیا ہے۔

Pdf by Road Sign

میرے دوستو! ہم نے ایک لڑائی میں شکست کھائی ہے لیکن جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی ہے ہمارے پاس اب بھی اتنی فوج ہے کہ اگر ہم ہمت سے کام لیں تو چند ہفتوں میں سرنگاپٹم پہنچ سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ چند دنوں تک ہمیں پونا اور حیدر آباد سے مزید کمک پہنچ جائے گی اور ہم اس شکست کا بدلہ لے سکیں گے۔ ایک مرہٹہ سردار نے اٹھ کر کہا ’’میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں آپ نے ہماری ان عورتوں کے متعلق کیا سوچا ہے جو اس وقت دشمن کی قید میں ہیں؟ ہری پنت نے جواب دیا ’’میرے دوست یہ صرف آپ کی عزت کا مسئلہ نہیں ہم سب کی عزت کا مسئلہ ہے۔ اپنی عورتوں کو قید سے چھڑانے کے لیے ہم دشمن کو شکست دیں گے۔‘‘

Pdf by Road Sign

سردار نے کہا ''اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم دشمن کو شکست نہ دے سکیں تو ہماری عورتیں ان کے قبضے میں رہیں گی؟'' ایک اور سردار نے اٹھ کر کہا۔ ''اس وقت یہ بحث فضول ہے مجھے یقین ہے کہ اگر ہم سلطان ٹیپو کے ساتھ مصالحانہ گفتگو سے ان عورتوں کو آزاد کرا لیں تو بھی کوئی باغیرت مرہٹہ انھیں دوبارہ اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے گا۔ ہلکر نے اٹھ کر غصے سے کانپتے ہوئے کہا'' اگر تم میں سے کسی نے ان عورتوں کے متعلق کوئی بدکلامی کی تو میں اس کی زبان کھینچ لوں گا۔ میری بیوی بھی مسلمانوں کی قید میں ہے اور میں تم سب کے سامنے یہ اطلاع کرتا ہوں کہ کوئی مرہٹہ عورت اس سے زیادہ قابل عزت نہیں'' اس پر چند مرہٹہ راجوں اور سرداروں کو طیش آ گیا اور وہ ہلکر کے سامنے بدکلامی پر اتر آئے۔ اچانک ایک مرہٹہ نوجوان خیمہ کے اندر داخل ہوا اور اس نے آگے بڑھ کر ہلکر کو پرنام کرتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign
www.kitaabghar.com

''مہاراج! رانی صاحبہ دوسری قیدی عورتوں کے ساتھ پچھلی چوکی پر پہنچ گئی ہیں۔ میسور کی فوج کا ایک افسر اور بیس مسلح سپاہی ان کے ساتھ ہیں
رانی صاحبہ ہماری چوکی پر رک گئی ہیں اور ان کے ساتھ آنے والی تمام عورتیں یہ کہتی ہیں کہ جب تک ہمارے آدمی ہمیں لینے کے لیے یہاں نہیں
آئیں گے ہم آگے نہیں بڑھیں گی۔''

Pdf by Roadsign

ایک مرہٹہ سردار نے کہا "جاؤ انہیں یہ کہہ دو یہاں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔" ہلکر نے تلملا کر کہا۔ "تم ان کے متعلق کچھ کہنے والے کون ہو؟" سردار نے جواب دیا "آپ مجھے اپنی بیوی کے متعلق کچھ کہنے سے منع نہیں کر سکتے۔" ہلکر نے لاجواب ہو کر حاضرین مجلس کی طرف دیکھا اور کہا "میں ان کے استقبال کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ میں سے کون ہے جو میرے ساتھ آنا چاہتا ہے؟" خیمے کے اندر تھوڑی دیر کے لیے سکوت طاری ہو گیا۔ پھر چھ مرہٹہ سردار یکے بعد دیگرے اٹھ کر آگے بڑھے اور ہلکر کے ساتھ خیمے سے باہر نکل آئے۔ نوجوان ایلچی جو عورتوں کے متعلق پیغام لایا تھا' کچھ دیر تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا۔ بالآخر اس نے کہا "دشمن نے تمام عورتوں کو بھیج دیا ہے۔" بھونسلے نے اس کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا "بھاگ جاؤ یہاں سے تمام مرہٹے بے غیرت نہیں ہو سکتے۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

نوجوان بددل سا ہو کر خیمے سے باہر نکل آیا اور بھاگتا ہوا ہلکر اور اس کے ساتھیوں سے جاملا۔ خیمے سے تھوڑی دور ہلکر نے اس کی طرف متوجہ ہو کر سوال کیا۔ ”عورتیں پیدل آئی ہیں؟“

Pdf by Road Sign

”نہیں مہاراج! دشمن نے انہیں پالکیوں پر سوار کرا کے بھیجا ہے اور وہ لوگ جوان کی پالکیاں اٹھا کر لائے ہیں ہماری اپنی فوج کے آدمی ہیں جنہیں دشمن نے رہا کر دیا۔“

مرہٹہ عورتیں پالکیوں سے نکل کر درختوں کی چھاؤں میں بیٹھی اپنے آدمیوں کا انتظار کر رہی تھیں میسور کے سوار اور وہ مرہٹہ قیدی جوان کے ساتھ آئے تھے' ان سے چند قدم دور ان سے علیحدہ کھڑے تھے۔ کوئی ڈیڑھ سو سوار شمال کی طرف سے نمودار ہوئے اور تھوڑی دیر میں چوکی کے قریب پہنچ گئے۔ چوکی کے ایک سپاہی نے بلند آواز میں کہا "مہاراج ہلکر خود تشریف لا رہے ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

میسور کے سپاہی اپنے نوجوان سالار کے حکم سے آگے بڑھ کر ایک صف میں کھڑے ہو گئے۔ ہلکر نے اپنے ساتھیوں کو جن میں سے اکثر اس کی فوج کے بڑے بڑے افسر تھے چند قدم دور ہاتھ کے اشارے سے رکنے کا حکم دیا۔ پھر وہ اور چھ اور سوار اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے اور سیدھے عورتوں کی طرف بڑھے اور چند ثانیہ بعد یہ لوگ مجرموں کی طرح اپنی بیویوں کے سامنے کھڑے تھے۔ ہلکر کے ہونٹ بھنچے ہوئے

تھے اور وہ بڑی مشکل سے اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بالآخر اس نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ ”رانی میں شرمندہ ہوں میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ رسوائی کی زندگی میرے لیے موت سے زیادہ تکلیف دہ ہے تھی۔“

ہلکر کی بیوی نے فوراً گفتگو کا رخ بدلنے کی ضرورت محسوس کی۔ اس نے پوچھا باقی لوگ کیوں نہیں آئے؟ ”ہلکر نے اصلی وجہ ظاہر کرنے کی بجائے جواب دیا۔ ”ہم ان کا انتظار نہیں کر سکتے۔ میں آپ کی سواری کے لیے ہاتھی لانا چاہتا تھا لیکن پھر خیال ہوا کہ ہاتھی تیار کرنے میں دیر ہو جائے گی۔ وہ بولی ”آپ کو ہم سے پہلے میسور کے سپاہیوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تھا۔ وہ اگر کسی بڑے انعام کے مستحق نہیں تو آپ کی طرف سے شکریہ کے حقدار ضرور ہیں۔ ہلکر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا سپاہیوں کی طرف بڑھا۔ میسور کے سپاہیوں نے اسے سلامی دی اور اس کے بعد ان کا افسر آگے بڑھ کر ہلکر کے سامنے مؤدب کھڑا ہو گیا۔ ہلکر نے پوچھا تم ان کے افسر ہو؟“

Pdf by Road Sign
www.mazfunpk.com

”جی ہاں!“

”تمہارا نام؟“

”انور علی“

Pdf by Road Sign

”میسور کی فوج میں تمہارا عہدہ کیا ہے؟“

”جی میں رسالدار ہوں“

”میرا نام ہلکر ہے اور میں آپ کا شکر گزار ہوں۔“

انور علی نے کہا ''جی ہم نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے اور اب اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہیں سے واپس جانا چاہتے ہیں۔'' ''تمہیں کم از کم ایک دن میرے پاس ضرور ٹھہرنا چاہئے۔ ہمارا پڑاؤ زیادہ دور نہیں۔'' انور علی نے جواب دیا ''جناب ہمیں فوراً واپس لوٹنے کا حکم ہے۔ ہمارا کام ختم ہو چکا ہے اور ہم صرف مہارانی صاحبہ کے حکم پر تھوڑی دیر کے لیے یہاں رک گئے تھے۔'' ہلکر نے اپنے گلے سے موتیوں کی ایک مالا اور سونے کی کنٹھی میں بیش قیمت ہیرے جڑے ہوئے اتارے اور انور علی کو پیش کرتے ہوئے کہا ''میں آپ کو ٹھہرنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔ لیجئے یہ مالا آپ کے سپاہیوں اور یہ کنٹھی آپ کا انعام ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.hiqfunpk.com

انور علی نے جواب دیا ''شکریہ! لیکن میسور کے سپاہی صرف اپنے سلطان سے انعام لے سکتے ہیں۔ آپ ہمیں شرمسار نہ کریں۔'' ہلکر نے قدرے توقف کے بعد کہا ''آپ سلطان ٹیپو کو میری طرف سے یہ پیغام دیں کہ انہوں نے میری گردن پر ایک پہاڑ رکھ دیا ہے اور وہ مجھے ناشکرا نہیں پائیں گے۔''

Pdf by Road Sign

www.pakfunpk.com

انور علی نے ہلکر کو سلام کیا اور اپنے سپاہیوں کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ جن عورتوں کے ورثا انہیں واپس لینے کے لیے تیار نہ تھے وہ ہلکر کی بیوی کے پاس ٹھہر گئیں۔ اگلے روز ہلکر کی لعنت ملامت کے باعث چند اور سردار اپنی بیویوں کو واپس لینے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن بعض کسی صورت یہ بھولنے کے لیے تیار نہ تھے کہ ان کی عورتیں مسلمانوں کے قبضہ میں رہ چکی ہیں۔ مرہٹہ قیدی جوان عورتوں کے ساتھ آئے تھے

ان کی پاکدامنی کی قسمیں کھاتے تھے۔ لیکن مرہٹہ کیمپ میں ان متعصب برہمنوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی جو سلطان ٹیپو کے خلاف ایک جذباتی ہیجان پیدا کرنے کا کوئی موقع کھونے کے لیے تیار نہ تھے۔ اب وہ ان عورتوں سے چند من گھڑت داستانیں منسوب کر کے اس واقعہ کو پوری مرہٹہ قوم کی عزت کا مسئلہ بنانا چاہتے تھے۔

Pdf by Road Sign

ہلکر نے اٹھ کر کہا "مجھے ڈر ہے کہ آئندہ برسات تک اگر ہمیں صرف اپنے بازوؤں پر بھروسہ کرنا پڑا تو دشمن کا لشکر پونا اور حیدرآباد کے دروازوں پر دستک دے رہا ہوگا۔" بھونسلے نے اٹھ کر کہا "ہلکر! مہاراج آپ کو ایسی گفتگو زیب نہیں دیتی۔ اگر آپ کے پاس کوئی بہتر تجویز ہو تو ہم سننے کے لیے تیار ہیں۔"

Pdf by Read Sign

ہلکر نے جواب دیا ''میں یہاں کوئی تجویز لے کر نہیں آیا ہوں۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ انگریز جن کی شہ پر ہم نے یہ جنگ شروع کی تھی اس وقت کیا سوچ رہے ہیں! وہ ابھی تک میدان میں کیوں نہیں آئے۔ سر چارلس میلٹ نے آپ کے حوصلے بلند کرنے کے لیے اپنا ایلچی بھیجا ہے اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا پیغام لایا ہے؟'' حاضرین مجلس کی نگاہیں مسٹریون پر مرکوز ہو گئیں۔ وہ اٹھا اور ہلکر سے مخاطب ہو کر بولا ''یور ہائینس اگر ایسٹ انڈیا کمپنی نے کوئی وعدہ کیا ہے تو وہ ضرور پورا کیا جائے گا۔ لیکن آپ کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ آپ کے میدان جنگ میں آنے سے پہلے ہم ایک مدت تک تنہا دشمن کے ساتھ لڑ چکے ہیں۔ اب ہمیں دوبارہ میدان میں آنے سے پہلے تیاری کی ضرورت ہے۔''

ہلکر نے طنزآمیز لہجے میں کہا" اور تمہاری تیاری اس وقت مکمل ہو گی جب ہماری رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہہ چکا ہو گا پھر تو سلطان ٹیپو سے ہی نہیں بلکہ پونا اور حیدر آباد کی حکومتوں سے بھی اپنی شرائط منوا سکو گے۔ مسٹر میلٹ کئی بار ہمیں یہ تسلی دے چکے ہیں کہ لارڈ کارنوالس ایک مضبوط آدمی ہیں اور وہ گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالتے ہی میسور کے خلاف اعلان جنگ کر دیں گے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہمیں کب تک لارڈ کارنوالس کی تیاریوں کا انتظار کرنا پڑے گا؟"

مسٹر یون نے کہا "یور ہائینس! آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ لارڈ کارنوالس ایک مضبوط آدمی ہیں اور وہ سلطان ٹیپو سے نمٹنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ لیکن انگلینڈ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو صلح نامہ منگلور کے

Pdf by Road Sign
www.magipnpk.com

خلاف ورزی کر کے سلطان ٹیپو سے جنگ چھیڑ نے کے مخالف ہیں۔ ان لوگوں کو مطمئن کر نے کے لیے لارڈ کار نوالس ایسے حالات پیدا کر نے کی فکر میں ہیں کہ میسور کے ساتھ ایسٹ انڈیا کمپنی کی جنگ ناگزیر ہو جائے۔"

بلکر نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں صرف معاہدہ منگلور جنگ کے راستے ہوئے ہے اور لارڈ کار نوالس یہ معاہدہ توڑ نے کے لیے کسی معقول بہانے کی تلاش میں ہیں۔" مسٹر یون نے جواب دیا "یور ہائینس بہانہ تلاش کرنا اتنا مشکل نہیں لیکن میں آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ ہمیں جنگ کی تیاری کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔"

Pdf by Read Sign
www.mediafunpk.com

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک لارڈ کارنوالس جنگ کے لیے تیار نہیں ہوتے وہ سلطان ٹیپو کو اپنی دوستی کا یقین دلاتے رہیں گے اور جب ان کی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی تو وہ کسی نہ کسی بہانے میسور پر چڑھائی کر دیں گے۔ لیکن ہم یہ کیوں نہ سمجھیں کہ جو قوم آج سلطان ٹیپو کو دھوکا دے سکتی ہے وہ کل ہمیں بھی دھوکا دے گی اور جن بہانوں کا سہارا لے کر تم ٹیپو کے ساتھ صلح کے معاہدوں کی خلاف ورزی کرو گے وہ کسی دن ہمارے خلاف بھی تلاش کیے جائیں گے؟"

Pdf by Road Sign
www.magpk.com

محفل پر ایک سکوت چھا گیا اور ہلکر نے قدرے توقف کے بعد اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا "بھائیو! میری بات غور سے سنو! لارڈ کارنوالس ٹیپو کا دشمن ہے نہ ہمارا دوست۔ وہ امریکہ میں انگریزوں کی ایک بہت بڑی سلطنت کھو بیٹھنے کے بعد یہاں آیا ہے اور انگریزوں نے اسے یہاں

اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ میسور کی سلطنت فتح کر کے ہمارے آگے ڈال دے۔ بلکہ اسے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ انگریزوں نے جو نقصانات امریکہ میں اُٹھائے ہیں وہ ہندوستان سے پورے کیے جائیں اور صرف میسور کی سلطنت نقصانات پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہو گی۔

Pdf by Road Sign

آج اگر میسور کی باری ہے تو کل ہماری باری آئے گی۔ سلطان ٹیپو کے ساتھ انگریزوں کی دشمنی کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اسے اپنے راستے کی بہت بڑی دیوار سمجھتے ہیں اور ہمیں ان کا راستہ صاف کرنے کے لیے اس دیوار کو گرانے کی حماقت نہیں کرنی چاہئے۔ اس دنیا میں اگر کسی کو ایک شریف دوست نہ مل سکے تو اسے یہ تمنا کرنی چاہئے کہ اس کا دشمن شریف ہو۔ اور سلطان ٹیپو ایک شریف دشمن ہے۔ اس کی شرافت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہماری قوم کی جو بیٹیاں اس کی قید میں تھیں وہ اسے اپنا بھائی اور باپ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہیں اور جب انگریزوں نے میسور پر حملہ کیا تھا تو انہوں نے اپنی فتح کی خوشی میں سینکڑوں بے بس عورتوں اور نہتے قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔"

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

ہری پنت نے کہا۔ ''آپ کے خیالات میں یہ تبدیلی صرف اس لیے آئی ہے کہ ٹیپو نے ہماری عورتوں کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کیا ہے لیکن آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ یہ صرف اس کی سیاسی چال تھی۔ وہ یہ جانتا تھا کہ اگر ان عورتوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی گئی تو تمام مرہٹہ ریاستوں میں آگ لگ جائے گی اور ہم اس توہین کا بدلہ لینے کے لیے سرِ دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ایک نوجوان لڑکی خیمے میں داخل ہوئی اور اس نے بلند آواز میں کہا ''جو بہادر سرِ دھڑ کی بازی لگانے کی ہمت رکھتے ہیں انہیں خطرے کے وقت اپنی بیویوں اور بہنوں کو چھوڑ کر بھاگنا نہیں چاہیے تھا۔'' مجلس پر ایک سناٹا چھا گیا۔ چند اور عورتیں خیمے کے اندر داخل ہوئیں۔ نوجوان لڑکی نے آگے بڑھ کر ایک مرہٹہ سردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''میرا پتی یہاں موجود ہے اور میں اس سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ میں نے کیا

باپ کیا ہے؟ کیا میرا قصور یہ تھا کہ میں ایک عورت تھی اور بھاگتے وقت اس سے پیچھے رہ گئی اور میری بہنیں یہ سمجھتی تھیں کہ ہمارے پتی دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے مارے گئے ہیں اور ہم ننگے سر ان کا ماتم کر رہی تھیں سلطان ٹیپو ہمارا دشمن تھا لیکن اس نے ہمیں سر ڈھانپنے کے لیے چادریں دیں۔ ہم اس کی قید میں تھیں لیکن میسور کے کسی سپاہی کی مجال نہ تھی کہ آنکھ اٹھا کر ہماری طرف دیکھ سکے۔ سلطان نے ہمیں عزت سے یہاں بھیجا۔ لیکن یہاں پہنچ کر ہم اپنے متعلق ایسی باتیں سن رہی ہیں کہ جو ایک شریف آدمی کسی بازاری عورت کے متعلق بھی نہیں کر سکتا۔ میں پوچھتی ہوں کہ تمہاری غیرت اس وقت کہاں گئی تھی جب تم ہمیں دشمن کے قبضے میں چھوڑ کر بھاگ آئے تھے؟"

Pdf by Road Sign
www.maqfunpk.com

راجہ بھونسلے نے نوجوان لڑکی کے الفاظ سے متاثر ہو کر کہا ''بہنو! تمہیں یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی اگر کسی نے تمہارے متعلق کوئی بری بات کہی ہے تو اس نے بڑا پاپ کیا ہے اور میں اس لشکر کے ہر سپاہی کی طرف معافی مانگتا ہوں۔'' ایک ادھیڑ عمر عورت نے کہا ''مہاراج ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں ہلیں گی جب تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارے متعلق ہمارے خاوندوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟''

''آپ اپنے آدمیوں کے خیمے میں چلی جائیں۔ اگر کسی کا پتی اعتراض کرے گا تو ہم اس سے نپٹ لیں گے۔ ہماری نظر میں تم سب دیویاں ہو۔ بھونسلے یہ کہہ کر آگے بڑھا اور ایک سردار کو ہاتھ سے پکڑ کر بولا ''تم کیا سوچ رہے ہو' اٹھو اپنی بیوی کو ساتھ لے جاؤ' ہم جنگ کے

متعلق کل سوچیں گے۔'' بھونسلے کی تقلید میں باقی سردار اور راجے دوسری عورتوں کے خاوندوں کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھا رہے تھے۔ اعتراض کرنے والوں کی زبانیں گنگ ہو چکی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد تمام عورتیں اپنے اپنے شوہر کے ساتھ ان کے خیموں میں جا چکی تھیں۔

Pdf by Road Sign

پونا اور حیدر آباد کی افواج ابھی جوابی حملے کی تیاریاں کر رہی تھیں کہ سلطان نے دریائے تنگبھدرہ کے آس پاس چند چوکیوں اور قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد بہادر بند کا محاصرہ کر لیا۔ اپنے محل وقوع اور دفاعی استحکامات کے لحاظ سے بہادر بند کا قلعہ مرہٹوں کا عظیم ترین مستقر تھا اور سلطان نے اس قلعے پر اس وقت حملہ کیا تھا جب کہ اتحادیوں کی ایک لاکھ سے زیادہ فوج صرف چند میل دور پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

۸ جنوری ۱۷۸۷ء کی صبح میسور کی فوج نے ایک شدید حملے کے بعد اس قلعے پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن دشمن کی شدید مزاحمت کے باعث اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔ چند گھنٹے بعد سلطان کا لشکر دوسرے حملے کی تیاری کر رہا تھا کہ اتحادی لشکر کے پڑاؤ سے ایک ایلچی سفید جھنڈا اٹھائے نمودار ہوا اور اس نے سلطان کے ساتھ صلح کی بات شروع کر دی۔ سلطان نے فوراً جنگ بند کرنے کا حکم دیا۔ لیکن چار دن تک اتحادیوں کے

ساتھ صلح کی شرائط طے نہ ہو سکیں اور سلطان کو یہ اندازہ ہوا کہ صلح کی گفتگو شروع کرنے سے دشمن کا اصل مقصد صرف مزید تیاری کے لیے وقت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ ۱۳ جنوری کی صبح میسور کے لشکر نے بہادر بندہ کے قلعہ پر دوبارہ گولہ باری شروع کر دی۔ قلعے کا مرہٹہ کمانڈنٹ مارا گیا اور سپاہیوں نے بیرونی اعانت سے مایوس ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ بہادر بندہ کا قلعہ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اتحادی کیمپ میں بددلی پھیل چکی تھی ایک راجہ دوسرے راجہ اور ایک سردار دوسرے سردار کو کوس رہا تھا۔ نظام کے سپاہی مرہٹوں کو اور مرہٹہ سپاہی نظام کے لشکر کو کاہلی، بے حیائی اور بزدلی کے طعنے دے رہے تھے۔

حیدر آباد اور پونا کے درباروں میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے وکیل اتحادی لشکر کے پڑاؤ میں پہنچ چکے تھے اور انہیں یہ سمجھا رہے تھے کہ ابھی تمہارا کچھ نہیں بگڑا ہے۔ اگر اب بھی تم آپس کے اختلافات دور کر کے متحد اور منظم ہو جاؤ تو جنگ کا پانسہ پلٹ سکتا ہے۔ میسور کی فوج اپنے محدود وسائل کے ساتھ چند ہفتوں یا چند مہینوں سے زیادہ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر تم کچھ عرصہ اور ہمت سے کام لو تو ایسٹ انڈیا کمپنی میدان میں آ جائے گی۔ لیکن فوج کے کیمپ میں ہلکر کی طرح کئی اور سردار بھی اب کھلے بندوں اس قسم کے خیالات کا اظہار کر رہے تھے کہ انگریز ہمارے ساتھ دھوکا کر رہے ہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم میسور کو ادھ موا کر کے ان کے آگے ڈال دیں۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اگر اس جنگ نے طول کھینچا تو ہماری اپنی حالت میسور سے مختلف نہیں ہو گی۔ پھر انگریز کو اس بات کی پوری آزادی ہو گی کہ وہ ہمارا حلیف بن کر میسور کی

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

سلطنت کا ایک بڑا حصہ ہتھیا لے یا ٹیپو کا حلیف بن کر ہمارے خلاف اعلان جنگ کر دے۔

سلطان ٹیپو کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ اگر جنگ کی طوالت کے باعث انگریزوں کو تیاری کا موقع مل گیا تو اسے دو محاذوں پر لڑنا پڑے گا۔ نظام اور پیشوا کو صلح پر آمادہ کرنے کی اب یہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ جنگ کو کسی تاخیر کے بغیر ختم کر دیا جائے۔ مرہٹہ کیمپ کے حالات اس سے پوشیدہ نہ تھے اس کے جاسوس اسے پل پل کی خبر دے رہے تھے چنانچہ اس نے کسی توقف کے بغیر اتحادیوں کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھا اسی قدر شدید تھا۔ ہلکر کے سوا جس نے جنگ شروع ہوتے ہی اپنے سپاہیوں کو میدان سے نکال لیا تھا باقی مرہٹہ افواج سخت تباہی کا سامنا کر رہی تھیں۔

Pdf by Road Sign

چند گھنٹوں کے اندر اندر میدان صاف ہو چکا تھا اور سلطان کے طوفانی دستے بھاگتے دشمن کا تعاقب کر رہے تھے۔ نظام کا لشکر جواب تک صرف تماشائیوں کی حیثیت میں اپنے حلیفوں کی کارگزاری دیکھنے کا عادی تھا پہلی بار شیر میسور کی قوت کا صحیح اندازہ کر رہا تھا اور جنگ میدان سے بھاگنے میں سبقت کرنے کے باوجود یہ دیکھ رہا تھا کہ اس کا یوم حساب شروع ہو چکا ہے اور میسور کی فوج جواب تک اس کے ساتھ رعایت برتی آئی تھی اب نظام کے تمام سابقہ گناہوں کا حساب چکانے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ میسور کی افواج نے شام تک اس کا تعاقب جاری رکھا۔ اور رات کی تاریکی میں جب وہ میدان جنگ سے کوسوں دور اپنے بقیۃ السیف ساتھیوں کے درمیان کھڑا اپنے نقصانات کا جائزہ لے رہا تھا تو اسے یہ معلوم ہوا کہ توپوں کے علاوہ اس کے اسلحہ بارود اور رسد کی بیشتر گاڑیاں دشمن کے قبضے میں جا چکی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب ایک جنگل میں

Pdf by Road Sign
www.magzpk.com

بھونسلے اور ہری پنت کے ساتھ اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے انتہائی شکایت کے لہجے میں کہا ''مجھے معلوم نہیں کہ مستقبل کے متعلق آپ کے کیا ارادے ہیں لیکن جہاں تک حیدر آباد کا تعلق ہے میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے لیے یہ جنگ ختم ہو چکی ہے۔''

جسونت راؤ نے کہا ''میرے دوست! ہلکر آپ سے زیادہ ہوشیار تھا وہ یہ بات کئی مہینے پہلے سمجھ گیا تھا جو تم آج سمجھے ہو۔ اور ہم شاید چند دن یا چند ہفتے بعد سمجھ جائیں۔ ہری پنت نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا ''ہم اس حملے کے لیے تیار نہ تھا اگر ہلکر دشمن کے راستے سے اپنی فوج نہ ہٹاتا تو ہمیں اس صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اب دشمن جس قدر آگے بڑھے گا اسی قدر اس کی مشکلات میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ ہم قدم قدم پر اس کا مقابلہ کریں گے۔''

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

اس فتح کے بعد سلطان نے تنگبھدرہ اور کرشنا کے درمیان کسی جگہ دشمن کو دم لینے کا موقع نہ دیا۔ تہور جنگ ہر محاذ پر کوسوں دور رہنا پسند کرتا تھا اور مرہٹہ سپاہی کسی ایک جگہ جمع ہونے کی بجائے منتشر ہو کر بھیڑوں کی طرح میسور کی فوج کے آگے بھاگ رہے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایجنٹ لارڈ کارنوالس کو یہ پیغام بھیج رہے تھے کہ اب ہمارے دوست ہمت ہار چکے ہیں۔ پونا اور حیدر آباد کے درباروں میں ہری پنت اور تہور جنگ کے ایلچی یہ کہہ رہے تھے کہ ہم جنگ ہار چکے ہیں۔ اب اگر سلطان کے ساتھ باعزت شرائط پر صلح ہو سکے تو ہمیں اسے بھی اپنی فتح سمجھنا چاہئے۔ اور شیر میسور اپنے کچھار سے بہت دور آچکا تھا۔ حیدر آباد اور پونا کی طرف سے یلغار کے لیے اس کا راستہ کھلا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو نظام اور پیشوا کی قوت ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتا تھا لیکن جب انھوں نے صلح کے لیے ہاتھ بڑھائے تو سلطان نے کسی حجت کے بغیر تلوار نیام میں

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈال لی...... اس لیے نہیں کہ اب اسے ان کی طرف سے کسی شدید مزاحمت کی توقع نہ تھی۔ اس لیے بھی نہیں کہ وہ مستقبل میں ان کی صلح جوئی اور امن پسندی پر اعتماد کر سکتا تھا...... بلکہ صرف اس لیے کہ اس کے نزدیک میسور کے اصل دشمن انگریز تھے اور وہ جنگ کو طول دے کر ایسے حالات پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے جارحانہ ارادوں کے لیے سازگار ہو سکتے تھے۔ یہ صلح ایک مجبوری تھی...... ایک ایسے انسان کی مجبوری جسے گیدڑوں اور گدھوں کا پیچھا کرتے وقت اپنے عقب سے بھیڑیوں کے حملے کا خطرہ ہو۔ کئی برس قبل سلطان ٹیپو کے باپ نے اس وقت تلوار نیام میں ڈال لی تھی جب کہ اس کی افواج مدراس کے دروازے پر دستک دے رہی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا عقب نظام اور مرہٹہ حکمرانوں کی سازشوں کے باعث غیر محفوظ تھا۔ پھر سلطان ٹیپو کی زندگی میں ایک ایسا مرحلہ آیا تھا جب انگریز محسوس کرتے تھے کہ اب

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

جنوبی ہندوستان کا کوئی گوشہ ان کے لیے محفوظ نہیں لیکن پیچھے سے نظام اور مرہٹوں کے حملے کے خدشہ نے اسے بھی انگریزوں کے ساتھ مصالحت پر مجبور کر دیا تھا اور اب جب کہ نظام کی ملت فروشی اور مرہٹوں کی وطن دشمنی کا حساب چکانے کا وقت آیا تھا تو اس کے لیے انگریز ایک بڑا خطرہ بن چکے تھے۔ جس کے بعد سلطان نے مصالحت کی خاطر جس وسیع القلبی کا ثبوت دیا وہ مرہٹوں کی توقع سے کہیں زیادہ تھی۔ چنانچہ تنگبھدرہ اور کرشنا کے درمیان بادامی، نرگند اور کتھور کے علاقے مرہٹوں کو واپس کر دیے اور مرہٹے اس کے بدلے سلطان کے ایک دفاعی اور جارحانہ معاہدہ کرنے پر رضامند ہو گئے اور نظام کی دوستی حاصل کرنے کے لیے سلطان ادھونی کا مفتوحہ علاقہ مہابت جنگ کو واپس کر دیا۔

Pdf by Road Sign
www.maghunpk.com

فرحت عصر کی نماز کے بعد ایک کمرے میں قرآن کی تلاوت کر رہی تھی اور جین باہر صحن میں ایک درخت کے نیچے موڑھے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اچانک مکان کے بیرونی حصے میں گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ چند دن قبل سرنگا پٹم میں یہ خبر مشہور ہو چکی تھی کہ جنگ ختم ہو چکی ہے لیکن قریباً ایک مہینہ سے فرحت کے بیٹوں اور لیگرانڈ کی طرف سے کوئی خبر نہ آنے کے باعث وہ سخت مضطرب تھی وہ ابھی دروازے سے چند قدم دور تھی کہ نوکر بھاگتا ہوا صحن میں داخل ہوا اور اس نے کہا ''میم صاحب وہ آ گئے ہیں!'' جین جلدی سے آگے بڑھی اور دروازے سے باہر جھانکنے لگی۔ ڈیوڑھی کے قریب لیگرانڈ اپنا گھوڑا ایک نوکر کے سپرد کر رہا تھا اور وہ چند ثانیے آگے بڑھنے یا پیچھے مڑنے کا فیصلہ نہ کر سکی۔ پھر جب لیگرانڈ دیوان خانے کا رخ کر رہا تھا تو وہ اچانک باہر نکل آئی اب اسے اس بات کا احساس نہ تھا کہ وہ چلنے کی بجائے بھاگ رہی ہے۔

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

لیگرانڈ دیوان خانے کے اندر داخل ہوتے ہی اپنے پیچھے کسی کے پاؤں کی آہٹ پا کر مڑا اور اس نے بے اختیار اپنے ہاتھ پھیلا دیے لیکن جین اس کی توقع کے خلاف دروازے میں رک گئی لیگرانڈ نے دل برداشتہ ہو کر کہا ''جین میں آ گیا ہوں' مجھے فوج میں ترقی مل گئی ہے کیا بات ہے جین تم اس قدر بدحواس کیوں ہو؟ تم مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوئیں؟''

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

جین نے کرب انگیز لہجے میں کہا ''آپ اکیلے وہ کیوں نہیں آئے؟'' ''کون' انور اور مراد؟'' اُف مجھے معلوم نہ تھا کہ مجھے تنہا دیکھ کر تم اس قدر گھبرا جاؤ گی۔ وہ ایک ہفتہ تک یہاں پہنچ جائیں گے مجھے موسیو لالی نے جنگ ختم ہوتے ہی چھٹی دے دی تھی۔ تمہیں انور اور مراد کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہئے وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ بیٹھ جاؤ میں تمہارے ساتھ سینکڑوں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

جین نے کہا ''میں ان کی والدہ کو تسلی دے آؤں وہ بہت پریشان ہیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔'' جین وہاں سے چل پڑی اور لیگرانڈ زخم خوردہ سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند منٹ بعد جین دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ لیگرانڈ نے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکال کر اسے پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ لو ہمیں فتح کی خوشی میں دو ماہ کی زائد تنخواہ ملی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے تین مہینے کی چھٹی ملی ہے انور علی نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آتے ہی ہمارے لیے علیحدہ مکان کا بندوبست کر دے گا۔'' جین نے کہا ''نہیں اسے اپنے پاس رکھیے میرے پاس آپ کا بھیجا ہوا تمام روپیہ محفوظ پڑا ہے۔ انور علی کی والدہ اس بات پر خفا ہوئی تھیں کہ آپ اپنی پوری تنخواہ مجھے کیوں بھیج دیتے ہیں'' لیگرانڈ نے دل برداشتہ ہو کر کہا ''جین مجھے یہ احساس مت دلاؤ کہ میں ایک غریب آدمی ہوں اور تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔''

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

جین نے معذرت طلب نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور اس کے ہاتھ سے تھیلی لیتے ہوئے کہا ''میرا مقصد تمہیں افسردہ کرنا نہ تھا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ تم کو میری خاطر اتنی تنگی برداشت نہیں کرنی چاہئے۔ انور کی والدہ مجھے اپنے روپے سے ایک کوڑی بھی خرچ کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔'' لیگرانڈ نے کہا ''جین اگر پیرس میں مجھے کوئی یہ بتاتا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ایک اجنبی کو اپنی روٹی کے ہر نوالے میں حصہ دار بنا لیتے ہیں تو مجھے یقین نہ آتا۔ لیکن میں اب ان پر مزید بوجھ ڈالنا مناسب نہیں سمجھتا۔ ہمیں بہت جلد ان سے اجازت لینی پڑے گی۔ اگر تمہارے لیے میری درخواست کوئی معنی رکھتی ہے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمیں انور اور مراد کے یہاں پہنچتے ہی شادی کر لینی چاہئے۔ میں ہر لڑائی سے پہلے یہ سوچا کرتا تھا کہ شاید میں تمہیں دوبارہ نہ دیکھ سکوں مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہے لیکن اس کے باوجود میں اس

فریب میں مبتلا رہنے کی کوشش کرتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے کے لیے ہیں۔''

جین نے گردن جھکاتے ہوئے جواب دیا۔ ''لیگر انڈ میں شکر گزار نہیں ہوں۔ اور مجھے اپنے مستقبل کے متعلق تمہارا کوئی فیصلہ ناقابل قبول نہیں ہوگا۔'' اور لیگر انڈ کی حالت اس بچے کی سی تھی جس کے سامنے کھلونوں کے ڈھیر لگا دیے گئے ہوں۔

بیس دن بعد موسیو لالی کی قیام گاہ کے قریب ایک چھوٹے سے مکان میں جو گزشتہ چند برس سے سلطان کی فوج کے یورپین اور دوسرے عیسائی سپاہیوں کے لیے گرجے کا کام دیتا تھا لیگر انڈ اور جین کی شادی کی رسومات ادا ہو رہی تھیں۔ یورپین افسروں کے علاوہ انور زماں اور ان کے چند دوست اس موقع پر موجود تھے۔ نکاح کی رسم ایک فرانسیسی پادری نے ادا کی۔ جب دولہا اور دلہن مکان سے باہر نکل رہے تھے تو موسیو لالی نے لیگر انڈ سے مخاطب ہو کر کہا "لیگر انڈ تم بہت خوش قسمت ہو لیکن ایسی دلہن کے لیے تمہارا کمرہ موزوں نہیں اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے ہنی مون کے لیے اپنے مکان کا ایک حصہ خالی کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

لیگرانڈ نے جواب دیا ''شکریہ! لیکن انور علی نے ہمارے لیے ایک علیحدہ مکان کا بندوبست کر دیا ہے اور اب ہم سیدھے وہاں جا رہے ہیں۔'' مکان کے باہر آٹھ کہار ایک کشادہ پالکی کے گرد کھڑے تھے جین پالکی میں بیٹھ گئی۔ انور علی نے لیگرانڈ سے مخاطب ہو کر کہا ''آپ بھی تشریف رکھیں یہ پالکی آپ دونوں کے لیے ہے۔'' لیگرانڈ پیدل جانا چاہتا تھا لیکن انور علی اور دوسرے دوستوں کے اصرار پر جین کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کہاروں نے پالکی اٹھائی اور انور اور مراد ان کے ساتھ چل دیے۔ شہر کے کشادہ بازار میں کوئی آدھ میل فاصلہ طے کرنے کے بعد کہار ایک تنگ گلی کے سامنے رُکے اور انہوں نے پالکی نیچے رکھ دی۔ انور علی نے آگے بڑھ کر کہا ''یہ گلی بہت تنگ ہے۔ اب آپ کو چند قدم پیدل چلنا پڑے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں کوشش کے باوجود آپ کے لیے کسی کشادہ سڑک پر مکان کا بندوبست نہیں کر سکا۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

لیگرانڈ اور جین پالکی سے اتر کر ان کے ساتھ چل دیے۔ جین دلہن کے سفید لباس میں ایک پری معلوم ہو رہی تھی اور گلی سے گزرنے والے لوگ حیران ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انور علی نے ایک موڑ کے قریب رک کر بائیں ہاتھ سے ایک مکان کے کشادہ دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ آپ کا گھر ہے؟'' لیگرانڈ نے قدرے تذبذب کے بعد کہا ''یہ بات آپ کو عجیب معلوم ہو گی لیکن ہم اسے شادی کی رسم کا ایک اہم حصہ سمجھتے ہیں۔''

Pdf by Road Sign

پھر اس نے کسی توقف کے بغیر اچانک آگے جھک کر جین کو اپنے بازوؤں میں اٹھالیا اور مکان کے اندر داخل ہوا۔ جین نے کہا ''خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو اس ملک کے لوگ ایسی حرکات پسند نہیں کرتے۔'' صحن میں انور علی کا ایک نوکر موجود تھا اور اس کی بدحواسی اور پریشانی قابل دید تھی۔ جین نے کہا ''خدا کے لیے مجھے اتار دو۔ یہ لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے۔''

Pdf by Road Sign

''معاف کیجئے گا'' پریشان حال نوکر یہ کہہ کر ایک کمرے کی طرف بھاگا اور پیچھے سے انور علی اور مراد کے قہقہے جین کو انتہائی ناخوشگوار محسوس ہوئے۔ لیگرانڈ اب بھی اسے نیچے اتارنے پر آمادہ نہ تھا لیکن وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے علیحدہ ہو گئی۔ انور علی نے کہا ''جین تمہیں ہماری وجہ سے بدشگونی نہیں کرنی چاہئے میں پاندی چیری میں رہ کر تم لوگوں کی تمام رسومات سے واقف ہو چکا ہوں۔'' لیگرانڈ نے خوبصورت دومنزلہ مکان کا سرسری جائزہ لینے کے بعد انور علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''یہ مکان ہماری ضرورت سے بہت زیادہ ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کا کرایہ کہیں میری تنخواہ سے زیادہ نہ ہو۔ اگر آپ نے پہلے مجھے دکھا دیا ہوتا تو میں آپ کو یہ مکان لینے کا مشورہ نہ دیتا۔''

Pdf by Road Sign

''یہ مکان خرید اگیا ہے اور آج سے آپ اس کے مالک ہیں۔ یہ امی جان کی طرف سے جین کو شادی کا تحفہ ہے۔'' لیگر انڈ نے کہا ''نہیں نہیں یہ ایک زیادتی ہے۔ آپ ہماری گردن پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں۔'' انور علی نے کہا ''میرے دوست آپ کو اس بات پر ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ ہم نے صرف آپ کی ضرورت کا احساس کیا ہے اور ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ ہم آپ کے لیے اس سے بہتر مکان حاصل نہیں کر سکے۔''

Pdf by Road Sign

''انور علی میں ناراض نہیں ہوں۔'' لیگر انڈ نے کہا ''لیکن یہ بہت زیادتی ہے۔'' انور علی نے جین کی طرف دیکھا اور کہا ''جین یہ امی جان کی خواہش تھی اور مجھے امید ہے کہ تم ان کی خواہش کا احترام کرو گی۔'' جین نے آبدیدہ ہو کر کہا ''میں انہیں اپنی ماں سمجھتی ہوں۔ میں شکریہ کے ساتھ ان کا یہ تحفہ قبول کرتی ہوں۔ میرے لیے اس مکان کی اینٹیں سونے سے زیادہ قیمتی ہیں۔''

انور علی نے کہا ''اب آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ ہمیں اجازت دیجیے۔ سردار خان اب آپ کی خدمت میں رہے گا۔ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا تکلف ہمارے ہاں پیغام بھیج دیجیے۔''

پھر اس نے بلند آواز میں کہا ''سردار خان! تم اندر کیا کر رہے ہو؟ باہر آؤ!'' سردار خان بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ انور علی نے کہا ''تم گھر سے ان کا سارا سامان لے آئے ہو؟''

جی ہاں! ان کے صندوق میں نے اوپر رکھوا دیے ہیں۔ ایک صندوق کی چابی میرے پاس ہے۔'' یہ کہتے ہوئے سردار خان نے اپنی جیب سے ایک چابی نکالی اور جین کو پیش کر دی۔ جین نے پریشان ہو کر کہا ''میری چابی میرے پاس ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.magiopk.com

سردار خان نے کہا "جی یہ چابی مجھے بی بی جی نے خود دی تھی' وہ کہتی تھیں کہ یہ بڑے صندوق کی ہے۔

جین نے اس کے ہاتھ سے چابی لے لی۔ انور علی نے سردار خان کی طرف متوجہ ہو کر کہا! آج سے ان کی خدمت تمہارے ذمہ ہے۔

مجھے امید ہے کہ تم اپنے آپ کو ایک اچھا نوکر ثابت کرو گے۔"

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

"جناب مجھ سے آئندہ کوئی غلطی نہیں ہو گی۔" سردار نے معذرت طلب لہجے میں کہا۔ مراد علی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ اس نے پوچھا

"اور اس سے پہلے تم نے کیا غلطی کی ہے؟"

"کچھ نہیں جناب!" سردار خان نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا انور اور مراد کو رخصت کرنے کے بعد جین اور

لیگرانڈ مکان کے کمروں کا معائنہ کر رہے تھے۔ نچلی منزل کے پانچ کمرے ضروری ساز و سامان سے آراستہ تھے۔ بالائی منزل کے

Pdf by Road Sign

دونوں کمروں میں خوب صورت قالین اور پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ ایک کمرہ دیکھنے کے بعد وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوئے تو جین نے ایک

لکڑی کے صندوق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ میرا صندوق نہیں ہے۔ میرے خیال میں نوکر غلطی سے اٹھا کر لائے ہیں۔"

لیگرانڈ نے کہا ''اتنا بڑا صندوق غلطی سے یہاں نہیں آ سکتا۔ میرے خیال میں اسی صندوق کی چابی تمہیں دی گئی ہے۔'' جین نے آگے بڑھ کر صندوق کا تالا کھولا اور لیگرانڈ نے اس کا بھاری ڈھکنا اوپر اٹھا دیا۔ صندوق ریشمی کپڑوں سے بھرا ہوا تھا۔ لیگرانڈ نے ایک جوڑا نکال کر پلنگ پر پھیلاتے ہوئے کہا ''جین دیکھو یہ تو کسی فرانسیسی درزی کے ہاتھ کا سلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔'' جین نے جواب دیا ''ان کے درزی کو میرے کپڑوں کا ناپ معلوم تھا لیکن مجھے ان کے ساتھ رہتے ہوئے بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کپڑے کس وقت تیار ہو کر آئے اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ہمارے مکان کے لیے اتنے ساز و سامان کا بندوبست کر رہے ہیں۔ کسی نوکر نے بھی مجھے یہ نہیں بتایا کہ میرے لیے اتنے تحائف جمع کیے جا رہے ہیں لیگرانڈ خدا کے لیے صندوق بند کر دو میں یہ برداشت نہیں کر سکتی میں اتنے بڑے احسان کی مستحق نہ تھی۔ کاش میں ان کی بیٹی ہوتی!''

Pdf by Road Sign
www.magnapk.com

جین کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب پھوٹ نکلا۔ لیگرانڈ نے پریشان ہو کر کہا ”جین مجھے یقین ہے کہ انور اور مراد تمہیں اپنی بہن اور ان کی والدہ تمہیں اپنی بیٹی سے کم نہیں سمجھتیں۔“

Pdf by Road Sign

”لیکن میرے لیے یہ ناقابل برداشت ہے کاش میرے ساتھ یہ لوگ وہی برتاؤ کرتے جو ایک اجنبی دوسرے اجنبی کے ساتھ کرتا ہے۔“

نظام اور مرہٹوں کی طاقت کے خلاف سلطان ٹیپو کی فتح کوئی معمولی کارنامہ نہ تھی انگریزوں کی طرح پانڈی چری کی فرانسیسی حکومت کو بھی اس بات کی قطعاً امید نہ تھی کہ سلطان اس جنگ سے سرخرو ہو کر نکلے گا سلطان کو اس جنگ میں فرانس سے عملی اعانت کی توقع تھی لیکن فرانسیسی نوآبادیات کی حکومت نے انگریزوں کے ساتھ معاہدہ وارسیلز کی آڑ لے کر اس جنگ میں ایک فریق بننے سے انکار کر دیا تھا۔

Pdf by Road Sign

معاہدہ وارسیلز کی اہم شرط یہ تھی کہ انگریز اور فرانسیسی ہندوستان کے حکمرانوں کی جنگوں میں الگ تھلگ رہیں گے لیکن فرانسیسیوں کی پہلو تہی کی اصل وجہ صرف یہ معاہدہ نہ تھا وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ نظام اور مرہٹوں نے انگریزوں کی شہ پر جنگ شروع کی ہے اور جب وہ اس جنگ میں حصہ لینا اپنے لیے سودمند خیال کریں گے تو معاہدہ وارسیلز کی حیثیت ان کے لیے کاغذ کے ایک پرزے سے زیادہ نہ

ہوگی۔ ان کی پہلوتہی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ سلطان ٹیپو کو اس جنگ میں ایک کمزور فریق سمجھتے تھے اور انہیں اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ سلطان زیادہ دیر نظام اور مرہٹوں کی متحدہ طاقت کا مقابلہ نہ کر سکے گا اور اگر انگریز بھی میدان میں آ گئے پھر تو وہ سلطان کے حلیف بن کر اپنے لیے کوئی اچھا نتیجہ پیدا نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ پانڈی چری کے فرانسیسی گورنر موسیو کاسگنی کی پہلی کوشش یہ تھی کہ پونا اور حیدرآباد کی حکومتوں کو سلطان کے خلاف جنگ شروع کرنے سے باز رکھا جائے اور جب یہ کوشش بارآور نہ ہوئی تو اس کی دوسری کوشش یہ تھی کہ فرانس سلطان ٹیپو کی بجائے مرہٹوں کے ساتھ اتحاد کرے کیونکہ مرہٹوں کو سلطان کی نسبت وہ زیادہ طاقتور خیال کرتے تھے اور انہیں ایک کمزور دوست کی حمایت کے لیے ایک طاقتور دشمن سے ٹکر لینا منظور نہ تھا۔

Pdf by Road Sign

چنانچہ پانڈی چری کی حکومت کا ایک خاص نمائندہ مرہٹوں کے ساتھ دوستی کا پیغام لے کر جنگ کے آغاز سے چند ماہ بعد پیشوا کے پاس پہنچا لیکن پونا کے دربار میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایجنٹ سر چارلس میلٹ کے اثر و رسوخ کے باعث اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ فرانسیسیوں کی اس ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ نانا فرنویس ان کی دوستی کی بجائے انگریزوں کی دوستی پر زیادہ اعتماد کرتا تھا اور اسے اس بات کا یقین تھا کہ انگریز زود یا بدیر جنگ میں ضرور شامل ہو جائیں گے۔

Pdf by Road Sign

پانڈی چری کی حکومت کے اس طرزعمل کی وجہ سے جنگ کے دوران میں صرف ان فرانسیسی اور دوسرے یورپین سپاہیوں نے سلطان کا ساتھ دیا تھا جو میسور کی فوج کی باقاعدہ ملازمت اختیار کر چکے تھے۔ مرہٹوں اور نظام کے خلاف ایک شاندار فتح حاصل کرنے کے بعد سلطان ٹیپو میسور کے مستقبل کے متعلق مطمئن نہ تھا ایک خطرناک آندھی گزر چکی تھی لیکن وہ ایک حقیقت پسند انسان کی طرح مستقبل کے افق پر نئی آندھی کے آثار دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میر نظام علی اور نانا فرنویس کی تکیل انگریز کے ہاتھ میں ہے اور وہ جب چاہیں گے انہیں دوبارہ میسور کے خلاف میدان میں لے آئیں گے اور وہ یہ بھی محسوس کرتا تھا کہ میسور تنہا اپنے وسائل سے ایک لاانتہا عرصہ کے لیے جنگ جاری نہیں رکھ سکتا اور انگریز مرہٹوں یا نظام کی طرح اسے بھی ایک ایسے طاقتور حلیف کی ضرورت ہے جس کی دوستی پر اعتماد کیا جا سکے۔

www.maggroup.com
Pdf by Road Sign

انگریز اسے جنوبی ہند کے دفاعی حصار کا مرکزی ستون سمجھ کر اپنا دشمن نمبر ایک قرار دے چکے تھے۔ فرانسیسیوں کے متعلق بھی اسے کوئی غلط فہمی نہ تھی تاہم ہندوستان میں فرانس اور برطانیہ کے مفاد ایک دوسرے سے متصادم تھے اور سلطان آئندہ معرکوں میں انگریز کے خلاف فرانسیسیوں کے تعاون کے امکانات سے مایوس نہ تھا۔ چنانچہ گزشتہ جنگ کے آخری ایام میں ہی وہ فرانسیسی حکومت کے ساتھ براہ راست بات چیت کرنے کے لیے ایک سفارت کار پیرس روانہ کر چکا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

جنگ سے فارغ ہونے کے بعد سلطان ٹیپو کے لیے تعمیری اور اصلاحی کام کرنے کا پر امن دور بہت مختصر تھا جب وہ مرہٹوں اور نظام کے ساتھ برسر پیکار تھا انگریزوں نے مالابار کے نائروں اور موپلوں کو بغاوت پر اکسا کر اس کے لیے ایک نیا محاذ کھولنے کی کوشش کی تھی۔

ٹراونکور کا راجہ انگریز کا آلۂ کار بن کر ان باغیوں کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا لیکن انگریزوں کی توقع کے خلاف جنگ کے قبل از وقت ختم ہو جانے کے باعث یہ سازش نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی اور میسور کی فوج کے چند دستوں نے کسی دقت کا سامنا کیے بغیر باغیوں کو مغلوب کر لیا۔ باغیوں کے کچھ رہنما گرفتار کر لیے گئے اور کچھ ٹراونکور بھاگ گئے۔ سلطان نے ٹراونکور کے راجہ کو باغیوں کو پناہ دینے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے سے منع کیا لیکن راجہ نے انگریزوں کی اعانت کے بھروسے پر میسور کے خلاف اپنی سرگرمیاں پہلے سے زیادہ تیز کر دیں۔ ٹراونکور کا راجہ انگریزوں کا حلیف تھا اور سلطان ٹیپو کے خلاف اس کی جارحیت کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے ایسے سازگار حالات پیدا کر دیے جائیں کہ وہ معاہدہ منگلور کے خلاف ورزی کر کے سلطان کے خلاف ایک نئی جنگ کی ابتداء کر سکے۔

Pdf by Road Sign
www.hagopk.com

گزشتہ چند برس کے واقعات سے یہ تلخ حقیقت بار بار ہم پر واضح ہو چکی ہے کہ ہم سلطان ٹیپو کی قوت مدافعت کا خاتمہ کیے بغیر ہندوستان میں پاؤں نہیں پھیلا سکتے۔ حیدر علی اور ٹیپو کے ہاتھوں ہماری بدترین شکستیں اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ میسور اس **ملک** کا سب سے مضبوط قلعہ ہے۔ اب نظام اور مرہٹوں کی متحدہ طاقت کو روندنے کے بعد ٹیپو کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ اس کے سفیر پیرس اور قسطنطنیہ پہنچ چکے ہیں۔ نظام اور مرہٹہ حکمرانوں کی سلطنتوں میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جو ٹیپو کو ہندوستان کی آزادی کا محافظ خیال کرتے ہیں۔

Pdf by Road Sign

امریکہ کی نوآبادیات کھو بیٹھنے کے بعد ہم اس ملک کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر کے اپنے نقصانات پورے کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے لیے یہاں بھی ایک اور جارج واشنگٹن پیدا ہو جائے تو ہمیں سلطان ٹیپو کو زیادہ مہلت نہیں دینی چاہئے۔ اگر ہم اسے شکست نہ دے سکے تو ہندوستان میں ہم نے اب تک جو حاصل کیا ہے وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ یہاں ہمارے لیے تاجروں کی حیثیت میں بھی کہیں جگہ نہیں ہو گی۔ ٹیپو ہر میدان میں ہمارا حریف ہے۔ وہ صنعت و حرفت اور تجارت کی اہمیت جانتا ہے۔ ہندوستان کی منڈیوں میں میسور کی مصنوعات کی مانگ بڑھ رہی ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر سلطان ٹیپو کو چند برس امن سے کام کرنے کا موقع مل گیا تو میسور صنعت اور تجارت میں ہم سے آگے نکل جائے گا۔

Pdf by Road Sign
www.magusnpk.com

اس وقت بھی یہ حالت ہے کہ یہاں کہ بعض مصنوعات مثلاً کپڑا اور شیشے کے برتن یورپ کے بہترین کارخانوں کی مصنوعات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اب تک ہندوستان میں ہماری کامیابیوں کی بڑی وجہ ہماری بحری قوت تھی لیکن سلطان ٹیپو وہ پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کو اس کی کمزوری کا آہی احساس کیا ہے۔ اس وقت میسور کی مختلف گودیوں میں ہزاروں آدمی تجارتی اور جنگی جہاز بنانے میں مصروف ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ سلطان ٹیپو کو ایک نا قابل تسخیر بحری قوت کا مالک بننے میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔ جہاز بنانے کے لیے جس لکڑی کی ضرورت ہے وہ میسور کے جنگلات میں بکثرت موجود ہے اور میسور کا محنت کش طبقہ سلطان کے حکم پر جان دیتا ہے۔ میسور کے عوام کی خوشحالی اور ترقی نے ہندوستان کی دوسری ریاستوں کے عوام کو سلطان ٹیپو کی طرف متوجہ کر دیا ہے اور اگر ہم چند سال جنگ سے پہلو تہی کرتے رہے تو اس بات کے

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

امکانات موجود ہیں کہ ہمیں سلطان ٹیپو کے جھنڈے تلے نہ صرف میسور بلکہ پورے ہندوستان کی قوت مدافعت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ ہمیں میسور کے حکمران کو وہ خلا پر کرنے کا موقع نہیں دینا چاہئے جو سلطنت مغلیہ کے زوال کے باعث پیدا ہو چکا ہے ہمارے لیے اس وقت دو ہی راستے ہیں ایک یہ کہ امریکہ کی طرح ہندوستان سے بھی اپنے پاؤں نکال لیں اور دوسرا یہ کہ ہم کسی تاخیر کے بغیر میسور پر چڑھائی کر دیں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ ہم تنہا اپنی قوت سے سلطان کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم نظام اور مرہٹوں کو اس بات کا یقین دلادیں کہ اس مرتبہ ہم پیچھے نہیں رہیں گے تو وہ ہمارا ساتھ دیں گے۔

کمپنی جنگ کے اخراجات سے ڈرتی ہے لیکن میں کمپنی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ صرف کالی کٹ، کنانور، اور منگلور کی بندرگاہوں کی قیمت ہمارے جنگ کے تمام اخراجات سے زیادہ ہوگی اور صرف مالابار سے گرم مصالحے اور صندل اور ساگوان کی لکڑی تجارت پر اپنی اجارہ داری قائم کر کے ہمیں اتنا نفع ہوگا کہ ہم امریکہ میں اپنے سابقہ نقصانات بھول جائیں گے۔ نظام اور مرہٹوں کے ساتھ گزشتہ جنگ میں شدید نقصانات کے باعث سلطان کی طاقت کافی کمزور ہو چکی ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ لوگ ٹیپو کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں لیکن ہماری دوستی اور اعانت سے مایوس ہونے کے بعد وہ یقیناً سلطان ٹیپو کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کریں گے اور جب سلطان ٹیپو ان کی طرف سے مطمئن ہو جائیگا تو اس ملک سے نکالنے کے لیے اسے جنگ لڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اس لیے ہمیں ہندوستان میں انگریزوں

Pdf by Road Sign
www.maafo.pk.com

کے مستقبل سے آنکھیں بند کرنے کے لیے معاہدہ واریلز کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔

یہ وہ دلائل تھے جن کی بدولت لارڈ کارنوالس ایسٹ انڈیا کمپنی اور حکومت برطانیہ کو اپنا ہم خیال بنانے کے بعد جنگ کی تیاریوں کی اجازت حاصل کر چکا تھا۔ چنانچہ ۱۷۸۷ء کے اواخر میں پونا، ناگپور، گوالیار اور حیدر آباد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے سفیروں کو لارڈ کارنوالس کی طرف سے یہ ہدایات موصول ہو چکی تھیں کہ ہم جنگ کے لیے تیار ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ نظام اور مرہٹہ حکمرانوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ دفاعی اور جارحانہ معاہدے کرنے پر آمادہ کیا جائے۔

Pdf by Road Sign

نانا فرنویس اور مادھوجی بھونسلے کو لارڈ کارنوالس نے اپنے ذاتی خطوط میں یہ لکھا تھا کہ اب اگر سلطان ٹیپو سے اپنی سابقہ شکستوں کا انتقام لینا چاہتے ہیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی آپ کے ساتھ یہ معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہے کہ وہ اپنے اتحادیوں سے بالا بالا ٹیپو کے ساتھ صلح کرنے کی کوشش نہیں کرے گا اور دریائے کرشنا اور تنگبھدرہ کے درمیان مرہٹوں کے جو علاقے میسور نے چھین لئے ہیں وہ انہیں واپس دلائے جائیں گے۔ لارڈ کارنوالس نے دوسرے مرہٹہ راجوں کی طرح ہلکر کو بھی یہ پیغام بھیجا تھا کہ آپ اپنے ہندو دھرم کی لاج رکھنے کے لیے دوسرے مرہٹہ حکمرانوں کا ساتھ دیں اور پونا کی حکومت کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ معاہدہ کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے اثر و رسوخ سے کام لیں۔ لیکن ہلکر کا جواب بہت حوصلہ شکن تھا اس نے صرف سلطان کے خلاف کمپنی کا حلیف بننے سے انکار کر دیا' بلکہ نظام اور

Pdf by Road Sign

مرہٹہ راجوں کو بھی ٹیپو کے خلاف محاذ بنانے سے روکنے کی کوشش کی اور ان پر زور دیا کہ اگر انہیں ہندوستان کی آزادی عزیز ہے تو وہ انگریزوں کی بجائے سلطان ٹیپو کا ساتھ دیں اور جب پونا اور حیدرآباد کی حکومتوں پر اس کی نصیحت بے اثر ثابت ہوئی تو اس نے یہ دھمکی دی کہ میں تمہاری بجائے سلطان ٹیپو کا ساتھ دوں گا۔ انگریزوں کی طرح نانا فرنویس اور میر نظام علی خان بھی سلطنت میسور کو اپنے اقتدار کے لیے ایک بڑا خطرہ سمجھتے تھے لیکن گزشتہ جنگ میں انگریزوں کی علیحدگی کے باعث انہوں نے جو نقصانات اٹھائے تھے ان کے پیش نظر وہ دوبارہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے وعدوں پر اعتبار کر کے جنگ کی آگ میں کودنے سے ڈرتے تھے اور پھر جب چند ماہ کی سرتوڑ کوشش کے بعد پونا اور حیدرآباد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایجنٹ ان کے خدشات دور کر چکے تھے تو لارڈ کارنوالس ان کے ساتھ معاہدے کی شرائط طے کرنے میں سخت الجھنوں کا سامنا کر

Pdf by Road Sign
www.maghoopk.com

رہا تھا میر نظام علی اور نانا فرنولیس دونوں جنگ میں اپنے اشتراک کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنے پر مصر تھے اور لارڈ کارنوالس کسی ایک فریق کو خوش کرنے کے لیے دوسری فریق کی ناراضی کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہ تھا۔

نانا فرنولیس نے اس سودا بازی میں اپنی قیمت بڑھانے کے لیے ایک طرف یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی کہ اگر اس کے مطالبات نہ مانے گئے تو وہ انگریزوں کے خلاف سلطان ٹیپو کے ساتھ معاہدہ کر لے گا اور دوسری طرف ایسٹ انڈیا کمپنی کو یہ اطمینان دلایا کہ جو شرائط مرہٹوں کے لیے قابل قبول ہوں گی وہ میر نظام علی کو بہر حال تسلیم کرنی پڑیں گی۔

Pdf by Road Sign
www.mafatunpk.com

میر نظام علی کے دربار میں معاہدے پر بحث ہو رہی تھی نظام کا ایک ہوشیار وزیر میر عالم جسے دکن میں انگریزوں کا سب سے بڑا طرف دار سمجھا جاتا تھا۔ اسے یہ سمجھانے کے لیے اپنا پورا زورِ خطابت صرف کر چکا تھا کہ نانا فرنویس نے انگریزوں کے ساتھ معاہدے کی شرائط طے کرنے میں دکن کے مفاد کا پورا خیال رکھا ہے وہ کہہ رہا تھا ”عالیجاہ! اس جنگ میں ٹیپو کی شکست یقینی ہے۔ انگریز اسے ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس مرتبہ وہ زبردست تیاریوں کے ساتھ میدان میں آ رہے ہیں اور لارڈ کارنوالس نے جو افواج جمع کی ہیں وہ اس سے پہلے کبھی ہندوستان میں نہیں دیکھی گئیں۔ مرہٹے ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ تنہا ہلکر کی کنارہ کشی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہمارے لیے اب صرف یہ مسئلہ قابلِ غور ہے کہ ٹیپو کی شکست کے بعد میسور کے مالِ غنیمت میں ہمارا حصہ کیا ہو گا۔ ہم جنگ سے الگ رہ کر مرہٹوں اور

Pdf by Road Sign
www.magnetpk.com

انگریزوں کی ناراضگی مول نہیں لے سکتے اور ہمارے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ ہم ٹیپو کے ساتھ شامل ہو جائیں۔

اگر حضور کو اس معاہدے کی کسی شرط پر اعتراض ہے تو اس میں رد و بدل کیا جا سکتا ہے۔ مسٹر کیناوے نے مجھے یہ اطمینان دلایا ہے کہ اگر حضور کے دل میں اس معاہدے کی بابت کوئی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہو تو اسے دور کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ میں حضور کی اطلاع کے لیے یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس جنگ میں ٹیپو کو صرف دکن، پونا اور انگریزی افواج کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ بلکہ جنگ شروع ہوتے ہی اس کے خلاف چاروں اطراف سے ایک طوفان کھڑا ہو گا۔ کرناٹک کا محمد علی والا جاہ، کورگ، ٹراونکور، کرچین کے ہندو راجے اور مالابار کے پالیگار لارڈ کارنوالس کا اشارہ پاتے ہی سلطان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے پھر سلطان کی شکست کے آثار دیکھتے ہی میسور کی ہندو اکثریت

وہاں کے سابق راجہ کے خاندان کو واپس لانے کی کوشش کرے گی۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ کسی صورت نہیں بھولنا چاہئے کہ ہم جنگ سے الگ رہیں تو بھی ٹیپو کی شکست یقینی ہے۔"

Pdf by Road Sign

میر عالم کی تقریر کے بعد حاضرین دربار کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے' بالآخر میر نظام علی کے محافظ دستوں کا سالار اور دکن کا ایک بہت بڑا جاگیردار نواب شمس الامراء اٹھا اور اس نے کہا "عالیجاہ! میر عالم گزشتہ جنگ میں بھی یہی کہتے تھے کہ ٹیپو کی شکست یقینی ہے اس لیے ہمیں مرہٹوں کا ساتھ ضرور دینا چاہئے۔ اور میں اس وقت بھی یہ کہتا تھا کہ ہمیں ایسے شخص کے ساتھ نہیں الجھنا چاہئے جسے ہم آسانی سے اپنا دوست بنا سکتے ہیں اور یہ حقیقت بار بار ثابت ہو چکی ہے کہ ہم نے جب بھی سلطان ٹیپو کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اس نے شرافت کا ثبوت دیا ہے لیکن اگر ہم اس امید پر اس جنگ میں شریک ہونا چاہتے ہیں کہ سلطان ٹیپو کو آسانی سے شکست دی جا سکتی ہے تو بھی اس معاہدے میں چند باتیں ایسی ہیں جن پر ہمیں ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے۔ میرا پہلا اعتراض یہ ہے کہ ہم مرہٹوں کے اجیر نہیں اور نانا

Pdf by Road Sign
www.zaagunpk.com

فرنولیس کو ہماری طرف سے انگریزوں کے ساتھ معاہدے کی شرائط طے کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ میرا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ معاہدہ صرف ٹیپو کے خلاف ہے اس معاہدے میں ہم سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ ہم میسور کے خلاف جنگ میں انگریزوں اور مرہٹوں کا ساتھ دیں لیکن اس امر کی کوئی ضمانت نہیں دی گئی کہ اگر جنگ کے اختتام پر اس معاہدے کا کوئی فریق ہم پر حملہ کر دے تو دوسرا فریق ہماری مدد کرے گا۔ بالخصوص مرہٹوں کا سابقہ کردار ایسا نہیں کہ ان کے کسی وعدے پر اعتماد کیا جا سکے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اگر وہ میسور سے نپٹنے کے بعد ہم پر حملہ کر دیں تو انگریز ہماری کیا مدد کریں گے۔ میں ٹیپو کے طرفدار کی حیثیت سے نہیں بلکہ سلطنت دکن کے ایک بہی خواہ کی حیثیت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس معاہدے میں ہمارے تحفظ کی کیا ضمانت ہے؟"

Pdf by Road Sign

اس کے بعد ایک سوال اور ہمارے سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میسور کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے لیے ہماری فوج مرہٹوں کے برابر ہو گی تو پھر کیا وجہ ہے مرہٹے مال غنیمت میں میسور کے ایک تہائی حصہ کے علاوہ پچاس لاکھ روپیہ زیادہ وصول کرنا چاہتے ہیں اگر آج انگریز اس معاہدے کی شرائط طے کرتے وقت مرہٹوں کو ایک ترجیحی سلوک کا حقدار سمجھتے ہیں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جنگ کے اختتام پر وہ ہمیں کسی بہتر سلوک کا مستحق سمجھیں گے۔ نانا فرنویس کا سابقہ کردار ہماری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں اور ذاتی طور پر مجھے انگریزوں کے متعلق بھی کوئی خوش فہمی نہیں۔ عالیجاہ! آپ میرے اس اندیشے کو بے بنیاد نہ سمجھیں کہ اگر میسور کو تقسیم کرنے کے بعد انگریزوں اور مرہٹوں نے اپنی سلطنتوں کو مزید وسعت دینے کے لیے دکن پر حملہ کر دیا تو ہم ٹیپو سے بھی زیادہ بے بس ہوں گے۔ آج ہمارے لیے موقع ہے کہ سلطان

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ٹیپو کو اپنا ایک طاقتور حلیف بنا سکیں۔ وہ ہر وقت ہمارے ساتھ ایک آبرو مندانہ سمجھوتے کے لیے تیار ہے۔ میں جب جنوبی ہندوستان کے مسلمانوں کے مستقبل کے متعلق سوچتا ہوں تو مجھے اس کے سوا کوئی راستہ نظر نہیں آتا کہ ہم انگریزوں یا مرہٹوں کی بجائے سلطان ٹیپو کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کرنے کی کوشش کریں۔ وہ خوشی سے ہمارے ساتھ ایک ایسا سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار ہوگا جس کی شرائط میسور اور دکن کے لیے یکساں تسلی بخش ہوں۔ عالی جاہ! آج دکن اور میسور کے اتحاد سے جنگ کے امکانات ختم ہو سکتے ہیں اور اگر ہم ایک مسلمان حکمران کا ساتھ نہیں دے سکتے تو بھی یہ ضروری نہیں کہ ہم انگریزوں یا مرہٹوں کا ساتھ دے کر جنوبی ہندوستان میں اس جنگ کے دروازے کھول دیں جو ہماری اپنی آزادی اور بقاء کے لیے خطرہ پیدا کر سکتی ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.naqeebpk.com

میر عالم نے کہا ''عالیجاہ! میں شمس الامراء کے خلوص اور نیک نیتی پر حملہ نہیں کرتا مجھے ڈر ہے کہ وہ ٹیپو کے متعلق بہت زیادہ حسن ظن سے کام لے رہے ہیں اگر ہم جنگ سے علیحدہ ہو جائیں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ٹیپو ہمارے خلاف انگریزوں یا مرہٹوں کے ساتھ معاہدہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔''

Pdf by Road Sign

www.maafunpk.com

نظام کا بھتیجا امتیاز الدولہ اچانک اٹھ کھڑا ہو گیا اور اس نے انتہائی غصے کی حالت میں کہا ''عالی جاہ! کوئی دیانت دار آدمی سلطان ٹیپو کے متعلق اس قسم کے شبہات ظاہر نہیں کر سکتا۔ اگر وہ انگریزوں کے اتحاد کا روادار ہو سکتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ اس وقت جنوبی ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور میسور کے سوا کوئی تیسری طاقت بھی ہوتی۔ انگریز اسے صرف اس لیے مٹانا چاہتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ہندوستان کی عزت اور

آزادی کا سودا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم میسور کے مستقبل سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں لیکن اپنے مستقبل سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ عالیجاہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں سلطان ٹیپو کے ساتھ انتہائی آبرومندانہ شرائط کرنے کا ذمہ لیتا ہوں۔"

میر نظام علی نے کہا "ہم لارڈ کارنوالس اور نانا فرنویس کے دوست ہیں نہ سلطان ٹیپو کے دشمن۔ ٹیپو بہر حال ایک مسلمان ہے اور اگر تم اس کے ساتھ کوئی آبرومندانہ معاہدہ کر سکتے ہو تو ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" امتیاز الدولہ نے کہا "عالی جاہ! اگر اجازت دیں تو میں خود سرنگاپٹم جانے کے لیے تیار ہوں۔"

"نہیں، ابھی تمہارا جانا ٹھیک نہیں۔" شمس الامراء نے کہا "عالیجاہ! تو مجھے اجازت دیجیے!"

Pdf by Road Sign
www.allurdupk.com

"نہیں تمہارا یہ منصب نہیں کہ تم ایک ایلچی بن کر ٹیپو کے دربار میں جاؤ۔ ہم یہ مہم حافظ فرید الدین کے سپرد کرنا چاہتے ہیں" یہ کہہ کر نظام اپنی مسند سے اٹھا اور عقب کے کمرے میں چلا گیا۔ اسی روز سہ پہر کے وقت محل کے ایک اور کمرے میں مشیر الملک اور میر عالم' نظام علی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ میر نظام علی کہہ رہا تھا' میر عالم تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہئے' موجودہ حالات میں ہمارے لیے ٹیپو کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا ضروری ہے۔"

Pdf by Road Sign

''عالی جاہ! اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس بات میں دکن کا فائدہ ہے تو میرے لیے پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔'' میر نظام علی مسکرایا ''دکن کا فائدہ اس بات میں ہے کہ ہم انگریزوں اور مرہٹوں کے ساتھ مساوی حیثیت میں معاہدہ کریں۔ مرہٹوں نے ٹیپو کے ساتھ تعاون کرنے کی دھمکی دے کر لارڈ کارنوالس کے سامنے اپنی قیمت بڑھالی ہے اور مجھے یقین ہے کہ جب لارڈ کارنوالس کو یہ پتا چلے گا کہ حافظ فرید الدین سرنگاپٹم پہنچ چکا ہے تو ہم بھی اپنی پوری قیمت وصول کرسکیں گے۔ مشیر الملک نے پریشان ہوکر کہا ''تو عالیجاہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ٹیپو کے ساتھ معاہدہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ہیں۔''

''تم بالکل نادان ہو میر عالم! کل صبح کلکتے روانہ ہو جاؤ اور لارڈ کارنوالس کو یہ سمجھاؤ کہ معاملہ بگڑ رہا ہے۔'' میر عالم نے کہا ''عالی جاہ! مجھے یقین ہے کہ لارڈ کارنوالس آپ کی تمام شرائط ماننے پر آمادہ ہو جائے گا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے کیناوے سے ملا تھا وہ بہت پریشان تھا وہ کہتا تھا کہ اگر حضور ٹیپو کے ساتھ مصالحت کا ارادہ تبدیل کر دیں تو لارڈ کارنوالس آپ کے ساتھ ایک علیحدہ معاہدہ کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ کمپنی مال غنیمت سے مرہٹوں کو جو زائد رقم دینے کا وعدہ کر چکی ہے اس کے بدلے حضور کو اپنے حصے سے ایک معقول رقم دینے کے لیے تیار ہو جائے۔'' نظام مسکرایا۔ ''تم سفر کی تیاری کرو اور مجھے یقین ہے کہ جب تم کلکتہ جاؤ گے تو کارنوالس کو کیناوے سے کم پریشان نہیں پاؤ گے۔''

Pdf by Road Sign
www.maqsoodpk.com

حافظ فرید الدین سرنگاپٹم سے نہایت حوصلہ افزا پیغام لے کر واپس آیا اور سلطان ٹیپو ایک مسلمان حکمران سے رواداری کا ثبوت دینے کے لیے نہ صرف میر نظام علی کے مفتوحہ علاقے واپس دینے پر آمادہ تھا بلکہ اس نے دکن اور میسور کے دوستانہ تعلقات مستحکم کرنے کے لیے میر نظام علی کی بیٹی اور اپنے بیٹے کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے کی تجویز پیش کی۔ دکن کے اسلام پسند حلقے انتہائی مسرت کے ساتھ ان مصالحانہ کوششوں کا خیر مقدم کر رہے تھے۔ شمس الامراء، امتیاز الدولہ اور ان کے ہم خیال میر نظام علی پر زور ڈال رہے تھے کہ اسے کسی تاخیر کے بغیر سلطان ٹیپو کے ساتھ معاہدہ کر لینا چاہئے۔ دوسری طرف حیدر آباد میں پونا اور کمپنی کے سفیر نانا فرنویس اور لارڈ کارنوالس کی ہدایات کے مطابق مصالحت کی ان کوششوں کو ناکام بنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.magupk.com

حیدر آباد میں ان ابنائے وقت کی کمی نہ تھی جو اپنا مستقبل انگریزوں اور مرہٹوں کے ساتھ وابستہ کر چکے تھے۔ سرجان کینا وے سونے اور جواہرات سے ان کے ضمیر خرید چکا تھا اور ان سے ساتھ اس قسم کے وعدے کیے جا رہے تھے کہ جب میسور فتح ہوگا تو تمہیں وہاں بڑی بڑی جاگیریں عطا کی جائیں گی۔ ان ملت فروشوں کی بہو بیٹیوں کے ذریعے انگریزوں اور مرہٹوں کے ایجنٹ حکمران خاندان بعض بیگمات سے رابطہ پیدا کر چکے تھے۔ چنانچہ رشوتوں نذرانوں اور تحفوں کے زہریلے اثرات میر نظام علی کے حرم تک پہنچ چکے تھے۔

"ٹیپو ہم سے برابری کا دعویٰ کرتا ہے ٹیپو نے نظام الملک اور اپنے خاندان کے درمیان رشتے کی تجویز پیش کرکے ہماری توہین کی ہے۔ دکن کی شہزادیاں اس کے بیٹوں کے ساتھ زندگی گزارنے کی بجائے زہر کھا کر مر جانے کو ترجیح دیں گی۔" اونچے طبقے کی خواتین کے منہ سے

اس قسم کی باتیں ایک عام آدمی کو بھی مشتعل کر دینے کے لیے کافی تھیں۔ لیکن میر نظام علی اپنی تمام برائیوں کے باوجود ایک جذباتی انسان نہ تھا۔ سیاست اس کے لیے ایک شطرنج کا کھیل تھا اور وہ کسی مہرے پر ہاتھ رکھنے سے پہلے سو بار سوچنے کا عادی تھا، ٹیپو کے ساتھ اس کے سابقہ اختلافات کسی جذباتی ہیجان کا نتیجہ نہ تھے بلکہ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے انگریزوں اور مرہٹوں کا ساتھ دینا بہتر سمجھتا تھا۔ اگر وہ ٹیپو کے ساتھ ناطہ جوڑنے میں اپنا مفاد دیکھتا تو اسے تمام دنیا کے طعنوں کی پرواہ نہ ہوتی لیکن وہ سلطان ٹیپو کا دوست بن کر اپنے چند کھوئے ہوئے علاقے واپس لینے کی بجائے انگریزوں اور مرہٹوں کا ساتھ دے کر سلطنت کا تیسرا حصہ حاصل کرنا اپنے لیے زیادہ سودمند سمجھتا تھا۔ سلطان ٹیپو کے ساتھ دوستانہ بات چیت اس کے نزدیک لارڈ کارنوالس اور نانا فرنویس کی نظروں میں اپنی قیمت بڑھانے کے لیے ایک

Pdf by Road Sign
www.maqsampk.com

کامیاب چال تھی ورنہ وہ ابتدا ہی سے انگریزوں اور مرہٹوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ تاہم سلطان ٹیپو کو دوٹوک جواب دینے کی بجائے وہ کلکتہ میں لارڈ کارنوالس کے ساتھ میر عالم کی بات چیت کا نتیجہ ظاہر ہونے تک سلطان کے ساتھ نام و پیام کے لیے جوابی تجاویز دے کر سلطان کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ میر نظام کے اس اقدام پر حیدرآباد میں سلطان ٹیپو کے حامی جس قدر خوش تھے اسی قدر انگریزوں اور مرہٹوں کے حامی پریشان اور مغموم تھے۔

Pdf by Road Sign

ایک صبح سپہ سالار برہان الدین اپنے دفتر میں بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ انور علی کمرے میں داخل ہوا اور سلام کرنے کے بعد اس کی میز کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ "کیا بات ہے؟" برہان الدین نے سوال کیا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ نظام کا سفیر کل واپس جا رہا ہے اور سلطان معظم صلح کی شرائط طے کرنے کے لیے علی رضا خان اور قطب الدین کو اس کے ساتھ بھیج رہے ہیں۔"

Pdf by Road Sign

برہان الدین نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہاں لیکن ان باتوں سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" "جناب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ وفد کے ساتھ فوج کے جو آدمی بھیجنا چاہتے ہیں ان میں میرے بھائی کا نام بھی شامل کر دیں۔" "لیکن میں اس کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارا بھائی ایک ہونہار سپاہی ہے لیکن اس کام کے لیے سلطان معظم غالباً کسی تجربہ کار اور عمر رسیدہ افسر کو منتخب کریں گے۔"

''جناب ایسے معاملات میں کبھی کبھی ذاتی تعلقات بھی بہت کام دیتے ہیں اور مراد علی نے مجھے بتایا ہے کہ وہ امتیاز الدولہ کو جانتا ہے اور دکن اور میسور میں مصالحت کے متعلق ان کے درمیان کافی باتیں ہو چکی ہیں۔'' برہان الدین نے قدرے متعجب ہو کر کہا ''کون امتیاز الدولہ' نظام کا بھتیجا؟''

Pdf by Road Sign

''جی ہاں! شاید آپ کو اس بات پر تعجب ہو لیکن مراد کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اس کا دوست ہے۔''

''وہ امتیاز الدولہ سے کب ملا تھا؟''

''جناب جنگ سے پہلے ابا جان کے ایک عزیز دوست کی صاحبزادی کی شادی ادھونی کے باثر خاندان میں ہوئی تھی اور مراد وہاں گیا تھا۔ برات کے ساتھ ادھونی اور حیدر آباد کے بڑے بڑے امراء کے علاوہ امتیاز الدولہ بھی آئے ہوئے تھے وہاں ایک مجلس میں سلطان معظم کے متعلق بحث ہو رہی تھی اور مراد نے کچھ ایسی باتیں کہی تھیں جن سے امتیاز الدولہ بہت متاثر ہوئے تھے۔ مراد علی کہتا ہے کہ سلطان کے متعلق امتیاز الدولہ کے خیالات بہت اچھے ہیں اور اگر اسے حیدر آباد جانے کا موقع دیا جائے تو وہ اس مہم میں اس کا پورا تعاون حاصل کر سکے گا۔''

Pdf by Road Sign

برہان الدین مسکرایا ''امتیاز الدولہ' تعاون ہمیں پہلے ہی حاصل ہے لیکن تمہارا بھائی اگر وہاں جا کر کوئی مفید کام کر سکتا ہے تو میں سلطان معظم کی خدمت میں اس کا نام پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ذاتی طور پر مجھے نظام علی سے کسی بھلائی کی توقع نہیں لیکن اگر تمہارا بھائی امتیاز

الدولہ کا تعاون حاصل کر سکے تو ہمارے لیے اس کے صحیح خیالات معلوم کرنا زیادہ آسان ہو جائے گا۔" تیسرے دن سلطان کے سفیر میر نظام علی

Pdf by Road Sign

کے لیے بیش قیمت تحائف لے کر روانہ ہو چکے تھے اور مراد علی ان کے محافظ سپاہیوں کے سالار کی حیثیت میں ان کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔

حیدر آباد کے ایک عالی شان مکان کی بالائی منزل کے ایک کمرے میں تنویر اور ہاشم بیگ بیٹھے ہوئے تھے۔ تنویر کی گود میں چند ماہ کا بچہ کھیل رہا تھا دوپہر کا وقت تھا اور باہر ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی ایک خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا ''جناب ایک آدمی آپ سے ملنا چاہتا ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''کون ہے وہ؟''

''جناب مجھے معلوم نہیں، نوکر نے اسے دیوان خانے میں بٹھا دیا ہے'' ہاشم بیگ کمرے سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ جب وہ نیچے اتر کر دیوان خانے کے قریب پہنچا تو ایک نوکر نے آگے بڑھ کر کہا ''حضور مہمان اندر بیٹھا ہے''

''کیا نام ہے اس کا؟''

''حضور میں نے نام نہیں پوچھا وہ کوئی اجنبی ہے''

ہاشم بیگ نے کہا ''تم ہر اجنبی کو مہمان سمجھ لیتے ہو!''

''جناب اس کے لباس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی معزز آدمی ہے۔''

ہاشم بیگ کمرے میں داخل ہوا اور ایک خوش وضع نوجوان کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ایک ثانیہ کے لیے ہاشم بیگ کو اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر نوجوان کو گلے لگاتے ہوئے کہا ''مراد علی آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''میں میسور کی سفارت کے ساتھ آیا ہوں اور چار دن سے یہاں ہوں۔ چچا اکبر خان کے خط سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ ان دنوں حیدر آباد میں ہیں۔ میں نے یہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے شیخ فخر الدین کا مکان تلاش کیا تھا لیکن وہاں سے معلوم ہوا کہ وہ حج پر چلے گئے ہیں۔''

ہاشم نے کہا۔ ''آپ کو سیدھا میرے پاس آنا چاہیے تھا۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''میں ایک سپاہی کی حیثیت سے سلطان کے سفیروں کے ساتھ آیا ہوں اور میرا ان کے ساتھ رہنا ضروری تھا۔ آپ کے ابا جان کہاں ہیں؟'' وہ واپس ادھونی چلے گئے تھے لیکن میں حیدر آباد آتے ہی نظام کی محافظ فوج میں شامل ہو گیا تھا اور مجھے واپس جانے کی اجازت نہیں ملی۔

''اور بہن تنویر کہاں ہیں؟''

''وہ یہیں ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تنویر آپ کے بارے میں باتیں کر رہی تھی۔ مراد علی نے کہا چند ہفتے قبل یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ میں حیدر آباد آؤں گا اور یہاں آپ سے ملاقات ہوگی۔ تنویر آپ کو بہت یاد کرتی تھی۔ آیئے وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔ مراد علی اس کے ساتھ چل دیا۔ راستے میں ہاشم بیگ نے کہا۔ اگر آپ دو مہینے پہلے آتے تو شہباز کے ساتھ آپ کی ملاقات ہو جاتی۔ وہ یہاں آئے تھے؟ میں خود جا کر علاج کے لیے یہاں لایا تھا۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہ ہمیشہ کے لیے اپنی بینائی کھو چکا ہے۔ مراد علی نے باقی راستے کوئی بات نہ کی۔ تنویر کے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ کر ہاشم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکا اور خود مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔

Pdf by Road Sign

تنویر! اس نے کہا۔ ”تمہارا بھائی آیا ہے۔“ ! میرا بھائی! نوکر کتنا بدتمیز ہے انھیں سیدھا اوپر کیوں نہیں لایا۔“

تنویر یہ کہہ کر اٹھی اور بچے کو ہاشم بیگ کے حوالے کر کے بھاگتی ہوئی باہر نکل آئی۔ مراد علی نے السلام علیکم کہہ کر آنکھیں جھکا لیں اور وہ ٹھٹھک کر رہ گئی۔ ہاشم نے کمرے سے باہر نکل کر بچے کو مراد علی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔“

”اور یہ آپ کا بھانجا ہے۔“ مراد علی نے پیار سے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ ”اس کا نام کیا ہے؟“

”اس کا نام نصرت بیگ ہے۔“ ہاشم نے جواب دیا۔ ”چلیں اندر بیٹھیں!“

Pdf by Road Sign
www.mehfunpk.com

تھوڑی دیر بعد وہ کمرے کے اندر بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے۔ شہباز ان کی گفتگو کا موضوع تھا اور مراد علی تنویر کو تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ''بہن یہ مقدر کی بات ہے۔ اب صبر اور حوصلے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ شہباز کو آپ کے آنسوؤں سے زیادہ آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

تنویر نے کہا۔ ''بھائی جان آپ کو معلوم نہیں کہ ہم کس عذاب میں مبتلا ہیں۔ ابا جان اس دن سے ہمارے ساتھ بات نہیں کرتے۔ امی جان کے لیے یہ صدمہ ناقابل برداشت ہے۔ وہ اکثر بیمار رہتی ہیں۔ ابا جان کی صحت بھی خراب ہو گئی ہے۔ ایک دن وہ بھائی جان کا ہاتھ پکڑ کر سیر کے لیے جا رہے تھے۔ اور میں نے پہلی بار ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔ ابا جان میرے ساتھ بات نہیں کرتے لیکن ان کی خاموش

لگا ہیں ہمیشہ مجھے اس بات کا احساس دلاتی ہیں کہ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ اگر میں چاہتی تو بھائی جان کو فوج میں شامل ہونے سے روک سکتی تھی۔ کاش میں انہیں اپنی آنکھیں دے سکتی۔"

Pdf by Road Sign

مراد علی نے مغموم لہجے میں سوال کیا۔ "ثمینہ کیسی ہے؟"

ثمینہ کا حوصلہ قابل داد ہے۔ آج تک اسے کسی نے آنسو بہاتے ہوئے نہیں دیکھا وہ سب کو تسلی دینے کی کوشش کرتی ہے۔ ابا جان اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا سہارا سمجھتے ہیں اور بھائی جان یہ کہا کرتے ہیں کہ ثمینہ میری آنکھوں کی روشنی ہے۔“ کم سن بچہ جو اب تک خاموشی سے مراد علی کی گود میں پڑا ہوا تھا، اچانک بلکنے لگا ہاشم بیگ نے جلدی سے اسے اٹھا لیا اور خادمہ کو آواز دی۔ خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور بچے کو اٹھا کر باہر لے گئی۔ ”ہاشم نے کہا۔ مراد علی مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ہماری پہلی ملاقات زیادہ خوش گوار نہ تھی۔ اس وقت میرے خیالات کچھ اور تھے لیکن بعد کے حالات نے بہت سی باتوں میں مجھے آپ کا ہم خیال بنا دیا ہے۔ اب ابا جان یہ محسوس کرتے ہیں کہ جنوبی ہند کے مسلمانوں کی بقا کے لیے نظام الملک اور سلطان ٹیپو کا اتحاد ضروری ہے۔ ہم نے انگریزوں اور مرہٹوں کے ساتھ مل کر ذلت کے سوا

Pdf by Road Sign

کچھ حاصل نہیں کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب نظام الملک اور سلطان ٹیپو ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔"

"سلطان ٹیپو ہمیشہ اتحاد کے خواہاں رہے ہیں۔ اور ہماری بدقسمتی تھی کہ وہ نظام الملک کو اپنا ہم خیال نہ بنا سکے۔"

"مجھے یقین ہے کہ اس مرتبہ مصالحت کی کوششیں بے نتیجہ ثابت نہیں ہوں گی۔ حیدر آباد کے امرا کا ایک با اثر گروہ انگریزوں یا مرہٹوں کی بجائے سلطان ٹیپو کا طرف دار بن چکا ہے۔ شمس الامراء اور امتیاز الدولہ تو پورے شدومد کے ساتھ دکن اور میسور کے اتحاد کی حمایت کر رہے ہیں اور اس نیک کام میں دکن کے ہر راست باز مسلمان کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.mehfunpk.com

مراد علی نے کہا۔ ”میں یہاں پہنچتے ہی امتیاز الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا مجھے ڈر ہے کہ وہ بڑے آدمی ہیں اور اتنی مدت کے بعد شاید مجھے پہچان نہ سکیں۔ لیکن انہوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ میں انکے ساتھ باتیں کر رہا تھا کہ شمس الامرا بھی آ گئے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ میں نے اگر بے تکلف ہو کر کوئی بات کی تو شاید وہ برا مان جائیں لیکن پانچ منٹ کے بعد میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ ہم برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ وہ دونوں صحیح الخیال مسلمان ہیں اور اگر جنوبی ہند کے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے مقدر میں انگریزوں کی غلامی نہیں تو ہمیں صدق دل سے ان کی مصالحانہ کوششوں ک کامیابی کے لیے دعا کرنے چاہیے۔“

ہاشم بیگ نے کہا۔ ''دکن کے امراء میں سے صرف شمس الامرا ایک ایسے آدمی ہیں جو بے خوف ہو کر نظام الملک کے سامنے اپنے دل کی بات کہہ سکتے ہیں۔ اور نظام الملک نے ان کے اصرار پر ہی حافظ فرید الدین کو سلطان کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔''

مراد علی نے کہا۔ ''میں یہاں کے حالات سے زیادہ واقف نہیں ہوں لیکن شمس الامراء اور امتیاز الدولہ کی باتیں میرے لیے حوصلہ افزا تھیں۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ نظام کے دربار میں ایک بااثر گروہ انگریزوں اور مرہٹوں کا طرف دار ہے۔ کاش ہم لوگ یہ جان سکتے کہ اس وقت کلکتہ میں میر عالم اور لارڈ کارنوالس کے درمیان کیا باتیں ہو رہی ہیں اور نظام نے کس مقصد سے اسے وہاں بھیجا ہے!''

Pdf by Raad Sign
www.mazfun...com

ہاشم بیگ مسکرایا۔ ''میرے دوست تمہیں میر عالم کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اب حیدرآباد کے کئی بااثر امراء مصالحت کے حق میں ہیں اور میر عالم نے اگر اس نیک کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی بھی تو وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔''

مراد علی نے کہا۔ ''اگر یہ رکاوٹ صرف میر عالم کی طرف سے ہو تو میرے لیے فکرمند ہونے کی کوئی بات نہیں۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میر نظام علی حسب عادت اس مرتبہ بھی دو کشتیوں میں پاؤں رکھنے کی کوشش نہ کرے۔ خدا کرے کہ میرا یہ اندیشہ غلط ہو۔ کل ہمارے سفیر نظام الملک سے ملاقات کر رہے ہیں اور ہم جس قدر دکن کی حکومت کے ساتھ دفاعی معاہدے کے لیے بے قرار ہیں اسی قدر یہ معلوم کرنے کے لیے بے قرار ہیں کہ میسور کے متعلق میر نظام علی کے صحیح عزائم کیا ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمیں نظام کی نیت کا صحیح اندازہ لگانے

Pdf by Road Sign
www.magipk.com

میں دیر نہیں لگے گی۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔ میں یہاں اپنے قیام کے دوران میں کبھی کبھی آپ سے ملتا رہوں گا۔"

تنویر نے کہا۔ "بھائی جان یہ غلط بات ہے۔ آپ کو ہمارے پاس رہنا چاہیے!"

"اگر میں آزاد ہوتا تو یقیناً یہیں ٹھہرتا۔ لیکن میرے ذمے چند فرائض ہیں آپ اس مہم میں ہماری کامیابی کی دعا کیجیے۔ اس کے بعد میں بن بلائے یہاں چلا آؤں گا اور اگر آپ اصرار کریں گی تو پورا مہینہ یہاں قیام کروں گا۔"

Pdf by Road Sign

مراد علی یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا۔ ہاشم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "بہت اچھا بھائی میں اصرار نہیں کرتا۔ لیکن کل شام ہمارے ہاں آپ کی دعوت ہے۔ میرے دوست آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ نواب شمس الامراء ہمارے سالار اعلیٰ ہیں اور میں انہیں بھی بلانے کی کوشش کروں گا

۔'' مراد علی نے کہا۔ ''ابھی چند دن دعوت کا انتظام نہ کیجیے میں بہت مصروف ہوں۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ موقع ملتے ہی یہاں حاضری دینے کی کوشش کروں گا۔ ممکن ہے کہ میں کسی دن کھانے کے وقت بھی آ جاؤں۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔'' یہ کہہ کر مراد علی نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن ہاشم نے کہا۔ ''نہیں میں دروازے تک آپ کے ساتھ آؤں گا۔''

Pdf by Road Sign

ایک دن تیسرے پہر شمس الامراء کی پالکی نظام کے دروازے پر رکی اور وہ پالکی سے اتر کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ بخار کے باعث اس کا چہرہ تمتمار ہا تھا۔ محل کے پہرہ داروں نے اسے سلامی دی اور ایک نوجوان افسر نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''جناب آپ کو آرام کرنا چاہیے تھا۔''

Pdf by Road Sign

www.Paksociety.com

شمس الامراء نے اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم حضور نظام کو اطلاع کر دو کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔''

''عالیجاہ میں آپ کا پیغام اندر پہنچا دیتا ہوں۔ لیکن اس وقت مشیر الملک اور میر عالم حاضر خدمت ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے اور میں اسی لیے آیا ہوں۔ تم اطلاع بھیج دو۔''

پہریداروں کا افسر سلام کر کے اندر چلا گیا۔ شمس الامراء لڑکھڑاتا ہوا ڈیوڑھی سے آگے ایک کمرے میں داخل ہوا اور نڈھال سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند منٹ بعد نوجوان افسر واپس آ گیا اور اس نے کہا۔ ''میں نے اطلاع بھیج دی ہے اور میں نے یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔''

Pdf by Road Sign

تھوڑی دیر بعد ایک سپاہی آیا اور اس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا۔ ''عالیجاہ تشریف لائیے؟'' شمس الامراء اٹھ کر اس کے ساتھ چل دیا۔ راستے میں جگہ جگہ پہرے دار کھڑے تھے اور شمس الامراء ہاتھ کے اشارے سے ان کے سلام کا جواب دیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دوسری ڈیوڑھی پر محل کے داروغہ نے اس کا خیر مقدم کیا اور رسمی مزاج پرسی کے بعد اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ سنگ مرمر کی پٹری پر ایک خوبصورت باغ میں سے گزرنے کے بعد ایک کشادہ برآمدے میں داخل ہوئے۔ داروغہ نے ہاتھ سے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا اور شمس الامراء کسی توقف کے بغیر اندر داخل ہو گیا۔ میر نظام علی ایک سنہری کرسی پر جلوہ افروز تھا اور مشیر الملک اور میر عالم اس کے سامنے مئودب کھڑے تھے۔ شمس الامراء کورنش بجالانے کے بعد آگے بڑھا۔ نظام علی ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اس نے کہا۔

Pdf by Road Sign
www.magripk.com

"تمہیں اس حالت میں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تمہاری طبیعت زیادہ خراب ہے۔" شمس الامراء نے کہا۔ "عالیجاہ اس بے جا مداخلت کے لیے میری معذرت قبول فرمایئے۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو میں تخلیہ میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں ہوں۔" میر نظام علی نے مشیر الملک اور میر عالم کی طرف دیکھا اور پھر شمس الامراء کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ یہاں انگریزوں کا کوئی آدمی نہیں۔ تم مشیر الملک اور میر عالم کے سامنے بے تکلفی سے بات کر سکتے ہو۔"

"عالیجاہ مجھے اندیشہ ہے کہ میری باتیں انہیں ناگوار محسوس ہوں گی۔ بہرحال میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں۔ ٹیپو کے وکیل آپ سے ملاقات کر چکے ہیں اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ حضور نے ان کے ساتھ کوئی حوصلہ افزا بات نہیں کی اور وہ بہت مایوس ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

''ان کے پاس مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ابھی تو ہماری گفتگو کی ابتداء ہوئی ہے اور ایسے مسائل ایک دن کے اندر طے نہیں ہو جاتے۔''

''لیکن عالیجاہ میرا خیال تھا کہ سلطان نے آپ کے تمام مطالبات مان لیے ہیں ہمیں ایک نیک کام میں بلاوجہ تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔''

''لیکن میں تمہیں یہ خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ لارڈ کارنوالس نے بھی ہمارے تمام طالبات مان لیے ہیں۔ میر عالم کلکتہ سے جو پیغام لایا ہے وہ بہت حوصلہ افزا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اب تک تمہارے ساتھ اس کی ملاقات نہیں ہوئی ورنہ ایسی حالت میں تمہیں یہاں آنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔ تمہیں یہ اندیشہ تھا کہ اگر میسور سے نپٹنے کے بعد مرہٹوں نے ہمارے ساتھ بدعہدی کی تو ہمیں ایک خطرناک صورتحال کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ لیکن اب تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ میر عالم کارنوالس کے ساتھ ایسی شرائط طے کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جن کے بعد

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

یہ خدشہ باقی نہیں رہا کہ اگر مرچنٹوں نے کسی جامعیت کا ثبوت دیا تو پچھلی ہماری مدد نہ کرے گی۔“

Pdf by Road Sign

چند ثانیے شمس الامراء کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ بالآخر اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”عالیجاہ میں نے اپنی زندگی کے بہترین ایام آپ کے خاندان کی خدمت میں گزارے ہیں۔ میں آپ کا نمک خواہ ہوں اور میں اتنا ضرور حق رکھتا ہوں کہ آپ کے سامنے اپنے دل کی بات کہہ سکوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت میری باتیں آپ کو انتہائی ناگوار معلوم ہوں۔ لیکن وقت یہ ثابت کر دے گا کہ میرے خدشات غلط نہ تھے۔ میں حضور کے سامنے میر عالم اور مشیر الملک سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ٹیپو کے ساتھ انگریزوں اور مرہٹوں کی دشمنی کی وجہ کیا ہے۔ کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس کی غیرت' اس کی ہمت' اس کی شجاعت اور اس کے جذبہ حریت کو اپنے راستے کا سب سے بڑا پتھر سمجھتے ہیں اور اس کی نگاہیں کارنوالس اور فرنولیس کی آستینوں میں چھپے ہوئے خنجر دیکھ چکی ہیں۔ اسے دھوکا دیا جا سکتا ہے نہ خریدا جا سکتا ہے؟

Pdf by Road Sign
www.maktaba.com

عالی جاہ ٹیپو کے ساتھ انگریزوں اور مرہٹوں کی دشمنی کی وجہ سمجھ میں آسکتی ہے۔ وہ ایک ایسا حکمران ہے جس نے میسور میں اسلام کا بول بالا کیا ہے۔ وہ دلی کی عظیم سلطنت کے زوال کے بعد اس ملک کے کروڑوں مسلمانوں کی آخری امید ہے۔ وہ پورے ہندوستان کی آزادی کی روح ہے اور جب یہ نکل جائے گی تو یہ ملک ایک لاش ہو گا جسے انگریز بھوکے گدھوں کی طرح نوچ رہے ہوں گے۔ ان گدھوں کی اشتہا بڑھتی جائے گی۔ آج میسور کی باری ہے اور کل شاید ہماری یا مرہٹوں کی باری آجائے گی۔ اور جب ایسا وقت آئے گا تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ اس ملک کی عزت اور آزادی کے وہ دشمن جنہیں ہم اپنے کندھوں پر اٹھا کر کلکتہ اور مدارس سے سرنگاپٹم لے آئے ہیں' اب وہ دلی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور پونا اور حیدر آباد ان کے راستے کی منزلیں ہیں۔ انگریزی استبداد کا عفریت مرشد آباد سے اودھ پہنچ چکا ہے اور جنوبی

ہندوستان میں صرف میسور کی سلطنت ایک ایسی دیوار ہے جو گزشتہ تیس برس سے اس سیلاب کا راستہ روکے ہوئے ہے۔ میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ جب سلطان ٹیپو کا پرچم سرنگوں ہو جائے گا تو ہندوستان کے باقی حکمرانوں کے سامنے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوگا کہ وہ کرناٹک کے محمد علی والا جاہ کی طرح انگریزوں کے بے بس دست نگر بن کر رہیں ان کی سنگینوں کے سائے میں اپنے دربار لگائیں اور اپنی بے بس رعایا کا خون چوس کر ان کا پیٹ بھریں۔"

Pdf by Road Sign
www.maghribpk.com

میر عالم اور مشیر الملک نے سراپا احتجاج بن کر میر نظام علی کی طرف دیکھا اور اس نے تلملا کر کہا "تمہیں معلوم نہیں تم کہاں کھڑے ہو اور کیا کہہ رہے ہو۔ ہمیں تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں۔"

میر عالم نے کہا ''عالی جاہ ٹیپو کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس کی سیاست کے زہریلے اثرات حضور کے دربار تک پہنچ چکے ہیں۔''

مشیر الملک نے کہا ''اس کے وکیل ہمارے بازاروں سے گزرتے ہیں تو لوگ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہماری مساجد میں ان کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ عوام اس قدر بے باک ہو گئے کہ وہ حضور پر نکتہ چینی سے بھی دریغ نہیں کرتے اور ہمیں انگریزوں کی کاسہ لیسی کا طعنہ دیتے ہیں۔''

Pdf by Road Sign

میر عالم نے کہا ”عالیجاہ یہاں پہنچتے ہی سرجان کیناوے اور پونا کے سفیر نے مجھ سے احتجاج کیا تھا کہ ٹیپو کے وکیلوں نے حیدر آباد میں سازشوں کا جال پھیلا رکھا ہے اور ان کے اشاروں پر یہاں کے عوام لارڈ کارنوالس اور نانا فرنویس کو برملا گالیاں دیتے ہیں“ شمس الامراء چلایا ”میر عالم ابھی تم نے کچھ بھی نہیں دیکھا ابھی تم نے کچھ نہیں سنا ٹیپو کے ساتھ عداوت نے تمہاری آنکھوں اور تمہارے کانوں پر پردے ڈال دیے ہیں لیکن اگر نظام الملک نے تمہارے پیچھے چلنے کی غلطی کی تو ایک دن ایسا آئے گا جب تمہارے اپنے بیٹے اور بیٹیاں سلطان ٹیپو کے لیے آنسو بہائیں گے جب حیدر آباد کی آئندہ نسلیں چلا چلا کر یہ کہیں گی کہ ہمارے بزرگوں نے جن تلواروں سے شیر میسور کو مجروح کیا تھا وہ اب ہماری اپنی شہ رگ تک پہنچ چکی ہیں میں جانتا ہوں کہ جس قوم کے اکابر خودکشی پر آمادہ ہو چکے ہوں اسے تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔“

Pdf by Road Sign

شمس الامراء یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔ وہ ہمت جو اسے شدید بخار کی حالت میں یہاں لے آئی تھی اب جواب دے چکی تھی۔

چند ثانیے پھٹی پھٹی آنکھوں سے نظام الملک کی طرف دیکھنے کے بعد اس نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا ''عالیجاہ! مجھے معلوم نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں۔ میری ہمت جواب دے چکی ہے۔ مجھے اجازت دیجئے۔'' وہ کورنش بجا لانے کیلئے جھکا لیکن دروازے کی طرف تین چار قدم اٹھانے کے بعد اچانک منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ امیر نظام علی اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور میر عالم اور مشیر الملک نے بھاگ کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ وہ بے ہوش تھا اور اس کا جسم بخار سے پھنک رہا تھا تھوڑی دیر بعد چند سپاہی اسے پلنگ پر ڈال کر محل سے باہر لے جا رہے تھے۔

دو دن بعد سر جان کیناوے لارڈ کارنوالس کو یہ خط لکھ رہا تھا کہ آج نظام الملک کی محافظ فوج کا سالار اعلیٰ اور حیدر آباد کا ایک بہت بااثر

Pdf by Road Sign
www.urdunovelbook.com

جاگیردار جو ہمارا بدترین دشمن اور دکن اور میسور کے اتحاد کا سب سے بڑا حامی تھا' وفات پا چکا ہے۔

شمس الامراء کے جنازے کے ساتھ حیدرآباد کے عوام کا ایک بے پناہ ہجوم تھا اور شہر کے عوام کی طرح میسور کی سفارت کے ارکان بھی باری باری اس کے جنازے کو کندھا دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب اس کی لاش لحد میں اتاری جا رہی تھی تو مراد علی نے امتیاز الدولہ کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو امڈ آئے۔ امتیاز الدولہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میرے دوست! میرا بازو ٹوٹ چکا ہے۔ ہم اپنے مقدر سے نہیں لڑ سکتے۔ شمس الامراء کی موت میرے نزدیک ان امیدوں اور آرزوؤں کی موت ہے جو ہم نے دکن اور میسور کے اتحاد کے ساتھ وابستہ کی تھیں۔"

Pdf by Road Sign
www.maadpk.com

"لیکن میں مایوس نہیں ہوں" مراد علی نے قدرے ہمت سے کام لیتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہئے تم سلطان ٹیپو کے سپاہی ہو۔ مایوسی صرف ان کے لیے ہے جنہیں راستہ دکھانے والا کوئی نہ ہو۔"

شمس الامراء کی موت کے بعد بھی میسور کے سفراء کے ساتھ میر نظام علی کی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا لیکن ان ملاقاتوں کا مقصد ایسٹ انڈیا کمپنی اور مرہٹوں کے ساتھ معاہدے کی شرائط کو اپنے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کے سوا کچھ نہ تھا۔ قریباً دو ماہ بعد اپنے اتحادیوں سے پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد میر نظام علی سلطان ٹیپو کے سفیروں کو رخصت کر دیا۔ حیدر آباد چھوڑنے سے تھوڑی دیر قبل مراد علی ہاشم بیگ کے گھر گیا۔ ہاشم اور اس کی بیوی مصالحت کی گفتگو کی ناکامی پر بہت پریشان تھے۔ مراد علی نے ان کے ساتھ چند منٹ باتیں

Pdf by Road Sign
www.magicpdfpk.com

کرنے کے بعد رخصت لی۔ ہاشم بیگ گھر سے کچھ فاصلے تک اس کا ساتھ دینا چاہتا تھا۔ لیکن مراد علی ڈیوڑھی پر پہنچ کر رک گیا اور اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "آپ یہیں رہیں!" ہاشم بیگ نے اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مراد آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے مجھے اب بھی یقین ہے کہ دکن اور میسور کی بہتری کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی اور ہمارے درمیان آگ اور خون کے دریا حائل نہیں ہوں گے۔ ہم ایک دوسرے پر گولی چلانے کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔"

مراد علی نے ایک کرب انگیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا اور اس کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا وہاں سے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شاہی مہمان خانے میں پہنچ چکا تھا۔ جہاں اس کے ساتھی سفر کے لیے تیار کھڑے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

سلطان کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑنے کیلئے ہندوستان کی تین عظیم ترین طاقتیں متحد ہو چکی تھیں۔ انگریزی سیاست کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ انہوں نے نظام اور مرہٹوں کو جنوبی ہندوستان کی وہ آخری دیوار مسمار کرنے پر آمادہ کر لیا تھا جو برسوں سے اجنبی اقتدار کے سیلاب کو روکے ہوئے تھی۔

Pdf by Road Sign
www.hagfunpk.com

جنگ ناگزیر ہو چکی تھی۔ شیر میسور پھر ایک بار ان گنت بھیڑیوں، گیدڑوں اور گدھوں کے درمیان کھڑا تھا۔ باہر سے اسے کسی اعانت کی امید نہیں تھی۔ اس نے مغرب کی جارحیت کے خلاف عالم اسلام کو متحد کرنے کے لیے قسطنطنیہ میں سلطان ترکی کے پاس جو ایلچی بھیجے تھے وہ مایوس ہو کر واپس آ گئے تھے۔ دولت عثمانیہ اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہی تھی روس کی ملکہ کیتھرین ثانی اور آسٹریا کے شہنشاہ جوزف

ثانی، ترکی کے خلاف متحد ہو چکے تھے اور ان کی طرف سے اس امر کا اعلان ہو چکا تھا کہ وہ عثمانی سلطنت کے مغربی ممالک پر قبضہ کر کے قسطنطنیہ کے تخت پر کیتھرین کے پوتے قسطنطین کو بٹھائیں گے۔

یورپ میں طاقت کا توازن قائم رکھنے کے لیے برطانیہ کا وزیراعظم پٹ، بیگر فریقین میں صلح کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان حالات میں عثمانی حکومت انگریزوں کی مرضی کے خلاف سلطان ٹیپو کے ساتھ کوئی معاہدہ کرنے کے لیے تیار نہ تھی۔ سلطان ترکی کے ساتھ ٹیپو کے سفیروں کی ملاقات سے پہلے ہی قسطنطنیہ کے برطانوی سفیر سر رابرٹ اینسلی کو یہ ہدایات موصول ہو چکی تھیں کہ ترکی اور میسور کی حکومتوں کے درمیان معاہدہ کی بات چیت کو ناکام بنانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ چنانچہ برطانوی سفیر کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ ترکی خلیفہ ٹیپو کو سلطان

کے لقب، چند تحائف اور نیک دعاؤں کے سوا کچھ نہ دے سکا۔ سلطان نے جو سفارت فرانس روانہ کی تھی اس کی کارگزاری بھی حوصلہ شکن تھی۔ تولون کی بندرگاہ پر فرانس کی حکومت اور فرانس کے عوام نے سلطان کے سفیروں کا شاندار خیر مقدم کیا اس کے بعد پیرس تک راستے کے ہر شہر میں فرانس کے عوام اور حکومت کے نمائندے ان کا پرجوش استقبال کر رہے تھے۔ ان کے سفر کے لیے چھ گھوڑوں کی بگھی اور سواروں کا ایک حفاظتی دستہ مہیا کیا گیا تھا۔ راستے کے ہر بڑے شہر میں ان کے لیے آتش بازی کی نمائش کی جاتی تھی۔ لوگ کئی کئی میل سے انہیں دیکھنے کے لیے آتے تھے۔ پیرس میں شاہ لوئس نے انتہائی گرمجوشی سے ان کا خیر مقدم کیا۔ لیکن جب دونوں سلطنتوں کے درمیان معاہدے کی بات چیت کی نوبت آئی تو اس نے یہ جواب دیا کہ ہم معاہدہ وارسیلز کی خلاف ورزی کر کے انگریزوں کے ساتھ جنگ کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیرس میں سلطان کی سفارت کی ناکامی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں فرانس خود انتہائی مخدوش حالات کا سامنا کر رہا تھا۔ حکومت کے ظلم واستبداد اور لوٹ کھسوٹ کے باعث عوام کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا اور شہنشاہیت کے خلاف انقلابی طاقتیں حرکت میں آ چکی تھیں۔ حکومت کے بعض با اثر ارکان انگریزوں کے خلاف سلطان ٹیپو کے ساتھ معاہدہ کرنے کے حق میں تھے لیکن اکثر ملک کی اقتصادی بد حالی کے پیش نظر انگریزوں کے ساتھ جنگ کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ شاہ فرانس کو یہ مشورہ دے چکے تھے کہ ہمیں اپنی افواج ہندوستان سے نکال کر ماریشس اور بوربون کے اڈوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ شاہ فرانس نے سلطان کے سفیروں کا صرف ایک مطالبہ خوشی سے منظور کر لیا اور وہ یہ کہ اس نے ایک تجربہ کار طبیب اور ایک جراح کے علاوہ رنگ سازوں، نجاروں، بافندوں، گھڑی سازوں اور دوسری صنعتوں

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

کے ماہرین کی ایک جماعت کو ان کے ساتھ میسور جانے کی اجازت دے دی۔

Pdf by Road Sign

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ٹیپو کے خلاف وفاقی اور جارحانہ معاہدہ کرنے کے باوجود نظام یا مرہٹے جنگ میں پہل کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ گزشتہ تجربات نے انہیں کافی محتاط بنا دیا تھا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ اس مرتبہ جنگ کی ابتداء انگریزوں کی طرف سے ہو۔ انگریزوں کی افواج کیل کانٹے سے لیس ہو چکی تھیں کورگ کے راجہ اور مالابار کے تمام پالیگاروں سے ان کے خفیہ معاہدے ہو چکے تھے۔ کرنول اور کڑپہ کے نواب جو میسور کے باج گزار تھے، ایسٹ انڈیا کمپنی کو یہ اطمینان دلا چکے تھے کہ جنگ شروع ہوتے ہی وہ سلطان کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیں گے۔ اب معاہدہ منگلور کی دھجیاں اڑانے کے لیے لارڈ کارنوالس کو صرف ایک بہانے کی ضرورت تھی اور وہ بہانہ پہلے سے موجود تھا۔

Pdf by Read Sign
www.mazbfunpk.com

ٹراونکور کا راجہ راماورما انگریزوں کی شہ پر ایک مدت سے سلطان کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ اس کے دستے میسور کی سرحد پر کئی حملے کر چکے تھے۔ وہ کمپنی کا حلیف تھا اور انگریزوں نے اس کی حوصلہ افزائی کے لیے اپنی فوج کی دو کمپنیاں اس کے حوالہ کر دی تھیں۔ سلطان ٹیپو کو یہ معلوم تھا کہ ٹراونکور کے راجہ کے خلاف اس کی جوابی کاروائی انگریزوں کے ساتھ ٹکراؤ کی صورت پیدا کر دے گی۔ اس لیے وہ مصالحت کے لیے کوشاں تھا۔ لیکن راماورما نے سلطان کی مصالحانہ کوششوں کے جواب میں اپنی جارحانہ سرگرمیاں تیز تر کردیں۔ سلطان نے انگریزوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے حلیف کو ان مفسدانہ سرگرمیوں سے باز رکھیں۔ لیکن اس اپیل کا کوئی اثر نہ ہوا۔

Pdf by Road Sign
www.mediafunpk.com

میر نظام اور نانا فرنویس کے ساتھ تسلی بخش معاہدے ہوتے ہی انگریزوں نے راما ورما کو تھپکی دی اور اس نے ٹراونکور کی دفاعی لائن کے سامنے ایک گھنا جنگل صاف کرنے کے بہانے ایک ہزار سپاہی میسور کی حدود میں داخل کر دیئے لیکن سرحد کے محافظ دستوں نے انہیں مار بھگایا۔ ایک مہینہ بعد ٹراونکور کے راجا نے دوسرا حملہ کیا لیکن اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ سلطان ٹیپو نے جنرل میڈوز کو گورنر مدارس کو اس صورت حال کی طرف متوجہ کیا اور اسے مصالحت کے لیے ایک مشن بھیجنے کی دعوت دی لیکن جنرل میڈوز ٹیپو کا پرانا دشمن تھا اور اسے لارڈ کارنوالس کی طرف سے بھی اس امر کی ہدایت موصول ہو چکی تھی کہ اب ہمارے لیے انتہائی سازگار حالات پیدا ہو چکے ہیں اور ہمیں کوئی ایسی کوشش نہیں کرنی چاہئے جو جنگ میں التواء کا باعث ہو۔

Pdf by Road Sign
www.magsnpk.com

چنانچہ میڈوز نے صلح اور امن کے لیے سلطان کی اپیلوں کی طرف سے کان بند کر کے مزید تین بٹالین ٹراونکور کی سرحد پر بھیج دیں۔ راجہ ٹراونکور انگریزوں کی مالی امداد اور چراکل، کالی کٹ، کوئمبٹور اور مالابار کے نائر پالیگاروں کے تعاون سے میسور کی سرحد پر ایک عظیم لشکر جمع کر چکا تھا اور انگریز اس کی فوج کے آٹھ ہزار سپاہیوں کے لیے بہترین اسلحہ مہیا کر چکے تھے۔ ان حالات میں سلطان ٹیپو کے لیے پھر ایک بار تلوار کا سہارا لینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا شیر میسور اپنے کچھار سے نکل کر میدان میں آ گیا۔ ٹراونکور کی فوج میسور کے طوفانی دستوں کے سامنے تنکوں کا انبار ثابت ہوئی۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر ٹراونکور کی سرحدی چوکیوں اور قلعوں پر میسور کے پرچم لہرا رہے تھے اور راجا کے سپاہی بھیڑوں اور بکریوں کی طرح بھاگ رہے تھے۔ کرنل بارڈلے کی ماتحتی میں انگریزوں کی پانچ کمپنیاں اپنے بارود اور اسلحہ کے ذخیرے کو چھوڑ کر کرنگور میں پناہ لے رہی تھیں۔

Pdf by Road Sign

ایک انگریز پرچہ نویس میدان جنگ سے بمبئی اور مدراس جنرل میڈوز کو یہ لکھ رہا تھا "میں نے کبھی ایسی شرمناک پسپائی نہیں دیکھی۔" ٹراونکور کی دفاعی لائن کے پرخچے اڑانے کے بعد سلطان ٹیپو کرنگور کی طرف بڑھا۔ کرنل ہارڈلے نے وہاں بھی پسپائی اختیار کی اور سلطان نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سلطان نے آئیکوٹہ اور چند اور قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا اب سارا ٹراونکور سلطان کے قدموں میں تھا راما ورما کی طرف سے کسی میدان میں مزاحمت کی توقع نہ تھی لیکن ویراپولی پہنچ کر سلطان کو یہ اطلاع ملی کہ لارڈ کارنوالس میسور کے خلاف اعلان جنگ کر چکا ہے اور اسکے اتحادی کئی محاذوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ سلطان کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

مدراس گورنمنٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں کمپنی کے بڑے بڑے فوجی افسروں کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ گورنر مدراس جنرل میڈوز جسے کمپنی کی افواج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا تھا۔ بمبئی اور کلکتہ کی انگریزی افواج کے نمائندوں کے مشورہ سے جنگ کا پلان تیار کر رہا تھا کمرے کے درمیان ایک کشادہ میز پر جنوبی ہندوستان کا نقشہ کھلا ہوا تھا اور جنرل میڈوز اور دوسرے فوجی افسر میز کے گرد کھڑے تھے۔ جنرل میڈوز نے کہا "میرا اولین مقصد کوہ مور اور پائیں گھاٹ کے علاقوں پر قبضہ کرنا ہے میسور کے اہم شہروں اور قلعوں کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے ہمیں ان زرخیز علاقوں سے رسد حاصل کرنا آسان ہوگا۔ بمبئی کی فوج کی پیش قدمی مالابار کے ساحل سے شروع ہوگی اور وہ ساحل کے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد مدراس کی فوج سے آملیں گی۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ ٹیپو ہماری پیش قدمی روکنے کے لیے کرناٹک کو میدان جنگ

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

بنانے کی کوشش کرے۔ اس لیے جنرل کیلی، کارومنڈل کے وسط سے بارہ محل کی طرف پیش قدمی کریں گے تا کہ اگر کرناٹک کو خطرہ پیش آئے تو اسے بروقت مدد دی جا سکے۔ مدراس سے کوچ کرنے کے بعد ہمارا پہلا مستقر ترچناپلی کے آس پاس ہوگا۔''

Pdf by Road Sign

گورنر کا پرائیوٹ سیکرٹری کمرے میں داخل ہوا اور اس نے سلام کرنے کے بعد ایک مراسلہ پیش کیا۔ جنرل میڈوز نے خط کھول کر پڑھا اور نڈھال سا ہو کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ فوج کے افسر تذبذب اور پریشانی کی حالت میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جنرل میڈوز نے قدرے توقف کے بعد کہا "جنٹلمین! یہ راجا ٹراونکور کی کارگزاری کے متعلق ایک تازہ رپورٹ ہے اس کی فوج ہر محاذ سے بھاگ رہی ہے۔ ہم نے جو اسلحہ بارود مہیا کیا تھا وہ دشمن کے قبضے میں جا چکا ہے۔ کرنل ہارڈلے نے لکھا ہے اگر ٹیپو کی توجہ فوراً دوسرے محاذوں پر مبذول نہ کی گئی تو وہ کسی وقت کے بغیر سارے ٹراونکور پر قبضہ کر لے گا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ پسپائی کی دوڑ میں ہمارے سپاہی ٹراونکور کے سپاہیوں سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں کل صبح تک پیش قدمی کے لیے تیار ہو جانا چاہیے!"

Pdf by Road Sign
www.urdugulpak.com

سیکرٹری نے کہا ''یور ایکسیلینسی! نواب محمد علی کو کیا جواب دیا جائے؟''

جنرل میڈوز نے تلملا کر کہا ''وہ ابھی تک بیٹھا ہوا ہے؟''

''جی ہاں! آپ نے فرمایا تھا کہ آپ میٹنگ سے فارغ ہو کر اس سے ملاقات کریں گے۔''

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

''لیکن وہ میرا وقت ضائع کرنے پر کیوں مصر ہے جب سے میں نے چارج لیا ہے وہ تین بار ملاقات کر چکا ہے جاؤ اسے کہو میں اس وقت فارغ نہیں ہوں۔ اگر وہ چند گھنٹے اور انتظار نہیں کر سکتا تو واپس چلا جائے۔'' سیکرٹری نے کہا یور ایکسیلینسی اسے مایوس کرنا آسان نہیں۔ وہ شام تک آپ کے انتظار میں بیٹھا رہے گا۔ مدراس کے گورنر سے ہر تیسرے چوتھے روز ملاقات کرنا اس کی زندگی کی سب سے بڑی دلچسپی ہے

وہ کمپنی کا پرانا وفادار ہے اور مدراس کے سابق گورنروں کی یہ ہدایات ہیں کہ اسے بلاوجہ ناراض نہ کیا جائے۔''

جنرل میڈوز نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا ''جنٹلمین میں ابھی آتا ہوں'' کرناٹک کا کٹھ پتلی نواب محمد علی والا جاہ ملاقات کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اس کے چہرے پر پریشانی اور اضطراب کے آثار تھے۔ جنرل میڈوز کمرے میں داخل ہوا اور اس کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔ وہ جلدی سے اٹھ کر آگے بڑھا اور جنرل میڈوز نے ایک حقارت آمیز تبسم کے ساتھ سلام کہہ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ محمد علی نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ''حضور کا اقبال بلند ہو اور حضور کے دشمن ذلیل و خوار ہوں!''

''تشریف رکھیے نواب صاحب! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو بہت انتظار کرنا پڑا میں بہت مصروف تھا۔''

Pdf by Road Sign

محمد علی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا ”عید کا چاند دیکھ کر ماہ رمضان کی کلفتیں بھول جاتی ہیں۔“

”عید کب ہے؟“ جنرل میڈوز نے حیران ہو کر سوال کیا۔ ”جناب آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ میرے لیے عید کا چاند ہیں۔ یعنی آپ کو دیکھ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔“

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

او ہو میں سمجھا تھا کہ عید آ گئی ہے۔“

”جناب حقیقی عید تو اس دن آئے گی جب آپ کی فوجیں سرنگا پٹم پہنچ جائیں گی میں آپ کی فتح کی بشارت لے کر آیا ہوں۔“

نواب صاحب آپ فتح کی باتیں کر رہے ہیں ابھی تو جنگ بھی نہیں شروع ہوئی۔“

"واہ جناب! آپ کا خیال ہے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ اب تو خدا کے فضل سے ٹراونکور کا لشکر مالابار میں داخل ہو چکا ہوگا۔" جنرل میڈوز نے جھنجھلا کر کہا "ٹراونکور کا لشکر بھیڑ اور بکریوں کی طرح بھاگ رہا ہے۔"

چند ثانیے محمد علی کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ پھر اس نے اچانک اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سونے کا تعویذ نکالا اور آگے بڑھ کر جنرل میڈوز کے گلے میں ڈال دیا۔ "یہ کیا ہے؟" جنرل میڈوز نے اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "جناب یہ تعویذ ہے آپ اسے گلے سے نہ اتاریں مجھے یقین ہے کہ اس کی برکت سے ہر میدان میں آپ کو فتح ہوگی۔ یہ مجھے ایک بزرگ نے دیا ہے جس کی ہر بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ اب آپ خدا کا نام لے کر حملہ کردیں۔ دنیا کی کوئی طاقت سرنگاپٹم تک آپ کا راستہ نہیں روک سکے گی۔ میں نے سنا

ہے کہ فرانسیسی پانڈی چری خالی کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی پہلی فتح ہے۔"

جنرل میڈوز نے انتہائی نفرت اور حقارت سے محمد علی کی طرف دیکھا اور کہا "نواب صاحب ہمیں ڈر ہے کہ اس محاذ پر جنگ شروع ہوتے ہی کہیں ایسے حالات پیدا نہ ہو جائیں کہ آپ کو ارکاٹ خالی کرنا پڑے!" محمد علی چند ثانیے سکتے کے عالم میں جنرل میڈوز کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا "گورنر صاحب! اگر تراونکور سے کوئی بری خبر آئی ہے تو آپ کو اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ سلطان ٹیپو اب اکیلا ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

"میں بالکل پریشان نہیں ہوں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنا قیمتی وقت باتوں میں ضائع کرنے کی بجائے جنگ کی تیاری کریں!"

Pdf by Road Sign
www.pdfbooksfree.pk

’’جنرل صاحب میں یہی تو پوچھنے آیا تھا کہ میری فوج کو کوچ کا کب حکم ملے گا؟‘‘

’’آپ کی فوج کو کوچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اگر صرف کرناٹک کی حفاظت کر سکیں تو یہ بھی ہماری بہت بڑی مدد ہو گی۔ اب مجھے اجازت دیجئے میں بہت مصروف ہوں۔‘‘

Pdf by Road Sign
www.pdfbooksfree.pk

جنرل میڈوز یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ نواب محمد علی بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کرناٹک کی حفاظت کے مسئلے نے اس کے خیالات پریشان کر دیے تھے۔ وہ بادل ناخواستہ اٹھا اور جنرل میڈوز اس کے ساتھ مصافحہ کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ کمرے سے باہر اپنے سیکرٹری کو دیکھ کر جنرل میڈوز نے محمد علی کا عطا کردہ تعویذ نوچ کر اس کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا ’’یہ اپنے پاس رکھو اور اس بے وقوف کو سمجھاؤ کہ وہ جنگ

کے اختتام تک مجھے پریشان کرنے کی کوشش نہ کرے۔ یہ گدھا مجھے فتح کی خبر سنانے آیا تھا۔"

Pdf by Road Sign

مئی ۱۷۹۰ء کے آخری ایام میں جنرل میڈوز نے مدراس سے پیش قدمی کی اور ترچناپلی کے قریب ڈیرے ڈال دیے۔ جنرل میڈوز کی کمان میں پندرہ ہزار سپاہی بہترین ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ ہندوستان کی تاریخ میں اس سے قبل کسی ایک محاذ پر انگریزوں کی اتنی بڑی فوج دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ سلطان ٹیپو کے لیے اب کسی علاقے کے شہروں یا قلعوں کی حفاظت کی بجائے پوری سلطنت کی حفاظت کا مسئلہ تھا اور میسور کی تمام سرحدوں پر دشمن کے اجتماع نے اسے اپنے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

جنرل میڈوز نے ۱۵ جون کو کرور کی طرف پیش قدمی کی اور چند ہفتوں میں کسی قابل ذکر مزاحمت کا سامنا کیے بغیر کرور، ڈنڈیگل، دھاراپورم کے علاوہ چند اور قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ سلطان ٹیپو دشمن کے عزائم سے خبردار ہوتے ہی ٹراونکور کا محاصرہ چھوڑ کر کومبٹور پہنچ گیا۔ اس اثناء میں

Pdf by Road Sign
www.urdujagunpk.com

دوسرے محاذوں پر بھی انگریزی افواج جمع ہو رہی تھیں۔ اور سلطان نے قریب ایک مہینہ کوئمبتور میں قیام کرنے کے بعد ایک وسیع پیمانے پر جنگ کے لیے تیاری کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے سرنگا پٹم کا رخ کیا۔ کوئمبتور سے کوچ کرتے وقت سلطان نے اپنے چار ہزار سوار میر معین الدین عرف سید صاحب کی کمان میں دیے اور اسے ہدایت کی کہ تم اکا دکا حملوں سے دشمن کو ہراساں کر کے اس کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کرو تاکہ مجھے تیاری کے لیے وقت مل جائے۔ میر معین الدین کی مختصر سی فوج کسی میدان میں ڈٹ کر انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھی لیکن برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا اور اگر وہ سلطان کی ہدایات پر عمل کرتا تو یہ چار ہزار سوار جو گوریلا جنگ کے ماہر سمجھے جاتے تھے دشمن کے رسل و رسائل کا نظام درہم برہم کر کے اس کے لیے بے شمار رکاوٹیں پیدا کر سکتے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.urdupdfbank.com

لیکن میر معین الدین جیسے جہاندیدہ سپاہی نے جس نااہلیت اور بزدلی کا مظاہرہ کیا وہ سلطان کی فوج کے کسی ادنیٰ افسر سے بھی غیر متوقع تھی۔ اس نے کرنل فلائڈ کے دستوں کے ساتھ چند جھڑپوں کے بعد بھوانی کے شمال کی طرف پسپائی اختیار کی اور جنوب کے تمام علاقے دشمن کے لیے کھلے چھوڑ دیے۔ میر معین الدین کی یہ کوتاہی فوجی لحاظ سے میسور کے لیے انتہائی تباہ کن نتائج پیدا کر سکتی تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے جولائی کے مہینے میں برسات کا موسم شدت اختیار کر چکا تھا۔ جنرل میڈوز نے میدان خالی دیکھ کر کوئمبٹور پر قبضہ کر لیا اور کرنل اسٹورٹ کو پال گھاٹ کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا لیکن موسم برسات کی شدت کے باعث وہ زیادہ دور نہ جا سکا۔

Pdf by RoadSign
www.mediafunpk.com

اگست کے دوسرے ہفتے کرنل اسٹورٹ نے دوبارہ پیش قدمی کی اور ڈنڈیگل کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ یہ قلعہ ایک بلند چٹان پر واقع تھا اور دفاعی لحاظ سے سلطنت میسور کے مضبوط قلعوں میں سے ایک تھا۔ قلعے کی محافظ فوج کی تعداد آٹھ سو سپاہیوں پر مشتمل تھی اور ان کا کمانڈر حیدر عباس سلطان کا ایک نڈر سپاہی تھا۔ انگریزی توپ خانہ چار دن تک قلعہ پر آگ برساتا رہا اور پانچویں دن کرنل اسٹورٹ نے عام حملے کا حکم دیا لیکن اسے شدید نقصانات اٹھانے کے بعد پیچھے ہٹنا پڑا۔ حیدر عباس آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ لیکن اس کے بیشتر سپاہی اور افسر کمک نہ پہنچنے کے باعث ہمت ہار چکے تھے۔ چنانچہ ۲۲ اگست کے دن اس نے اس شرط پر قلعے کا دروازہ کھول دیا کہ قلعہ خالی کرتے وقت اس کے سپاہیوں کا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔

Pdf by Road Sign
www.urdu4pk.com

اس عرصہ میں جنرل میڈوز کی دوسری افواج درہ گجل ہٹی کے آس پاس چند اہم قلعوں پر قبضہ کر چکی تھیں۔ اس درے کی اہم دفاعی چوکیوں پر قبضہ کر لینے کے بعد انگریزوں کے ہاتھ میسور کی شہ رگ تک پہنچ چکے تھے۔ کومبٹور کا زرخیز صوبہ جہاں سے انہیں فراوانی کے ساتھ رسد مل سکتی تھی۔ اب مکمل طور پر ان کے قبضے میں تھا اور وہ کرور سے لے کر گجل ہٹی کے درے تک چوکیاں قائم کر چکے تھے۔ دوسرے محاذ پر کرنل کیلی کی کمان میں کلکتہ کی دس ہزار فوج جسے بارہ محل فتح کرنے کی مہم سونپی گئی تھی۔ اگست کے شروع میں کنجی ورم پہنچ چکی تھی۔ جنرل اسٹورٹ کو تین اطراف سے سرنگا پٹم کی طرف بڑھنے کے لیے اب صرف مالابار کے محاذ پر بمبئی کی افواج کی آمد کا انتظار تھا۔

میسور کی شمالی سرحد پر نظام اور مرہٹوں کی افواج جمع ہو رہی تھیں لیکن جنگ کے ابتدائی دور میں ان کی حیثیت خاموش تماشائیوں سے

Pdf by Road Sign
www.maqbook.com

زیادہ نہ تھی۔ لارڈ کارنوالس اور جنرل میڈوزکی پے درپے پسپائیوں کے باوجود جنگ کے میدان میں کود نے سے نانا فرنویس اور میر نظام علی کی ہچکچاہٹ کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان میں سے کسی کو سلطان ٹیپو کے صحیح عزائم کا علم نہ تھا نانا فرنویس اور میر نظام علی کو اگر اس بات کا یقین ہوتا کہ وہ کسی خطرے کا سامنا کیے بغیر پیش قدمی کر سکتے ہیں تو انہیں فیصلہ کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن سلطان ٹیپو نے سرنگا پٹم پہنچ کر جہاں جنگی تیاریوں کے لیے دو ماہ کا وقفہ حاصل کر لیا تھا۔ وہاں نظام اور مرہٹوں کے لیے ایک پریشان کن مسئلہ پیدا کر دیا تھا۔ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ اگر سلطان نے سرنگا پٹم سے نکل کر جنوب میں انگریزوں کا سامنا کرنے کی بجائے شمال کی طرف توجہ پھیر دی تو ان کی حالت قابل رحم ہوگی۔

Pdf by Road Sign
www.magiurpk.com

مہابت جنگ کی کمان میں حیدرآباد کا لشکر رائچور کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور اسے ضروری ہدایات دینے کے لیے میر نظام علی بھی وہاں پہنچ چکا تھا ایک دن میر نظام علی اپنے خیمے میں مہابت جنگ کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا کہ ایک افسر خیمے میں داخل ہوا اور اس نے کورنش بجا لانے کے بعد کہا ”عالی جاہ! سرجان کیناوے پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے آں حضور کی خدمت میں باریابی کی اجازت طلب کی ہے۔“

میر نظام علی نے بددل ہو کر افسر کی طرف دیکھا اور کہا ”بہت اچھا۔ اسے لے آؤ“ پھر وہ مہابت جنگ کی طرف متوجہ ہوا۔

”اس مرتبہ تمہاری ہار یقینی تھی لیکن کیناوے ہمیں شطرنج کھیلتے نہیں دیکھنا چاہئے۔“

Pdf by Road Sign
www.madfunpk.com

مہابت جنگ کی تالی بجانے پر ایک نوکر خیمے میں داخل ہوا اور نظام کے اشارے سے شطرنج کا سامان اٹھا کر لے گیا۔ نظام نے جھک کر پاس ہی پڑے ہوئے کاغذات میں سے ایک نقشہ اٹھایا اور اسے تپائی پر پھیلاتے ہوئے کہا ''اس مرتبہ وہ کم بخت ہمیں پریشان کرے گا۔''

مہابت جنگ نے مسکرا کر جواب دیا ''مجھے یقین ہے کہ آپ اسے زیادہ پریشان کریں گے۔''

Pdf by Road Sign

نظام نے کہا ''تمہیں اپنی پیش قدمی میں تاخیر کے لیے کوئی معقول وجہ سوچ لینی چاہیے۔''

مہابت جنگ نے جواب دیا ''جناب گزشتہ تین ہفتوں میں کیناوے کے پانچ ایلچی میرے پاس آ چکے ہیں اور میری عقل جو بہانے تلاش کر سکتی تھی وہ انہیں پیش کیے جا چکے ہیں۔ اب تو میں یہ سوچ رہا ہوں کہ مجھے اس ملاقات سے بچنے کے لیے بیماری کے بہانے اپنے خیمے

میں لیٹ جانا چاہئے۔ میر نظام علی ہنس پڑا۔ کیناوے خیمے میں داخل ہوا۔ مہابت جنگ نے اٹھ کر اس کا خیر مقدم کیا لیکن میر نظام علی نے اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ مہابت جنگ نے ایک کرسی گھسیٹ کر آگے کر دی اور میر نظام علی نے کہا ''مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس موسم میں سفر کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ تشریف رکھیے!''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

کیناوے نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا ''موجودہ حالات میں میرے لیے حیدر آباد میں ٹھہرنا زیادہ تکلیف دہ تھا۔ مجھے اپنے کسی خط کا تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ جنرل میڈوز اور لارڈ کارنوالس آپ کی تاخیر کے باعث بہت پریشان ہیں۔ فرمائیے آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟''

میر نظام علی نے جواب دیا ''اگر ہری پنت آج پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کر لے تو ہماری طرف سے ایک لمحہ کے لیے بھی تاخیر نہیں ہوگی۔ ہم تو

یہاں بیٹھے بیٹھے تنگ آ چکے ہیں۔"

"یور ہائی نس سر چارلس میلٹ نے مجھے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہری پنت اور نانا فرنویس اس تاخیر کی ذمہ داری آپ پر ڈالتے ہیں۔ آپ نہایت قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ کوئمبٹور کا سارا صوبہ ہمارے قبضہ میں آ چکا ہے۔ مشرق میں ہماری افواج بارہ محل پر قبضہ کرنے والی ہیں۔ اور چند دنوں تک بمبئی کی فوج مالا بار میں داخل ہو جائے گی اگر آپ فوراً حملہ کر دیں تو سلطان ٹیپو کو سرنگا پٹم سے باہر کسی محاذ پر جوابی کاروائی کی جرأت نہیں ہو گی۔"

نظام نے کہا "آپ کا خیال ہے کہ ٹیپو اب سرنگا پٹم میں ہی بیٹھا رہے گا؟"

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

’’ہاں! اگر اس میں لڑائی کی ہمت ہوتی تو وہ کوئمبٹو جیسا زرخیز صوبہ ہمارے لیے کھلا چھوڑ کر سرنگا پٹم میں پناہ نہ لیتا۔‘‘

’’آپ کا خیال غلط ہے ٹیپو سرنگا پٹم میں بیٹھ کر آپ کا انتظار نہیں کرے گا۔ اسے تیاری کے لیے وقت کی ضرورت تھی۔ وہ ایک خوفناک آندھی کی طرح اچانک میسور سے نکلے گا اور ہم ہر محاذ پر اپنی سابقہ تجاویز میں رد و بدل کی ضرورت محسوس کریں گے۔‘‘

Pdf by Road Sign

’’یور ہائی نس! آپ کو ٹیپو کی قوت سے اس قدر خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ فوراً حملہ کر دیں تو اسے سرنگا پٹم سے نکلنے کی جرأت نہیں ہوگی اور اگر اس نے یہ جرأت کی بھی تو اس کا رخ شمال کی بجائے جنوب کی طرف ہوگا اور آپ کسی مزاحمت کا سامنا کیے بغیر سرنگا پٹم پہنچ جائیں گے۔‘‘

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ آپ سے پہلے ہمارے ساتھ نپٹ لینا بہتر خیال نہیں کرے گا؟"

آپ کا خیال ہے کہ وہ ہماری طرف سے آنکھیں بند کر کے آپ پر حملہ کر دے گا۔"

"ہاں اور اگر آپ نے ان دنوں سر چارلس میٹلے سے ملاقات کی ہوتی تو وہ آپ کو بتاتے کہ ہری پنت کا بھی یہی خیال ہے۔"

Pdf by Road Sign

"یور ہائی نس مجھے معاف کیجئے ٹیپو اتنا نادان نہیں۔ اسے ہماری قوت کی برتری کا احساس ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسے سرنگا پٹم سے باہر نکل کر ہمارا سامنا کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ یہ حقیقت اس کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہو گی کہ جب وہ شمال کا رخ کرے گا تو اس کے تنگبھدرہ پہنچنے سے پہلے ہم سرنگا پٹم پہنچ چکے ہوں گے۔"

www.paksociety.com

''میں جانتا ہوں کہ آپ سرنگا پٹم پہنچ جائیں گے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت تک ہمارے سامنے اپنے سپاہیوں کی لاشیں گننے کے سوا کوئی کام نہیں ہوگا۔''

کیناوے نے بددل سا ہو کر کہا ''جناب آپ جنگ میں ہمارے حلیف ہیں اور جنگ کو اختتام تک پہنچانے کے لیے ہم سب پر ایک سی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ آپ اور مرہٹوں کے تذبذب کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ جنگ لمبی ہو جائے اور ہم آپ سے مایوس ہو کر ٹیپو کے ساتھ صلح کر لیں اور اپنے اتحادیوں کو ہمیشہ کے لیے ٹیپو کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مزید چند برس تک تیاری کرنے کے بعد ہم میں سے ایک ایک کو نگل جائے گا۔''

Pdf by Road Sign
www.magicmpk.com

میر نظام علی نے قدرے نرم ہو کر کہا ''آپ کو ہمارے متعلق اس قدر بدظن نہیں ہونا چاہئے۔''

''یور ہائی نس! میں بدظن نہیں ہوں لیکن میں آپ کے تذبذب کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔''

''ہمارا تذبذب صرف اس وقت تک ہے جب تک کہ ٹیپو سرنگا پٹم سے باہر نہیں نکلتا۔ جب تک ہمیں اس کے عزائم کا صحیح علم نہیں ہوتا ہم جنگ کا کوئی نقشہ تیار نہیں کر سکتے۔''

''یور ہائی نس بظاہر اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ وہ بارہ محل اور مالابار کا خیال چھوڑ کر آپ کی طرف توجہ کرے لیکن فرض کیجئے کہ اگر ایسی صورت پیدا ہو ہی جائے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ سرے سے جنگ میں حصہ ہی نہ لیں۔''

Pdf by Road Sign
www.magpk.com

میر نظام علی نے جواب دیا ''اس صورت میں ہماری جنگ سراسر مدافعانہ ہو گی۔ ہمیں سرنگا پٹم کے متعلق سوچنے کی بجائے پونا اور حیدر آباد کی فکر کرنا پڑے گی..... ہم پوری قوت سے لڑیں گے لیکن ہماری کوشش یہ ہو گی کہ ہم میسور کی حدود کے اندر دشمن کے نرغے میں آنے کی بجائے کسی ایسی جگہ اس کے ساتھ مقابلہ کریں جہاں سے ہماری رسد اور کمک کے راستے محفوظ ہوں یہ آپ کی خوش قسمتی تھی کہ ٹیپو کوئمبٹور میں آپ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہ تھا اور آپ نے کسی وقت کے بغیر ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا لیکن اگر ہم میسور کی سرحد پر اپنی فوجیں جمع نہ کرتے تو ٹیپو ہر قدم پر پوری شدت کے ساتھ آپ کا مقابلہ کرتا۔''

کیناوے نے کہا ''تو آپ کا فیصلہ یہی ہے کہ جب تک سرنگا پٹم سے ٹیپو کی فوج نقل و حرکت نہیں کرتی آپ یہیں پڑے رہیں گے؟''

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

''میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم دشمن کے ارادے سے باخبر ہونے سے پہلے اس کے خلاف کوئی موثر کاروائی نہیں کر سکتے۔''

''فرض کیجئے کہ اگر ٹیپو نے سرنگا پٹم میں ہی اپنی جنگ لڑنے کا فیصلہ کر لیا تو آپ کا رویہ کیا ہو گا؟''

نظام مسکرایا ''آپ حیدر علی کے بیٹے کو نہیں جانتے مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد سرنگا پٹم سے کوچ کرے گا اور اس کی پہلی ضرب خواہ وہ ہم میں سے کسی پر ہو بہت شدید ہو گی۔ میں مرہٹوں کا ذمہ نہیں لے سکتا لیکن میری طرف سے آپ لارڈ کارنوالس کو یہ اطمینان دلا سکتے ہیں کہ میری افواج چند دن کے اندر اندر میدان میں آ جائیں گی۔ اگر شمال کی طرف اس کے متوقع حملے کے پیش نظر ہمیں پیچھے ہٹنا پڑا تو آپ کی افواج کو بڑھنے کا موقع مل جائے گا اور اگر اس نے جنوب کی طرف پیش قدمی کی تو ہم شمال کے تمام علاقے تاخت و تاراج کر دیں گے۔ جنرل

Pdf by Road Sign
www.magikpk.com

میڈوز کو یہ پیغام دے بھیجے کہ وہ اپنی پیش قدمی جاری رکھے تاکہ ٹیپو کو مزید تیاریوں کا موقع نہ ملے۔''

تھوڑی دیر بعد مسٹر کیناوے میر نظام علی سے رخصت ہو کر مرہٹوں کے پڑاؤ کا رخ کر رہا تھا۔ اور میر نظام علی مہابت جنگ سے یہ کہہ رہا تھا۔ ''مجھے یقین ہے کہ اب چند دن تک یہ لوگ ہمیں پریشان نہیں کریں گے۔ لیکن تمھیں تیار رہنا چاہئے۔ ٹیپو اب زیادہ عرصہ سرنگاپٹم میں نہیں بیٹھ سکتا۔ اگر اس نے جنوب کی طرف پیش قدمی کی تو ہمیں اس بات کا ثبوت دینا پڑے گا کہ ہم مرہٹوں سے پیچھے نہیں رہیں گے۔''

Pdf by Road Sign

''جین ! جین ! نیچے آؤ!'' لیگرانڈ نے مکان کے صحن سے آواز دی۔ جین لیگرانڈ کی آواز سن کر گیلری میں نمودار ہوئی نیچے صحن میں

لیگرانڈ کے ساتھ ایک عمر رسیدہ آدمی کو دیکھ کر وہ چند ثانیے تذبذب کی حالت میں رہی اور پھر کیپٹن فرانسسک ! کہہ کر زینے کی طرف بڑھی اور

تیزی سے نیچے اترنے لگی۔ کپتان فرانسسک نے آگے بڑھ کر اس کے ساتھ مصافحہ کیا اور جین نے اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔''

آپ کب تشریف لائے؟.......... آپ اتنا عرصہ کہاں تھے؟...... ہم سوچا کرتے تھے کہ آپ ہمیں بھول گئے۔ فرانس میں ان دنوں

کیا ہو رہا ہے؟ یہاں ایک عرصے سے عجیب و غریب خبریں آ رہی ہیں۔''

لیگرانڈ نے کہا ''ہم بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کرتے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.mazgopk.com

وہ نچلی منزل کے ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کپتان فرانسسک نے کہا ”میں آج ہی سرنگا پٹم آیا ہوں اور آتے ہی موسیو لالی سے تمہارا پتا کیا تھا۔ خوش قسمتی سے لیگراند بھی کیمپ میں موجود تھا میں تمہارے لیے بہت اچھی خبر لایا ہوں لیکن اس سے پہلے میں تمہیں شادی کی مبارک باد دینا چاہتا ہوں میں نے تمہیں عمداً خط نہیں لکھا انسپکٹر برنارڈ کو شبہ ہو گیا تھا کہ میں نے تمہاری مدد کی ہے اور اس نے پانڈی چری سے واپس جاتے ہی مجھے انقلابی جماعت کے ساتھ ہمدردی رکھنے کے الزام میں قید کروا دیا تھا۔ بسٹیل کے قید خانے میں وہ اکثر مجھ سے ملا کرتا تھا اور ہر بار یہ کہا کرتا تھا کہ اگر تم تمام واقعات ظاہر کر دو اور مجرموں کو پکڑوانے میں ہمارے ساتھ تعاون کرو تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ میرے انکار پر اس نے مجھے ہر ممکن اذیت پہنچانے کی کوشش کی۔ بسٹیل کی ایک زمین دوز اور تنگ و تاریک کوٹھڑی میں

Pdf by Road Sign

میرے لیے قید کے آخری چند مہینے انتہائی کرب انگیز تھے۔ باہر سے کسی دوست رشتہ دار کو میرے ساتھ ملاقات یا نامہ و پیام کی اجازت نہ تھی۔ جو پہرے دار میرے لیے دو وقت کا کھانا لے کر آتے تھے انہیں بھی میرے ساتھ بات چیت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ پھر ایک دن حکومت کے باغیوں نے بستیل کے دروازے توڑ دیے اور مجھے معلوم ہوا کہ فرانس میں انقلاب آ چکا ہے۔"

جین نے مغموم لہجے میں کہا "مجھے افسوس ہے کہ آپ نے ہمارے لیے اتنی اذیت اٹھائی اور ہم سرنگا پٹم میں محفوظ تھے۔ اگر آپ پولیس کو یہ بتا دیتے کہ ہم یہاں پہنچ چکے ہیں تو وہ شاید آپ کو اس قدر اذیت نہ پہنچاتے۔"

Pdf by Road Sign

فرانسسک نے کہا ''اگر میں ایک بات ظاہر کر دیتا تو وہ مجھ سے باقی تمام باتیں اگلوا لیتے۔ مارسیلز سے پانڈی چری تک کے سفر کے حالات بتا کر میں ان تمام دوستوں کے ساتھ غداری کا مرتکب ہوتا۔ جنہوں نے ہمارے ساتھ تعاون کیا تھا۔ یہاں تک کہ ماریشس میں لیگر انڈ کے بہنوئی کو بھی ایک پریشان کن صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا۔ پھر اگر میں یہ ذلت گوارا کر لیتا تو بھی پیرس کی پولیس سے یہ توقع عبث تھی کہ وہ مجھے کسی اچھے سلوک کا مستحق سمجھیں گے۔ لیکن یہ تمام باتیں ماضی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ میں تمہیں حال اور مستقبل کے متعلق کچھ بتاتے آیا ہوں قید سے رہا ہوتے ہی میں انقلابیوں کے جن لیڈروں سے ملا وہ تمہارے بھائی کو جانتے تھے اور جب میں نے انہیں یہ بتایا کہ تم زندہ اور سلامت ہو اور میں نے تمہاری مدد کرنے کے جرم میں قید کاٹی ہے تو وہ مجھے اپنا مخلص ساتھی سمجھنے لگے۔ وہ لیگر انڈ کو بھی اپنا دوست سمجھتے ہیں اور یہ

چاہتے ہیں کہ تم فوراً فرانس واپس آ جاؤ۔ حکومت نے تمہاری جو جائیداد ضبط کی تھی وہ واگزار کر دی جائے گی۔ موسیو لالی کے نام انہوں نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ وہ تمہیں کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے روانہ کر دیں۔ تمہاری جلاوطنی کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اب جب تم پیرس میں پہنچو گی ہزاروں انسان تمہارے لیے چشم براہ ہوں گے۔ میں یہاں موسیو لالی کے ساتھ بات چیت کر چکا ہوں اور انہیں لیگرانڈ کے واپس جانے پر کوئی اعتراض نہیں۔ میں جس جہاز پر پانڈی چری پہنچا تھا وہ واپسی پر منگلور پہنچ کر ہمارا انتظار کرے گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم دونوں کے اندر اندر یہاں سے منگلور روانہ ہو جائیں لیکن میں لیگرانڈ کے تذبذب اور پریشانی کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ اس نے ابھی تک مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔"

جین سرنگاپٹم کی فضا میں اپنے وطن کی خوشگوار ہواؤں کے جھونکے محسوس کر رہی تھی وہ پیرس کے کشادہ بازاروں کی سیر کر رہی تھی۔ وہ اپنے اجڑے ہوئے گھر کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے نوکر اس کے سامنے کھڑے تھے اور اس کی سہیلیاں آگے بڑھ بڑھ کر اس سے گلے مل رہی تھیں پھر اچانک اسے سرنگاپٹم کا ایک گھر یاد آیا اور پیرس کے دلکش نظارے اس کی آنکھوں سے اوجھل ہونے لگے۔ وہ تصور کے عالم میں انور، مراد اور ان کی والدہ سے رخصت ہو رہی تھی اس کے ہونٹوں کا تبسم رخصت ہو چکا تھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہو رہے تھے۔ کپتان فرانسس نے کہا "جین تم کیا سوچ رہی ہو۔ میں تمہارے قہقہے سننے کی بجائے تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ رہا ہوں؟"

Pdf by Road Sign
www.maghtimes.com

جین نے چونک کر فرانسسک کی طرف دیکھا اور پھر کچھ کہے بغیر لیگرانڈ کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ لیگرانڈ نے کہا ''موسیو فرانسسک میری گردن آپ کے احسانات کے بوجھ سے ہمیشہ جھکی رہے گی لیکن موجودہ حالات میں میں فرانس جانے کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔''

فرانسسک کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا اور اس نے بدحواس ہو کر کہا۔ ''لیکن کیوں؟''

Pdf by Road Sign

لیگراند نے جواب دیا" میں جنگ کے اختتام تک فرانس نہیں جا سکتا۔ میں ان لوگوں کو پیٹھ نہیں دکھا سکتا جنہوں نے ایک غریب الوطن کو اپنا دوست، اپنا بھائی اور اپنا بیٹا سمجھ کر سہارا دیا۔ میری زندگی کے تاریک ترین دور میں سرنگا پٹم میرے لیے روشنی کا مینار تھا۔ اور آج سرنگا پٹم ان لاکھوں انسانوں کی آخری امید ہے جو میری طرح امن، سکون، عزت اور آزادی کی زندگی کے طلب گار ہیں۔ ٹیپو اب میرے نزدیک اجنبی حکمران نہیں ہے بلکہ میں اس کے لیے اپنے سینے میں اطاعت اور محبت کے وہی جذبات محسوس کرتا ہوں جو اس ملک کے ہر باشندے کے سینے میں موجزن ہیں میرے نزدیک اس کی فتح انسانیت کی فتح اور اس کی شکست انسانیت کی شکست ہوگی۔"

www.mashfun.com
Pdf by RoadSign

کپتان فرانسسک نے لاجواب سا ہو کر کہا "اگر تمہارے جذبات یہ ہیں تو میں اس سلسلے میں مزید بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو میرا بھی یہی فیصلہ ہوتا۔ موسیو لالی نے مجھے کہا تھا کہ تم ایک اچھے سپاہی بن سکتے ہو اور میسور میں اچھے سپاہیوں کے لیے ترقی کے دروازے کھلے ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

لیگراند نے کہا "میرا یہ مطلب نہیں کہ میں مستقل طور پر یہاں رہنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ جنگ ختم ہونے کے بعد ہم اپنے وطن چلے جائیں گے۔"

فرانسسک نے کہا ''میں یہ کوشش کروں گا کہ تمہاری غیر حاضری میں تمہاری جائیداد کی حفاظت کی جائے۔ اس سلسلہ میں مجھے شاید تمہاری طرف سے کسی تحریر کی ضرورت پڑے!''

Pdf by Road Sign

لیگرانڈ نے جواب دیا ''ہم دونوں آپ کو مختار نامہ لکھ دیں گے۔''

www.magfunpk.com

''لیکن تمہیں اچھی طرح سوچ لینا چاہئے۔ میں کل کا دن یہاں رہوں گا اور اگر اس عرصہ میں تمہاری رائے بدل جائے تو مجھے تم کو اپنے ساتھ لیجانے میں خوشی ہوگی۔ ابھی تک جین نے اس مسئلے میں کچھ نہیں کیا۔''

جین نے کہا ''لیگرانڈ کا فیصلہ میرا فیصلہ ہے مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میسور کی فوج میں عورتوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔''

فرانسسک نے کہا ''انور علی ابھی تک نہیں آیا۔ میں چاہتا تھا کہ آج شام سے پہلے سرنگاپٹم میں چند اور دوستوں کو دیکھ لیتا۔''

جین نے پوچھا ''انور علی کو آپ کی آمد کی اطلاع مل چکی ہے؟''

''ہاں میں نے کیمپ سے روانہ ہوتے وقت اسے پیغام بھیج دیا تھا۔''

لیگرانڈ نے کہا ''مجھے یقین ہے کہ وہ آ ہی رہا ہوگا۔''

جین نے کہا ''موسیو فرانسسک میں آپ کی وساطت سے پیرس میں اپنی چند سہیلیوں کے نام خط بھیجنا چاہتی ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

"بہت اچھا تم خط لکھ چھوڑو میں لے جاؤں گا۔ لیگرانڈ میں غالباً ماریشس کے راستے جاؤں گا اس لیے تم بھی اپنی بہن کے نام خط لکھ کر رکھو۔"

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہوگی، میں نے یہاں آکر بہن کو کوئی پیغام نہیں بھیجا" نوکر نے اندر جھانکتے ہوئے کہا "انور علی صاحب تشریف لائے ہیں۔" لیگرانڈ نے کہا "انہیں یہاں لے آؤ" نوکر چلا گیا۔

Pdf by Road Sign

ایک منٹ بعد انور علی کمرے میں داخل ہوا۔ فرانسسک اور لیگراند اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور وہ ان کے ساتھ یکے بعد دیگرے مصافحہ کرنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا ''موسیو فرانسسک میں صرف چند منٹ کے لیے آیا ہوں۔ آج پانچ بجے سپہ سالار برہان الدین نے فوج کے افسروں کو مستقر میں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ مجھے آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔ اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ رات کا کھانا میرے ہاں کھائیں اور اگر آپ قیام بھی وہیں کریں تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔''

فرانسسک نے کہا ''لیکن آج تو میں موسیو لالی کی دعوت قبول کر چکا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.mazfumpk.com

لیگرانڈ بولا ''اور کل دونوں وقت کے لیے یہ میرے مہمان ہیں۔ آپ کی باری پرسوں آئیگی بشرطیکہ یہ یہاں سے چلے نہ گئے۔ انور علی نے فرانسسک کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا ''آپ پرسوں جا رہے ہیں؟''

''میں پرسوں واپس فرانس جا رہا ہوں''

''لیکن اتنی جلدی کیوں؟''

''سرنگاپٹم میں میرا کام ختم ہو چکا ہے اور میں جلد از جلد واپس لوٹنا چاہتا ہوں۔''

''اگر یہ کوئی راز کی بات نہ ہو تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا کام تھا؟''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''میں جین اور لیگرانڈ کو یہ خوشخبری دینے آیا تھا کہ ان کی جلاوطنی کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور اب اگر یہ چاہیں تو اپنے گھر واپس جا سکتے ہیں
۔ فرانس کے انقلاب نے ان کے راستے کے تمام پتھر ہٹا دیے ہیں۔''

Pdf by Road Sign

انور علی نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ جین اور لیگرانڈ کی طرف دیکھا اور کہا ''میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔''

جین نے کہا "آپ کا شکریہ لیکن ہم یہیں رہیں گے۔ ہم میسور کے ہر افق پر جنگ کی مہیب آندھیاں دیکھ کر بھاگنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

کچھ دیر انور علی کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ پھر اس نے فرانسسک کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں یہیں رہوں گا تو اس بات پر اصرار نہ کرتا کہ آپ آج ہی میری دعوت قبول کریں۔ لیکن ہمیں ہر وقت کوچ کے لیے تیار رہنے کا حکم مل چکا ہے۔ میرا بھائی مراد علی اپنے دستے کے ساتھ آج علی الصباح روانہ ہو چکا ہے۔ ممکن ہے کہ برہان الدین نے ہمیں بھی کوئی اہم فیصلہ سنانے کے لیے بلایا ہو اور ہمیں آج غروب آفتاب سے پہلے یہاں سے کوچ کا حکم مل جائے۔ اس صورت میں شاید میں آپ سے دوبارہ نہ مل سکوں۔ بصورت دیگر آج میرے ہاں آپ سب کی دعوت ہوگی۔ میں آپ کی طرف سے موسیو لالی کو معذرت پیش کر دوں گا اور انہیں بھی وہیں بلا لوں گا۔ پھر وہ جین کی طرف متوجہ ہوا۔"

Pdf by Road Sign

آپ ضرور آئیں! امی جان آپ کو بہت یاد کرتی ہیں۔''

فرانسسک نے کہا ''اگر موسیو لالی خفا نہ ہوں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''آپ اطمینان رکھیں موسیو لالی خفا نہیں ہوں گے۔ انہیں اس بات کا علم ہے کہ آپ کی میزبانی کے لیے میرے حقوق ان کی نسبت زیادہ ہیں۔ اگر مجھے فوراً نہ جانا پڑا تو آپ کو تھوڑی دیر تک اطلاع پہنچ جائے گی۔ اب مجھے اجازت دیجیے!''

Pdf by Road Sign

انور علی یہ کہہ کر اٹھا اور خدا حافظ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ فرانسسک نے کہا ''موسیو لالی بھی کہتے تھے کہ انہیں کوچ کے لیے تیار رہنے کا حکم مل چکا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد کوئی اہم واقعہ پیش آنے والا ہے لیکن میں حیران ہوں کہ سلطان نے اتنا وقت کیوں ضائع کیا

کوئمبٹور کا علاقہ انگریزوں کے قبضہ میں چلے جانے سے میسور کے لیے خطرات بڑھ گئے ہیں۔"

Pdf by Road Sign

لیگر انڈ نے جواب دیا ”سلطان کا کوئی اقدام حکمت سے خالی نہیں ہوتا انہوں نے یہاں بیٹھ کر ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا ہے۔ اب تک ان کی جنگلی چال بہت کامیاب ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نظام اور مرہٹوں سے ان کی مصالحانہ کوششیں کامیاب نہیں ہوئیں۔ لیکن سلطان کو یہاں موجود پا کر وہ ابھی تک شمالی سرحد پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکے اور انگریز جنہوں نے ان کی اعانت کی امید پر بڑے جوش و خروش کے ساتھ پیش قدمی کی تھی اب تنہا آگے بڑھنے میں خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ اس عرصہ میں سلطان نے سرنگا پٹم کے دفاعی استحکامات اتنے مضبوط کر لیے ہیں کہ اگر ہمیں ہر محاذ سے پیچھے بھی ہٹنا پڑا تو بھی ہم ایک طویل عرصہ کے لیے انگریزوں کے ساتھ لڑ سکیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ سلطان اب پوری تیاریوں کے بعد اچانک کسی محاذ پر اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکیں گے دشمن کو ہراساں کرنے کی کوشش کریں گے اور سلطان کا حملہ

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

جس قدر غیر متوقع ہوگا اسی قدر شدید ہوگا۔ اگر وہ انگریزوں کو عبرتناک شکست دے سکے تو نظام اور مرہٹے جنگ کے نقصانات میں حصہ دار بننا پسند نہیں کریں گے اور وہ مصالحت پر آمادہ ہو جائیں گے۔"

Pdf by Road Sign

فرانسسک نے کہا ”لیکن اس صورت حال میں انگریز خاموش نہیں بیٹھیں گے ۔ وہ پوری قوت کے ساتھ سرنگا پٹم پر یلغار کریں گے ۔“

لیگر انڈ مسکرایا ”سلطان اس خطرے سے غافل نہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس خطرے سے بچنے کے لیے جو احتیاط ممکن تھی کی جا چکی ہے ۔ گجل ہٹی کے درے سے آگے انہیں ہر قدم پر شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا اور سلطان کو اتنا وقت ضرور مل جائے گا کہ وہ نظام اور مرہٹوں سے فارغ ہو کر انگریزوں کو راہ راست پر لا سکیں ۔“

”لیکن تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ سلطان ایک لامتناہی عرصے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی اور ہندوستان کی دو عظیم طاقتوں کا مقابلہ کر سکے گا؟“

www.maqfun.pk.com
Pdf by Road Sign

لیگرانڈ نے جواب دیا ''جب میں پیرس کے فوجی اسکول میں تعلیم پاتا تھا تو میرا صرف یہی خیال تھا کہ جنگ صرف فتح کے لیے لڑی جاتی ہے لیکن یہاں آ کر میں نے ایک نیا سبق سیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ زندگی کے بعض مقاصد ایسے بھی جو انسان کو فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر میدان میں کودنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔''

''تم ان مقاصد پر یقین رکھتے ہو؟''

Pdf by Road Sign

’’ہاں اگر میں ان مقاصد پر یقین نہ رکھتا تو میں آپ کا پیغام سننے کے بعد فوراً یہ جواب دیتا کہ ہمیں آج ہی یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے میں سلطان کی فتح کے متعلق بھی مایوس نہیں ہوں۔ کیا یہ ایک معجزہ نہیں کہ میسور کی سلطنت اپنے محدود وسائل کے باوجود گزشتہ جنگ میں نظام اور مرہٹوں کی متحدہ قوت کو شکست دے چکی ہے اور انگریز جنہوں نے کلکتہ سے لے کر اودھ تک اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں اور جن کی فوجی قوت نے ہمیں مشرق سے اپنے پاؤں سمیٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔ حیدر علی کے زمانے سے لے کر آج تک پے درپے حملوں کے باوجود اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ ہم اس جنگ میں اس شخص کے حلیف نہیں بن سکے جو انگریزوں کے خلاف ہمارا بہترین ساتھی بن سکتا تھا۔ سلطان ٹیپو کا انجام خواہ کچھ بھی ہو ایک بات یقینی ہے کہ اب مشرق میں فرانس کا مستقبل تاریک ہو چکا ہے۔ ہم پانڈی چری

Pdf by Road Sign
www.maghpk.com

سے اپنی فوجیں اس وقت نکال رہے ہیں جب کہ ان کی اشد ضرورت تھی، ہمارے غیر جانبدار رہنے کی صورت میں وہاں فرانس کے آٹھ دس ہزار سپاہیوں کا اجتماع انگریزوں کو جنگ سے باز رکھ سکتا تھا۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہم نے سلطان کے ساتھ بدعہدی کی ہے اور قدرت ہمارا یہ جرم معاف نہیں کرے گی۔"

"اس مسئلہ میں فرانس کا ہر دور اندیش آدمی تمہارا ہم خیال ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جب انگریز پانڈی چری پر قبضہ کرنے کی ضرورت محسوس کریں گے تو ان کی نگاہوں میں معاہدہ ورسیلز کی تقدیس معاہدہ منگلور سے زیادہ نہیں ہوگی۔"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

رات کے وقت انور علی کے گھر فرانسسکی کی دعوت تھی۔ موسیو لالی، لیگر انڈ اور فوج کے چند اور دیسی اور فرانسیسی افسر دستر خوان پر موجود تھے۔ جبین زنان خانے میں انور علی کی والدہ اور چند افسروں کی بیویوں کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی۔ انور علی کے ایک دوست کی بیوی نے فرحت سے کہا ''چچی جان آپ بھائی انور کی شادی کب کریں گی؟''

فرحت نے جواب دیا ''تمہارے بھائی کی شادی سے پہلے مجھے کسی لڑکی کو تلاش کرنا پڑے گا۔''

ایک اور عورت بولی ''چچی جان سرنگا پٹم کا وہ کونسا خاندان ہے جو آپ کے ساتھ ناطہ جوڑتے ہوئے فخر محسوس نہیں کرے گا؟''

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

فرحت نے جواب دیا ''رشتے تو بہت ہیں لیکن ابھی تک میرے بیٹے کو شادی کے متعلق سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اب اس نے بڑی مشکل سے یہ وعدہ کیا ہے کہ جنگ کے بعد کوئی عذر پیش نہیں کرے گا۔'' ایک شوخ لڑکی نے آہستہ سے جین کے کان میں کہا ''جین اگر میں مرد ہوتی اور تمہیں دیکھ لیتی تو مجھے تمام عمر کوئی لڑکی پسند نہ آتی۔''

جین نے قدرے تلخ ہو کر کہا ''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی؟''

''میرا مطلب یہ ہے کہ تم بہت حسین ہو اور اگر انور علی نے یہاں کی لڑکیوں کو تمہارے معیار پر پرکھنے کی کوشش کی تو چچی جان کے لیے اس کی پسند کا رشتہ تلاش کرنا بہت مشکل ہو گا۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

جین نے کہا "لیکن تمہیں یہ خیال کیسے آیا کہ مجھے دیکھنے سے پہلے انور علی کا معیار پست تھا۔"

"جین بیٹی کیا بات ہے؟" فرحت نے دستر خوان کے دوسرے سرے سے سوال کیا۔ "جی کچھ نہیں۔" چند عورتیں کھانا کھاتے ہی اپنے گھروں کو چلی گئیں لیکن باقی وہیں بیٹھی رہیں' نو بجے کے قریب فرحت کا چہرہ مغموم دکھائی دیتا تھا اور جین مہمان عورتوں میں دلچسپی لینے کی بجائے بار بار اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بالآخر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور آگے بڑھ کر فرحت کے قریب بیٹھ گئی۔

"آپ کو مراد علی کے متعلق فکر مند نہیں ہونا چاہیئے۔" اس نے کہا۔ فرحت نے شفقت سے اس کی طرف دیکھا اور بولی "بیٹی اس عمر میں ایک بیوہ کے لیے یہ آزمائش بہت کڑی ہے میرا خیال تھا کہ شاید انور علی چند دن میرے پاس رہے گا لیکن وہ بھی آج ہی جا رہا ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.mag...pk.com

کب؟ جین نے چونک کر سوال کیا ''ابھی تھوڑی دیر تک وہ یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔''

''لیکن انہوں نے ہمیں نہیں بتایا۔''

Pdf by Road Sign

''بیٹی اس کا خیال تھا کہ بعض مہمانوں کے لیے یہ دعوت بے لطف ہو جائے گی۔ پھر وہ کسی ایسی مہم پر جا رہا ہے جس کے متعلق کوئی خبر ظاہر کرنا مناسب نہ تھا۔''

خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے فرحت کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ ’’فرحت اس سے کچھ پوچھے بغیر اٹھی اور کمرے سے نکل گئی۔ جین نے اپنے دل میں ناخوشگوار دھڑکنیں محسوس کیں۔ چند منٹ توقف کے بعد وہ اٹھی اور کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں آ گئی۔ اس کا اندازہ صحیح تھا۔ صحن میں انور علی اپنی ماں کے سامنے کھڑا تھا وہ جھجکتی ہوئی آگے بڑھی اور ان سے تھوڑی دور برآمدے کے ایک ستون کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ انور علی کہہ رہا تھا ’’امی جان آپ کو فکر مند نہیں ہونا چاہئے مجھے یقین ہے کہ یہ جنگ بہت جلد ختم ہو جائے گی اور ہم سرخرو ہو کر واپس آئیں گے۔ میرا خیال ہے کہ ہماری فوج کے یورپین سپاہی بھی بہت جلد یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ لیگر انڈ کی غیر حاضری کے دوران آپ جین کو اپنے پاس بلا لیں۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔‘‘

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

ماں نے کہا ''لیکن تم جین کو الوداع نہیں کہو گے؟''

''امی جان اب وقت نہیں آپ میری طرف سے معذرت کر دیجئے گا۔''

جین آگے بڑھ کر کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی۔ نور علی نے اپنی ماں کو خدا حافظ کہا اور تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا صحن سے باہر نکل گیا۔ فرحت دیر تک دروازے کی طرف دیکھتی رہی۔ جین قدرے توقف کے بعد آگے بڑھی اور اس نے فرحت کے قریب پہنچ کر مغموم لہجے میں کہا ''امی جان چلیے۔'' فرحت نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

باہر مہمان خانے میں انور علی کے دوست کھانا کھانے کے بعد خوش گپیوں میں مصروف تھے ایک نوجوان نے پوچھا ''بھئی انور علی نے بہت دیر لگائی وہ کہاں چلے گئے ہیں؟''

لیگرانڈ نے جواب دیا ''وہ کسی ضروری کام سے اندر گئے ہیں ابھی آ جائیں گے۔''

Pdf by Road Sign

چند منٹ بعد انور علی کمرے میں داخل ہوا اور فرانسسک نے کہا ''موسیو آپ نے بہت دیر لگائی!''

انور علی نے جواب دیا ''معاف کیجئے گا میں اپنی امی جان سے رخصت لینے گیا تھا۔''

''آپ کہیں جا رہے ہیں؟''

''ہاں''

''کہاں؟''

''یہ مجھے معلوم نہیں میں صرف یہ جانتا ہوں کہ مجھے دس بجے مستقر میں حاضری دینی ہے اور اس کے بعد رات کو کسی وقت ہمیں یہاں سے کوچ کرنا ہے۔''

''لیکن آپ نے مجھے پہلے نہیں بتایا ورنہ میں آپ کو اس تکلف کی اجازت نہیں دیتا۔''

''میں نے کوئی تکلف نہیں کیا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ مجھے آپ کی خدمت کا زیادہ موقع نہیں ملا۔''

www.magazinepk.com
Pdf by Road Sign

مہمان اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور موسیو الی نے کہا "میرا خیال ہے اب ہمیں رخصت لینی چاہئے۔"

تھوڑی دیر بعد مہمان کمرے سے باہر نکل کر ڈیوڑھی کے سامنے کھڑے تھے اور انور علی باری باری ان سے مصافحہ کر رہا تھا۔ جب لیگرانڈ کی باری آئی تو اس نے کہا "مجھے یقین ہے کہ آپ کے دوست کو بھی یہاں سے جلد کوچ کرنا پڑے گا۔ اور ہماری دوسری ملاقات جنگ کے کسی میدان میں ہو گی۔ لیگرانڈ نے کہا "اگر ہمیں کسی محاذ پر بھیجا گیا تو ہماری ملاقات بہت جلد ہو گی۔ موسیو الی نے مجھے بتایا ہے کہ ہمیں دو دن کے اندر اندر یہاں سے کوچ کرنا پڑے گا۔"

Pdf by Read Sign
www.mediafunpk.com

"بہت اچھا اب مہمانوں کو رخصت کرنا آپ کے ذمے ہے۔" انور علی کا نوکر پاس ہی گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ شوخ اور تند گھوڑا اچھلنے لگا تھا۔ وہ رات کی تاریکی میں غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد لیگر انڈ فرانسس اور جین کے ساتھ اپنے مکان کا رخ کر رہا تھا، راستے میں فرانسس نے پوچھا۔ "لیگر انڈ جب انور علی کھانا کھاتے ہی اٹھ کر باہر نکل گیا تھا تو تمہیں معلوم تھا کہ وہ اپنی والدہ سے رخصت لینے گیا ہے؟"

"جی ہاں۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ میں مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہی کسی مہم پر روانہ ہو جاؤں گا۔" "لیکن تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"انور علی نے منع کیا تھا یہ لوگ کھانے کے وقت اپنے مہمانوں کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔"

Pdf by Road Sign
www.maqbulpk.com

دشمن ہمارے جاسوسوں کی اطلاع سے پہلے ہمارے سر پر پہنچ چکا ہے۔ کرنل فلائڈ کے دستے اس کا راستہ نہیں روک سکے۔ ہمارے لیے کوئمبتور کی طرف پسپا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔" بیشتر اس کے کہ جنرل میڈوز اس قسم کی ناقابل یقین اطلاعات تصدیق کر سکتا۔ سلطان ٹیپو کی افواج ایک حیرت انگیز رفتار کے ساتھ ستیا منگلم کے قلعے پر قبضہ کر چکی تھیں اور کرنل فلائڈ اپنا توپ خانہ اور سامان رسد کی سینکڑوں گاڑیاں دشمن کے قبضہ میں چھوڑ کر بھاگ رہا تھا۔ ستیا منگلم سے اٹھیں میل دور انگریزوں کی شکست خوردہ فوج مکمل طور پر دشمن کے نرغے میں آ چکی تھی۔ لیکن عین اس وقت جبکہ میسور کے طوفانی دستے فیصلہ کن حملے کر چکے تھے اور انگریزوں کی مکمل تباہی یقینی ہو چکی تھی۔ میسور کی فوج کا قابل ترین جرنیل اور سلطان کا برادر نسبتی برہان الدین شہید ہو گیا۔ اور وہ سپاہی اور افسر جو سلطان ٹیپو کے بعد میسور کے اسلحہ خانے کی بہترین تلوار سمجھتے

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

تھے۔ دشمن کے بچے کھچے دستوں کا تعاقب کرنے کی بجائے اس کی لاش کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ سرنگاپٹم سے سلطان کی روانگی اور انگریزوں کی اس عبرتناک شکست کے درمیان صرف بارہ دن کا وقفہ تھا اور ان بارہ دنوں میں سے کم از کم آٹھ دن ایسے تھے جب کہ انگریزی فوج سلطان کی پیش قدمی سے قطعاً بے خبر تھی اور باقی چار دنوں میں انگریز اتنا نقصان اٹھا چکے تھے کہ ان کی جارحانہ جنگ مدافعانہ لڑائی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ تاہم سلطان کے نزدیک کوئی بڑی سے بڑی کامیابی بھی برہان الدین کا بدل نہیں ہو سکتی تھی۔

Pdf by Road Sign

عشرہ محرم میں دریائے بھوانی کے کنارے پر پڑاؤ ڈالنے کے بعد سلطان نے پیش قدمی کی اور ایروڈ پر قبضہ کرلیا۔ اس عرصہ میں کرنل فلائڈ کے بقیۃ السیف دستے کوئمبٹور میں جنرل میڈوز کی فوج کے ساتھ شامل ہو چکے تھے اور پال گھاٹ سے انگریزی فوج کی ایک اور ڈویژن بھی جسے سلطان کی اچانک پیش قدمی کے باعث واپس بلا لیا گیا تھا، کوئمبٹور پہنچ چکی تھی۔ سلطان نے ایروڈ سے جنوب کی طرف پیش قدمی کی اور اچانک انگریزوں کی اس فوج کا راستہ روک لیا جو کرور سے رسد اور جنگی سامان کے بہت بڑے ذخیرے لے کر کوئمبٹور کا رخ کر رہی تھی۔ جنرل میڈوز نے یہ اطلاع پاتے ہی کوئمبٹور سے پیش قدمی کی لیکن کوئمبٹور سے چند منازل دور پہنچ کر اسے یہ اطلاع ملی کی سلطان ٹیپو اس کی رسد اور کمک کے قافلے پر حملہ کرنے کی بجائے راتوں رات یلغار کر کے کوئمبٹور پہنچ چکا ہے۔

Pdf by Road Sign
www.maqbool.pk.com

جنرل میڈوز بدحواس ہو کر اپنے ہیڈ کوارٹر کو بچانے کے لیے واپس مڑا لیکن راستے میں اسے یہ اطلاع ملی کہ میسور کا لشکر کومبٹور کی بجائے دھاراپورم کے دروازوں پر دستک دے رہا ہے۔ دو دن بعد اسے یہ اطلاع ملی کہ دھاراپورم کے قلعے پر اب ایسٹ انڈیا کمپنی کی بجائے سلطان کا پرچم لہرا رہا ہے۔ اس کے بعد جنرل میڈوز کو یہ معلوم نہ تھا کہ سلطان ٹیپو کا اگلا قدم کیا ہوگا۔ وہ کومبٹور میں ٹھہرنا یا کومبٹور سے باہر نکل کر کسی اور میدان میں سلطان کا مقابلہ کرنا اپنے لیے یکساں خطرناک سمجھتا تھا۔ کومبٹور کی جنگ کا نقشہ سراسر بدل چکا تھا اور پہل اب مکمل طور پر سلطان ٹیپو کے ہاتھ میں تھی۔ جنرل میڈوز کے لیے صرف ایک خبر حوصلہ افزا تھی اور وہ یہ کہ بنگال کی جس فوج نے بارہ محل کی طرف پیش قدمی کی تھی وہ میسور کی چند سرحدی چوکیوں پر قبضہ کرنے کے بعد کرشنا گری تک پہنچ چکی تھی۔ سلطان ٹیپو، قمرالدین خان کی کمان میں فوج کے چند دستے چھوڑ کر

Pdf by Road Sign

اچانک دھارا پورم سے نکلا اور چند دن بعد جنرل میڈوز حیرت و استعجاب کے عالم میں یہ خبریں سن رہا تھا کہ کرشنا گری کی طرف پیش قدمی کرنے والی انگریزی سپاہ کا ہراول سلطان کے طوفانی دستوں کے ہاتھوں بری طرح پٹ چکا ہے۔ اور بنگال سے آنے والی کمک کے دس ہزار سپاہیوں کے مکمل طور پر کٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

جنرل میڈوز نے فوراً بارہ محل کی طرف پیش قدمی کی۔ سلطان ٹیپو انگریزوں کی دو طاقتور افواج کے درمیان گھر جانے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے مغرب کی طرف بڑھا۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اس کی فوج اپنے بھاری توپ خانے اور پورے جنگی سازو سامان کے ساتھ پہاڑوں اور جنگلوں کے راستے پینتالیس میل سفر کر کے پالا گڈھ کے درے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ جنرل

میڈوز کی افواج کاویری پٹنام کے مقام پر بنگال کی افواج سے آملیں اور متحدہ لشکر نے سلطان کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کی نیت سے درہ تھوپو کی طرف پیش قدمی کی۔ جنرل میڈوز نے پوری شدت کے ساتھ حملہ کیا۔ لیکن اسے سلطان کا راستہ روکنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اس ناکامی کے بعد جنرل میڈوز دوسرے حملے کی تیاری کر رہا تھا کہ سلطان اچانک درہ عبور کر کے ایک آندھی کی طرح کرناٹک کی طرف بڑھا۔ اور جنرل میڈوز جو میسور کے وسطی اضلاع کی طرف دیکھ رہا تھا پھر ایک بار ایک غیر متوقع صورتحال کا سامنا کر رہا تھا۔ چند دنوں میں کئی اہم قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان کا لشکر ترچناپلی کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جنرل میڈوز میسور کے وسطی اضلاع پر حملے کا خیال چھوڑ کر ترچناپلی کی حفاظت کے لیے مغرب کی طرف بڑھا لیکن اس اثناء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ جنگ کے آغاز میں جنرل میڈوز نے جو شاندار

Pdf by Road Sign

کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ وہ اب عبرتناک شکستوں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ انگریزوں کے لیے اب یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ انہوں نے فوراً کوئی شاندار کامیابی حاصل نہ کی تو نظام اور مرہٹے مایوس اور بددل ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے چنانچہ ترچناپلی سے تھوڑی دور جنرل میڈوز کو یہ اطلاع ملی کہ لارڈ کارنوالس فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے کلکتہ سے مدراس پہنچ چکا ہے۔ جنگ کا پہلا دور ختم ہو چکا تھا۔ جنرل میڈوز کی عظیم فوج کئی محاذوں پر شکست کھا چکی تھی اس کے بہترین جرنیل سلطان ٹیپو کی جنگی چالوں کے مقابلے میں عاجز تھے۔

شیر میسور نے ترچناپلی کی تسخیر میں وقت ضائع کرنے کی بجائے فرانسیسیوں کی اعانت حاصل کرنے کی امید پر پانڈی چری کے قریب پڑاؤ ڈال دیا اور کارنوالس ارکاٹ سے لے کر مدراس تک مغربی ساحل پر اپنے تمام اہم قلعوں کے لیے خطرہ محسوس کرنے لگا۔ انگریزوں نے

Pdf by Road Sign
www.[illegible]pk.com

گزشتہ چند ماہ میں اگر کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل کی تھی تو وہ یہ تھی کہ مشرق اور مغرب کے کئی محاذوں پر سلطان کی مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر بمبئی کی فوج نے کنانور اور مالابار کے چند اور قلعوں پر کسی قابل ذکر مدافعت کا سامنا کیے بغیر قبضہ کر لیا تھا۔ شمال کے محاذ پر نظام اور مرہٹوں کی افواج نے سرنگاپٹم سے ٹیپو کی پیش قدمی کی اطلاع پاتے ہی حملہ کر دیا تھا لیکن ابھی تک انہیں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ مرہٹے چند غیر اہم سرحدی چوکیوں پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی ساری قوت دھارواڑ کے قلعہ پر قبضہ کرنے پر صرف کر رہے تھے اور یہاں بدرالزماں خان کی قیادت میں سلطان کے دس ہزار جانباز مسلسل چار ماہ سے انہیں عبرت ناک شکستیں دے رہے تھے اور نظام کی فوج کی کارگزاری کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنی ساری قوت صرف کرنے کے باوجود کوپال کا قلعہ فتح کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک رات چاندنی چھری سے کچھ دور سلطان کے پڑاؤ میں چند سرپٹ سوار داخل ہوئے وہ سلطان کے خیمے کے قریب پہنچ کر گھوڑوں سے اتر پڑے اور ان میں سے ایک تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا۔ یہ انور علی تھا۔ دروازے پر پہریداروں نے اسے سلامی دی اور ایک افسر نے ہاتھ کے اشارے سے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''جناب آپ کچھ دیر انتظار کریں۔ سلطان معظم اس وقت بہت مصروف ہیں۔''

لیکن انور علی نے برہم ہو کر جواب دیا ''تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔'' اور کسی جھجک کے بغیر خیمے کے اندر داخل ہو گیا۔ سلطان ایک کشادہ میز کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دائیں بائیں اور سامنے فوج کے آٹھ چیدہ چیدہ افسر کھڑے تھے انور علی نے آگے بڑھ کر سلام کیا

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

اور وہ افسر جو سلطان کے سامنے کھڑے تھے ایک طرف ہو گئے۔ سلطان نے کہا ''انور علی تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم کوئی اچھی خبر نہیں لائے ہو!''

انور علی نے کہا ''عالیجاہ! کارنوالس چتوڑ سے صرف بارہ میل دور رہ گیا ہے ہم نے کل شام ارکاٹ اور چتوڑ کے درمیان اس کی رسد لے جانے والی فوج پر حملہ کیا تھا اور ۱۳۰ گاڑیاں چھین لی تھیں۔ ہمارے آٹھ اور دشمن کے ڈیڑھ سو آدمی ہلاک ہوئے۔ سپہ سالار کا خیال ہے کہ کارنوالس بنگلور کا راستہ صاف کرنے کے لیے کولار پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا اور کولار کی فوج موجودہ نفری کے ساتھ چند گھنٹوں سے زیادہ اس کا راستہ نہیں روک سکتی۔'' ''میں تمہارے آنے سے پہلے سید احمد کو یہ حکم بھیج چکا ہوں کہ اسے سردست دشمن کا سامنا کرنے کی بجائے صرف اس کے عقب میں حملہ کرنے پر اکتفا کرنا چاہیے۔''

Pdf by Road Sign
www.magripk.com

''لیکن عالیجاہ منگلور کے لیے خطرہ پیدا ہو چکا ہے!''

''ہمیں معلوم ہے لیکن ہمارے سامنے صرف ایک خطرہ نہیں تم ایسے وقت آئے ہو جب ہمیں کولار سے زیادہ اہم محاذ پر تمہاری خدمات کی ضرورت ہے ہم تمہیں دھاڑواڑ بھیجنا چاہتے ہیں۔ بدرالزماں نے اطلاع بھیجی ہے کہ دھاڑواڑ میں بارود کے ذخیرے ختم ہونے والے ہیں اور دشمن کے محاصرے نے ان کے اکثر سپاہیوں کو بددل کر دیا ہے۔ تم یہاں سے پانچ سو سپاہی لے کر آج ہی پچھلے پہر روانہ ہو جاؤ۔ بارود اور رسد کی گاڑیاں تمہیں راستے میں چتل ڈرگ سے مہیا کی جائیں گی۔ دھاڑواڑ میں چند اچھے توپچیوں کی ضرورت ہے اور لالی اپنے توپ خانے کے چند آدمی تمہارے ساتھ روانہ کرے گا۔ اب تمہارے ذمے دو کام ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم جلد از جلد چتل ڈرگ سے اسلحہ اور بارود لے کر دھاڑواڑ

پہنچ جاؤ۔ دشمن کی نظروں سے بچ کر قلعے میں داخل ہونا ایک مشکل کام ہے لیکن میں تمہاری ذہانت اور فرض شناسی پر اعتماد کر سکتا ہوں۔ تمہارے ذمہ دوسرا کام یہ ہے کہ تم قلعے کے محافظوں کے حوصلے بلند رکھو اور بدرالزماں کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ میں دھاڑواڑ کو سرنگا پٹم کا دروازہ سمجھتا ہوں۔ اس کا فرض یہ ہے کہ وہ دھاڑواڑ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اسے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ صرف ہمارے ایک دور افتادہ قلعے کی حفاظت کر رہا ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ مرہٹوں کو دھاڑواڑ میں روک کر ہمیں انگریزوں کے ساتھ نپٹنے کا موقع دے رہا ہے اگر اس نے دھاڑواڑ کا قلعہ خالی کر دیا تو مرہٹے تمام شمالی اضلاع میں تباہی کا طوفان کھڑا کر دیں گے۔ چتل ڈرگ سے آگے دشمن کی نظروں سے بچ کر دھاڑ واڑ پہنچنے کے لیے تمہیں ایک تجربہ کار رہنما کی ضرورت پڑے گی۔ اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ڈھونڈیا واغ کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ صبح روانہ

Pdf by Road Sign

ہو جائے گا تمام تحریری احکام بل جائیں گے

Pdf by Road Sign

رات کے پچھلے پہر کسی نے انور علی کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا اور اس نے گہری نیند سے بیدار ہو کر آنکھیں کھول دیں۔ خیمے کے ایک کونے میں چراغ روشن تھا۔ اس کا اردلی اور ڈھونڈیا واغ اس کے بستر کے قریب کھڑے تھے۔ ''چار بجنے والے ہیں'' ڈھونڈیا واغ نے کہا ''تم نے مجھے تین بجے کیوں نہیں جگایا؟''

انور علی نے غصے سے اردلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اردلی کی بجائے ڈھونڈیا واغ نے جواب دیا ''مجھے معلوم تھا کہ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں اس لیے میں نے اسے کہا تھا کہ سپاہیوں کے تیار ہونے تک آپ کو آرام کرنے دے۔ آپ چار بجے روانہ ہونا چاہتے تھے اور ابھی چار بجنے میں چند منٹ باقی ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''میں اندر آ سکتا ہوں؟''

کسی نے باہر سے فرانسیسی زبان میں کہا۔ ''کون؟...... لیگراند...... آیئے!''

''لیکن آپ اس وقت؟'' انور علی نے اس کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اور مجھے آپ سے یہ شکایت ہے کہ رات آپ نے موسیو لالی سے جو سات آدمی مانگے تھے ان میں میرا نام نہیں تھا۔''

''موسیو لالی نے اپنی مرضی سے آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن اگر وہ مشورہ لیتے تو بھی میں انہیں یہ نہ کہتا کہ مجھے اس مہم کے لیے تمہاری ضرورت ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''کیوں؟''

''اس لیے کہ موسیوالی کو یہاں آپ کی زیادہ ضرورت ہے اور مجھے یقین تھا کہ وہ آپ کو کہیں اور بھیجنا پسند نہیں کریں گے۔'' لیگرانڈ نے کہا! موسیوالی سے آپ کے ساتھ جانے کی اجازت لینے کے لیے مجھے بے حد اصرار کرنا پڑا۔'' ''آپ کو اصرار نہیں کرنا چاہیے تھا'' انور علی نے قدرے برہم ہو کر کہا۔ پھر وہ ڈھونڈیا واغ کی طرف متوجہ ہوا۔''

Pdf by Road Sign

www.magazinepk.com

آپ تھوڑی دیر خیمے سے باہر انتظار کریں۔ مجھے لباس تبدیل کرنے میں دو منٹ لگیں گے۔'' ڈھونڈیا واغ' انور علی کا اردلی اور لیگرانڈ خیمے سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد انور علی کی کمان میں پانچ سو سوار شمال مغرب کا رخ کر رہے تھے' ڈھونڈیا واغ کا گھوڑا سب سے

آگے تھا اور اس کے ساتھ کسی سپاہی یا افسر کو یہ جاننے کی ضرورت نہ تھی کہ وہ کون سا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ ڈھونڈیا واغ چھینا گری کے ایک مرہٹہ خاندان کا چشم و چراغ تھا اور وہ ان حریت پسندوں میں سے ایک تھا جو حیدر علی کو ہندوستان کی آزادی کا پاسبان سمجھ کر اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔ میسور کی پنڈارہ فوج کے ایک دستے کی کمان حاصل کرنے کے بعد وہ انگریزوں اور مرہٹوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لے چکا تھا اور سلطان ٹیپو کے ایک جاں نثار کی حیثیت میں اس نے غیر معمولی کامیابیاں حاصل کیں۔ سانولے رنگ اور درمیانے قد کا یہ انسان جس کی آنکھیں چیتے کی طرح چمکتی تھیں اپنے دوستوں اور دشمنوں کے لیے ایک معمہ تھا۔ جنگ اس کے لیے ایک کھیل تھا۔ وہ کئی میل پیدل بھاگ سکتا تھا اور تھکاوٹ، بھوک، پیاس اور نیند کا احساس کیے بغیر پہروں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ سکتا تھا۔ اسے دن کی روشنی کی بجائے رات کی

Pdf by Road Sign
www.magurpk.com

تاریکی زیادہ پسند تھی۔ میسور کے جنگلوں اور پہاڑوں کے تمام راستے اس کے دل پر نقش تھے۔ مرہٹے جنہیں اس نے گزشتہ جنگوں میں سب سے زیادہ نقصان پہنچایا تھا اس کے سر کے لیے انعام مقرر کر چکے تھے اور اب وہ انور علی کے ساتھ دھاڑواڑ کا رخ کرتے ہوئے اس بات پر مسرور تھا کہ اسے ایک ایسے محاذ پر بھیجا جا رہا ہے جہاں اسے اپنے جوہر دکھانے کے لیے بہترین مواقع میسر آ سکتے ہیں۔ ایک ندی عبور کرنے کے بعد اس نے اپنا گھوڑا انور کے ساتھ ملاتے ہوئے کہا ”میں یہاں بے کار تھا رات کے وقت پہریداروں میں شامل ہو کر دشمن کے پڑاؤ کی سیر کرنا میری زندگی کی سب سے بڑی دلچسپی ہے میں چہرے پر غازہ مل کر بھی انگریزوں کو دھوکا نہیں دے سکتا کیونکہ مجھے ان کی زبان نہیں آتی۔ لیکن مرہٹوں کے پڑاؤ میں تو میں دن کے وقت بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں اپنے گاؤں میں پھر رہا ہوں۔

Pdf by Road Sign
www.mslm.pk.com

لارڈ کارنوالس نے مختلف محاذوں سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی شکست خوردہ افواج جمع کرنے کے بعد پیش قدمی کی اور ولور چتوڑ اور پامنیر کے درمیان ایک طویل چکر کاٹنے کے بعد میسور میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا رخ منگلور کی طرف تھا۔ سلطان ٹیپو توچنا پلی سے یلغار کرتا ہوا منگلور پہنچا۔ راستے میں ہی اسے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ منگلور کا فوجدار سید پیر اور ایک اور فوجی افسر راجہ رام چند' دشمن کے ساتھ ساز باز کر رہے ہیں۔ سلطان نے منگلور پہنچتے ہی انہیں گرفتار کر لیا اور بہادر خان کو جو اس سے قبل کرشنا گری کے فوجدار کی حیثیت سے قابل قدر خدمات انجام دے چکا تھا' منگلور کا محافظ مقرر کیا۔ اس عرصہ میں لارڈ کارنوالس کسی قابل ذکر مدافعت کا سامنا کیے بغیر کولار اور ہوسکوٹ پر قبضہ کر چکا تھا۔ سلطان منگلور کی حفاظت کے لیے دو ہزار سپاہی چھوڑ کر انگریزی فوج کے مقابلے کے لیے نکلا۔ اس نے منگلور سے دس میل کے فاصلے پر

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

انگریزی فوج کے عقب میں حملہ کر کے رسد اور بارود کی کئی گاڑیاں چھین لیں۔ اگلی شام میسور کے ایک ہزار سوار اچانک کمپنی کی اس فوج کے سامنے نمودار ہوئے جو کرنل فلائڈ کی کمان میں منگلور کی مشرق جانب پہنچ چکی تھی۔ کرنل فلائڈ نے ان پر حملہ کیا اور میسور کے سوار کچھ دیر سختی سے مقابلہ کرنے کے بعد جنوب مغرب کی طرف ہٹ گئے۔ فلائڈ نے ان کا تعاقب جاری رکھا لیکن تھوڑی دیر بعد اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ سلطان کی پوری فوج کی زد میں آ چکا ہے۔ سلطان کا حملہ اس قدر شدید تھا کہ آن کی آن میں انگریزوں کے دستے چار سو لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ فلائڈ بذات خود زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھی اسے نکال کر لے گئے۔ انگریزوں کی خوش قسمتی کہ رات ہو چکی تھی اور میسور کے سواروں نے تاریکی میں دشمن کا تعاقب کرنا مناسب خیال نہ کیا۔

اگلی صبح ایک سو زخمی انگریز جنہیں سلطان کے سپاہیوں نے قید کر لیا تھا لارڈ کارنوالس کے کیمپ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ سلطان نے ہماری مرہم پٹی کرنے کے بعد ہمیں رہا کر دیا ہے اور ہمیں بخشش کے طور پر ایک ایک روپیہ دیا ہے۔ کارنوالس کے میدان میں آتے ہی جنگ ایک نئے دور میں داخل ہو چکی تھی اور نظام اور مرہٹے انگریزوں کو اپنی نمائشی کارگزاری دکھانے کی بجائے پوری قوت میدان میں لا چکے تھے۔ سلطان ٹیپو نے اپنی فوج کا ایک اہم حصہ قلعوں کی حفاظت کے لیے شمال کی طرف منتقل کر دیا۔ اب دشمن کے ساتھ کسی ایک میدان میں جم کر لڑنے کی بجائے اس کی کوشش یہ تھی کہ اہم ترین محاذوں پر اس کی رسد اور کمک کے راستے مسدود کر دیئے جائیں اور اس کے بعد پے در پے حملوں سے اسے ہراساں کر دیا جائے۔

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

چنانچہ منگلور کے سامنے ڈیرہ ڈالنے کے بعد لارڈ کارنوالس یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ ایک دلدل میں پھنس چکا ہے۔ ارکاٹ سے اس کے گھوڑوں کے لیے چارے اور سپاہیوں کے لیے غلے کی جو گاڑیاں آتی تھیں ان میں سے بیشتر میسور کے چھاپہ مار دستوں کے قبضہ میں چلی جاتی تھیں۔ سلطان نے فلائڈ کے دستوں کو شکست دینے کے بعد منگلور سے چند میل دور ہٹ کر کنگری میں اپنا عارضی مستقر بنا لیا۔ کارنوالس نے اس امید پر منگلور کی طرف پیش قدمی کی تھی کہ نظام اور مرہٹوں کی فوجیں منگلور کی فتح میں حصہ دار بننے کے لیے پہنچ جائیں گی لیکن وہ الٹا اسے اپنی مدد کے لیے شمال کا رخ کرنے کی دعوت دے رہے تھے۔ وقت اب لارڈ کارنوالس کے خلاف جا رہا تھا اور اسے اپنی ابتدائی کامیابیاں اپنے تازہ نقصانات کے مقابلے میں بے حقیقت معلوم ہوتی تھیں۔ رسد اور چارے کی کمی کو پورا کرنے کے لیے وہ منگلور پر فوراً قبضہ کرنا ضروری سمجھتا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.magnapk.com

فوجی لحاظ سے بھی جنوب مشرق کے ہر شہر کے مقابلے میں منگلور کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ منگلور کی کشادہ سڑکیں، عالیشان مکانات اور تجارتی منڈیاں ہندوستان بھر میں مشہور تھیں۔ صنعت و حرفت کے لحاظ سے بھی یہ شہر سرنگاپٹم کے سوا ہندوستان کے تمام شہروں سے آگے تھا۔ سلطان کی فوج کے لیے اسلحہ اور بارود کی ضرورت کا ایک بڑا حصہ یہیں کے کارخانوں سے پورا ہوتا تھا۔ اس شہر کی فصیل کے گرد بیس فٹ گہری خندق تھی جو بانس اور خاردار جھاڑیوں کے گھنے جنگل سے گھری ہوئی تھی۔ شہر کے چار دروازے کافی مضبوط تھے۔ قلعہ شہر کے جنوبی کنارے پر تھا جس کا رقبہ قریباً ایک مربع میل تھا اور اس کی بلند اور کشادہ فصیل پر چھبیس برج تھے اور ہر برج میں تین تین توپیں نصب تھیں۔ شہر کی طرف قلعے کی خندق بھی کافی گہری تھی۔

Pdf by Road Sign
www.maqtabpk.com

۷ مارچ پیر کے دن انگریزوں نے شہر پر حملہ کیا اور منگلور کی فضا انگریزوں کی بھاری توپوں کے دھماکوں سے گونج اٹھی۔ پھر ایک گھمسان کی جنگ اور شدید نقصانات کے بعد انگریزوں نے شہر پر قبضہ کر لیا اور محافظ فوج قلعے کے اندر پناہ لینے پر مجبور ہو گئی۔ شہر کی بیشتر آبادی انگریزوں کے حملے سے پہلے ہی وہاں سے ہجرت کر چکی تھی تاہم ابھی تک ہزاروں مرد اور عورتیں انگریزوں کی وحشت اور بربریت کا مظاہرہ دیکھنے کے لیے موجود تھے۔ لارڈ کارنوالس اپنی آنکھوں سے بے کس عورتوں پر اپنے سپاہیوں کی دست درازی دیکھ رہا تھا اور اپنے کانوں سے ان کی چیخ و پکار سن رہا تھا اس کے ساتھ مورخ بھی تھے جنہیں لارڈ کارنوالس کو ہندوستان کا نجات دہندہ اور سلطان ٹیپو کو ایک جابر اور ظالم حکمران ثابت کرنے کی خدمت سونپی گئی تھی۔ لیکن انگریزی فوج کی لوٹ مار، سفاکی اور بربریت کے متعلق ان کی زبانیں گنگ تھیں۔

Pdf by Road Sign
www.imagy.com.pk

کارنوالس کی فوج نے مال غنیمت میں لاکھوں روپے کے زیورات جمع کیے۔ غلے اسلحہ اور بارود کے چند بڑے بڑے ذخیرے بھی ان کے ہاتھ آگئے۔ لیکن میسور کے سپاہی چارے کے بیشتر ذخیروں کو آگ لگا چکے تھے۔

سلطان ٹیپو کے لیے منگلور کے شہر کا اتنی جلد فتح ہو جانا غیر متوقع تھا۔ اس نے فوراً تنگری سے پیش قدمی کی اور چند گھنٹوں کے اندر اندر منگلور کے سامنے پہنچ گیا۔ پہلے حملے میں چھ ہزار سپاہی شہر میں داخل ہو گئے لیکن انہیں زیادہ دیر شہر پر قبضہ رکھنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ تاہم شہر پر سلطان کا پہلا حملہ پسپا کرنے میں لارڈ کارنوالس کی خوشی بہت عارضی ثابت ہوئی۔ سلطان ٹیپو نے شہر کی گلیوں اور بازاروں میں لڑنے کا خیال چھوڑ کر باہر قلعے کی جنوب مغرب کی طرف ان بلند ٹیلوں پر قبضہ کر لیا جہاں سے انگریزوں پر کامیابی کے ساتھ گولہ باری کی جا سکتی تھی۔

Pdf by Road Sign
www.maktabah.com

لارڈ کارنوالس اپنی تمام طاقت قلعے کی طرف مرکوز کر چکا تھا لیکن پندرہ دن کی پے در پے کوششوں کے بعد بھی اسے کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس کی توپوں نے مسلسل گولہ باری کے بعد قلعے کی فصیل کے ایک حصے میں جو شگاف ڈالا تھا وہ باہر سے اس ٹیلے کی زد میں تھا جہاں سلطان کی توپیں نصب تھیں اور یہ توپیں شگاف کی طرف دھاوا بولنے والی فوج پر کامیابی کے ساتھ گولہ باری کر سکتی تھیں۔

Pdf by Road Sign

www.magazinepk.com

لارڈ کارنوالس اپنی خواہش کے بغیر مدافعانہ جنگ لڑنے پر مجبور ہو چکا تھا۔ اس نے ایک طرف قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف سلطان کی فوج کے ہاتھوں محصور تھا جو ضرورت کے مطابق ہر وقت اپنی پوزیشن بدل سکتی تھی۔ ایک طرف قلعے کے محافظ اس کی فوجوں پر گولہ باری کر رہے تھے اور دوسری طرف باہر سے سلطان کا توپ خانہ ان پر آگ برسا رہا تھا۔ شہر میں چارے کی کمی کے باعث انگریزوں کے

گھوڑے اور بیل بھوک کے مر رہے تھے اور لارڈ کارنوالس کے لیے یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ چند دن بعد اس کی بہترین سوار فوج گھوڑوں سے محروم ہو جائے گی اور منگلور سے کسی دوسرے محاذ کر رخ کرتے وقت اسے اپنے سامان کی گاڑیاں یہیں چھوڑنی پڑیں گی۔ لیکن جہاں جنگی قابلیت اور مردانگی جواب دے چکی تھی وہاں عیاری کام آئی۔ جہاں قلعے کے مٹھی بھر محافظ آخری فتح کی امید پر پوری جرأت کے ساتھ ڈٹے ہوئے تھے وہاں چند غداروں نے دشمن کی کامیابی کا راستہ کھول دیا۔ ان غداروں کا سرغنہ کرشن راؤ تھا۔

Pdf by Road Sign

حملے سے پہلے انگریزوں کو کرشن راؤ کی طرف سے ہدایات موصول ہو چکی تھیں کہ تم فلاں رات فلاں وقت قلعے کی فصیل کے فلاں حصے پر حملہ کرو تو مجھے اپنے استقبال کے لیے موجود پاؤ گے۔ پہرے داروں کو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا۔ کارنوالس نے اس کی ہدایات پر عمل کیا قلعے کے محافظ کو اس غداری کا اس وقت پتہ لگا جب آدھی رات کے وقت انگریزی فوج کے چند دستے قلعے میں داخل ہو چکے تھے بہادر خان اور اس کے ساتھ ایک ہزار جانباز لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ تین سو مجاہدین جن میں سے بیشتر زخمی تھے قید کر لیے گئے اور باقی بچ کر نکل گئے۔ انگریزوں نے اس فتح کی جو قیمت ادا کی وہ بھی کم نہ تھی۔ ٹیپو کو جب اس غداری کا علم ہوا تو اس نے فوراً دو ہزار سپاہی قلعے کے محافظین کی مدد کے لیے روانہ کیے لیکن اس عرصہ میں قلعہ پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو چکا تھا۔

Pdf by Road Sign

منگلور کا انگریزوں کے ہاتھ میں چلے جانا سلطان کے لیے نا قابل تلافی نقصان تھا لیکن اس سے بڑا نقصان بہادر خان کی موت تھی۔ برہان الدین کے بعد وہ سلطان کی فوج کا سب سے زیادہ قابل اعتماد اور وفادار افسر تھا۔ یہ بلند قامت اور درویش خصلت انسان ستر سال کی عمر میں بھی اس قدر تندرست اور توانا تھا کہ جوانوں کو اس پر رشک آتا تھا۔ اس کے رعب و جلال کا یہ عالم تھا کہ لارڈ کارنوالس جیسا انسانیت دشمن شخص بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ اس نے سلطان کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ چاہیں تو میں بہادر خان کی لاش آپ کے پاس بھیجنے کو تیار ہوں۔ سلطان نے جواب دیا آپ کی یہ پیش کش قابل تعریف ہے۔ اگر آپ بہادر خان کی لاش منگلور کے مسلمانوں کے حوالہ کر دیں تو وہ اسے پوری عزت اور احترام کے ساتھ دفن کریں گے۔

Pdf by Road Sign

منگلور کی فتح کے لیے لارڈ کارنوالس کو جو قیمت ادا کرنی پڑی وہ اس کی توقع سے زیادہ تھی پھر اس کامیابی نے انگریزی فوج کے مستقبل کے متعلق چند ایسے خطرات پیدا کر دیے تھے جو منگلور کی طرف پیش قدمی کرتے وقت اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ منگلور سے باہر اس کی رسد اور کمک کے تمام راستے کٹ چکے تھے اور رسد اور چارے کی روز بروز بڑھتی ہوئی قلت کے باعث اس کے لیے ایک طویل محاصرے کا سامنا کرنا ممکن نہ تھا لیکن شمال کی طرف سے مرہٹوں کے حملوں کی شدت اور میر نظام علی کے پندرہ ہزار سواروں کی پیش قدمی نے سلطان ٹیپو کو منگلور کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

بدرالزماں خان دھاڑواڑ میں ڈٹا ہوا تھا۔شہر کی آبادی مرہٹوں کی آمد سے پہلے ہجرت کر چکی تھی۔مرہٹہ لشکر کا مستقر جنوب مغرب کی طرف پانچ میل کے فاصلے پر تھا۔وہ ہر روز پڑاؤ سے چند توپیں کھینچ کر شہر کے آس پاس کے ٹیلوں پر لے آتے اور شام تک گولہ باری جاری رکھتے۔رات کے وقت وہ شہر سے میسور کے سواروں کا خطرہ محسوس کر کے اپنی توپیں دوبارہ پڑاؤ میں لے جاتے لیکن چند ہفتے بعد کمپنی کی فوج کے چند دستے ان کی مدد کے لیے پہنچ گئے اور جنگ میں کچھ تیزی آ گئی۔مرہٹوں اور انگریزوں کی طرف سے گولہ باری کی بڑھتی ہوئی شدت کے جواب میں شہر کے محافظوں نے بھی جوابی حملے شروع کر دیے۔میسور کے سوار صبح شام کسی وقت اچانک شہر سے نکلتے اور آن کی آن میں دشمن کو شدید نقصان پہنچانے کے بعد واپس چلے جاتے۔

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

بالآخر ایک دن مرہٹوں نے ایک گھمسان کی جنگ کے بعد شہر پر قبضہ کرلیا اور شہر کے محافظ قلعے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن اگلے دن بدرالزماں نے اچانک قلعے سے نکل کر جوابی حملہ کیا اور مرہٹے دھاڑ دھاڑ گلیوں اور بازاروں میں لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ پانچ دن بعد مرہٹوں نے پوری قوت کے ساتھ ایک اور حملہ کیا اور دوبارہ شہر پر قابض ہو گئے۔ لیکن قلعے سے شدید گولہ باری کے باعث انہیں شہر کے قریب قدم جمانے کا موقع نہ ملا۔ چنانچہ وہ شہر کی فصیل کو بارود سے اڑانے اور مکانات میں آگ لگانے کے بعد دوبارہ اپنے پڑاؤ میں آ گئے۔ اس کے بعد قلعے کی ناکہ بندی شروع ہوئی۔ لیکن مرہٹے جس بددلی کا مظاہرہ کر رہے تھے وہ انگریزوں کے لیے پریشان کن تھی۔ جنوب میں لارڈ کارنوالس کی افواج کو خطرے سے بچانے کی یہی ایک صورت تھی کہ مرہٹوں اور نظام کی افواج کسی تاخیر کے بغیر سرنگاپٹم کا رخ کریں لیکن

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

مرہٹے دھاڑواڑ کے قلعے کو اپنی شہ رگ پر ایک خنجر سمجھتے تھے اور وہ اسے فتح کیے بغیر کسی اور محاذ پر توجہ دینے کے لیے تیار نہ تھے۔

پھر جب بمبئی سے انگریزوں کا ایک اور دستہ بھاری توپوں اور بارود کا ایک معقول ذخیرہ لے کر مرہٹوں کی اعانت کے لیے پہنچ گیا اور انہوں پوری شدت کے ساتھ قلعے پر گولہ باری شروع کر دی تو اس عرصہ میں بدر الزماں کے سپاہیوں کی حالت نازک ہو چکی تھی۔ رسد اور بارود کے ذخیرے ختم ہو چکے تھے اور قلعے کا پانی صرف چند دن کی ضرورت کے لیے کافی تھا۔

Pdf by Road Sign

ایک رات قلعے کے جنوب مشرقی کونے کے ایک برج کے قریب یکے بعد دیگرے دو چھوٹے چھوٹے پتھر گرے اور پہریدار بندوقیں سنبھال کر باہر کی طرف جھانکنے لگے۔ تاریکی میں انہیں کسی کی آواز سنائی دی "میں ڈھونڈیا داغ ہوں جلدی سے سیڑھی پھینکو"۔

Pdf by Road Sign

"تم کہاں سے آئے ہو؟"

"بے وقوفو مجھے بادشاہ نے بھیجا ہے جلدی سے سیڑھی پھینکو ورنہ میں اوپر پہنچتے ہی تم سب کا گلا گھونٹ ڈالوں گا"۔

"ٹھہرو ہم اپنے جمعدار کو اطلاع دیتے ہیں"۔

کوئی دس منٹ بعد جمعدار کے علاوہ فوج کے چند اور افسر وہاں پہنچ چکے تھے اور ڈھونڈیا واغ رسی کی سیڑھی کے ساتھ فصیل پر چڑھ رہا تھا۔ ''بدر الزماں خان کہاں ہیں؟''

اس نے فصیل پر پہنچتے ہی سوال کیا۔ ''وہ آرہے ہیں'' ایک افسر نے جواب دیا۔ ''میں ان کا انتظار نہیں کر سکتا۔ چلو مجھے ان کے پاس لے چلو۔ مجھے اسی وقت واپس جانا ہے۔'' ''تمہیں انتظار کرنے کی ضرورت نہیں'' کسی نے برج کی طرف سے نمودار ہو کر کہا۔ ڈھونڈیا واغ نے کہا'' آپ بدر الزماں خاں ہیں؟''

''کہو کیا پیغام لائے ہو!''

Pdf by Road Sign
www.magujnpk.com

''جناب کل رات پچھلے پہر انور علی پانچ سو سپاہیوں اور رسد اور بارود کی ڈیڑھ سو گاڑیوں کے ساتھ یہاں پہنچ جائے گا۔ میں قلعے سے باہر دشمن کے تمام مورچوں کا جائزہ لے چکا ہوں۔ مرہٹے کافی دور ہیں اور ہمیں ان سے کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن انگریزوں کے مورچے بہت قریب ہیں اور کمک کا راستہ صاف کرنے کے لیے انہیں پیچھے ہٹانا ضروری ہے۔ آپ کل سارا دن دشمن پر شدید گولا باری کرتے رہیں تاکہ اس کی توجہ کسی اور طرف مبذول نہ ہو۔ اس کے بعد رات کے ٹھیک دو بجے آپ اس پر حملہ کردیں۔ ہم مشرقی دروازے سے داخل ہوں گے اور ہمارے سوار دشمن کو آس پاس کے مورچوں سے پیچھے ہٹانے کے لیے آپ کا ساتھ دیں گے۔ اب مجھے اجازت دیجیے مجھے اپنے ساتھیوں کی رہنمائی کے لیے واپس پہنچنا ہے۔''

www.paksociety.com
Pdf by Road Sign

بدرالزماں نے کہا سلطان معظم نے دھاڑواڑ کے حالات سے بے خبر نہیں ہیں۔ لیکن میں حیران ہوں کہ انہوں نے صرف پانچ سو سپاہی بھیجے ہیں اس قلعے کو بچانے کے لیے مجھے کم از کم دس ہزار سپاہیوں کی ضرورت ہے۔'' ڈھونڈیا واغ نے جواب دیا ''یہ بات سلطان سے زیادہ کوئی نہیں جانتا کہ اس جنگ میں کس جگہ کتنے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ انور علی آپ کو یہ بتا دے گا کہ اس محاذ پر زیادہ فوج نہ بھیجنے کی وجوہات کیا ہیں۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ سر دست آپ کو مزید کمک کی توقع نہیں رکھنی چاہئے اور سلطان معظم یہ چاہتے ہیں کہ آپ زیادہ سے زیادہ عرصہ دشمن کو اس محاذ پر مصروف رکھیں۔ مجھے یقین ہے کہ دوبارہ ملاقات پر ہم اس کے متعلق زیادہ اطمینان سے باتیں کر سکیں گے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔'' بدرالزماں نے خدا حافظ کہہ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور ڈھونڈیا واغ مصافحہ کرنے کے بعد رسی کی سیڑھی کے ساتھ لٹک گیا۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

اگلی رات ایک پہرے دار نے مرہٹہ فوج کے سپہ سالار پرس رام بھاؤ کو گہری نیند سے بیدار کیا اور کہا ''سرکار ایک انگریز افسر خیمے کے باہر کھڑا ہے اور وہ اسی وقت آپ سے ملنا چاہتا ہے وہ کہتا ہے کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔'' بھاؤ آنکھیں ملتا ہوں خیمے سے باہر نکلا۔ ایک افسر گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا تھا اور مرہٹہ سپاہی جوق در جوق اس کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ انگریز افسر نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔

''دشمن نے قلعے سے باہر نکل کر ہمارے کیمپ پر حملہ کر دیا ہے آپ کی فوج کے جو دستے ہمارے ساتھ تھے وہ بھاگ گئے ہیں اور ہم پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔''

Pdf by ReadSign
www.nhefunpk.com

تمہیں چوکس رہنا چاہیے تھا۔ میں نے تمہارے کرنل کو یہ مشورہ دیا تھا کہ رات کے وقت قلعے کے قریب رہنا خطرناک ہے لیکن تم کب کسی کی سنتے ہو!"

"جب آپ کو صورتحال کا پتہ چلے گا تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ ہمارا فیصلہ صحیح تھا۔ آپ کی غلطی کی وجہ سے ہم دشمن کی ناکہ بندی میں کامیاب نہیں ہوئے اور وہ رسد اور بارود کی لاتعداد گاڑیاں لانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ لیکن کرنل صاحب یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ اب بھی فوراً حملہ کر دیں تو ہم بہت سی گاڑیاں قلعے میں داخل ہونے سے روک سکتے ہیں۔"

ایک ثانیہ کے لیے بھاؤ ایک سکتے کی حالت میں کھڑا رہا۔ انگریز افسر نے کہا "جناب اب سوچنے کا وقت نہیں۔ جو فوج آپ نے دشمن کی رسد

Pdf by Road Sign
www.magumark.com

اور کمک کے راستوں کی دیکھ بھال کے لیے متعین کی تھی وہ انتہائی ناکارہ ثابت ہوئی ہے لیکن اب بھی اگر آپ جلدی کریں تو بہت حد تک اس کوتاہی کی تلافی ہو سکتی ہے۔''

''تمہیں اس بات کا علم ہے کہ جو فوج رسد کی گاڑیوں کے ساتھ آئی ہے۔ اس کی تعداد کتنی ہے؟''

''جناب رات کے وقت یہ اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کی تعداد زیادہ نہیں ہو سکتی آپ جلدی کریں!''

''میں ٹیپو جیسے دشمن کے معاملے میں جلد بازی کا قائل نہیں ہوں تم اپنے دستے یہاں لے آؤ اور اپنے کرنل صاحب سے کہو کہ ہم صبح سے پہلے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

صبح کے وقت پرس رام بھاؤ کے خیمے میں چند انگریز اور مرہٹہ افسر جمع تھے۔ کرنل فریڈرک انتہائی غصے کی حالت میں پرس رام بھاؤ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا ''آپ کے سپاہی جنگ کو مذاق سمجھتے ہیں۔ اگر کمپنی کے سپاہی اس قدر غیر ذمہ داریوں کا ثبوت دیتے تو ہم انہیں گولیوں سے اڑا دیتے۔ یہ کتنے شرم اور افسوس کی بات ہے کہ دشمن کی رسد اور بارود کی گاڑیاں دھارواڑ کے قریب پہنچ چکی تھیں اور راستے میں آپ کی چوکیوں کے محافظ بے خبر تھے!''

پرس رام نے جھنجھلا کر کہا ''دیکھیے کرنل صاحب اب بحث سے کوئی فائدہ نہیں جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ لیکن اگر آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ آپ

ہم سے زیادہ باخبر تھے تو آپ کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ دشمن کی گاڑیاں آپ کے مورچوں کے سامنے سے گزر کر قلعے میں داخل ہوئیں اور پھر بھی آپ ہمیں یہ نہیں بتا سکتے کہ ان کی صحیح تعداد کیا تھی۔"

"آپ کو معلوم ہے کہ رات کے وقت دشمن کا اچانک حملہ اس قدر شدید تھا کہ ہمیں مجبوراً قلعے کے آس پاس اپنے مورچے خالی کرنے پڑے لیکن اگر آپ ہماری مدد کو پہنچ جاتے تو ہم ان کی بیشتر گاڑیاں قلعے میں داخل ہونے سے روک سکتے تھے۔" پرس رام نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ "کرنل صاحب اب آپس میں لڑنے جھگڑنے سے کوئی فائدہ نہیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ راستے کی چوکیوں کے محافظوں کو سخت سزا دی جائے گی۔ لیکن اس وقت ہمارے سامنے قلعہ فتح کرنے کا مسئلہ ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

کرنل فریڈرک نے کہا ''جناب موجودہ حالات میں یہ قلعہ فتح کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' میں آپ کو یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ اب ہمیں کسی توقف کے بغیر جنوب کی طرف کوچ کر دینا چاہیے۔ اگر دشمن کے چند سپاہی اس قلعے میں پڑے رہیں تو ہمارے لیے کافی فرق نہیں پڑتا۔ ہم جنوب میں دشمن کی طاقت کچلنے کے بعد کسی مزاحمت کا سامنا کیے بغیر واپس آ کر یہ قلعہ فتح کر سکیں گے۔ لیکن اگر آپ یہاں بیٹھے رہے تو ہمارے جنگی منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ ہمارے دشمن کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہماری قوت مختلف محاذوں پر بٹی رہے اور ہم کسی ایک میدان میں جمع ہو کر اس پر فیصلہ کن ضرب نہ لگا سکیں۔''

Pdf by Road Sign

پرس رام بھاؤ نے کہا" ہمارے لیے یہ قلعہ فتح کیے بغیر آگے بڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دھاڑ واڑ کو اس حالت میں چھوڑ کر آگے بڑھنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بدرالزماں کو عقب سے ہمارے رسد اور کمک کے راستے کاٹنے کا موقع مل جائے مجھے جنرل میڈوز کی مشکلات کا احساس ہے لیکن ہمیں پیشوا اور نانا فرنویس کا حکم ہے کہ ہم آگے بڑھنے سے پہلے یہ اچھی طرح سے دیکھ لیں کہ ہمارا عقب کس حد تک محفوظ ہے اگر آپ ہمت سے کام لیں تو ہم چند دنوں میں قلعہ فتح کر سکتے ہیں' اس کے بعد مجھے آپ کی ہدایات پر عمل کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

کرنل فریڈرک نے کہا" اگر آپ کا یہی فیصلہ ہے تو میں آپ سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اب آپ کے سپاہی چوکس رہیں گے اور دشمن کو مزید کمک بھیجنے کا موقع نہیں ملے گا؟"

Pdf by Road Sign

"میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ اب دشمن کا ایک سپاہی بھی اس علاقے میں داخل نہیں ہو سکے گا۔"

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ دشمن کس راستے سے یہاں پہنچا ہے اور آپ کی محافظ چوکیوں کے سپاہی کہاں تھے' اگر رسد کی دو چار گاڑیاں ہوتیں تو علیحدہ بات تھی لیکن ہمارا اندازہ ہے کہ رات کے وقت جو گاڑیاں قلعے میں داخل ہوئی ہیں ان کی تعداد سو سے زیادہ تھی اور ہماری نسبت قلعے کے محافظ اس قدر باخبر تھے کہ انہیں رسد اور کمک کی آمد کے صحیح وقت کا علم تھا۔" پرس رام بھاؤ نے کہا "کرنل صاحب اب اس مسئلے پر بحث کرنا بے سود ہے کہ دشمن کس راستے سے یہاں پہنچا ہے۔ میں نے چند ہوشیار آدمیوں کو گاڑیوں کے نشان دیکھنے کے لیے بھیج دیا ہے اور ان کی تحقیقات کے بعد جن چوکیوں کے سپاہی مجرم ثابت ہوں گے انہیں بدترین سزائیں دی جائیں گی۔ میں اس بات کا بھی ذمہ لیتا

Pdf by Road Sign

ہوں کہ آئندہ بدرالزماں کی فوج باہر سے ایک اناج کا دانہ تک حاصل نہیں کر سکے گی۔ اب یہ قلعہ فتح کرنا ہماری عزت کا مسئلہ ہے۔ میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم آج ہی اپنا پڑاؤ قلعے کے قریب لے جائیں تاکہ آپ کو بار بار یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم جنگ میں سنجیدہ نہیں ہیں۔

Pdf by Road Sign

دھاڑواڑ کے محاصرے کو چھ ماہ گزر چکے تھے اور قلعے کے محافظ ایک غیر معمولی عزم و استقلال کے ساتھ دشمن کے پے در پے حملوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ انگریزوں اور مرہٹوں کو بمبئی اور پونا سے کسی وقت کے بغیر رسد اور کمک پہنچ رہی تھی لیکن بدرالزمان کو مستقبل قریب میں کسی بیرونی اعانت کی امید نہ تھی۔ قلعے کے اندر رسد اور بارود کے گودام بتدریج خالی ہو رہے تھے۔ دشمن کی شدید ناکہ بندی نے اجڑے ہوئے شہر کے کنوؤں کا تازہ پانی حاصل کرنا ناممکن بنا دیا تھا اور قلعے کے اندر جو تالاب تھے وہ آہستہ آہستہ خالی ہو رہے تھے اور اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ قلعے کے محافظوں کو مٹھی بھر ابلے ہوئے چاول یا جوار کی ایک سوکھی روٹی اور پانی کے ایک پیالے پر گزارہ کرنا پڑتا تھا۔ اور انتہائی ضرورت کے بغیر انہیں بارود استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ تاہم وہ ڈٹے رہے اور قلعے کے باہر دشمن کی گولہ باری اور قلعے کے اندر بھوک

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

پیاس اور بیماریاں ان جانبازوں کے حوصلے متزلزل نہ کر سکیں جنہوں نے سلطان فتح علی ٹیپو سے آخری آداب سیکھے تھے۔ وہ جن کے چہروں پر زندگی کا خون دوڑتا تھا اب ہڈیوں کے ڈھانچے نظر آتے تھے۔ انور علی جسے چند ہفتے قبل وہ صرف ایک بہادر اور فرض شناس افسر کی حیثیت سے جانتے تھے اب ان کی آنکھوں کا تارا بن چکا تھا۔ بدرالزمان سے لے کر ایک معمولی سپاہی تک اس سے محبت کرتے تھے۔ وہ کبھی مریضوں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتا اور کبھی رات کے وقت قلعے سے باہر نکل کر دشمن کے کیمپ پر حملہ کرنے والے جانبازوں کی کمان سنبھال لیتا۔ کبھی وہ قلعے کی مسجد کے منبر پر کھڑا ہو جاتا اور اس کے روح پرور تقریروں سے قلعے کی شکستہ دیواروں کے اندر حوصلوں اور ولولوں کی ایک نئی دنیا آباد ہو جاتی۔ ڈھونڈیا واغ سلطان کی ہدایت کے مطابق انور علی اور اس کے ساتھیوں کو قلعے میں پہنچانے کے بعد دوسرے محاذوں پر دکن اور پونا

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

کی افواج کی نقل و حرکت کے متعلق معلومات حاصل کر کے لے کے واپس جا چکا تھا۔

Pdf by Road Sign

لیگرانڈ نے دھاڑ واڑ پہنچنے کے بعد چند ہفتے انتہائی جوش و خروش کا مظاہرہ کیا تھا' لیکن اب اس کی صحت پر مسلسل بھوک پیاس اور بے آرامی کے اثرات ظاہر ہو رہے تھے۔ دن بھر کے لیے پانی کی مقدار اب ایک کٹورے کی بجائے نصف کٹورا کر دی گئی تھی۔ ایک دن اس نے ابلے ہوئے چاول کے چند لقمے حلق سے اتارنے کے بعد اپنے حصے کا پانی پیا لیکن اس کی تشنگی دور نہ ہوئی۔ خالی کٹورہ نیچے رکھتے وقت اسے اس بات کا احساس ہوا کہ ابھی پانی کی چند بوندیں باقی رہ گئی ہیں چنانچہ اس نے دوبارہ کٹورہ منہ سے لگا لیا۔ انور علی اس سے چند قدم دور بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنا کٹورہ اُٹھا کر جلدی سے آگے بڑھا اور مسکراتا ہوا لیگرانڈ کے قریب بیٹھ گیا۔ جب لیگرانڈ نے پانی کا آخری قطرہ حلق میں انڈیلنے کے بعد کٹورہ نیچے رکھ دیا تو انور علی نے اپنے حصے کے چند گھونٹ اس میں ڈال دیے۔ لیگرانڈ نے اس کی طرف دیکھا اور پریشان سا ہو کر بولا۔

Pdf by Road Sign
www.magurdupk.com

''میرے دوست میں اپنے حصے کا پانی پی چکا ہوں اور آپ کے ہونٹ مجھ سے زیادہ خشک ہیں مجھے شرمندہ نہ کیجیے۔'' انور علی نے اپنا کٹورہ اس کی آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے لیے یہ دو گھونٹ کافی ہیں اور تمہیں اس وقت زیادہ پانی کی ضرورت ہے۔''

لیگر انڈ نے کہا۔ ''آج میری طبیعت ٹھیک نہیں شاید مجھے بخار ہو رہا ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.maktuntak.com

''تم یہ پانی پی کر لیٹ جاؤ میں طبیب کو بلاتا ہوں۔'' لیگر انڈ نے تشکر اور احسان مندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر انور علی کی طرف دیکھا اور چند ثانیے بعد کٹورہ اٹھا لیا۔

دوسرے محاذوں پر اتحادی فوج نے اپنے لامحدود جنگی وسائل کے باوجود کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کی تھی۔ جنوب کی طرف میر نظام علی کے لشکر کی پیش قدمی نے سلطان ٹیپو کو منگلور کا محاصرہ اٹھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ سرنگا پٹم کی طرف دشمن کی متوقع یلغار کے پیش نظر تمام راستوں کی چوکیوں اور قلعوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لارڈ کارنوالس کو میسور کی سرزمین کے ایک ایک انچ پر شدید مزاحمت کی توقع تھی اور وہ اپنے ساتھ مرہٹہ لشکر کو شامل کیے بغیر آگے بڑھنا خطرناک سمجھتا تھا لیکن پرس رام بھاؤ کا لشکر دھاڑواڑ میں پھنسا ہوا تھا۔ اور دوسرا مرہٹہ لشکر جس نے ہری پنت کی قیادت میں کرنول کی طرف پیش قدمی کی تھی قدم قدم پر شدید مزاحمت کا سامنا کر رہا تھا۔ ان کے متعلق ایک دن یہ خبر آتی کہ انہوں نے فلاں چوکی فلاں شہر یا فلاں قلعے پر قبضہ کر لیا ہے تو اگلے دن یہ خبر سنی جاتی کہ میسور کی فوج نے انہیں فلاں مقام پر شکست

Pdf by Road Sign
www.magiupk.com

دے کر اسے کون پیچھے دھکیل دیا ہے۔ یہ صورت حالات لارڈ کارنوالس کے لیے غیر متوقع تھی۔ تاہم وہ زیادہ پریشان نہ تھا۔ میر نظام علی اور مرہٹوں کے متعلق اس کا یہ خدشہ دور ہو چکا تھا کہ وہ کسی وقت بھی میدان تنہا چھوڑ کر جنگ سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔

دکن کا لشکر اس کے ساتھ شامل ہو چکا تھا اور مرہٹوں کے متعلق بھی اسے یقین تھا کہ دھاڑواڑ کے محاذ سے فارغ ہوتے ہی پرس رام کی افواج ہری پنت کے لشکر سے آملیں گیں اور پھر یہ ٹڈی دل لشکر سرنگا پٹم کی طرف یلغار کرے گا۔ لارڈ کارنوالس کو فیصلہ کن جنگ کا طول کھینچنا اس کے لیے جس قدر نقصان دہ ہو سکتا ہے اس سے کہیں زیادہ سلطان ٹیپو کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ میسور کی نسبت وہ بجا طور پر اپنے اور اپنے اتحادیوں کے وسائل کی برتری پر فخر کر سکتا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا بحری بیڑا بمبئی اور کلکتہ سے مشرق اور مغرب کے ساحلوں کی بندرگاہوں

پر تازہ دم افواج اور جنگی سامان اتارنے میں مصروف تھا اور اس کے حلیف پونا اور حیدر آباد سے ایک لامحدود عرصہ کے لیے توپوں کا چارہ مہیا کر سکتے تھے۔ ان تمام باتوں کے باوجود جب وہ جنگ کے آنے والے دور کے متعلق سوچتا تو کبھی اس قسم کے سوالات اسے پریشان کرنے لگتے کہ ''ٹیپو اس وقت کیا سوچ رہا ہوگا؟ ...... وہ کہاں حملہ کرے گا؟ ...... وہ اتنا نادان نہیں کہ اسے ہمارے جنگی وسائل کا علم نہ ہو۔ پھر وہ کس امید پر لڑ رہا ہے؟ ...... ابھی تک اس کے حوصلے پست کیوں نہیں ہوئے؟'' پھر جب اسے اچانک کسی دن یہ اطلاع ملتی کہ میسور کے طوفانی دستوں نے کسی مقام پر حملہ کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی نظام یا مرہٹوں کے اتنے سپاہی ہلاک کر دیے ہیں اور رسد اور بارود کی اتنی گاڑیاں چھین لی ہیں تو اسے یہ احساس ہونے لگتا کہ تیز ہوا کے یہ اکا دکا جھونکے کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہیں۔

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

لیگرانڈ چند دن سے بیماروں اور زخمیوں کے ساتھ قلعے کے ایک کشادہ کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ ایک دوپہر انور علی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے لیگرانڈ کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''آج آپ کی حالت بہتر معلوم ہوتی ہے۔!''

''ہاں میں محسوس کرتا ہوں کہ میرا بخار اتر رہا ہے لیکن آج کیا بات ہے مجھے چند گھنٹوں سے دشمن کی توپوں کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ کل کے حملے میں شدید نقصان اٹھانے کے بعد انہوں نے اس محاذ سے منہ پھیر لیا ہو۔ میں کئی آدمیوں سے پوچھ چکا ہوں لیکن کسی نے مجھے تسلی بخش جواب نہیں دیا۔''

Pdf by Road Sign
www.mangupnpk.com

انور علی نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تھکی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ''نہیں یہ بات نہیں، دشمن کو ہمارے حالات کا بخوبی علم

ہے اور اسے اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ وہ مزید نقصانات اٹھائے بغیر ہمیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر سکتا ہے آج علی الصباح انہوں نے ہمارے کمانڈر کے پاس اپنے ایلچی بھیجے تھے اور بدر الزماں خان بعض شرائط پر قلعہ خالی کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں اور انہوں نے مزید گفتگو کے لیے چار افسر پرس رام بھاؤ کے ایلچیوں کے ساتھ روانہ کر دیے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ صبح سے دشمن کا توپ خانہ خاموش ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.maqbulpk.com

لیگرانڈ نے مغموم لہجے میں کہا ''میرا خیال تھا کہ قلعہ کے کمانڈنٹ آپ کے مشورہ پر عمل کریں گے۔'' انور علی نے جواب دیا ''مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں۔ اس سے قبل دشمن دو بار جنگ بند کرنے کی پیش کش کر چکا ہے اور بدر الزماں خان صرف میری مخالفت کے باعث قلعہ خالی کرنے کے متعلق ان کی شرائط ٹھکرا چکے ہیں۔ لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ میں ان کے فیصلے پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔''

ایک سپاہی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے انور علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''آپ کو قلعہ دار صاحب بلاتے ہیں۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا وفد واپس آ گیا ہے۔'' یہ کہہ کر انور علی اٹھا اور تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ دو منٹ بعد وہ بدرالزماں کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں چند افسر کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بدرالزماں کے سامنے ایک چھوٹی سی میز پر ایک کاغذ پڑا ہوا تھا۔ انور علی اس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ بدرالزماں نے میز سے کاغذ اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''لیجئے یہ پڑھ لیجئے' آپ کے خدشات بالکل بے بنیاد تھے۔ پرس رام بھاؤ نے میری تمام شرائط مان لی ہیں۔ ہمیں قلعہ چھوڑتے وقت اپنا اسلحہ اور تمام سرکاری روپیہ ساتھ لے جانے کی اجازت ہو گی اور جب تک ہم دریا کے پار نہیں پہنچ جاتے پرس رام بھاؤ کے خاص دستے ہماری

حفاظت کریں گے۔ دشمن کو اس بات پر اصرار ہے کہ ہم سات توپوں سے زیادہ اس قلعے سے باہر نہیں نکال سکتے۔ لیکن ہمارے لیے یہ سودا مہنگا نہیں ہماری بیشتر توپیں ناکارہ ہو چکی ہیں۔"

انور علی معاہدے کی تحریر پڑھنے کے بعد بدرالزماں کی طرف متوجہ ہوا اور بولا "موجودہ حالات میں آپ اس سے بہتر شرائط نہیں منوا سکتے تھے۔ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ انگریز اور مرہٹے ان شرائط کو پورا کریں گے اور جو دستے ہماری حفاظت کے لیے متعین کیے جائیں گے انہیں یہ ہدایت نہیں ہوگی کہ وہ قلعے سے باہر موقع پاتے ہی ہم پر ٹوٹ پڑیں؟"

Pdf by Road Sign
www.mazfunpk.com

بدرالزماں نے جواب دیا ”اس بات کی کوئی ضمانت نہیں لیکن موجودہ حالات میں ہمارے لیے دشمن کی شرافت اور نیک نیتی پر اعتماد کرنا ایک مجبوری ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ معاہدہ میں نے اپنی جان بچانے کے لیے نہیں کیا۔ میرے سامنے ان انسانوں کا مسئلہ ہے جنہیں قلعے کے اندر اب موت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ہماری رسد ختم ہو چکی ہے تالاب جن میں ہم نے گزشتہ بارش سے کچھ پانی جمع کیا تھا پھر خشک ہو رہے ہیں۔ میرے دس ہزار سپاہیوں کی تعداد اب تین ہزار تک پہنچ چکی ہے اور رسد اور پانی کا جو ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے وہ پانچ چھ دن سے زیادہ ان آدمیوں کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔ قلعے سے باہر نکلنے کی صورت میں اگر دشمن نے بدعہدی کی تو بھی اس بات کا امکان ہے کہ کچھ آدمی زندہ بچ کر نکل جائیں لیکن چند دن بعد قلعے کے اندر لاشوں کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ سلطان معظم مجھے یہ نہیں کہیں گے کہ میں نے

Pdf by Road Sign
www.magmpk.com

ان کی حکم عدولی کی ہے اور آپ میں سے بھی کوئی مجھے بے غیرتی یا بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکتا۔ میں دشمن کو یہ پیغام بھیج رہا ہوں کہ ہم پانچ دن کے اندر اندر قلعہ خالی کر دیں گے۔ اس معاہدہ کی رو سے ہم قلعہ خالی کرنے تک باہر سے اپنی ضرورت کے مطابق پانی حاصل کر سکیں گے اور ہمیں دشمن کے پڑاؤ سے اناج خریدنے کی بھی اجازت ہوگی۔ آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟"

Pdf by RoadSign

انور علی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''نہیں، مجھ میں اب کچھ کہنے کی ہمت باقی نہیں رہی۔ میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ قلعے سے باہر نکلنے کے بعد مرہٹوں کے متعلق چوکس رہیں۔ بدرالزماں خان نے جواب دیا۔ ''قلعے سے باہر نکلنے کے بعد اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو کسی سپاہی یا افسر کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ میں اس کی کوئی مدد کرسکوں گا۔ ہمارا یہ فرض ہوگا کہ ہم اپنی اپنی جانیں بچانے کی کوشش کریں۔ میں نے دشمن سے پانچ دن کی مہلت اس لیے مانگی ہے کہ پیاس اور فاقہ کشی کے باعث میرے ساتھی نڈھال ہو چکے ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ قلعہ خالی کرنے سے پہلے وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں۔''

انور علی نے دوبارہ کاغذ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا ''لیکن اس معاہدے کے مطابق تو آپ کو کل ہی قلعے سے باہر نکلنا پڑے گا۔''

Pdf by Road Sign
www.magupak.com

''ہاں بھاؤ کو اس بات پر اصرار ہے کہ میں نیک نیتی کا ثبوت دینے کے لیے کل ہی اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دوں۔ میں اپنے ساتھ صرف چند آدمی لے جاؤں گا اور میری غیر حاضری میں فوج کی کمان آپ کے سپرد ہوگی۔ اگر دشمن نے میرے ساتھ بدعہدی نہ کی تو تمہیں اطلاع مل جائے گی اور میری طرف سے کوئی اطلاع نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں دشمن کی قید میں ہوں یا قتل ہو چکا ہوں۔ پھر یہ سوچنا آپ کا کام ہوگا کہ آپ کو کیا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اگلے دن مرہٹہ فوج کے چند افسر قلعے سے باہر کھڑے تھے۔ بدر الزماں پچاس آدمیوں کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا۔ ایک افسر نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا اور کہا ''مہاراج بھاؤ صاحب نے آپ کے لیے پالکی بھیجی ہے۔''

بدرالزماں پیدل چلنا چاہتا تھا لیکن مرہٹہ افسر کے اصرار پر وہ پالکی پر بیٹھ گیا۔ کہاروں نے پالکی اٹھائی اور یہ قافلہ مرہٹہ کیمپ کی طرف روانہ ہوا۔ مرہٹوں کے پڑاؤ میں داخل ہوتے ہی سینکڑوں آدمی انتہائی جوش و خروش کی حالت میں نعرے لگاتے اور گالیاں دیتے ہوئے ان کے گرد جمع ہو گئے اور زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر بدرالزماں کی پالکی پر پھینکنے لگے۔ اس اشتعال انگیز ماحول میں میسور کے سپاہیوں کا ضبط و سکون قابل دید تھا۔ بعض مرہٹے اچھلتے کودتے اور ناچتے ہوئے آگے بڑھتے اور اپنی تلواریں ان کی آنکھوں کے سامنے گھمانے لگتے۔ بعض اپنے خنجر ان کی گردنوں پر رکھ دیتے اور بعض اپنی بندوقوں کی نالیاں ان کے سینوں تک لے جاتے۔ اچانک ایک طرف سے چند بندوقیں چلنے کی آواز آئی اور ہجوم ادھر ادھر سمٹنے لگا۔ پرس رام بھاؤ فوج کے چند سرداروں اور اپنے محافظ دستوں کے ساتھ نمودار ہوا۔ کہاروں نے بدرالزماں کی پالکی نیچے

Pdf by Road Sign
www.maghribpak.com

رکھ دی۔ پرس رام نے آگے بڑھ کر کہا ''مجھے افسوس ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کی ہے انہیں بدترین سزائیں دی جائیں گی۔''

بدرالزماں خان اپنی قبا سے گرد جھاڑتا ہوا پالکی سے اترا اور بولا ''مجھے ان لوگوں سے کوئی شکایت نہیں۔ میرے ساتھ ان کی نفرت اس بات کا ثبوت ہے کہ میں سلطان کا ایک وفادار سپاہی ہوں۔''

''لیکن ایک بہادر اور شریف دشمن کے ساتھ اس طرح پیش آنا انتہائی ذلالت ہے میں نے آپ کا خیمہ اپنے قریب نصب کروایا ہے اور اب آپ کی حفاظت کا ذمہ میرا ہو گا۔''

Pdf by Road Sign
www.magspk.com

''شکریہ، لیکن مجھے اپنے پاس رکھ کر آپ کو اپنے سپاہیوں پر بہت سی پابندیاں عائد کرنی پڑیں گی۔ اس لیے میں یہ چاہتا ہوں مجھے آپ کے پڑاؤ سے کچھ دور ٹھہرنے کی اجازت دی جائے۔ میرا آپ کے پاس چلے آنا اس امر کی ضمانت ہے کہ میرے ساتھی معاہدے کی شرائط کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ تاہم آپ کو مجھ پر اعتماد نہ ہو تو میرے ساتھ اپنے چند سپاہی بھیج دیجیے۔''

Pdf by Road Sign

''مجھے یہ بات منظور ہے۔'' بدرالزماں نے کہا ''قلعے کے اندر میرے ساتھی بھوک اور پیاس سے مر رہے اور آپ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میرے یہاں پہنچتے ہی آپ ان کے لیے رسد اور پانی کا انتظام کر دیں گے۔'' پرس رام بھاؤ نے جواب دیا ''میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔'' کچھ دیر بعد بدرالزماں اور اس کے ساتھی مرہٹہ پڑاؤ سے دو میل کے فاصلے پر شموگہ کی طرف جانے والی سڑک کے کنارے ڈیرہ ڈال چکے تھے۔

پانچویں دن سہ پہر کے وقت انور علی اور اس کے باقی ساتھی دھاڑواڑ کا قلعہ خالی کر رہے تھے۔ سات توپیں اور خزانہ دو دن قبل بدر الزماں کے کیمپ میں پہنچایا جا چکا تھا۔ بیماروں اور زخمیوں کو کھاٹوں پر ڈال کر قلعے سے باہر نکالا گیا۔ لیکن انور گزشتہ بیماری کے باعث کافی کمزور ہو چکا تھا۔ لیکن وہ کھاٹ پر لیٹنے کی بجائے پیدل چلنے پر مصر تھا۔ جب یہ قافلہ قلعے سے باہر نکل کر اپنے کیمپ کی طرف روانہ ہو رہا تھا تو انگریز اور مرہٹہ سپاہیوں کے چند دستے دروازے کے قریب کھڑے تھے۔ سواروں کا ایک دستہ اس قافلے کے ساتھ چل دیا اور باقی مسرت کے نعرے لگاتے ہوئے قلعے کے اندر داخل ہونے لگے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد انور علی نے مڑ کر دیکھا تو قلعے میں تھوڑی دیر پہلے جس جگہ میسور کا جھنڈا لہرا رہا تھا انگریزوں اور مرہٹوں کے جھنڈے نصب کیے جا رہے تھے۔ اس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو گئے اور وہ چند ثانیے

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا ''میرے دوستو! اپنی گردنیں اونچی رکھو۔ اگر خدا نے چاہا تو ہم بہت جلد واپس آئیں گے۔''

رات کے وقت فوج کے چند افسر بدر الزماں خان کے خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ان سے کہہ رہا تھا ''مرہٹوں نے ہمارے ساتھ جنگ کے دوران میں پہلی بار انسانیت کا ثبوت دیا ہے۔'' ایک افسر نے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا ''پرس رام بھاؤ ایک شریف دشمن ہے اور مجھے اس کی طرف سے کسی بدسلوکی کی توقع نہ تھی''۔ .... اور پھر کئی افسر یکے بعد دیگرے پرس رام کے طرز عمل کے متعلق اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے۔ انور علی کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا بالآخر اس نے کہا بھاؤ کا سلوک واقعی غیر متوقع ہے لیکن جب تک ہم کسی محفوظ جگہ

نہیں پہنچ جاتے مجھے اس کی انسانیت یا شرافت کا یقین نہیں آئے گا۔ مرہٹوں کو ہمارے متعلق اپنے ارادے بدلنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اس لیے میں پھر ایک بار آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے کوچ کر دینا چاہئے۔"

Pdf by Road Sign

بدرالزماں خان نے کہا "بھاؤ نے مجھے یقین دلایا ہے کہ ضروری انتظامات کے بعد تین چار دن تک ہمیں یہاں سے روانہ ہونے کی اجازت مل جائے گی۔" انور علی نے کہا "اگر یہ گستاخی نہ ہو تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ انتظامات کیا ہیں؟"

"ہم گاڑیوں کے لیے بیل حاصل کیے بغیر اپنا سامان اور اپنے زخمی اور بیمار ساتھیوں کو نہیں لے جا سکتے۔ بھاؤ نے وعدہ کیا ہے کہ ہمیں یہاں سے بیلوں کے علاوہ چند گھوڑے بھی خریدنے کی بھی اجازت ہوگی۔ میں کوشش کروں گا کہ یہ انتظامات کل ہی مکمل ہو جائیں اور ہمیں کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے کوچ کرنے کی اجازت مل جائے لیکن بھاؤ نے اگر ہمیں دو ایک دن اور یہاں ٹھہرانے پر اصرار کیا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بھاؤ کو اندیشہ تھا کہ راستہ میں مرہٹہ چوکیوں کے سپاہی ہمیں پریشان کریں گے۔ چنانچہ ہمیں دھاڑواڑ کے علاقے سے گزارنے کے لیے اس نے ہمارے ساتھ اپنے سپاہی بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.mazgunpk.com

انور علی نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ بھاؤ کے یہ سپاہی ہمارے لیے راستے کی مرہٹہ چوکیوں کے سپاہیوں کی نسبت زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ "بدرالزماں خان نے جواب دیا" میں یہ نہیں کہوں گا کہ تمہارے اندیشے بے بنیاد ہیں۔ لیکن ان حالات میں ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" ایک افسر نے کہا" کاش ہم دریا کے آس پاس اپنی چوکیوں کو ان حالات سے باخبر کر سکتے۔ آج ہمیں ڈھونڈیا واغ کی ضرورت تھی۔" بدرالزماں نے کہا" موجودہ حالات میں مرہٹوں کی اجازت کے بغیر ہمارے کسی آدمی کا یہاں سے نکلنا ممکن نہیں۔ انہوں نے تمام راستوں کی مکمل ناکہ بندی کر رکھی ہے اور میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا کہ ہمارا ایلچی یہاں سے نکلتے ہی گرفتار ہو جائے اور مرہٹوں کو ہمیں موت کے گھاٹ اتارنے کا بہانہ مل جائے۔"

Pdf by Road Sign
www.mazeedpk.com

انور علی نے کہا ''اگر ہم دریا تک پہنچ سکیں تو آگے ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ ہماری چوکیاں ہمارے حالات سے بے خبر نہیں ہیں۔ میں انہیں اطلاع بھیج چکا ہوں۔''

''کب؟'' بدرالزماں نے حیران سا ہو کر سوال کیا۔ ''آپ کے قلعہ خالی کرنے سے اگلی رات میں نے ایک ایلچی بھیج دیا تھا۔''

''خدا کا شکر ہے کہ تمہارا ایلچی پکڑا نہیں گیا۔'' ''وہ ڈھونڈیا داغ کے انتہائی قابل اعتماد ساتھیوں میں سے تھا اور میں نے اس بات کے انتظامات کر لیے تھے کہ وہ پکڑا جائے تو مرہٹے یہ شبہ نہ کریں کہ وہ ہماری مرضی سے فرار ہوا ہے۔ میں نے اسے خزانے سے روپوں کی ایک تھیلی نکال کر دے دی تھی تاکہ اگر ضرورت پڑے تو وہ اپنے آپ کو ایک کامیاب چور ثابت کر سکے۔''

Pdf by Road Sign
www.maqsurpk.com

''اور تمہیں یقین ہے کہ وہ پکڑا نہیں گیا؟''

''ہاں، لیکن اگر وہ پکڑا جاتا تو بھی ہمارے لیے کسی خطرے کا باعث نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مرہٹہ پہرے دار اسے گرفتار کر کے پرس رام سے شاباش حاصل کرنے کی بجائے چوری کے مال میں حصہ دار بننا زیادہ سودمند سمجھیں گے۔'' ایک افسر نے کہا ''لیکن اس سے کیا فائدہ ہو گا جب تک ہم اس علاقے سے باہر نہیں نکلتے ہماری چوکیاں ہماری کیا مدد کر سکتی ہیں؟'' انور علی نے جواب دیا کہ ہماری چوکیوں کے سپاہی اس علاقے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں میں نے صرف یہ سوچا تھا کہ اگر راستے میں مرہٹوں کی نیت خراب ہو جائے تو شاید چند آدمی لڑتے بھڑتے دریا کی طرف نکل جائیں اور وہاں ہمارے سپاہیوں کی بروقت مداخلت سے ان کی جانیں بچ جائیں۔ بھاؤ کے سپاہی اگر ہمیں کسی

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

خاص راستے پہ لے جانے کے لیے مصر ہو تو ہمارے لیے جنگل اور پہاڑ کا راستہ اختیار کرنا بہتر ہوگا۔"

Pdf By Road Sign

پرس رام نے تین دن کی ٹال مٹول کے بعد بدرالزماں کو کوچ کرنے کی اجازت دے دی اور یہ قافلہ مرہٹہ سپاہیوں کی حفاظت میں روانہ ہوا تو قافلے کے ساتھ تین بیل گاڑیاں تھیں جن میں سے بعض پر توپیں اور دوسرا سامان لدا ہوا تھا اور باقی زخمیوں اور بیماروں سے بھری ہوئی تھیں۔ بدرالزماں کے علاوہ پانچ بڑے افسر گھوڑوں پر سوار تھے۔ لیگرانڈ کی حالت قدرے بہتر تھی لیکن دو تین میل چلنے کے بعد اس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ انور علی نے اس کے قریب آ کر اپنا گھوڑا روکا اور اترتے ہوئے کہا۔ ''لیگرانڈ اگر تم بیماریوں اور زخمیوں کے ساتھ بیل گاڑیوں پر سفر کرنا پسند نہیں کرتے تو میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ ابھی تم پیدل چلنے کے قابل نہیں ہو۔''

Pdf by Road Sign

لیگرینڈ نے کچھ دیر پس و پیش کیا۔لیکن انور علی کے اصرار پر وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔تھوڑی دور چلنے کے بعد بدرالزمان نے انور علی کی تقلید کی اور اپنا گھوڑا ایک نحیف اور لاغر ساتھی کے حوالے کر دیا۔اس کی دیکھا دیکھی باقی افسر بھی اپنے گھوڑوں سے اُتر پڑے اور انہیں زیادہ مستحق ساتھیوں کے حوالے کرنے کے بعد قافلے کے ساتھ پیدل چلنے لگے۔دوپہر کے قریب مرہٹہ پڑاؤ کی طرف سے کوئی پچاس سرپٹ سوار نمودار ہوئے اور محافظ دستوں کا افسر قافلے کو رکنے کا حکم دے کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔ان پچاس سواروں میں سے ایک مرہٹہ فوج کا بااثر سردار تھا۔اس نے قافلے کے قریب پہنچ کر اپنے ساتھیوں کو رکنے کا حکم دیا۔پھر آگے بڑھ کر محافظ کے افسر کے ساتھ کوئی گفتگو کی بالآخر بدرالزمان کے قریب آ کر کہا۔”آپ کو کچھ دیر یہاں رکنا پڑے گا!“

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

بدرالزمان نے پوچھا۔ ''یہ آپ کی خواہش ہے یا بھاؤ صاحب کا حکم ہے؟''

''کچھ بھی سمجھ لیجیے۔''

''آپ کوئی معقول وجہ بیان کیے بغیر مجھے نہیں روک سکتے۔ یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہوگی۔''

''معاہدے کی خلاف ورزی آپ کی طرف سے ہوئی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے قلعہ خالی کرتے وقت بارود کا بہت بڑا ذخیرہ ضائع کردیا ہے۔''

''یہ غلط ہے اگر ہمارے پاس بارود ہوتا تو ہم قلعہ خالی نہ کرتے۔''

”آپ نے صرف بارود ہی ضائع نہیں کیا بلکہ بہت سی فالتو بندوقیں بھی کسی جگہ چھپا دی ہیں۔“ انور علی نے آگے بڑھ کر جواب دیا۔ ”یہ بالکل جھوٹ ہے۔ میں نے تمام فالتو بندوقیں گن کر آپ کے افسروں کے حوالے کر دی تھیں۔ تم دیکھ سکتے ہو ہمارے کسی سپاہی کے پاس ایک سے زیادہ بندوق یا تلوار نہیں۔“

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

سردار نے کہا۔ ”بھاؤ صاحب کا حکم ہے کہ آپ اپنی بندوقیں اور تلواریں ہمارے حوالے کر دیں اور یہاں ٹھہر کر ان کے حکم کا انتظار کریں وہ مطمئن ہو جائیں گے کہ آپ نے معاہدے کی شرائط کی خلاف ورزی نہیں کی ہے تو آپ کو کوچ کی اجازت مل جائے گی۔“ بدرالزمان نے کہا ”بھاؤ صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ ہم لڑائی میں شکست کھانے کے بعد بے وقوف بھی بن گئے ہیں۔ اگر تمہاری نیت بدل گئی ہے تو میں تمہیں

یقین دلاتا ہوں کہ تم صرف لاشوں کے انبار سے بندوقیں تلاش کر سکو گے۔ میرے ساتھی تمہارے آدمیوں کے گھیرے میں ہیں۔ لیکن مرنے سے پہلے وہ آخری بار اپنی بندوقیں اور تلواریں استعمال کرنے کا موقع کھونا پسند نہیں کریں گے۔''

مرہٹہ سردار نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ ''بھاؤ صاحب نے ہمیں آپ سے لڑنے کی اجازت نہیں دی۔'' بدرالزمان نے جواب دیا ''میں بھاؤ صاحب کو بلاوجہ ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن ہمارے لیے سفر جاری رکھنا ضروری ہے۔'' ''آپ کی مرضی' لیکن آپ کا فائدہ اسی میں ہے کہ آپ یہاں رک جائیں۔''

Pdf by Road Sign
www.masfunpk.com

"اگر بھاؤ صاحب کی نیت خراب ہے تو ہمارے رکنے یا سفر کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ جب چاہیں ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔"

"آپ کو بھاؤ صاحب کی نیت کے متعلق شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ صرف آپ سے اس بات کی تسلی حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے قلعہ خالی کرنے کے متعلق معاہدے کی شرائط کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

"میں آپ کو جواب دے چکا ہوں کہ ہم نے کسی شرط کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ لیکن اگر آپ یہ تسلی بخش جواب نہیں سمجھتے تو میں آپ کے ساتھ بھاؤ صاحب کے پاس جانے کے لیے تیار ہوں۔"

"آپ کو میں اس سے زیادہ نیک نیتی کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ سے باتیں کرنے کے بعد بھاؤ صاحب مطمئن ہو جائیں گے۔" انور علی نے مضطرب ہو کر کہا۔ "آپ کا یہ فیصلہ درست نہیں۔" لیکن بدر الزماں نے اس کی طرف توجہ دینے کی بجائے مرہٹہ سردار سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میں آپ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں لیکن آپ پہلے اپنے سپاہیوں سے اس بات کی تسلی کر لیں کہ وہ میرے واپس آنے تک قافلے کو روکنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ بھاؤ صاحب سے ملاقات کے بعد میں فوراً واپس آنا چاہتا ہوں۔ میرے بیس سپاہی میرے ساتھ جائیں گے اور آپ کو ہم سب کے لیے گھوڑے مہیا کرنے پڑیں گے۔"

Pdf by Road Sign

مرہٹہ سردار نے کہا۔ ”چھ گھوڑے آپ کے پاس ہیں اور پانچ چھ گھوڑوں کا انتظام ہوسکتا ہے۔ آپ کو اس سے زیادہ آدمی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں۔“ بدرالزمان نے جواب دیا۔ ”مجھے زیادہ آدمی ساتھ لے جانے کا شوق نہیں۔ لیکن میرا محافظ دستہ کسی صورت میرا ساتھ چھوڑنا پسند نہیں کرے گا۔ بہرحال آپ کو کوئی اعتراض ہو تو میں ان کی تعداد کم کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

Pdf by Road Sign

www.magsfunpk.com

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

”تو آپ گھوڑوں کا انتظام کیجیے۔ میں اتنی دیر میں اپنے ساتھیوں کو ضروری ہدایات دیتا ہوں لیکن اس بات کا خیال رکھیے کہ ہمارے پاس جو گھوڑے تھے وہ ان لوگوں کو دے دیئے گئے ہیں جو پیدل چلنے کے قابل نہ تھے۔“ بہت اچھا آپ تیار ہو جائیں میں گھوڑوں کا انتظام

کرتا ہوں۔" سردار نے یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کی باگ موڑ لی اور مرہٹہ فوج کے افسروں اور سپاہیوں سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گیا۔ انور علی نے بدر الزمان کا بازو پکڑ کر سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "آپ غلطی نہ کریں۔" بدرالزمان نے جواب دیا۔ "ان واقعات کے بعد مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بھاؤ میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرے گا۔ لیکن میں تم لوگوں کو موقع دینا چاہتا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ حملہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میں بھاؤ کے پاس اس لیے جا رہا ہوں کہ تمہیں شام تک سفر کرنے کا موقع مل جائے اور تم رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا سکو۔ میرے جانے کے بعد مرہٹہ سپاہیوں کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ تم شام کے وقت کہیں رک کر میرا انتظار کرو گے۔ لیکن تمہاری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ تم سفر جاری رکھو۔ کیونکہ تم جتنا مرہٹوں کے پڑاؤ سے دور ہوتے جاؤ گے اتنا ہی محفوظ ہوتے جاؤ گے۔"

Pdf by Road Sign

پاس ہی مرہٹہ سردار محافظ افسر سے کہہ رہا تھا۔ ”اگر تمہارے طرف سے کوئی غلطی ہوئی تو بھاؤ صاحب سخت سزا دیں گے۔ راستے میں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے ہمیں ان کو دوستوں کی طرح رخصت کرنا ہے۔“ مرہٹہ افسر نے کہا۔ ”کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم یہیں پڑاؤ ڈال کر خان صاحب کی واپسی کا انتظار کریں؟“

Pdf by Road Sign

www.magfun.pk.com

”نہیں نہیں۔“ بدر الزماں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ”ہمارے ساتھی بعض زخمیوں کی حالت بہت نازک ہے اور ہم انہیں جلد از جلد کسی ایسی جگہ پر پہنچانا چاہتے ہیں جہاں سے ان کے لیے طبی امداد حاصل کر سکیں۔ انہیں شام تک سفر کرنے دیجیے۔ میں بہت جلد قافلے کے ساتھ آملوں گا۔“

تھوڑی دیر بعد بدرالزماں خان اور اس کے ساتھی پچاس مرہٹہ سپاہیوں کے پہرے میں پرس رام بھاؤ کی طرف روانہ ہو گئے اور انور علی نے باقی قافلے کو کوچ کا حکم دیا۔ پانچ بجے کے قریب مرہٹہ سپاہیوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن انور علی غروب آفتاب تک سفر کرنے پر مصر تھا اور مرہٹہ فوج کے افسر کو تھوڑی دیر رد و قدح کے بعد اس کی بات ماننی پڑی۔ مرہٹوں کے تیور دیکھنے کے بعد قیدیوں کو ان کے عزائم کے متعلق کوئی خوش فہمی نہ تھی۔ قافلے کے چاروں طرف ان کی نقل و حرکت یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ حملہ کرنے کے لیے رات کی تاریکی کا انتظار نہیں کریں گے۔ غروب آفتاب کے قریب وہ ایک ندی کے کنارے پہنچے۔ مرہٹہ دستوں کے افسر نے انور علی کے قریب پہنچ کر کہا۔

Pdf by Read Sign

''اب شام ہونے کو ہے اور اس ندی سے تھوڑی دور آگے جنگل شروع ہو جائے گا۔ اس لیے رات کے وقت پڑاؤ ڈالنے کے لیے اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ملے گی۔'' انور علی نے کہا۔ ''ہم رات کے اندھیرے سے پہلے جنگل کے قریب پہنچ جائیں گے اور وہاں کسی جگہ رک جائیں گے۔''

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

''نہیں جناب میرے ساتھی تھک چکے ہیں۔ لیکن اگر آپ بضد ہیں تو ہم ندی کے دوسرے کنارے پڑاؤ ڈال دیتے ہیں۔'' مرہٹہ افسر نے یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ پھر آن کی آن میں چند دستے ندی کے کنارے صف بستہ ہو گئے اور باقی قافلے کے دائیں بائیں اور عقب میں صفیں درست کرنے لگے۔ انور علی نے بلند آواز سے ''ہوشیار'' کہا اور اس کے ساتھیوں نے آنکھ

جھپکنے کی دیر میں زمین پر لیٹ کر اپنی بندوقیں سیدھی کر لیں۔ اسکے ساتھ ہی مرہٹوں نے چاروں اطراف سے گولیوں کی بوچھار کر دی۔ زمین پر لیٹنے والوں کی نسبت بیل گاڑیوں میں پڑے ہوئے بیماروں اور زخمیوں پر مرہٹہ سپاہیوں کے نشانے زیادہ کامیاب تھے۔ اس کے بعد میسور کے سپاہیوں نے جوابی فائر کیے اور مرہٹہ سپاہی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن ان کے پاس بارود کی مقدار اتنی قلیل تھی کہ وہ اپنی توپوں کو کام میں نہیں لا سکتے تھے اور مرہٹوں کو اس بات کا علم تھا۔ تھوڑی دیر بعد نیزہ بازوں کا ایک دستہ آگے بڑھا اور تین چالیس آدمیوں کو زخمی اور ہلاک کرنے کے بعد دوسری طرف نکل گیا۔ پھر دوسری سمت سے نیزہ بازوں کے ایک اور دستے نے حملہ کیا لیکن اتنی دیر میں میسور کے سپاہی اپنی بندوقیں دوبارہ بھر چکے تھے اور حملہ کرنے والوں کو ان کی فائرنگ نے پسپائی پر مجبور کر دیا۔ چند منٹ کی لڑائی میں مرہٹوں نے جو نقصان اٹھایا تھا وہ ان کی توقع

Pdf by Road Sign
www.magazinebook.com

سے بہت زیادہ تھا' انہوں نے اپنے گھوڑے پیچھے ہٹا دیے اور دور دور درختوں اور جھاڑیوں کی آڑ میں بندوقوں کی لڑائی پر اکتفا کرنے لگے لڑائی کے آغاز میں انور علی کے ستر ساتھی جن میں سے بعض پہلے ہی سے زخمی یا بیمار تھے' شہید ہو چکے تھے لیکن بندوقوں کی لڑائی میں فریقین میں سے کسی کا پلہ بھاری نہ تھا اور جوں جوں تاریکی بڑھ رہی تھی میسور کے آدمیوں کے لیے بچ نکلنے کے امکانات زیادہ ہو رہے تھے۔ انور علی نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنے ساتھیوں کو یہ پیغام پہنچا دیا تھا کہ اب مرہٹے رات کی تاریکی میں ہم پر حملہ کرنے کی بجائے صبح تک ہمیں اپنے گھیرے میں رکھنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے بعد ان کی مزید فوج بھی نہ آئی تو بھی دن کی روشنی میں ہم میں سے کوئی بچ کر نہیں نکل سکے گا۔ اس لیے تمہارے لیے یہی وقت ہے۔ میں ہر شخص کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ اپنی جان بچانے کی کوشش کرے۔

Pdf by Road Sign
www.mag.pk.com

میسور کے سپاہی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں زمین پر رینگتے ہوئے ندی کی طرف کھسکنے لگے تھوڑی دیر میں ندی کا گھٹنے گھٹنے پانی عبور کرنے کے بعد دوسرے کنارے پہنچ گئے اور انہوں نے جنگل کی طرف اپنا راستہ روکنے والے مرہٹہ دستوں پر حملہ کر دیا۔ اب تاریکی بڑھ رہی تھی اور دست بدست لڑائی میں دوست اور دشمن کی تمیز نہ تھی۔ آن کی آن میں مرہٹے افراتفری کے عالم میں دائیں اور بائیں اطراف سمٹ رہے تھے اور میسور کے سپاہی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر جنگل کا رخ کر رہے تھے۔ انور علی اپنے ساتھیوں کو بھاگنے کا موقع دینے کے لیے تین چالیس سر فروشوں کے ساتھ ندی کے دوسرے کنارے ڈٹا رہا اور انہوں نے جوابی فائرنگ سے دشمن کو یہ احساس نہ ہونے دیا کہ میدان اب قریباً خالی ہو چکا ہے۔ پھر جب جنوب کی سمت سے دشمن کی چیخ و پکار سنائی دینے لگی تو انور علی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

''اب تمہیں یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں' تم اپنی جانیں بچانے کی فکر کرو۔ لیکن جانے سے پہلے چند بندوقیں بھر کر میرے پاس رکھ دو اور اپنے لیے آس پاس پڑے ہوئے ساتھیوں کی بندوقیں اٹھالو''ایک ساتھی نے کہا۔ ''آپ ہمارے ساتھ نہیں جائیں گے؟''

''نہیں۔ ابھی میرے حصے کا کام ختم نہیں ہوا۔''

Pdf by Road Sign

www.urdufunpk.com

''تو ہم آپکے ساتھ ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔ انور علی نے گرج کر کہا۔ ''تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔'' دوسرا ساتھی بولا۔ ''آپ نے زخمیوں کے متعلق کیا سوچا ہے؟''

''تم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ تمہاری حماقت کے باعث ان کی تعداد میں اضافہ ضرور ہو سکتا ہے۔

چند منٹ بعد انور علی کے قریب بندوقوں کا ڈھیر لگ چکا تھا اور اس کے ساتھی رات کی تاریکی میں غائب ہو چکے تھے۔ اس نے فیکے بعد دیگرے بھری ہوئے بندوقیں اٹھا کر مختلف سمتوں میں فائرنگ شروع کر دی۔ دشمن پر یہ تاثر ڈالنے کے لیے کہ فائر کرنے والوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہے وہ گھٹنوں اور کہنیوں کے بل چل کر کبھی ایک جگہ اور کبھی دوسری جگہ سے فائر کر رہا تھا۔ اچانک اسے پندرہ بیس قدم کے فاصلے پر بندوق کا ایک دھماکہ سنائی دیا اور وہ دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ زمین پر رینگتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور دھماکے کے ساتھ اسے بندوق سے نکلتی ہوئی آگ کا شعلہ بھی دکھائی دیا۔ تاریکی میں اس کے لیے نشانہ باز کو پہچاننا مشکل تھا۔ تاہم اسے اس بات کی تسلی ہو چکی تھی کہ اس کی بندوق کا رخ دشمن کی طرف ہے۔ ''تم کون ہو؟''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

اس نے آہستہ سے کہا۔ ''موسیو انور علی ...... میں لیگر انڈ ہوں۔'' یہ کہہ کر لیگر انڈ رینگتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔ انور علی نے کہا۔ ''لیگر انڈ تم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ میرا خیال تھا کہ تم جنگل میں پہنچ چکے ہو گے۔''

''میں جنگل کے قریب پہنچ چکا تھا لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپ کے ساتھ چند آدمی ابھی تک یہیں ہیں تو مجھے بھاگنے کا ارادہ ترک کرنا پڑا۔'' ''تم نے سخت حماقت کی ہے۔ میرے تمام ساتھی جا چکے ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے۔ میں راستے میں ان سے ملا ہوں۔''

''اور اس کے باوجود تم یہاں آ گئے ہو۔ تمہارا گھوڑا کہاں ہے؟''

Pdf by Road Sign
www.magsurpk.com

''وہ زخمی ہو گیا تھا۔'' مرہٹے اندھا دھند گولیاں برسا رہے تھے انور علی نے شمال کی طرف فائر کرنے کے بعد کہا۔ ''تم اپنی بندوق بھر چکے ہو تو مغرب کی طرف فائر کر دو اور میرے ساتھ آؤ!'' لیگرانڈ نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور تھوڑی دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں بندوقوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ انور علی نے اپنی خالی بندوق ایک طرف رکھ کر بھری ہوئی بندوق اٹھالی اور کہا۔ ''لیگرانڈ تم نے اچھا نہیں کیا۔ تم اپنی جان بچانے کا بہترین موقع کھو چکے ہو لیکن اب بھی ہمت کرو تو تمہارے بچ نکلنے کے کچھ امکانات باقی ہیں۔''

''میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ لیگرانڈ نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ ''لیگرانڈ خدا کے لیے میری بات مان لو۔ یہ خودکشی ہے۔ تم یہاں رہ کر مجھے فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔'' لیگرانڈ نے کہا۔ ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں یہاں اپنی بہادری یا ایثار کا ثبوت دینے کے لیے

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

نہیں آیا ہوں۔ اگر میں بھاگ سکتا تو شاید مجھے اس بات کی پروا نہ ہوتی کہ آپ پیچھے رہ گئے ہیں۔ مجھے جنگل میں گھرے ہوئے شکار کی طرح مرہٹوں کے ہاتھوں مارا جانا پسند نہ تھا میں اس لیے واپس آیا ہوں کہ شاید میری وجہ سے ایک دوست کی جان بچ جائے۔ اب آپ جائیں میں دشمن کو اپنی طرف متوجہ رکھوں گا۔"

Pdf by Road Sign

www.hagfunpk.com

انور علی نے کہا۔ "اگر تم میری وجہ سے آئے ہو تو چلو۔ مجھے بلاوجہ مرنا پسند نہیں۔ اگر تم نہ بھی آتے تو بھی میرا ایک گھنٹے سے زیادہ یہاں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ ہم دونوں یہاں سے نکل سکتے ہیں۔ مرہٹے رات کی تاریکی میں اپنے سائے سے بھی ڈرتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ صبح ہونے سے پہلے آگے بڑھ کر صورت حال کا جائزہ لینے کی جرات نہیں کریں گے۔"

یہ کہہ کر انور علی نے یکے بعد دیگرے چند اور فائر کر دیے۔ پھر لیگر انڈ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''چلو!'' لیگر انڈ نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ ''انور علی میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ میں زخمی ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں واپس آ گیا ہوں۔'' چند ثانیے انور علی کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ پھر وہ جلدی سے آگے بڑھ کر لیگر انڈ کا جسم ٹٹولتے ہوئے بولا۔ ''زخم کہاں ہے؟'' لیگر انڈ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دائیں کندھے سے ذرا نیچے رکھتے ہوئے کہا۔ ''یہاں۔!'' انور علی کا ہاتھ اس کے تازہ اور گرم خون سے بھیگ گیا۔ ایک ثانیے کے لیے اس کے جسمانی اور ذہنی قوت جواب دے چکی تھی۔ پھر اس نے ایک ہی جھٹکے میں لیگر انڈ کی قمیص نوچ ڈالی اور اپنا پٹکا اتارتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا خون بہہ رہا ہے۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا کہ تم زخمی ہو؟'' .... انور علی نے پھٹی ہوئے قمیض کے ایک ٹکڑے کو تہہ کر کے گدی بنائی اور لیگر انڈ کے

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ ''اسے زخم کے اوپر دبا کر رکھو۔ میں پٹی باندھتا ہوں۔''
لیگر انڈ نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور انور علی اپنے گردوپیش سے بے پروا ہو کر پٹی باندھنے میں مصروف ہو گیا۔ لیگر انڈ نے کہا۔ ''میرے دوست! آپ بلاوجہ تکلیف کر رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میری منزل قریب آ چکی ہے۔ زخمی ہونے کے بعد مجھے خیال تھا کہ مرنے سے پہلے میری زندگی کے آخری لمحات شاید ایک دوست کو بچانے کے کام آ سکیں، لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ میری وجہ سے مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ اگر آپ میری موت کے لمحات کو میرے لیے بہت زیادہ تکلیف دہ نہیں بنانا چاہتے تو یہاں سے نکل جائیے!''

انور علی نے کہا۔ ''تم زخمی ہو کر میرے پاس آئے ہو۔ میری تلاش میں آئے ہو اور پھر مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ میں تمہیں اس حال میں چھوڑ کر چلا جاؤں۔ اگر تم میری جان بچانا چاہتے ہو تو تمہیں ہمت سے کام لینا پڑے گا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم کچھ دور چل سکتے ہو یا نہیں؟''

لیگر انڈ نے جواب دیا۔ ''آپ کی جان بچانے کے لیے میں کئی میل چل سکتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign

''بہت اچھا۔ تم تھوڑی دیر یہاں میرا انتظار کرو۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔''

''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

''میں آ کر بتاؤں گا۔'' انور علی یہ کہہ کر اٹھا اور پوری رفتار سے ایک طرف بھاگنے لگا۔

www.magurpk.com

لیگر انڈ تقریباً نصف گھنٹہ بے حس و حرکت پڑا اس کا انتظار کرتا رہا۔ بالآخر وہ اضطراب کی حالت میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مرہٹے اب مختلف اطراف سے اندھا دھند گولیاں برسانے کی بجائے اکادکا فائر کرنے پر اکتفا کر رہے تھے۔ اچانک اسے ایک طرف سے آگ کا چھوٹا سا شعلہ دکھائی دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد جب اچانک آگ کا شعلہ آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا تو اسے پاس ہی کسی بھاگتے ہوئے انسان کے قدموں کی آہٹ سنائی دینے لگی۔ ''انور علی میں یہاں ہوں!'' اس نے کہا۔ انور علی ہانپتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے کہا۔ ''اب اٹھو!'' لیگر انڈ اٹھ کر اس کے ساتھ چل دیا۔ کوئی تیس چالیس قدم چلنے کے بعد چاروں اطراف دشمن کی چیخ و پکار سنائی دی۔ انور علی اور لیگر انڈ دوبارہ زمین پر لیٹ گئے۔ آگ کا شعلہ پھیل کر ایک بہت بڑا الاؤ بنتا جا رہا تھا اور میدان میں دور دور تک روشنی پھیل رہی تھی۔ لیگر انڈ نے انور علی کو آگ کے شعلوں کی

Pdf by Road Sign

طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ ''موسیو آپ سامان کی گاڑیوں کو آگ لگا کر آئے ہیں؟''

''ہاں!''

''لیکن کیوں۔ اس سے کیا فائدہ ہوگا؟''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''تم بے حس و حرکت پڑے رہو۔ میں دشمن کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اب یہاں لاشوں اور کراہتے ہوئے زخمیوں کے سوا کچھ نہیں۔''

''میں بھی حیران تھا کہ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی ہے؟'' انور علی نے کہا۔ ''دس بارہ گاڑیوں کے بیل کھولنا۔ پھر بعض گاڑیوں سے لاشیں اتارنا اور پھر انہیں ایک جگہ جمع کر کے آگ لگانا معمولی کام نہ تھا۔''

’’لیکن اس سے کیا فائدہ ہوگا؟‘‘

’’مرہٹوں کو معلوم ہے ان گاڑیوں پر ہمارا خزانہ بھی ہے۔ وہ ہر قیمت پر آگ بجھانے کی کوشش کریں گے اور میں نے تمام روپیہ نکال کر الاؤ کے گرد بکھیر دیا ہے۔ تم تھوڑی دیر میں ایک عجیب تماشا دیکھو گے............ دیکھو وہ آرہے ہیں! اب دم بخود ہو کر پڑے رہو۔ اس طرف سے کئی آدمی گزریں گے اور تمہیں یہ ظاہر کرنا پڑے گا کہ تم ایک لاش ہو۔‘‘

لیگر انڈ نے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ ہمیں اس سے کیا فائدہ ہوگا لیکن آپ کا یہ کھیل دلچسپ ضرور ہے۔ چند منٹ بعد میدان میں دور دور روشنی پھیل چکی تھی پیدل اور سوار مرہٹے چیختے چلاتے الاؤ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ مرہٹوں کی چند ٹولیاں انور علی اور لیگر انڈ کے قریب سے گزر

گئیں۔ پھر سواروں کا ایک دستہ نمودار ہوا اور انور علی نے جلدی سے اٹھ کر لیگرانڈ کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ”اب اٹھو!“ چند سواروں کے گھوڑے ان کے سر پر آ چکے تھے اور انور علی نے بڑی مشکل سے لیگرانڈ کو کھینچ کر پیچھے ہٹایا جب وہ گزر گئے تو لیگرانڈ نے کہا۔ ”اب یہاں سے نکلیے۔ وہ آگ کی روشنی میں ہمیں پہچان لیں گے۔“

Bdf by Road Sign

''تم اطمینان رکھو۔ اب کوئی ہماری طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ تھوڑی دیر پہلے میرے سامنے یہ مسئلہ تھا کہ میں تمہیں گھوڑے کے بغیر کیسے نکال سکوں گا۔ لیکن اب اگر چاہوں تو میں تمہارے لیے بیس گھوڑے حاصل کر سکتا ہوں۔''

''وہ کیسے؟'' ''تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ انور علی کی چال اس کی توقع سے زیادہ کامیاب تھی۔ جو لوگ جلتی ہوئے گاڑیوں کے قریب پہنچ چکے تھے وہ آگ بجھانے کی بجائے سونے چاندی کے چمک دار سکوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے' ان کا سالار گھوڑا بھگاتا ہوا آیا اور چلا چلا کر کہنے لگا۔ ''بیوقوفو! تم یہاں کیا کر رہے ہو...... دشمن کے سینکڑوں آدمی ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے ہیں۔ تم ان کا پیچھا کیوں نہیں کرتے...... ان گاڑیوں کی پرواہ نہ کرو...... تمہیں کیا ہو گیا ہے...... تم کیا کر رہے ہو؟'' اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ کیا کر رہے ہیں تو

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

اس نے خود بھی گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔ لیکن اپنے زیادہ مستعد ساتھیوں کے دھکے کھانے کے بعد وہ ایک طرف ہٹ کر پوری قوت سے چلا رہا تھا۔

"بدمعاشو یہ روپیہ سرکاری ہے اگر تم پیچھے نہ ہٹے تو میں سواروں کو حملہ کرنے کا حکم دے دوں گا۔" لیکن موقع پر پہنچنے والے سوار پیادوں سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے اور ان کے خالی گھوڑے ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ایک افسر اپنے سپاہی کا گریبان پکڑ کر چلا رہا تھا۔ "بدمعاش تم نے میرا گھوڑا کیوں چھوڑ دیا ہے؟" اور سپاہی کہہ رہا تھا مہاراج مجھ غریب پر ظلم نہ کیجیے۔ بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دیجیے میرے پانچ بچے ہیں۔ آپ کا گھوڑا کہیں بھاگ نہیں جائے گا دیکھیے سب کے گھوڑے یہاں پھر رہے ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

پھر اچانک اسے زمین پر پڑا ہوا کوئی سکہ دکھائی دیا اور وہ اپنی قمیص کا ایک ٹکڑا افسر کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ نور علی اور لیگراند
آگے بڑھے اور انہوں نے اطمینان سے دو آوارہ گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں اور تھوڑی دور جا کر اس پر سوار ہو گئے۔ الاؤ کے گرد ہجوم کی افراتفری
کا یہ عالم تھا کہ بعض آدمی اپنے ساتھیوں کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے۔ ہجوم کے ریلے میں ایک سپاہی کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ایک
جلتی ہوئے گاڑی کے پہیے پر گر پڑا۔ آن کی آن میں اس کے کپڑوں کو آگ لگ گئی اور وہ چیخیں مارتا ہوا ادھر اُدھر بھاگنے لگا لیکن کسی نے اس پر
توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

Pdf by Rood Sign
www.ffmyfunpk.com

انور علی اور لیگر انڈ ندی عبور کرنے کے بعد جنگل میں داخل ہوئے اور تھوڑی دیر بعد انور علی نے کہا ''اب ہمیں صبح تک دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ ہم باقی رات چلتے رہیں۔'' لیگر انڈ نے جواب دیا ''میں آپ کا ساتھ دینے کی کوشش کروں گا۔'' انور علی نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور لیگر انڈ اس کے پیچھے ہولیا۔ کوئی ایک گھنٹہ جنگل کی تنگ پگڈنڈی پر سفر کرنے کے بعد انور علی نے اپنا گھوڑا روکا اور مڑ کر لیگر انڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لیگر انڈ اب تمہیں بہت محتاط رہنا چاہئے میں اب یہ راستہ چھوڑ کر جنگل عبور کرنا چاہتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign

لیگر انڈ نے نحیف آواز میں جواب دیا ''میرے دوست میری طاقت جواب دے رہی ہے۔ میں بڑی مشکل سے گھوڑے کی زین پر بیٹھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔'' انور علی نے کہا ''اب تمہیں ہمت سے کام لینا چاہئے یہ علاقہ ہمارے لیے انتہائی غیر محفوظ ہے۔''

''بہت اچھا چلیے۔ لیکن میرے ساتھ اس بات کا وعدہ کیجئے کہ اگر میں کسی جگہ گھوڑے سے گر پڑوں تو آپ اپنا سفر جاری رکھیں گے۔''

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں تمہیں ساتھ نہ لے جا سکا تو میری منزل سرنگا پٹم نہیں ہوگی۔ میں جین کو یہ پیغام نہیں دے سکوں گا کہ میں تمہارے زخمی شوہر کو جنگل میں چھوڑ کر بھاگ آیا ہوں۔'' تقریباً دو گھنٹے بعد جنگل میں ایک اور چھوٹی سی ندی عبور کرتے ہوئے لیگر انڈ نے کہا ٹھہریے میں سخت پیاس محسوس کر رہا ہوں''...... پھر وہ کسی توقف کے بغیر اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔ انور علی نے گھوڑے سے کود کر اسے سہارا دیا اور ندی کے کنارے بٹھا دیا لیگر انڈ پانی کے چند چلو پینے کے بعد بولا۔ ''اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر سستا لوں۔''

Pdf by Read Sign
www.hrdfun.pk.com

انور علی نے شفقت آمیز لہجے میں جواب دیا۔ ''میرے خیال میں یہ جگہ محفوظ ہے تم چند منٹ آرام کر سکتے ہو۔'' لیگرانڈ کنارے سے ہٹ کر زمین پر لیٹ گیا۔ انور علی نے گھوڑوں کی لگامیں درخت کی ٹہنی کے ساتھ باندھ دیں اور لیگرانڈ کے قریب بیٹھ کر اس کا سر زانو پر رکھ لیا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ تم بہت زیادہ تکلیف محسوس کر رہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''اب تکلیف زیادہ نہیں ہے لیکن تھوڑے پر میری حالت بہت خراب تھی۔'' انور علی نے لیگرانڈ کی نبض ٹٹولنے کے بعد اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا اور پھر اضطراب کی حالت میں زخم کے آس پاس اس کا سینہ ٹٹولنے لگا۔ اچانک اس نے اپنی انگلیوں پر نمی محسوس کی اور بولا ''معلوم ہوتا ہے تمہارا خون بند نہیں ہوا اس پٹی کو کس کر باندھنے کی ضرورت ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.pakfunpk.com

''بہت اچھا۔لیکن جلدی کیجئے مجھے اس جنگل میں مرنا پسند نہیں'' انور علی نے جلدی سے پٹی کھولی اور زخم پر ایک نیا کپڑا رکھنے کے بعد دوبارہ کس کر باندھ دیا پھر اس نے ندی کے پانی سے اپنے ہاتھ دھوئے اور دوبارہ لیگرانڈ کے قریب بیٹھ گیا۔لیگرانڈ نے کراہتے ہوئے کہا''راستے میں ہمیں اپنا کوئی ساتھی نہیں ملا۔میں حیران ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گے؟''

Pdf by Road Sign

''وہ جانتے ہیں کہ ان کے لیے کوئی راستہ محفوظ نہیں۔وہ ادھر ادھر منتشر ہو کر جنگل عبور کر رہے ہوں گے۔اگر ہم پیدل ہوتے تو ممکن تھا کہ اب تک کئی آدمی ہمارے ساتھ شامل ہو چکے ہوتے لیکن تاریکی میں ہمارے گھوڑوں کی آہٹ انہیں ہم سے دور رکھنے کے لیے کافی تھی۔''

''آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟''

''مجھے اندیشہ ہے کہ اگر دشمن کے سواروں نے صبح کے وقت پیچھا کیا تو وہ کئی آدمیوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تاہم اگر ہمارے ساتھیوں نے رات کے وقت غلط راستے اختیار نہ کیے تو بہت سے آدمیوں کے بچ نکلنے کے امکان ہیں۔ میں ان لوگوں کے متعلق بہت پریشان ہوں جو زخمی ہیں۔ وہ شاید زیادہ دور نہ جا سکیں۔'' لیگر اور نور علی تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہے اچانک آس پاس کی جھاڑیوں اور درختوں کی شاخوں میں ہلکا سا ارتعاش پیدا ہوا اور ان کے گھوڑے بدحواس ہو کر اچھلنے لگے لیگر اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا ''خدا کے لیے آپ بھاگ جائیں ہم دشمن کے گھیرے میں آ چکے ہیں۔''

انور علی نے جواب دیا ''یہ ہمارے ساتھی ہیں دشمن کے آدمی نہیں ہو سکتے۔ تم اطمینان سے پڑے رہو۔'' ...... پھر اس نے بلند آواز میں کہا ''اگر تم مرہٹہ فوج کے سپاہی نہیں ہو تو یہاں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں۔ میں انور علی ہوں۔'' ایک آدمی نے درختوں کی آڑ سے نمودار ہو کر کہا جناب میں نے آپ کی آواز پہچان لی تھی لیکن آپ کسی اور زبان میں باتیں کر رہے تھے اور یہ بیوقوف آپ کو انگریز سمجھتے تھے۔ ہمیں آپ کے گھوڑوں کی ٹاپ سے دھوکا ہوا تھا۔''

Pdf by Road Sign

انور علی نے کہا "خدا کا شکر ہے کہ تم نے رات کے وقت ہمیں گولیوں کا نشانہ بنانے کی کوشش نہیں کی۔" تھوڑی دیر میں پچیس تیس آدمی ان کے گرد جمع ہو گئے۔ انور علی نے کہا تمہارے اب یہاں ٹھہرنے اور باتیں کرنے کا وقت نہیں تم اپنا سفر جاری رکھو! "لیکن آپ؟ کسی نے سوال کیا۔ "لیگرانڈ زخمی ہے اور اسے چند منٹ آرام کی ضرورت ہے۔" ایک سپاہی نے کہا "جناب اگر یہ بات ہے تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے؟ انور علی نے جواب دیا "تم ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس گھوڑے ہیں اور ہم تھوڑی دیر تک ان پر سوار ہو کر تم سے آملیں گے۔ لیکن اگر ہم کسی اور سمت نکل جائیں تو تمہیں ہمارا انتظار نہیں کرنا چاہئے" لیگرانڈ انور علی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے فرانسیسی زبان میں بولا "آپ ان سے میرے ساتھیوں کے متعلق پوچھیے"۔

Pdf by Road Sign
www.magsurpk.com

انور علی نے سپاہیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ”تم میں سے کسی کو ہمارے یورپین ساتھیوں کے متعلق علم ہے؟“ ایک سپاہی نے جواب دیا۔ ”جناب میں ان کے ساتھ تھا۔ میدان سے نکلتے وقت ان کا ایک ساتھی زخمی ہو گیا تھا اور جنگل کے قریب پہنچتے پہنچتے اس کی حالت خراب ہو گئی تھی اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیں، وہ بہتر ڈاکٹر کی تلاش کرنا چاہتے تھے۔“ انور علی نے کہا۔ ”اچھا تم روانہ ہو جاؤ تمہارے لیے جنوب مغرب کی سمت زیادہ محفوظ ہوگی۔ ہم بہت جلد تم سے آملیں گے۔“ ایک سپاہی نے پوچھا۔ ”جناب آپ کو خان صاحب کے متعلق کوئی اطلاع ملی؟“

”نہیں۔ لیکن تم وقت ضائع نہ کرو۔“ یہ لوگ دوبارہ جنگل میں غائب ہو گئے اور انور علی کوئی آدھا گھنٹہ اور لیگر انڈ کے ساتھ بیٹھا رہا۔ بالآخر لیگر انڈ نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ میں اب تھوڑی دیر سواری کر سکتا ہوں۔“ انور علی نے اسے سہارا دے کر بیٹھایا اور پھر اس کے گھوڑے کی باگ کھول کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔ لیگر انڈ کی حالت پھر خراب ہو رہی تھی اور وہ بڑی مشکل سے گھوڑے کی زین پر بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ انور علی نے اپنا گھوڑا ایک زخمی کے حوالے کر دیا اور خود لیگر انڈ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر آگے چلنے لگا۔ راستے میں صبح تک ان کے ساتھ کوئی ڈیڑھ دو سو آدمی شامل ہو چکے تھے۔ لیگر انڈ کی حالت قابل رحم تھی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ دونوں ہاتھوں سے زین کا ہرنا پکڑ کر اپنا توازن قائم رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.mangsoopk.com

طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹی سی جھیل کے قریب پہنچ کر انور علی نے اپنے ساتھیوں کو رکنے کا حکم دیا۔ لیگرانڈ کو گھوڑے سے اتار کر زمین پر لٹا دیا گیا۔ بعض سپاہیوں نے اپنے تھیلوں سے باسی روٹیاں نکال کر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیں اور وہ جھیل کے کنارے بیٹھ گئے۔ انور علی کا ایک ساتھی جراحی کا کچھ تجربہ رکھتا تھا۔ اس نے پٹی کھول کر لیگرانڈ کے زخم کا معائنہ کرنے کے بعد کہا۔ ''گولی زیادہ دور نہیں گئی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں گولی نکال کر زخم کو داغ دیتا ہوں۔ ورنہ تھوڑا تھوڑا خون اسی طرح رستا رہے گا۔''

''اگر تم سمجھتے ہو کہ اس طرح ان کی جان بچ جائے گی تو میں تمہیں اجازت دینے کے لیے تیار ہوں۔'' اس نے لیگرانڈ کی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد فکر مند سا ہو کر کہا۔ ''اگر ان کا بخار اتنا تیز نہ ہوتا تو میرا کام نسبتاً آسان ہوتا لیکن اب میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ راستے میں ان کا

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

خون بہت سا ضائع ہو چکا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ایسی حالت میں زخم داغنے کی تکلیف ان کے لیے نا قابل برداشت ہو گی۔ ‘‘ایگر اٹھ نے ملتجی نگاہوں سے انور علی کی طرف دیکھا اور کہا۔ ’’انور علی پہلے میں اس بات پر مصر تھا کہ آپ مجھے وہیں چھوڑ دیں اور اپنی جان بچانے کی فکر کریں لیکن اب میری آخری خواہش ہے کہ میں موت سے پہلے جین کو دیکھ لوں۔ اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے تو مجھے سرنگا پٹم پہنچانے کی کوشش کریں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ اس جنگل میں میرے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔‘‘

Pdf by Road Sign
www.magnpk.com

انور علی نے کرب کی حالت میں گردن جھکا لی اور اس کے ایک ساتھی نے کہا۔ ’’جناب مجھے ان کی حالت کچھ ٹھیک معلوم نہیں ہوتی۔ ہماری یہی کوشش ہونی چاہیے کہ انہیں کسی تاخیر کے بغیر کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے۔ انہیں کسی قابل جراح کی ضرورت ہے اور اگر ہم

چترال ڈرگ پہنچ جائیں تو وہاں ان کا علاج ہو سکتا ہے۔'' انور علی نے دوسرے آدمی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''تم احتیاط سے پٹی باندھ دو۔ اب یہاں سے آگے ان کے لیے گھوڑے کا سفر بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔ میں انہیں اٹھانے کے لیے ایک کھٹولا تیار کرواتا ہوں۔'' انور علی کے ساتھیوں نے جلدی سے چند لکڑیاں کاٹیں اور انہیں ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر ایک کھٹولا تیار کر دیا۔ پھر انور علی نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''میرے دوستو میں جانتا ہوں کہ تم بہت تھکے ہوئے ہو اور تمہیں چند گھنٹے آرام کی ضرورت ہے لیکن لیگرانڈ کی جان بچانے کے لیے مجھے چند ایسے رضا کاروں کی ضرورت ہے جو اسی وقت میرے ساتھ روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔''

Pdf by Road Sign

یہ سنتے ہی چند آدمی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا۔ ''جناب ہم سب آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔''

''مجھے صرف آٹھ جفاکش آدمیوں کی ضرورت ہے۔'' ایک سپاہی نے کہا۔ ''جناب ہم میں سے کوئی بھی پیچھے رہنا پسند نہیں کرے گا۔اس لیے آپ اپنی مرضی کے آٹھ آدمی منتخب کرلیں۔'' انور علی نے یکے بعد دیگرے آٹھ آدمیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ باقی ساتھیوں سے علیحدہ ہوکر ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ اچانک انہیں ایک طرف سے گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور ایک سپاہی نے چوکنا ہوکر کہا۔ ''جناب کوئی اس طرف آرہا ہے۔'' انور علی نے کہا۔ ''معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنہا ہے۔ تاہم تم چپ چاپ منتشر ہوکر چھپ جاؤ۔''

Pdf by Road Srgn
www.paksociety.com

انور علی کے ساتھیوں نے جلدی سے لیگرانڈ کو کھولے پر ڈالا اور اسے اٹھا کر پاس ہی گھنے درختوں کی آڑ میں لے گئے۔ باقی آدمی بھی روپوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک سوار جھیل کے کنارے پہنچا اور انور علی درختوں کی آڑ سے باہر نکل کر بلند آواز میں چلایا۔ ''بھئی کوئی خطرہ نہیں۔ یہ ہمارا ساتھی ہے۔''

سوار انور علی کو دیکھتے ہی گھوڑے سے کود پڑا اور بھاگتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ یہ ان آدمیوں میں سے ایک تھا جو بدرالزماں کے ساتھ مرہٹوں کے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس نے کہا۔ ''جناب خدا کا شکر ہے کہ آپ زندہ ہیں۔''

''تم بدرالزماں کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟'' انور علی نے سوال کیا۔ ''جناب وہ پرس رام کی قید میں ہیں۔ مرہٹوں نے راستے میں حملہ کر کے ہمارے تین ساتھی قتل اور چار پانچ زخمی کر دیے تھے۔ بدرالزماں خان بھی زخمی ہو گئے تھے۔ اس کے بعد وہ ہمیں قیدی بنا کر پرس رام کے پاس لے گئے۔ وہ بظاہر مرہٹہ سپاہیوں کی اس کارگزاری پر نادم تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ اس کے ایما پر ہوا ہے۔ اس نے بدرالزماں کو یقین دلایا تھا کہ اب ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہونے دی جائے گی۔ اور اس نے ان کے علاج کے لیے انگریزی فوج کا ایک ڈاکٹر بھی بلا لیا تھا

۔تاہم جب انہوں نے یہ پوچھا تھا کہ ہمیں واپس جانے کی اجازت کب ملے گی تو بھاؤ نے کہا تھا کہ جنگ کے زمانے میں آپ لوگ ہمارے مہمان ہیں اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو نرگند بھیج دیا جائے۔ مجھے آدھی رات کے وقت بھاگنے کا موقع مل گیا تھا۔''

''تم نے راستے میں مرہٹوں کی فوج دیکھی ہے؟''

''جی نہیں میں مغرب کی سمت سے ایک لمبا چکر لگانے کے بعد اس طرف آیا ہوں۔ چند سوالات پوچھنے کے بعد انور علی اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ ''ابھی تم لوگ خطرے کی حدود سے باہر نہیں نکلے اس لیے تمہیں زیادہ دیر یہاں قیام نہیں کرنا چاہیے۔ اگر دشمن پیچھا کرے تو تمہارے لیے لڑنے کے بجائے منتشر ہو کر جنگل میں چھپنے کی کوشش کرنا زیادہ بہتر ہو گا۔ رات کے وقت یہ جنگل تمہارے لیے زیادہ

Pdf by Road Sign
www.madfunpk.com

محفوظ ہوگا اور تم کسی خطرے کے بغیر اپنا سفر جاری رکھ سکو گے۔ میں دوسرا گھوڑا بھی تمہارے حوالے کرتا ہوں اور یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ اس پر سواری کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے۔" جس وقت انور علی یہ باتیں کر رہا تھا، مرہٹہ فوج کے چند دستے جو صبح ہوتے ہی بھاگنے والوں کی تلاش میں روانہ ہو چکے تھے اس مقام سے کوئی پانچ میل دور میسور کے مشرق کی طرف پچاس ساٹھ سپاہیوں کو قتل کرنے اور کوئی ڈیڑھ سو آدمیوں کو گرفتار کرنے کے بعد واپس جا رہے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

دوپہر کے وقت جنگل ختم ہو چکا تھا اور سامنے ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں نظر آ رہا تھا۔ انور علی نے اپنے ساتھیوں کو رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تم تھوڑی دیر یہاں ٹھہرو میں ابھی اس بستی سے ہو کر واپس آتا ہوں۔ اگر یہ علاقہ محفوظ ہے تو ہم سفر جاری رکھ سکیں گے۔ ورنہ شام تک ہمیں یہیں ٹھہرنا پڑے گا۔'' انور علی کے ساتھیوں نے لیگر اینڈ کو جھاڑیوں میں اتار دیا اور انور علی بستی کی طرف روانہ ہو گیا۔ تھوڑی دور آگے مویشیوں کا ایک ریوڑ چر رہا تھا اور تین چرواہے ایک درخت کی چھاؤں میں سو رہے تھے۔ انور علی نے ایک چرواہے کے قریب جا کر اسے جگایا اور کہا۔ ''کیوں بھئی وہ تمہارا گاؤں ہے؟'' چرواہے نے ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ ''جی ہاں۔'' انور علی نے اپنی جیب سے ایک پگوڈا (چاندی کا سکہ) نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اور پوچھا۔ ''یہاں آس پاس مرہٹہ سپاہیوں کی چوکی ہے؟''

Pdf by Road Sign
www.maktabapk.com

چرواہے نے غور سے انور علی کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''جناب اگر آپ میسور کے سپاہی ہیں تو آپ کو یہ پوچھنے کے لیے گھوڑا دینے کی ضرورت نہ تھی۔ ہم سلطان ٹیپو کی رعایا ہیں۔ یہ واپس لے لیجیے۔''

انور علی نے کہا۔ ''میرے دوست میرا مقصد تمہاری توہین کرنا نہ تھا۔ یہ اپنے پاس رکھو اور میرے سوال کا جواب دو۔'' چرواہے نے کہا ''جناب مرہٹوں کی چوکی ہمارے گاؤں میں تھی۔ لیکن اب ان کا کوئی آدمی یہاں نہیں ہے۔''

''وہ وہاں سے چلے گئے ہیں؟''

Pdf by Road Sign
www.hfunpk.com

''جناب وہ گئے نہیں ہیں بلکہ وہ میسور کے سپاہیوں کی قید میں ہیں۔ انہوں نے ہمیں بہت تنگ کیا ہوا تھا۔ انہوں نے ہمارے گھر لوٹ لیے تھے اور ہمارے سردار کو بہت ذلیل کیا تھا۔ کل رات خدا نے ہماری فریاد سن لی۔ وہ شراب سے مدہوش سو رہے تھے کہ آدھی رات کے وقت ہمیں ان کی چیخیں سنائی دیں اور پتہ چلا کہ میسور کے سپاہی پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے چوکی پر قبضہ کر لیا ہے۔''

''چوکی میں مرہٹوں کے کتنے آدمی تھے؟''

Pdf by Road Sign

''میں بہت دور سے آیا ہوں۔'' انور علی یہ کہہ کر بستی کی طرف بھاگنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گاؤں کے سردار کی حویلی کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا اور ڈھنڈیا داغ کے علاوہ پچاس ساٹھ سپاہی اس کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ انور علی نے ایک ہی سانس میں کئی سوالات ڈھونڈیا داغ سے کر دیے۔ ''تم کہاں سے آئے ہو؟۔۔۔ تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟۔۔۔ باقی فوج کہاں ہے؟'' ڈھونڈیا داغ نے جواب دیا۔ ''میں چتل ڈرگ سے نازی خان کی فوج کے ساتھ آیا ہوں شاہنواز کے قریب پہنچ کر ہمیں یہ معلوم ہوا کہ آپ دھاڑواڑ کا قلعہ خالی کرنے والے ہیں' نازی خان پانچ سواروں کے ساتھ دریا کے پار رک گئے ہیں اور مجھے انہوں نے آپ لوگوں کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ یہاں پہنچ کر میں نے سوچا کہ مرہٹوں کی چوکی پر قبضہ کر کے شاید میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔ بدرالزمان اور باقی آدمی کہاں ہیں؟''

Pdf by Road Sign
www.magunpk.com

بدرالزماں خان مرہٹوں کی قید میں ہیں اور جو آدمی بچ گئے ہیں ان میں سے اکثر آج شام تک جنگل عبور کرلیں گے۔ اب انہیں آس پاس کے علاقے میں تلاش کرنا تمہارا فرض ہے۔ لیگر انڈ زخمی ہے اور میں اسے یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر چھوڑ آیا ہوں اسے فوراً کسی محفوظ مقام پر پہنچانا ضروری ہے۔ اگر ہم چتل ڈرگ پہنچ جائیں تو شاید اس کی جان بچ جائے وہ بہت تکلیف میں ہے اور ہم اسے لکڑی کے ایک کھٹولے پر ڈال لائے ہیں۔ لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ اس کے لیے ایک آرام دہ پالکی کا انتظام کر دیا جائے۔"

Pdf by Road Sign

بستی کا سردار قریب کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "میں آپ کو اپنی پالکی دے سکتا ہوں۔" انور علی نے کہا۔ "میرے ساتھی بہت تھکے ہوئے ہیں اور زخمی کو اٹھانے کے لیے مجھے چند جفاکش آدمیوں کی بھی ضرورت پڑے گی۔"

''آدمیوں کا انتظام بھی ہو جائے گا۔لیکن آپ کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دیر سے کچھ نہیں کھایا۔میں آپ کے لیے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔'' انور علی نے کہا۔''میرے ساتھی مجھ سے زیادہ بھوکے ہیں۔آپ آٹھ آدمیوں کا کھانا تیار کروائیے۔میں انہیں لے کر آتا ہوں۔زخمی کے لیے آپ کو دودھ کا انتظام کرنا پڑے گا۔آپ کے پاس کاغذ اور قلم ہو تو منگوا دیجیے میں جانے سے پہلے ایک ضروری خط لکھنا چاہتا ہوں۔''

''میں ابھی لاتا ہوں۔'' سردار یہ کہہ کر بھاگتا ہوا اندر چلا گیا اور انور علی نے ڈھونڈیا داغ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔''آپ تین چار قابل اعتماد آدمیوں کو گھوڑے تیار کرنے کا حکم دیں میں انہیں ضروری پیغام دے کر سرنگا پٹم بھیجنا چاہتا ہوں۔'' بستی کا سردار تین چار منٹ بعد ایک

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

لکڑی کی صندوقچی جس میں کاغذ اور لکھنے کا سامان پڑا ہوا تھا، لے کر آ گیا۔ انور علی ڈیوڑھی کے اندر ایک کھاٹ پر بیٹھ کر خط لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ یکے بعد دیگرے تین کاغذوں پر چند سطور لکھنے کے بعد وہ ڈیوڑھی سے باہر نکل آیا اور ڈھونڈیا داغ کی طرف متوجہ ہوا۔ ”آپ کے آدمی تیار ہیں؟“ ”جی ہاں وہ باہر کھڑے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“

Pdf by Road Sign

انور علی ڈھونڈیا واغ کے ساتھ حویلی کی چار دیواری سے باہر نکلا۔ سامنے چار سپاہی گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ ان کے یکے بعد دیگرے تینوں کاغذ ایک سپاہی کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ خط تمہیں سرنگا پٹم پہنچ کر ہمارے گھر میں لیگر انڈ کی بیوی کو دینا ہے' یہ دوسرا خط میں نے سرنگا پٹم کے فوج دار کے نام لکھا ہے۔ ''تم لیگر انڈ کی بیوی سے یہ کہو کہ اس کا خاوند زخمی ہے اور میں اسے چتل ڈرگ لے جا رہا ہوں۔ اور اگر وہ چتل ڈرگ آنے کے لیے تیار ہو تو سرنگا پٹم کا فوج دار اس کے لیے سفر کا ضروری انتظام کر دے گا۔ اور تیسرا خط پہلے دو خطوط سے علیحدہ رکھو۔ یہ راستے کی تمام چوکیوں کے افسروں کے نام ہے۔ اگر تمہیں کہیں تازہ دم گھوڑے حاصل کرنے میں وقت پیش آئے تو یہ خط تمہارے کام آئے گا۔ اب تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔'' سپاہی سلام کرنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس کے ساتھی اس کے پیچھے چل دیے۔

Pdf by Road Sign

چند دن بعد لیگر انڈ چتل ڈرگ کے قلعے کے ایک کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ دریائے تنگ بھدرہ عبور کرنے کے بعد اس نے بیشتر راستہ بیہوشی اور نیم بیہوشی کی حالت میں طے کیا تھا۔ چتل ڈرگ سرنگا پٹم کے بعد سلطنت خداداد کا اہم ترین حصار تھا اور یہاں لیگر انڈ کی دیکھ بھال کے لیے فوج کے بہترین طبیب اور جراح موجود تھے۔ اس کے زخم سے گولی نکالی جا چکی تھی لیکن چتل ڈرگ کے بہترین جراحوں کی ان تھک کوشش کے باوجود اس کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی تھی۔ رستے ناسور اور دائمی بخار کے باعث وہ ہڈیوں کا ڈھانچا بن چکا تھا' انور علی صبح شام اس کی تیمارداری میں مصروف رہتا تھا۔ ایک رات اس کی حالت زیادہ خراب تھی اور انور علی اس کے بستر کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ لیگر انڈ نے کہا۔

"موسیو آپ سو جائیں۔ میں آپ کو اس قدر تکلیف دینے کا حق نہیں رکھتا۔" انور علی نے جواب دیا۔ "لیگرانڈ تم میری فکر نہ کرو جب تمہیں نیند آ جائے گی تو میں بھی سو جاؤں گا۔" لیگرانڈ نے کہا۔ "اب مجھے نیند سے خوف آتا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر میں سو گیا تو شاید دوبارہ میری آنکھ نہ کھلے۔ آپ کی تسلیوں کے باوجود میں یہ جانتا ہوں کہ میرا وقت اب قریب آ چکا ہے۔ میرے معالج زبان سے کچھ نہیں کہتے لیکن ان کی نگاہیں مجھے یہ بتانے کے لیے کافی ہیں کہ میں موت کے دروازے پر کھڑا ہوں۔ راستے میں مجھے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ وہ یہاں پہنچ کر میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ اب کافی دن گزر چکے ہیں۔ اگر آپ کے ایلچی کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تو اسے اب تک پہنچ جانا چاہیے تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ اب میں زیادہ دیر اس کا انتظار نہیں کر سکوں گا۔ آپ مجھے یہاں لانے کی بجائے سیدھے سرنگاپٹم لے جاتے تو اچھا ہوتا۔"

Pdf by Road Sign

انور علی نے کہا۔ ”لیگرانڈ سرنگا پٹم بہت دور ہے تاہم مجھے یقین ہے کہ جین ایک دو دن میں یہاں پہنچ جائے گی۔“ لیگرانڈ نے پرامید ہو کر کہا ”آپ نے پہریداروں کو ہدایت دی ہے کہ اگر وہ رات کے وقت یہاں پہنچے تو اس کے لیے دروازہ کھول دیا جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ شاید پہرے دار رات کے وقت اسے قلعے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔“

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

انور علی نے جواب دیا۔ ”تم اطمینان رکھو جب وہ آئے گی تو پہریدار اسے یہاں لے آئے گے۔“

”نہیں وہ نہیں آئے گی۔“ لیگرانڈ نے کرب کی حالت میں آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ انور علی نے پیار سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”میرے دوست تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔“ انور علی ساری رات لیگرانڈ کے پاس بیٹھا رہا۔ وہ کبھی درد سے کراہتا ہوا

آنکھیں کھولتا اور اس کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف ہو جاتا اور کبھی دیر تک بے ہوشی کی حالت میں پڑا رہتا۔ پچھلے پہر لیگر اند سو رہا تھا۔ انور علی نماز کے لیے اٹھا اور تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ کر قریب بیٹھ گیا۔ لیگر اند ابھی تک گہری نیند کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ انور علی گزشتہ بے آرامی کے باعث نڈھال ہو چکا تھا اور کچھ دیر اونگھنے کے بعد اسے بھی نیند آ گئی۔

Pdf by Road Sign

طلوع آفتاب سے کچھ دیر بعد اسے اپنے کمرے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ جین اس کے سامنے کھڑی تھی۔ ایک ثانیے کے لیے انور علی کو اس کی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا۔ پھر وہ کرسی سے اٹھ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور بولا۔ ''ابھی لیگر انڈ کو جگانا ٹھیک نہیں، اسے بڑی دیر بعد نیند آئی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔''

Pdf by Road Sign
www.paksfunpk.com

جین کی نگاہیں لیگر انڈ کے چہرے پر مرکوز تھیں اور اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔ ''اب ان کا کیا حال ہے؟'' جین نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ انور علی نے جواب دیا۔ ''مجھے یقین ہے کہ آپ کو دیکھتے ہی ان کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ تشریف رکھیے۔'' جین آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ انور علی نے پاس ہی دوسری کرسی اٹھائی اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ جین نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ لیگر انڈ کی پیشانی پر

رکھ دیا اور پھر انور علی کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ ''ان کا بخار بہت تیز ہے؟''

انور علی نے آگے بڑھ کر لیگرانڈ کی نبض ٹٹولتے ہوئے کہا۔ ''رات کے وقت اس کا بخار بہت تیز تھا۔ میں ابھی طبیب کو بلاتا ہوں۔ امی جان کیسی تھیں؟''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''وہ بالکل ٹھیک تھیں۔ معاف کیجیے مجھے ان کے متعلق کچھ کہنا یاد نہیں رہا۔ ابھی تک میرے حواس درست نہیں ہوئے۔ مجھے یہ تمام واقعات ایک بھیانک سپنا معلوم ہوتے ہیں۔'' ان الفاظ کے ساتھ جین کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے اور وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔ انور علی نے کہا۔ ''جین لیگرانڈ کو حوصلہ دینے کے لیے تمہیں ہمت سے کام لینا چاہیے۔ میں ابھی آتا ہوں۔''

انور علی کمرے سے باہر نکل گیا۔ لیگرانڈ نے کچھ دیر کراہنے کے بعد آنکھیں کھول دیں اور چند ثانیے سکتے کے عالم میں جین کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نحیف آواز میں ''جین جین'' کہتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور جین نے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ لیگرانڈ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''جین تم یہاں تھیں اور میں تمہیں ہزاروں میل دور پیرس کی گلیوں میں تلاش کر رہا تھا۔ میں تمہارے انتظار میں موت سے لڑ رہا تھا اور اب میری ہمت جواب دے چکی تھی۔ جین میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ تم کب آئیں؟ تمہیں یہاں پہنچتے ہی مجھے جگا دینا چاہتا تھا۔''

''میں ابھی آئی ہوں۔'' جین نے جواب دیا۔ انور علی کہتا تھا کہ آپ بہت دیر کے بعد سوئے ہیں۔''

''وہ کہاں گیا ہے؟''

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

"وہ طبیب کو بلانے گیا ہے۔"

"اب مجھے طبیب کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔جین مجھے تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ تمہارے چہرے پر ایک دائمی مسکراہٹ دیکھنا میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی لیکن میں تمہیں آنسوؤں کے سوا کچھ نہ دے سکا۔" جین نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ "اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ زخم میں زیادہ تکلیف تو نہیں؟"

لیگرانڈ نے اپنے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے جواب دیا۔ "اب مجھے اس کے سوا کسی اور بات کا احساس نہیں کہ تم

Pdf by Road Sign

میری نگاہوں کے سامنے ہو۔ اب مجھے میری موت کا چہرہ بھی بھیانک محسوس نہیں ہوتا۔" لیگر انڈ نے کچھ دیر کھانسنے کے بعد پانی مانگا۔ جین نے جلدی سے اٹھ کر پاس ہی ایک صراحی سے پانی کا ایک پیالہ بھرا۔ لیگر انڈ درد سے کراہتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس نے جین کے ہاتھ سے پانی کا کٹورہ پکڑ کر منہ کو لگا لیا۔ پانی پینے کے بعد وہ بستر پر لیٹ گیا اور چند ثانیے بے حس و حرکت پڑا رہا۔ اس کی آنکھیں ایک ناقابل برداشت تکلیف کا اظہار کر رہی تھیں۔ انور علی طبیب اور ایک سپاہی جو دواؤں کا صندوقچہ اٹھائے ہوئے تھا' کمرے میں داخل ہوئے۔ جین کھڑی ہو گئی۔ طبیب نے لیگر انڈ کی نبض دیکھنے کے بعد انور علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "میں ان کا زخم صاف کرنے کے بعد پٹی تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔ بہتر ہو گا کہ آپ چند منٹ کے لیے مادام کو دوسرے کمرے میں بٹھا دیں۔"

Pdf by Road Sign
www.magspk.com

جین نے کہا۔ ’’نہیں میں یہیں رہوں گی۔‘‘ جب طبیب پٹی کھولنے لگا تو انور علی نے کہا۔ ’’مادام آپ بیٹھ جائیں۔‘‘ جین کرسی پر بیٹھ گئی۔ چند منٹ بعد لیگر انڈ کی مرہم پٹی سے فارغ ہو کر طبیب نے انور علی سے کہا۔ ’’آج ان کی حالت کچھ بہتر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن انہیں سخت آرام کی ضرورت ہے۔ ان کے لیے زیادہ باتیں کرنا بھی ٹھیک نہیں۔ میں اور دوا بھی بھیج دیتا ہوں۔ آپ تین تین گھنٹے کے بعد ایک ایک پڑیا کھلاتے رہیں۔ اگر انہیں نیند آ جائے تو جگانے کی کوشش نہ کریں۔‘‘

طبیب اور اس کا ساتھی کمرے سے باہر نکل گئے اور انور علی جین کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک نوکر طشت میں دودھ کا کٹورا اٹھائے کمرے میں داخل ہوا۔ انور علی آگے بڑھا اور لیگر انڈ کو سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ’’لیگر انڈ تمہارا ناشتہ آ گیا ہے۔‘‘

Pdf by Road Sign
www.magpk.com

لیگرانڈ نے کہا۔ ''مجھ سے پہلے آپ کو جین کا خیال کرنا چاہیے تھا۔'' تم فکر نہ کرو جین کا کھانا آ رہا ہے۔ نوکر نے طشت آگے کر دیا اور انور علی نے دودھ کا پیالہ اٹھا کر لیگرانڈ کے منہ کو لگا دیا۔ دودھ کے چند گھونٹ پینے کے بعد لیگرانڈ نے کہا۔ ''بس میں اس سے زیادہ نہیں پی سکتا۔'' لیگرانڈ نے پیالہ دوبارہ طشت میں رکھ دیا اور انور علی نے نوکر سے کہا۔ ''اب تم میم صاحب کے لیے کھانا لے آؤ اور اس کے بعد ان کے لیے یہاں ایک کھاٹ ڈال دو۔'' جین نے کہا۔ ''مجھے اس وقت بھوک نہیں ہے۔''

''نہیں آپ تھوڑا بہت ضرور کھا لیجیے؟'' نوکر نے کہا۔ ''اور آپ کا کھانا بھی یہیں لے آؤں؟'' انور علی کی بجائے لیگرانڈ نے جواب دیا۔ ''ہاں لے آؤ۔ تمہارا کیا خیال ہے یہ آج کھانا نہیں کھائیں گے۔ میرے خیال میں آج انہوں نے ناشتا بھی نہیں کیا۔''

ایک گھنٹہ بعد انور علی نے لیگرانڈ اور جینن سے اجازت لی اور ساتھ کے کمرے میں چلا گیا۔ گزشتہ بے خوابی اور تھکاوٹ کے باعث اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ وہ نڈھال ہو کر ایک کھاٹ پر لیٹ گیا۔ چند منٹ بعد وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ دو بجے کے قریب اسے جھنجھوڑ کر جگایا اور کہا۔ ''جناب میم صاحب آپ کو بلا رہی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ لیگرانڈ کی حالت ٹھیک نہیں۔'' انور علی جلدی سے اٹھا اور بھاگتا ہوا دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ لیگرانڈ سخت تکلیف کی حالت میں کراہ رہا تھا اور جینن اس کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی۔ ''کیا ہوا؟'' انور علی نے گھٹی ہوئی آواز میں سوال کیا۔ جینن نے جواب دیا۔ ''ان کی حالت ٹھیک نہیں۔ ابھی آپ کو آوازیں دے رہے تھے۔'' انور علی نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور نوکر سے کہا۔ ''تم فوراً طبیب کو بلاؤ۔'' نوکر چلا گیا۔ لیگرانڈ نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میرے دوست طبیب کو بلانے کی ضرورت نہیں تم میرے پاس بیٹھ جاؤ۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

انور علی کرسی گھسیٹ کر اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ لیگر انڈ نے تکلیف کی حالت میں تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور پھر انور علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''انور علی مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میرے بعد تم جین کا آخری سہارا ہو۔ زندگی میں تم میرے سب سے بڑے محسن تھے اور موت کے وقت اپنی روح کے لیے میں یہ اطمینان چاہتا ہوں کہ تم جین کو بے چارگی و بے بسی کا احساس نہیں ہونے دو گے۔''

Pdf by Road Sign

لیگر انڈ۔۔۔۔۔ انور علی نے آبدیدہ ہو کر کچھ کہنے کی کوشش کی۔ لیکن الفاظ اس کے سینے میں گھٹ کر رہ گئے۔ لیگر انڈ نے کہا۔ ''انور علی میں جین کو آنسوؤں کے سوا کچھ نہ دے سکا۔ لیکن تم اگر چاہو تو اسے زندگی کی تمام مسکراہٹیں اور قہقہے عطا کر سکتے ہو۔'' انور علی نے جین کی طرف دیکھا وہ سر جھکائے بیٹھی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ انور علی نے سراپا التجا بن کر کہا۔

''اپنے شوہر کو تسلی دو۔ اسے کہو مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ اسے خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونے دو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ٹھیک ہو جائے گا۔''
جین نے اضطراری حالت میں اپنا ہاتھ لیگر انڈ کے ماتھے پر رکھ دیا اور سسکیاں لینے لگی۔ لیگر انڈ نے کہا۔ ''انور علی اب مجھے تسلیاں دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس دنیا میں ہر مسافر کی ایک آخری منزل ہوتی ہے۔ مجھے صرف اس اطمینان کی ضرورت تھی کہ میرے بعد جین بے سہارا نہیں ہوگی''۔۔۔۔۔ پھر اس نے جین کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور دوسرا ہاتھ انور علی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''انور علی ذرا قریب آ جاؤ اور اپنا ہاتھ مجھے دو۔'' انور علی نے کرسی گھسیٹ کر آگے کر لیا اور اپنا ہاتھ لیگر انڈ کے ہاتھ میں دے دیا۔ لیگر انڈ نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ انور علی کا ہاتھ کھینچ کر جین کے ہاتھ کے اوپر رکھ دیا اور ایک گہری سانس لینے کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔ انور علی نے اپنے

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

جسم میں ایک کپکپی محسوس کی اور مضطرب سا ہو کر کہا۔ ''لیگر انڈ۔ لیگر انڈ۔'' لیگر انڈ نے آنکھیں کھولیں۔ اس کی سانس اکھڑ چکی تھی۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر ایک دلفریب تبسم کھیل رہا تھا۔ آہستہ آہستہ جین اور انور علی کے ہاتھوں پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی تھی۔ طبیب ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ ''آپ نے بہت دیر لگائی۔'' انور علی نے کہا۔ ''میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔'' طبیب نے جواب دیا۔ لیگر انڈ نے ایک جھرجھری لی اور انور علی نے آہستہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ طبیب نے جلدی سے اس کی نبض دیکھی اور گردن جھکا لی۔ جین کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھی رہی اور پھر بے اختیار لیگر انڈ کے سینے پر سر رکھ کر سسکیاں لینے لگی۔ طبیب نے انور علی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ میں نے بہت کم لوگوں کو اس بہادری سے موت کا مقابلہ کرتے دیکھا ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

چند منٹ بعد طبیب کمرے سے باہر نکل گیا۔ انور علی کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ بالآخر وہ اٹھا اور جین کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''جین تمہیں بہت حوصلے سے کام لینا چاہیے اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔'' غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے لیگرانڈ کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ چتل ڈرگ کے عیسائیوں کے ایک قبرستان میں دفن کیا جا رہا تھا۔

Pdf by Road Sign

ایک ہفتہ بعد جین اپنے کمرے کے دریچے کے سامنے کھڑی تھی۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ اور ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ ''کون ہے؟'' جین نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ انور علی کی آواز سنائی دی۔ ''میں اندر آ سکتا ہوں؟''

''آئیے۔'' انور علی کمرے میں داخل ہوا اور وہ ایک دوسرے کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ انور علی چند منٹ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔ ''جین مجھے ڈر ہے کہ مرہٹے عنقریب چتل ڈرگ پر حملہ کر دیں گے۔ ان حالات میں آپ کا یہاں رہنا ٹھیک نہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کسی تاخیر کے بغیر سرنگا پٹم چلی جائیں۔ فوجدار کی بھی یہی رائے ہے اور انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ کل صبح آپ کے سفر کا بندوبست کر دیں گے۔'' جین نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ ''میں آپ کے حکم کی تعمیل سے انکار نہیں کروں گی۔''

Pdf by Road Sign

''یہ حکم نہیں بلکہ ایک مجبوری ہے۔ مجھے اپنے متعلق ابھی سرنگاپٹم سے کوئی ہدایت نہیں ملی۔ فوجدار کی خواہش ہے کہ مجھے یہیں روک لیا جائے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ میں چند دن تک سرنگاپٹم یا کسی اور محاذ پر چلا جاؤں۔'' جین نے کہا۔ ''میں کل جانے کے لیے تیار ہوں لیکن آپ سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں۔''

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

''کہیے۔''

''میں آپ سے کوئی مطالبہ کرنے کا حق نہیں رکھتی۔ لیکن اگر میرے لیے نہیں تو کم از کم اپنی والدہ کی تسلی کے لیے خط ضرور لکھتے رہیں۔ وہ دھارواڑ سے کئی ہفتے آپ کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملنے کے باعث وہ سخت پریشان تھیں۔'' انور علی نے جواب دیا۔ ''دھارواڑ کے حالات ہی

ایسے تھے کہ میرے لیے خط بھیجنا ناممکن تھا۔ لیکن اب ہر ہفتے کم از کم ایک خط ضرور لکھا کروں گا۔ اور لیگرانڈ کی وفات کے بعد مجھ پر آپ کے حقوق کم نہیں ہوئے بلکہ زیادہ ہو گئے ہیں۔ اب آپ آرام کریں۔ اگر کل موسم ٹھیک ہوا تو آپ کو علی الصباح روانہ کر دیا جائے گا۔" انور علی یہ کہہ کر کھڑا ہوا اور چند ثانیے بعد کمرے سے باہر نکل گیا۔ جین دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ لیگرانڈ کی موت کے بعد ایسے مواقع بہت کم آئے تھے جب اس نے اطمینان کے ساتھ انور علی کے ساتھ باتیں کی تھیں۔ وہ صبح و شام اس کے کمرے میں آتا اور کھڑے کھڑے تسلی و تشفی کے چند الفاظ دہرانے کے بعد واپس چلا جاتا۔ کھانا کھاتے وقت بھی جین یہ محسوس کرتی کہ وہ صرف مجبوری کی حالت میں اس کے ساتھ شریک ہے ورنہ اس کے خیالات کہیں اور ہیں۔ کبھی کبھی غیر شعوری طور پر اس کی نگاہیں جین کے چہرے پر مرکوز ہو جاتیں۔ لیکن جین اس کی طرف

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

دیکھنے کی کوشش کرتی تو وہ پریشان سا ہو کر اپنی آنکھیں نیچی کر لیتا۔ جین کوئی سوال کرتی تو وہ مختصر سا جواب دے کر خاموش ہو جاتا۔

شروع شروع میں جین کا خیال تھا کہ انور علی کو جنگ کی کلفتوں اور لیگر انڈ کی موت کے صدمے نے نڈھال کر دیا ہے اور چند دنوں چند ہفتوں یا چند مہینوں کے بعد اس کے ذہن سے گزشتہ حادثات کے اثرات دور ہو جائیں گے۔ لیکن اب وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان اجنبیت کے پردے زیادہ دبیز ہوتے جا رہے ہیں۔ انور علی نے جو اسے پانڈی چری کی بندرگاہ پر ملا تھا اور جس کے ساتھ اس نے سرنگا پٹم تک سفر کیا تھا' اب اس کے لیے ایک معمہ بن چکا تھا۔ اگلی صبح وہ سفر کی تیاری کرنے کے بعد انور علی کا انتظار کر رہی تھی۔ ایک سپاہی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا ''آپ کے ساتھی سفر کے لیے تیار کھڑے ہیں۔'' جین نے گھٹی ہوئی آواز میں سوال کیا ''انور علی

کہاں ہیں؟'' سپاہی نے جواب دیا'' وہ بھی قلعے کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ چلیے'' جین سپاہی کے ساتھ چل پڑی۔ قلعے کے دروازے سے باہر چند سپاہی جو سرنگاپٹم سے اس کے ساتھ آئے تھے اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے اور انور علی انہیں ہدایات دے رہا تھا۔''

میم صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تمہیں راستے میں ان کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ اگر مجھے یہ شکایت ملی کہ انہیں راستے میں کوئی تکلیف ہوئی ہے تو میں تمہارے ساتھ بہت سختی سے پیش آؤں گا۔ چند دن تک تمہیں راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اطمینان اور آرام کے ساتھ سفر کرو؟'' جین انور علی کے پیچھے کھڑی یہ باتیں سن رہی تھی اور اس کی سرد مہری کے متعلق وہ اپنے خیالات میں ایک تبدیلی محسوس کر رہی تھی۔ انور علی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور ایک گھوڑے کی باگ پکڑ کر اس کے قریب لاتے ہوئے فرانسیسی زبان

Pdf by Road Sign
www.m...pk.com

میں کہا ''اب آپ سوار ہو جائیں تاکہ ہم پھر سے پیدل چل کر ایک منزل طے کر لیں۔''

Pdf by Road Sign

جین نے آبدیدہ سی ہو کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ انور علی نے اسے سہارا دے کر گھوڑے کی زین پر بٹھا دیا۔ وہ چند ثانیے تذبذب کی حالت میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ انور علی نے کہا۔ ''جین اگر خدا نے زندگی دی تو ہم دوبارہ ملیں گے۔ خدا حافظ'' جین کے ساتھی اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہو چکے تھے۔ اس نے ''خدا حافظ'' کہہ کر اپنے گھوڑے کی باگ موڑ لی اور یہ قافلہ روانہ ہوا۔ میسور میں جین کی زندگی کا ایک باب ختم ہو چکا تھا اور انور علی کے یہ الفاظ کہ ''اگر خدا نے زندگی دی تو ہم دوبارہ ملیں گے۔'' اس کی داستان حیات کے ایک نئے باب کا عنوان بن چکے تھے۔ انور علی اب اس کے لیے ایک معمانہ تھا۔

Pdf by Road Sign
www.magfun.com

دھاڑواڑ کی فتح کے بعد جنوب کی طرف مرہٹوں کا راستہ صاف ہو چکا تھا۔ پرس رام بھاؤ نے ماہ اپریل کے آخر میں دریائے تنگ بھدرہ عبور کیا اور راماگری پر قبضہ کرلیا۔ لارڈ کارنوالس کو یہ امید تھی کہ دھاڑواڑ کی فتح کے بعد بھاؤ کا لشکر کسی تاخیر کے بغیر کمپنی کی افواج سے آ ملے گا۔ لیکن پرس رام بھاؤ اپنا عقب محفوظ کیے بغیر آگے بڑھنا خطرناک سمجھتا تھا اس لیے راماگری سے چیتل ڈرگ کی طرف پیش قدمی کی لیکن اسے ہر قدم پر شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ مرہٹوں کا ایک اور لشکر گنپت راؤ میہن ڈیل کی کمان میں بدنور کی طرف بڑھا اور اس نے چند علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ لیکن شموگہ کی فوج نے جوابی حملے کرکے اسے پسپائی پر مجبور کردیا۔

ان حالات میں پرس رام بھاؤ نے چتل ڈرگ پر حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اپنی فوج کا ایک بڑا حصہ بدنور کے محاذ پر بھیج دیا۔ مرہٹوں نے بدنور کے چند علاقے دوبارہ فتح کر لیے۔ اس کے بعد مرہٹوں کی پیش قدمی کی رفتار بہت سست تھی اور لارڈ کارنوالس جو میر نظام علی کے لشکر کے ساتھ بنگلور سے سرنگا پٹم کی طرف پیش قدمی کر چکا تھا ایک بار پھر یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے مرہٹہ حلیف دھاڑواڑ سے نکلنے کے بعد ایک دلدل میں پھنس گئے ہیں۔

اس عرصہ میں مرہٹہ فوج کے سپہ سالار ہری پنت کی سرگرمیاں سرا کے علاقوں تک محدود تھیں اور وہ جنوب کی طرف پیش قدمی کے لیے مناسب حالات کا انتظار کر رہا تھا جب اسے سرنگا پٹم کی طرف لارڈ کارنوالس اور نظام کی افواج کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو اس نے شمال اور

Pdf by Road Sign
www.magsmpk.com

مغرب کے ہر محاذ کی مرہٹہ فوج کو سرنگا پٹم کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ لارڈ کارنوالس موسم برسات سے پہلے پہلے سرنگا پٹم فتح کرنا چاہتا تھا لیکن مرہٹوں کی سست رفتاری کے باعث اس کے تمام منصوبے خاک میں مل چکے تھے۔ منگلور سے نکلنے کے بعد اس نے راما گری اور میسور کے چند اور اہم قلعوں سے کترا کر ایک طویل اور دشوار گزار راستہ اختیار کیا۔ لیکن یہاں بھی اسے ہر قدم پر سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ راستے کی تمام بستیاں انسانوں کے وجود سے خالی تھیں اور انگریزی فوج کے چارے اور غلے کے ذخیروں کی جگہ راکھ کے انبار نظر آتے تھے۔ برسات شروع ہو چکی تھی اور چھوٹے چھوٹے نالے اور ندیاں دریا بن چکے تھے۔ چھاپہ مار دستوں کے پے در پے حملوں کے باعث رسد اور کمک کا نظام مکمل طور پر مفلوج ہو چکا تھا۔ چارے کی کمی کے باعث ہر روز سینکڑوں مویشی ہلاک ہو رہے تھے۔ سپاہیوں کو آدھے راشن پر گزارہ کرنا پڑتا تھا

Pdf by Road Sign
www.nadeurpk.com

قریباً دس دن کی مار ماری کے بعد کارنوالس کی فوج ان گنت مصائب کا سامنا کرنے کے بعد سرنگاپٹم سے نو میل مشرق کی طرف دریائے کاویری کے کنارے پہنچ چکی تھی اور اس عرصے میں سلطان کی باقاعدہ فوج کا سامنا کیے بغیر اس نے جو نقصانات اٹھائے تھے وہ کسی بڑی جنگ کے نقصانات سے کم نہ تھے اور اب جب وہ سرنگاپٹم کے قریب پہنچ چکا تھا تو دریائے کاویری کی سرکش موجیں اس کے راستے میں حائل تھیں۔

Pdf by Read Sign

ایک دن موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ منور خان بھاگتا ہوا مکان کے برآمدے میں داخل ہوا اور بلند آواز سے چلایا۔ بی بی جی! بی بی جی! مراد علی صاحب آ گئے ہیں۔" فرحت اور جبین نچلی منزل کے ایک کمرے سے نکل کر برآمدے میں آ گئیں۔ مراد علی صحن میں داخل ہوا۔ اس کا لباس کیچڑ اور پانی سے لت پت تھا۔ فرحت اسے دیکھتے ہی برآمدے سے نکل کر بڑھی اور بے اختیار اس کے ساتھ لپٹ گئی۔ مراد علی نے کہا "امی جان بارش ہو رہی ہے اور میرے کپڑے کیچڑ سے بھرے ہوئے ہیں۔" لیکن فرحت کو مراد علی کی موجودگی کے سوا کسی اور بات کا احساس نہ تھا۔ اس نے مراد علی کی آنکھوں اور پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا "میرے لال تمہیں دیکھنے کے بعد میں ساری عمر اس بارش میں کھڑی رہ سکتی ہوں۔"

Pdf by Road Sign

مراد علی اسے اپنے بازو کا سہارا دیے برآمدے کی طرف بڑھا۔ وہاں جین کو دیکھ کر چند ثانیہ اس کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ فرحت نے اپنی آنکھوں سے مسرت کے آنسو پونچھتے ہوئے شکایت کے لہجے میں کہا "مراد تم نے بہت پریشان کیا۔ مجھے کئی مہینوں سے تمہارے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ آخر تم کہاں تھے؟" مراد علی نے جواب دیا "امی جان ہماری فوج پہلے مالابار کی ساحلی چوکیوں کی حفاظت پر متعین تھی۔ اس کے بعد مجھے بدنور کے شمال میں مرہٹہ لشکر کی نقل و حرکت معلوم کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ پھر مجھے دریا کے کنارے ایک چھوٹے سے قلعے کی حفاظت پر متعین کر دیا گیا۔ ان حالات میں میرے لیے خط لکھنا ممکن نہیں تھا۔ فرحت نے کہا "بیٹا میں تم سے بہت باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ پہلے تم نہا کر کپڑے بدل لو۔"

Pdf by Road Sign
www.m...pk.com

مراد نے جواب دیا ''امی جان اگر شام تک بارش کا یہی حال رہا تو مجھے لباس تبدیل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا میں سورج غروب ہوتے ہی واپس چلا جاؤں گا۔'' ''کہاں؟'' ماں نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔ مراد علی مسکرایا ''امی جان پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں اب میں زیادہ دور نہیں جاؤں گا۔ مجھے یہاں سے کوئی پانچ میل دور دریا کے دوسرے کنارے ایک پہاڑی کی چوکی کی حفاظت پر متعین کیا گیا ہے۔ مجھے سرنگا پٹم کے مستقر میں حاضری دیتے ہی وہاں پہنچنے کا حکم مل گیا ہے۔'' فرحت نے منور خان کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''منور تم مراد کے کپڑوں کا ایک جوڑا نکال کر غسل خانے میں رکھ دو۔''

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

مراد علی قدرے جرأت سے کام لے کر جبین کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے مغموم لہجے میں کہا ''بہن مجھے لیگر انڈ کی موت کا بہت افسوس ہے۔ میں چتل ڈرگ سے ہو کر آیا ہوں۔'' فرحت نے چونک کر سوال کیا ''کیا تم انور سے ملے تھے؟''

''ہاں امی جان''

''وہ ٹھیک ہے نا؟''

''ہاں امی جان وہ بالکل ٹھیک ہیں۔'' جبین بڑی مشکل سے اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ فرحت نے کہا ''بیٹا چتل ڈرگ کے قلعے کو کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟'' ''نہیں امی جان چتل ڈرگ کا قلعہ بہت محفوظ ہے اور اب مرہٹوں کا رخ چتل ڈرگ کی بجائے سرنگا پٹم کی طرف

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

ہے۔" منور خان ایک کمرے سے نمودار ہوا اور اس نے کہا "جناب مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ کونسا لباس پسند کریں گے۔ اس لیے میں نے سفید کپڑوں کے ایک جوڑے کے علاوہ ایک نئی وردی بھی نکال کر غسل خانے میں رکھ دی ہے۔" مراد علی مسکرایا "بھئی تم بہت ہوشیار ہو گئے ہو۔ مجھے صرف وردی کی ضرورت ہے۔" تھوڑی دیر بعد مراد علی نئی وردی پہنے اپنی ماں اور جین کے ساتھ بالائی منزل کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا جین نے لیگر انڈ کی موت کی دردانگیز تفصیلات سنانے کے بعد کہا "پچھلے ہفتے موسیو لال یہاں آئے تھے اور وہ انگریزوں کی پیش قدمی کے متعلق بہت فکر مند تھے۔ اس کے بعد ہمیں چند دن تک کوئی تسلی بخش اطلاع نہیں ملی۔ کل ہم نے یہ خوشخبری سنی تھی کہ دریا کے پار ایک لڑائی میں انگریزوں کے سینکڑوں سپاہی مارے گئے ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

مراد علی نے کہا ''یہ خبر درست ہے انگریزوں کا واقعی بہت نقصان ہوا ہے اور انشاء اللہ دو چار دن تک آپ اس سے بڑی خوشخبری سنیں گی۔ گزشتہ چند دنوں میں حالات کافی بدل چکے ہیں ہم نے انگریزی فوج کی رسد اور کمک کے تمام راستے کاٹ دیئے ہیں۔ اب انہیں باہر سے اناج کا ایک دانہ نہیں مل سکے گا۔ ہمارے سواروں کے دستے تمام راستوں پر پہرہ دے رہے ہیں اب سرنگا پٹم سے زیادہ لارڈ کارنوالس کا اپنا لشکر محاصرے کی حالت میں ہے۔ قدرت نے ہماری بروقت مدد کی ہے۔ آپ خدا سے یہ دعا کریں کہ یہ بارشیں چند دن اور ختم نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ کاویری کی طغیانی سے انگریزوں کے حوصلے سرد پڑ جائیں گے۔ اس موسم میں سرنگا پٹم پر لارڈ کارنوالس کا فوری حملہ سلطان کی خواہش کے عین مطابق ہوگا۔ انگریزوں کے پڑاؤ پر ہماری ناکہ بندی اتنی سخت ہے کہ انہوں نے جو ایلچی مرہٹوں کی طرف روانہ کیے تھے وہ تمام

Pdf by Road Sign
www.magnumpk.com

گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ جین نے کہا ''آپ کا خیال ہے کہ مرہٹے انگریزوں کی مدد کے لیے نہیں آئیں گے؟''

''وہ ضرور آئیں گے۔ مجھے ان کی نقل و حرکت کا پورا علم ہے اور میں سلطان کو ان کی پیش قدمی سے باخبر کرنے کے لیے آیا تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم ان کی آمد سے پہلے لارڈ کارنوالس کے دانت کھٹے کر سکیں گے۔ جین نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا ''میں میسور کے مستقبل سے مایوس نہیں ہوں لیکن اس جنگ میں سلطان کو تین عظیم طاقتوں سے نپٹنا پڑے گا اور میسور کے جنگی وسائل بہر حال ان کی نسبت زیادہ محدود ہیں۔'' مراد علی نے جواب دیا ''میسور کے سپاہی اپنے جنگی وسائل کی نسبت اپنے مقاصد کی برتری پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارے لیے آزادی کی زندگی یا عزت کی موت کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ دشمن ہماری لاشیں روند سکتا ہے۔ ''ہمیں اپنی غلامی کا طوق پہننے پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ لیکن

Pdf by Road Sign

آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ میں سوئی غفلت اور آمدنی کے دشمن اس طرح اپنی تباہی کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔

Pdf by Read Sign

لارڈ کارنوالس کی مشکلات میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا جو رسد وہ اپنے ساتھ لایا تھا تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ چارے کی کمی کے باعث ہر روز اس کے کیمپ میں سینکڑوں گھوڑے اور مویشی ہلاک ہو رہے تھے۔ بھوکے سپاہی مردہ جانوروں کا گوشت کھانے پر مجبور ہو چکے تھے۔ لگاتار بارشوں کے ساتھ پڑاؤ میں بڑھتی ہوئی غلاظت کے باعث چیچک پیچش اور دوسری وبائیں پھوٹ نکلیں اور لارڈ کارنوالس کو اپنا کیمپ بیماروں کا ہسپتال نظر آنے لگا۔ میسور کے چھاپہ مار دستے کبھی دن اور کبھی رات کے وقت پڑاؤ کے آس پاس کے ٹیلوں اور پہاڑیوں پر نمودار ہوتے اور چند منٹ گولیاں برسانے کے بعد روپوش ہو جاتے۔ کمپنی کے سپاہیوں کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ اگر ان میں سے کوئی رات کے وقت نیند کی حالت میں بڑبڑا اٹھتا تو سارے کیمپ میں افراتفری مچ جاتی۔

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

میر نظام علی کے سپاہیوں کی حالت انگریزوں سے بھی زیادہ قابل رحم تھی۔ ان حالات میں لارڈ کارنوالس نے کسی تاخیر کے بغیر سرنگا پٹم پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ قلعے سے قریبا دریا کے قابل عبور حصے تک پہنچنے کے لیے اس کے راستے میں ایک ایسی پہاڑی حائل تھی جس کی چوٹی پر میسور کی توپیں نصب تھیں۔ لارڈ کارنوالس نے پورے جوش و خروش کے ساتھ اس پہاڑی پر حملہ کیا اور ایک گھمسان کی جنگ کے بعد اس پر قبضہ کرلیا۔ میسور کی فوج کے چند دستے پیچھے ہٹ گئے اور انگریزی فوج ان کے تعاقب میں دریا کے کنارے پہنچ گئی۔ لیکن جزیرے کی توپوں کی شدید گولہ باری کے باعث انہیں سخت نقصانات کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ اس ناکامی کے بعد لارڈ کارنوالس نے چند میل دور ہٹ کر ایک اور گھاٹ سے دریا عبور کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔

Pdf by Road Sign
www.maqbul.pk.com

لارڈ کارنوالس مرہٹوں کی نقل و حرکت سے بے خبر تھا اور اس کی آخری امید یہ تھی کہ مالابار کے راستے جنرل ایبرو کرومبی کی کمان میں کمپنی کی افواج اس کی مدد کے لیے پہنچنے والی ہیں اور وہ رسد، اسلحہ اور بارود کی ایک بہت بڑی مقدار اپنے ساتھ لا رہی ہیں۔ لیکن اچانک ایک دن اسے یہ اطلاع ملی کہ راستے میں میسور کے دستوں نے حملہ کر کے اس کا بیشتر سامان چھین لیا ہے۔ اس اطلاع کے بعد لارڈ کارنوالس کی مایوسی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ اس نے بادل ناخواستہ پسپا ہونے کا فیصلہ کیا۔ ایک رات حملہ آور فوج کے کیمپ سے آگ کے مہیب شعلے نمودار ہوئے اور میسور کے جاسوسوں نے سلطان ٹیپو کو اطلاع دی کہ لارڈ کارنوالس نے اپنی سینکڑوں بیل گاڑیاں، خیمے اور بارود کے سارے ذخیرے ایک جگہ جمع کر کے انہیں آگ لگا دی ہے اور اس نے اپنی بیشتر توپیں بھی ضائع کر دی ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.Paksociety.com

اگلی صبح لارڈ کارنوالس واپس بنگلور کارخ کر رہا تھا۔ بھوک اور بیماری کے باعث اس کے سپاہی راستے میں قدم قدم پر دم توڑ رہے تھے۔ بیل گاڑیوں سے محروم ہونے کے باعث جو تھوڑا بہت سامان یہ لوگ اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے تھے وہ راستے میں پھینکا جا رہا تھا۔ عقب اور بازوؤں سے میسور کے سواروں کے حملے کا خوف سے افراتفری کا یہ عالم تھا کہ کوئی اپنے گرے ہوئے ساتھی کو اٹھانے کے لیے تیار نہ تھا۔ بارش کے طوفان میں کوئی چھ میل طے کرنے کے بعد انگریزوں کو اپنے سامنے سواروں کے چند دستے دکھائی دیے اور ان کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد جب لارڈ کارنوالس اپنے ساتھیوں کی صفیں درست کر چکا تو سرپٹ سواروں کی ایک ٹولی اس کے قریب پہنچی اور اسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ میسور کے سپاہی نہیں بلکہ مرہٹہ لشکر کے ہراول دستے ہیں اور پرس رام بھاؤ' ہری پنت اور دوسرے مرہٹہ سردار باقی فوج

کے ساتھ صرف چند میل کے فاصلے پر ہیں۔ لارڈ کارنوالس نے اپنے لشکر کو پہاڑی کے دامن میں پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ چند گھنٹے بعد مرہٹوں کی باقی فوج بھی وہاں پہنچ گئی اور ہری پنت اپنے گھوڑے سے اترتے ہی لارڈ کارنوالس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا ''اب آپ کو پسپائی کا خیال ترک کر دینا چاہیے۔ ہم سرنگاپٹم فتح کیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔''

Pdf by Road Sign

لارڈ کارنوالس کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ تاہم اس نے انتہائی ضبط سے کام لیتے ہوئے جواب دیا۔ ''اگر آپ لوگ دو تین دن تک اور یہاں نہ پہنچتے تو میرا کوئی سپاہی آپ کے طعنے سننے کے لیے زندہ نہ ہوتا۔ میں شکر گزار ہوں کہ ہمارے اتحادیوں کی بروقت امانت سے ہمارے واپس بنگلور پہنچنے کے امکانات روشن ہو گئے ہیں۔'' ہری پنت نے جواب دیا ''جناب سرنگا پٹم پر چڑھائی کرنے سے پہلے اگر آپ ہمارا انتظار کر لیتے تو آپ کو ان حالات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ ہمیں تو کئی دن تک یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ آپ سرنگا پٹم کے قریب پہنچ چکے ہیں۔'' لارڈ کارنوالس نے کہا ''ہم نے برسات کے آغاز سے پہلے پہلے سرنگا پٹم فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور آپ میری تجاویز سے متفق تھے۔ میں نے چند دن یا چند ہفتے نہیں بلکہ چند مہینے آپ کا انتظار کرنے کے بعد بنگلور سے پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے بعد میں آپ کے پاس کئی ایلچی بھیج چکا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.urdupunk.com

”جناب یہ ہماری کوتاہی نہیں بلکہ ہمارے دشمن کا کمال ہے کہ آپ کا کوئی ایلچی ہمارے پاس نہیں پہنچ سکا اور ہم نے جو ایلچی آپ کی طرف روانہ کیے ہیں وہ بھی لاپتہ ہیں لیکن اب ہمیں ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر آپ کو رسد اور بارود کی ضرورت ہے تو وہ ہم مہیا کر سکتے ہیں۔ اب آپ پسپائی کا خیال ترک کر دیں۔“ ”نہیں“ لارڈ کارنوالس نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا ”اب مجھ میں دشمن کے مزید کمالات دیکھنے کی ہمت باقی نہیں رہی۔ آپ اگر مجھ پر کوئی مہربانی کر سکتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ آپ ہماری رہی سہی فوج کو بنگلور تک پہنچا دیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ میں سرنگا پٹم فتح کرنے کا ارادہ ترک کر چکا ہوں لیکن میری فوج کا جائزہ لینے کے بعد آپ کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ ان حالات میں ہمارے لیے جنگ جاری رکھنا خودکشی کے مترادف ہے۔ آپ ہمیں جو رسد اور بارود دیں گے وہ صرف

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

چند دن کے لیے کافی ہو گا اس کے بعد آپ کے لشکر کی حالت ہم سے مختلف نہیں ہو گی۔ موسم برسات کے اختتام تک میں اپنی فوج کو دوبارہ منظم کر سکوں گا۔ پھر اگر آپ نے ہمارا ساتھ دیا تو ہم اس شکست اور ناکامی کا پورا انتقام لے سکیں گے۔ اس وقت میرے سامنے صرف یہ مسئلہ ہے کہ ہم جلد از جلد بنگلور پہنچ جائیں۔ مجھے یقین ہے دشمن کے چھاپہ مار دستے اس وقت بھی ہمارے تعاقب میں ہیں اور اگر سلطان ٹیپو نے سرنگا پٹم سے نکل کر ہمارا پیچھا کیا تو ہمیں ایک عبرت ناک تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔" ہری پنت نے بددل ہو کر کہا "بہت اچھا اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.mazfun.com

ایک دن علی الصباح مراد علی مکان میں داخل ہوا۔ خادمہ صحن میں جھاڑو دے رہی تھی۔ مراد علی نے آگے بڑھ کر پوچھا "امی جان کہاں ہیں؟"

خادمہ نے جواب دیا "وہ اوپر نماز پڑھ رہی ہیں۔"

"اور جین کہاں ہے؟"

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

خادمہ مسکرائی "وہ بھی نماز پڑھ رہی ہیں۔"

مراد علی نے حیران سا ہو کر کہا "جین نماز پڑھ رہی ہے؟"

"جی ہاں اور اب ان کا نام جین نہیں منیرہ خانم ہے...... میں سچ کہتی ہوں وہ مسلمان ہو چکی ہیں۔"

مراد علی اپنے دل میں خوشگوار دھڑکنیں محسوس کرتا ہوا تیزی سے بالائی منزل کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ آخری سیڑھی کے لیے قریب پہنچ کر وہ ایک ثانیے کے لیے رکا اور پھر دبے پاؤں آگے بڑھا۔ بالائی منزل کے ایک کمرے سے اسے فرحت اور جبین کی آوازیں سنائی دیں اور وہ دروازے کے سامنے رک کر اندر جھانکنے لگا۔ فرحت اور جبین نماز سے فارغ ہو کر بارگاہ الٰہی میں ہاتھ پھیلائے بیٹھی تھیں۔ فرحت پرسوز آواز میں دعا مانگ رہی تھی اور جبین آہستہ آہستہ ان کے الفاظ دہرا رہی تھی۔ مراد علی دروازے سے ایک طرف ہٹ کر یہ دعا سننے لگا۔

Pdf by Road Sign

”مولائے کریم ہمارے سینے ایمان کی روشنی سے منور کر دے۔ ہمیں ہمت دے کہ ہم زندگی کے آلام و مصائب کا مقابلہ کر سکیں۔ تیری رحمت کے سوا ہمارا کوئی سہارا نہیں۔ ہمارے سلطان کو فتح دے۔ اسے اپنے دین کا بول بالا کرنے اور اسلام کے دشمنوں کو مغلوب کرنے کی طاقت دے۔ انور

اور مراد کو ان کے باپ کی روایات پر چلنے کی ہمت دے۔ میرے مولا وہ دن لا جب وہ فتح کے پرچم لہراتے ہوئے گھر واپس آئیں۔ میرے مولا ہمارے سلطان کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر، آمین" دعا کے بعد وہ باتیں کرنے میں مصروف ہو گئیں۔

جبین نے کہا "امی جان آج آپ بارش کے لیے دعا کرنا بھول گئیں؟" فرحت نے جواب دیا "بیٹی اب دشمن کی فوج پسپا ہو چکی ہے اور ہمیں یہاں مزید بارشوں کی ضرورت نہیں۔" امی جان سرنگا پٹم کے بعد ہماری دوسرے محاذوں پر اسی قسم کی بارش کی ضرورت ہے آپ دعا کریں کہ ہمارے دشمنوں کو میسور کی سرزمین پر ایک لمحہ کے لیے بھی چین نصیب نہ ہو اور وہ جہاں جائیں وہاں دنیا کے تمام بادل ان کے استقبال کے لیے موجود ہوں۔

مراد علی نے کہا "منیرہ بہن میں اندر آ سکتا ہوں؟"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

فرحت اور جبین نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور مراد علی مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ماں بلائیں لیتی ہوئی آگے بڑھی اور پیار سے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیے۔ جبین نے مصلی لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا اور فرحت سے دو تین قدم دور کھڑی ہو گئی۔ مراد علی نے جبین کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''اگر خادمہ نے میرے ساتھ مذاق نہیں کیا اور آپ سچ مچ مسلمان ہو گئی ہیں تو میں آپ کو اور آپ سے زیادہ امی جان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ منیرہ بہت اچھا نام ہے چتل ڈرگ میں بھائی جان نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے جبین کو خواب میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ منیرہ کاش آپ میری خوشی کا اندازہ لگا سکتیں''...... پھر اس نے غور سے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور فکر مند ہو کر کہا۔

''امی جان کیا بات ہے آپ بہت کمزور نظر آتی ہیں؟''

Pdf by Road Sign

"بیٹا میں تمہارے جاتے ہی بیمار ہوگئی تھی لیکن اس بیماری سے یہ فائدہ ہوا ہے کہ تمہاری بہن نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ منیرہ کا دل مدت سے اسلام قبول کرچکا تھا۔ لیکن میرا بخار اسے کلمہ پڑھوانے کے لیے بہانہ بن گیا۔ اب تم اطمینان سے بیٹھ کر ہمیں جنگ کے حالات سناؤ۔"

وہ قالین پر بیٹھ گئے اور مراد علی نے کہا "امی جان جنگ کے حالات اب ہمارے حق میں ہیں اگر دشمن پر بارش کے طوفان نازل کرنے میں منیرہ بہن کی دعاؤں کا کوئی دخل تھا تو میسور کے ہر سپاہی کو ان کا شکر گزار رہنا چاہیے۔"

منیرہ نے مسکرا کر کہا۔ "بھائی جان اگر میری دعاؤں میں تاثیر ہوتی تو آج سخت ترین بارش ہونی چاہیے تھی۔ کل جب آسمان صاف ہونے لگا تھا تو میں نے بڑے درد کے ساتھ مزید بارش کے لیے دعا کی تھی۔ آج بھی میں امی جان کے ساتھ تہجد کے لیے اٹھی تھی اور اس وقت سے دعا کررہی

Pdf by Road Sign
www.magsnpk.com

ہوں لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ اب آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا۔" مراد علی ہنس پڑا اور فرحت نے کہا "بیٹا تم نے جنگ کے متعلق اپنی بات ختم نہیں کی۔" مراد علی نے کہا "امی جان! خدا نے ہم پر فضل کیا ہے لارڈ کارنوالس اب مدت تک اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔ وہ اپنا بیشتر جنگی سامان ضائع کرنے کے بعد یہاں سے بھاگا ہے۔ مالابار کی طرف سے انگریزوں کی جو فوج آ رہی تھی وہ اپنا پورا توپ خانہ راستے میں چھوڑ کر پسپا ہو گئی ہے۔ ہمیں صرف ایک افسوس ہے اور وہ یہ کہ مرہٹوں کا ٹڈی دل لشکر بروقت پہنچ جانے کے باعث ہم لارڈ کارنوالس اور میر نظام علی کی افواج کا تعاقب جاری نہیں رکھ سکے۔ اگر مرہٹے صرف دو چار دن اور تاخیر سے کام لیتے تو میں آپ کو یہ خوشخبری سناتا کہ ہم نے میسور کی سرزمین پر کسی انگریز کو زندہ نہیں چھوڑا۔"

منیرہ نے پوچھا "اب انگریزوں کی فوج کہاں ہے؟"

Pdf by Road Sign
www.roadsign.pk.com

''اب وہ بنگلور پہنچ چکے ہیں۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تیاری کے بعد دوبارہ سرنگا پٹم پر چڑھائی کریں گے؟'' مراد علی نے جواب دیا'' کارنوالس برسات گزارنے سے پہلے سرنگا پٹم کا رخ کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ لیکن مرہٹوں کی آمد کے باعث دوسرے محاذوں پر دشمن کی سرگرمیاں تیز ہو جائیں گی مجھے آرام کے لیے تین دن کی چھٹی ملی ہے۔ لیکن سلطان کا حکم ہے کہ فوج کے تمام افسر اور سپاہی چوبیس گھنٹے تیار رہیں۔

عفرحت نے کہا'' بیٹا! نور علی کی طرف سے کوئی پیغام آیا؟'' امی جان جنگ کے دنوں میں خط بھیجنا آسان نہیں ہوتا۔ بھائی جان کے متعلق آپ کو فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔ چتل ڈرگ کا قلعہ بہت محفوظ ہے اور میں آج ہی ان کی طرف خط بھیجنے کی کوشش کروں گا۔ وہ یہ سن کر بہت خوش ہوں گے کہ منیرہ مسلمان ہو چکی ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.readgr.pk.com

''نہیں نہیں بھائی جان آپ انہیں میرے متعلق کچھ نہ بتائیں۔''

''کیوں آپا جان یہ کوئی چھپانے والی بات تو نہیں، میں تو سارے شہر میں یہ منادی کروانا چاہتا ہوں کہ میری بہن مسلمان ہو چکی ہے۔'' منیرہ نے ملتجی ہو کر فرحت کی طرف دیکھا اور اس نے کہا ''بیٹا منیرہ کی یہ خواہش ہے کہ تمہارا بھائی گھر پہنچ کر یہ خوشخبری سنے اور میں یہ وعدہ کر چکی ہوں کہ میں انور کو اس کے مسلمان ہونے کی اطلاع نہیں بھیجوں گی۔ تم اگر چاہو تو اسے یہ لکھ سکتے ہو کہ منیرہ بہت خوش اور صبح شام تمہاری سلامتی کے لیے دعائیں کرتی ہے۔''

''کیوں آپا جان یہ کوئی چھپانے والی بات تو نہیں، میں تو سارے شہر میں یہ منادی کروانا چاہتا ہوں کہ میری بہن مسلمان ہو چکی ہے۔'' منیرہ نے ملتجی ہو کر فرحت کی طرف دیکھا اور اس نے کہا ''بیٹا منیرہ کی یہ خواہش ہے کہ تمہارا بھائی گھر پہنچ کر یہ خوشخبری سنے اور میں یہ وعدہ کر چکی ہوں کہ میں انور کو اس

Pdf by Road Sign

کے مسلمان ہونے کی اطلاع نہیں بھیجوں گی۔ تم اگر چاہو تو اسے یہ لکھ سکتے ہو کہ منیرہ بہت خوش اور صبح شام تمہاری سلامتی کے لیے دعائیں کرتی ہے۔''

''نہیں نہیں۔'' منیرہ نے ملتجی ہو کر کہا ''انہیں صرف یہ بتا دینا کافی ہوگا کہ میں زندہ ہوں اور ان کے لیے میرا نام منیرہ نہیں بلکہ جینی ہے۔ بھائی جان! آپ وعدہ کریں کہ آپ انہیں میرے مسلمان ہونے کے متعلق کچھ نہیں لکھیں گے؟'' میں دلی پریشانی کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی حالت اس بچے کی سی تھی جس کے ہاتھ میں ایک دلچسپ کھلونا دے کر اسے یہ حکم سنا دیا گیا ہو کہ تم اس کے ساتھ دل بہلا سکتے ہو لیکن اپنے ساتھیوں کو نہیں دکھلا سکتے۔ اس نے کہا ''بہن میں آپ کے اعتراض کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ تاہم میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھائی جان کو آپ کے متعلق کچھ نہیں لکھوں گا۔''

سرنگا پٹم سے پسپائی کے بعد بنگلور میں اتحادی افواج کا اجتماع لارڈ کارنوالس کے لیے ایک پریشان کن مسئلہ بن چکا تھا۔ مرہٹہ فوج اپنے ساتھ جو فالتو رسد لائی تھی' وہ اتنے بڑے لشکر کے لیے چند دنوں کی ضرورت سے زیادہ نہ تھی۔ میر نظام علی اور مرہٹوں کی افواج جن راستوں سے رسد اور کمک حاصل کرتی تھیں وہ سلطان ٹیپو کے طوفانی دستوں کے پے درپے حملوں کے باعث مسدود ہو رہے تھے۔ برسات کی طغیانیوں میں کرناٹک سے رسد اور سامان جنگ حاصل کرنے کے لیے پالا گڈھ کا درہ سب سے آسان اور مختصر راستہ تھا۔ لیکن اس درے میں سلطان کے چند مضبوط قلعے حائل تھے۔ لارڈ کارنوالس کسی تاخیر کے بغیر ان قلعوں پر قبضہ کرنا اپنی زندگی اور موت کا مسئلہ سمجھتا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

لیکن پرسن رام بھاؤ' ہری پنت اور نظام کی فوج کے افسر اپنا عقب غیر محفوظ سمجھ کر یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ انگریزی فوج ان کے ساتھ سرا کی

طرف پیش قدمی کرے۔ کارنوالس جیسے جہاندیدہ سپاہی کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ سرا کی طرف پیش قدمی سے جس قدر نظام اور مرہٹوں کی افواج محفوظ ہوجائیں گے اسی قدر کمپنی کی افواج کی مشکلات میں اضافہ ہوجائے گا۔ مرہٹہ سردار اور نظام کی فوج کے افسر چند دن اس مسئلہ پر لارڈ کارنوالس کے ساتھ بحث کرتے رہے اور بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ مرہٹے اپنی بیشتر فوج سرا کی طرف روانہ کردیں۔ نظام کا لشکر شمال مشرق کی طرف پیش قدمی کرے اور انگریز کرناٹک کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لیے پالا گڈھ کے درے کی چوکیوں پر حملہ کردیں۔ چنانچہ ہری پنت نے اپنی فوج کے چند دستوں کو کارنوالس کی اعانت کے لیے روک لیے۔ باقی مرہٹہ فوج پرس رام کی کمان میں سرا کی طرف روانہ ہوگئی۔ دکن کے سپہ سالار نے بھی اپنی پیادہ اور سوار فوج کے چند دستے لارڈ کارنوالس کے سپرد کردیے اور باقی لشکر کے ساتھ گرم کنڈہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

Pdf by Road Sign

جولائی کے وسط میں لارڈ کارنوالس نے چند شدید معرکوں کے بعد ہوسر اور رایا کوٹی کے قلعوں کے علاوہ پالا کڈھ کے درے کی چند اور چوکیوں پر قبضہ کرلیا اور کمپنی کی فوج کے لیے کرناٹک سے رسد اور سامان جنگ حاصل کرنے کا راستہ صاف ہوگیا۔ اس کے بعد سرنگا پٹم کے گرد چند میل کے رقبہ کے سوا سارے میسور کو آگ اور خون کا طوفان اپنی آغوش میں لے چکا تھا۔ مرہٹوں کی ٹڈی دل فوج سرا اور اس کے جنوب مشرق میں دوسرے زرخیز علاقوں کو تخت وتاراج کررہی تھی۔ دکن کے سوا گرم کنڈہ کے اردگرد ایک وسیع علاقے میں تباہی مچا رہے تھے اور انگریزی افواج مغربی اور مشرقی ساحلوں کے درمیان جنوب کے وسیع علاقے فتح کرنے میں مصروف تھیں۔ اتحادی سرنگا پٹم پر دوبارہ یلغار کرنے سے پہلے سلطنت خداداد کے ان قلعوں اور چوکیوں کو فتح کرنا ضروری سمجھتے تھے جن کی افواج کی ناکہ بندی نے اس سے قبل لارڈ کارنوالس کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے تھے لیکن مختلف

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

محاذوں پر چند مہینے خونریز جنگیں لڑنے کے بعد انہیں بڑی شدت کے ساتھ اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ سرنگا پٹم کی طرح ان قلعوں اور چوکیوں کی قوت مدافعت کے متعلق بھی ان کے اندازے غلط تھے۔

میسور ایک وسیع دلدل تھا اور وہ آئے دن اس کے اندر دھنستے جا رہے تھے۔ مرہٹوں نے چند اہم شہروں اور قلعوں پر ناکام حملوں کے بعد اپنی تمام تر توجہ ان زرخیز علاقوں کو تباہ و برباد کرنے پر مرکوز کر دی تھی جہاں سے سلطان اپنی افواج کے لیے رسد حاصل کرتا تھا۔ شمال مغرب کے وسیع علاقوں میں انسانوں کی بستیوں کی بجائے راکھ کے انبار ان کی سفاکی اور بربریت کی گواہی دے رہے تھے۔ صوبہ سرا میں تباہی مچانے کے بعد پرس رام بھاؤ نے چتل ڈرگ کی طرف پیش قدمی کی لیکن اسے جلد ہی چتل ڈرگ کی دفاعی قوت کا اندازہ ہو گیا اور وہ راستے کی چند بستیوں اور چھوٹے چھوٹے شہروں

Pdf by Road Sign
www.mazaonpk.com

میں لوٹ مار کرنے کے بعد چاند گری کی طرف لوٹ آیا۔ اس کے بعد اس نے بدنور کا رخ کیا اور راستے کی چند چوکیوں پر قبضہ کرنے کے بعد شموگہ کے ضلع میں تباہی مچادی۔ یہاں انگریزی فوج کے ایک ہزار سپاہی اپنے توپ خانے سمیت اس کے ساتھ شامل ہو گئے اور جنوری ۱۷۹۱ء کے آغاز میں انہوں نے پے در پے حملوں کے بعد شموگہ کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ شموگہ کے بعد پرس رام نے بدنور کے دارالحکومت کی طرف پیش قدمی کی اور راستے میں اننت پور کے علاوہ چند اور چھوٹے چھوٹے قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ لیکن اس عرصہ میں اسے یہ اطلاع ملی کہ میر قمر الدین خان کی قیادت میں میسور کے سواروں کا ایک لشکر بدنور کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس اطلاع نے اسے جنوب مشرق کی طرف پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ جنوری کے آخر میں پرس رام کی افواج ہوتری ڈرگ کے مقام پر لارڈ کارنوالس کے لشکر میں شامل ہو گئیں۔ بدنور سے پسپا ہونے کے بعد مرہٹوں کا ٹڈی دل لشکر اپنے راستے کی

Pdf by Road Sign
www.maagy-apnk.com

lf by Road Sig

سرنگا پٹم سے لارڈ کارنوالس کی پسپائی کو دس مہینے گزر چکے تھے اور ان دس مہینوں میں کم از کم سات مہینے ایسے تھے جب کہ سلطنت خداداد کی تاریخ کا کوئی دن خونریز معرکوں اور سلطان ٹیپو کے اولوالعزم سپاہیوں کے تذکروں سے خالی نہ تھا۔ ان سات مہینوں کے دنوں اور راتوں کے بیشتر لمحات ایسے تھے جو شیر میسور نے گھوڑے کی زین پر گزارے تھے۔ یہ ایک ایسی جنگ تھی جس کی نظیر پورے ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ میسور کے جانبازوں کا کتنا خون تھا جو وطن کی آزادی کے لیے بہہ چکا تھا۔ کتنے شہر تھے جو ویران ہو چکے تھے۔ کتنی بستیاں تھیں جو راکھ کے انبار بن چکی تھیں۔ میسور کی رعایا کے کتنے آنسو تھے جو وطن کی خاک پر نچھاور ہو چکے تھے اور میسور کے مجاہدوں کے عزم و ثبات، جرأت و شجاعت اور ایثار و خلوص کی کتنی داستانیں تھیں جنہیں تاریخ اپنے صفحات میں جگہ نہیں دے سکی؟ آج دو صدیوں کے بعد ہم ان سوالات کا صحیح جواب نہیں دے سکتے تاہم جن داستانوں کو مورخوں نے

Pdf by Road Sign
www.ksbook.com

اپنی توجہ کے قابل سمجھا ہے وہ قیامت تک اس دنیا کے انسانوں سے خراج تحسین وصول کرتی رہیں گی۔ لارڈ کارنوالس کی پشت پر وہ قوم تھی جس کے جنگی وسائل لامحدود تھے۔ جنوبی ہند کے ساحلوں پر برطانیہ کے عظیم جنگی بیڑے کا تسلط تھا۔ اپنے رسد اور کمک کے راستے محفوظ کرنے کے بعد لارڈ کارنوالس جس قدر اسلحہ اور بارود حاصل کر چکا تھا وہ اس کی ضرورت سے کہیں زیادہ تھا۔ برطانیہ سے آنے والے تازہ دم سپاہی اس کی فوجی قوت میں آئے دن اضافہ کر رہے تھے۔ ہندوستان میں اس کے حلیف وہ تھے جو ہر میدان میں میسور کے ایک سپاہی کے مقابلے میں پانچ سپاہی لا سکتے تھے۔ ایک طویل عرصہ کے لیے انگریزوں کے علاوہ ہندوستان کی دو بڑی طاقتوں کا مقابلہ کرنا سلطان ٹیپو کی سپاہیانہ زندگی کا عظیم ترین کارنامہ تھا۔

Pdf by Road Sign
www.makfunpk.com

سلطان کی جنگ صرف دشمن کے خلاف مدافعانہ کارروائیوں تک محدود نہ تھی۔ اس کے جانباز اگر ایک میدان میں چند میل پیچھے ہٹتے تو دوسرے میدان میں دشمن کو چند میل پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ ایک دن یہ خبر آتی کہ آج فلاں قلعہ فلاں شہر یا فلاں چوکی پر دشمن نے قبضہ کر لیا ہے تو دوسرے دن یہ خبر آتی تھی کہ آج فلاں قلعے پر انگریزوں، مرہٹوں یا نظام کی بجائے سلطان ٹیپو کا پرچم لہرا رہا ہے۔ ایک دن لارڈ کارنوالس کا لشکر تور کی فتح پر خوشیاں منا رہا تھا تو چند دن بعد اس کے ایلچی اسے یہ خبر سنا رہے تھے کہ سلطان کی فوج نے کوئمبتور پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ جن ایام میں پرس رام بھاؤ کی افواج شموگہ اور بدنور کے علاقے تاخت و تاراج کر رہی تھیں انہیں ایام میں لارڈ کارنوالس کے کیمپ میں یہ دہائی مچی ہوئی تھی کہ سلطان کے طوفانی دستے سیم کے آس پاس انگریزوں کی چوکیاں تباہ کرنے کے بعد کرناٹک میں فورٹ سینٹ جارج کے دروازوں تک پہنچ چکے ہیں۔ ان جنگوں میں سلطان کے کئی تجربہ

Pdf by Road Sign

کار جرنیل شہید ہو چکے تھے۔ لیکن انگریز اور ان کے اتحادی یہ محسوس کر رہے تھے کہ سلطان کے ترکش میں ابھی بہت تیر باقی ہیں۔ سلطان کا اولوالعزم بیٹا فتح حیدر ان نوجوان افسروں میں سے ایک تھا جو اپنی تلواروں کی نوک سے سلطنت خداداد کی تاریخ کا ایک ورق الٹ رہے تھے۔ فتح حیدر کو اٹھارہ سال کی عمر میں میر نظام علی کے لشکر کے مقابلے کے لیے گرم کنڈہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ حافظ فرید الدین کی قیادت میں حیدر آباد کی فوج نے گرم کنڈہ سے چند میل دور اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ لیکن جواں سال شہزادے نے اسے عبرتناک شکست دی۔ حافظ فرید الدین جنگ میں مارا گیا اور فتح حیدر نے آگے بڑھ کر ایک شدید حملے کے بعد گرم کنڈہ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود سلطان ٹیپو اپنے محدود وسائل کے باعث جنگ کا پانسہ نہ پلٹ سکا لیکن یہ درست ہے کہ گزشتہ چند ماہ کے ان گنت معرکوں میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کے لشکر کے نقصانات میسور کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھے۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن ان کے وسائل اس قدر محدود تھے کہ وہ ہر وقت اپنے نقصانات کی تلافی کر سکتے تھے۔ اپنے نقل و حمل کے راستے محفوظ کر لینے کے بعد انہیں اسلحہ بارود رسد اور تازہ دم سپاہی حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہ تھی پرس رام اور ہری پنت کی پشت پر پوری مرہٹہ قوم تھی۔ حیدر آباد کی فوج کی اعانت کے لیے بھی تازہ دم دستے پہنچ رہے تھے۔ انگریز سپاہیوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔ لیکن سلطان کو باہر سے کسی اعانت کی امید نہ تھی۔ میسور کے زرخیز علاقے جہاں سے اسے رسد مل سکتی تھی تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ اتحادی ایسے کئی شہروں پر قبضہ کر چکے تھے جن کے کارخانوں میں میسور کے لیے اسلحہ اور بارود تیار ہو رہا تھا' سلطان کی آخری امید یہ تھی کہ جنگ کی طوالت کے باعث شاید اتحادی ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیں لیکن یہ امید بھی موہوم ثابت ہوئی میر نظام علی اور نانا فرنویس انگریزوں کے ساتھ وطن کی عزت اور آزادی کا سودا کر چکے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

ماہ فروری ۱۷۹۲ء کے آغاز میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کی فوجیں اپنے عقب سے پوری طرح مطمئن ہو کر سرنگاپٹم کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

Pdf by Read Sign

ایک دوپہر فرحت اور منیرہ نچلی منزل کے ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ فرحت ایک کتاب پڑھ رہی تھی اور منیرہ کپڑا سینے میں مصروف تھی۔ اچانک انہیں دروازے کے قریب مراد علی کی آواز سنائی دی ''امی جان!'' فرحت کے ہاتھ سے کتاب گر پڑی اور وہ دم بخود ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

مراد علی لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ منیرہ کپڑا ایک طرف پھینک کر جلدی سے آگے بڑھی اور اس کا بازو پکڑ کر بولی ''بھائی جان' کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں بہن میں بالکل ٹھیک ہوں'' یہ کہہ کر مراد علی آگے بڑھا اور فرحت کے قریب بیٹھ گیا۔ فرحت چند ثانیے سکتے کے عالم میں اس کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اچانک اس نے مراد علی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کا سر اپنی آغوش میں لے لیا۔ ''میرے لال!'' اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ''میرے لال تم بہت کمزور ہو گئے ہو اور اتنی مدت کے بعد میرے کانوں کو تمہاری آواز بھی اجنبی محسوس ہوتی ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.megapk.com

مراد علی نے تھکی ہوئی آواز میں کہا ''امی جان مجھے کئی دن سے آرام نہیں ملا اور میں نے دو دن سے کھانا بھی نہیں کھایا۔''

''میں ابھی کھانا تیار کرواتی ہوں۔'' منیرہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی' مراد علی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور بولا ''امی جان' بھائی جان کا کوئی خط آیا ہے؟'' ماں نے آبدیدہ ہو کر کہا ''نہیں دو ماہ سے اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس نے اپنے آخری خط میں لکھا تھا کہ میں چتل ڈرگ سے شموگہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس کے بعد کوئی اطلاع نہیں آئی۔'' مراد علی کچھ دیر سر جھکا کر سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا ''امی جان آپ فکر نہ کریں مجھے یقین ہے کہ بھائی جان محفوظ ہیں۔ موجودہ حالات میں ان کے لیے خط بھیجنا بہت مشکل ہے۔'' منیرہ کمرے میں داخل ہوئی اور مراد کے قریب ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی ''آپ کا کھانا چند منٹ میں تیار ہو جائے گا۔ امی جان آپ کے متعلق بہت پریشان تھیں۔ آپ اتنا عرصہ کہاں تھے؟''

Pdf by Road Sign

مراد علی نے جواب دیا ''گزشتہ چار ماہ سے میں غازی خان کے ساتھ تھا اور ہمیں کبھی عقب سے انگریزوں کی رسد اور کمک کے راستے کاٹنے اور کبھی اپنی رسد کے قافلوں کی حفاظت اور کبھی مرہٹوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ گرم کنڈہ کی جنگ میں میں شہزادہ فتح حیدر کے ساتھ تھا۔ اس کے بعد مجھے کوئمبتور کے محاذ پر بھیج دیا گیا تھا۔ کوئمبتور فتح کرنے کے بعد ہمارے دستے کرناٹک کے وسط تک پہنچ چکے تھے۔ اگر ہم چند دن شمال مشرق کی طرف سے مرہٹوں کی لاتعداد فوج کی پیش قدمی روک سکتے تو آج لارڈ کارنوالس کو سرنگاپٹم پر حملہ کرنے کی بجائے مشرقی ساحل کی بندرگاہیں بچانے کی فکر ہوتی۔''

''اور اب کیا ہوگا؟'' منیرہ نے مغموم لہجے میں سوال کیا۔ مراد علی نے جواب دیا ''اب میسور کی آزادی کی جنگ سرنگاپٹم کی خندقوں، فصیلوں، گلیوں اور بازاروں میں لڑی جائے گی۔ دشمن ہماری لاشیں روندے بغیر ہماری آزادی کے پرچم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اب ہماری کوشش یہ ہوگی کہ دشمن کو

موسم برسات تک کاویری کے پار روکا جائے اور برسات کے موسم میں ہم اپنے دشمنوں پر ایک بار پھر یہ ثابت کر سکیں گے کہ انہوں نے اس مرتبہ بھی ہماری قوت کا صحیح اندازہ لگانے میں غلطی کی ہے۔''

فرحت نے پوچھا ''بیٹا اب تمہیں کہیں باہر تو نہیں بھیجا جائے گا؟''

''مجھے معلوم نہیں امی جان' لیکن میرا خیال ہے کہ موسم برسات کے آغاز تک میں یہیں رہوں گا۔ لیکن یہاں بھی میری مصروفیات ایسی ہوں گی کہ میں شاید ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکوں۔''

Pdf by Roed Sign
www.magfunpk.com

دریائے کاویری کی دوشاخوں کے درمیان سرنگا پٹم کا جزیرہ ساڑھے تین میل لمبا اور ڈیڑھ میل چوڑا تھا۔ شمالی مغربی کونے میں جزیرے کے قریباً ایک تہائی حصہ قدیم شہر اور قلعے کی خندقوں اور فصیلوں کے اندر گھرا ہوا تھا۔ بیرونی فصیل کے بعض حصے بیس فٹ اور بعض پینتیس فٹ بلند تھے۔ شاہی محل شمال کی جانب تھا۔ قلعے کے شمال مشرقی کونے سے پانچ سوگز مشرق کی طرف جو مورچے تعمیر کیے گئے تھے وہ مٹی کی ایک کشادہ اور بلند دیوار سے گھرے ہوئے تھے جزیرے کے مشرقی حصے کے عین درمیان ایک پر رونق قصبہ شہر گنجام کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس سے متصل مشرقی کونے میں لال باغ تھا۔ دریا کی دوشاخوں کے علاوہ جگہ جگہ بلند پشتوں پر سلطان کی توپیں جزیرے کے اس حصے کی حفاظت کرتی تھیں۔ جزیرے کے اندرونی حصوں میں بھی جگہ جگہ فصیلوں اور پشتوں پر توپیں نصب تھیں۔ اس کے علاوہ کناروں کے ساتھ ساتھ بانس کے گھنے درخت اور خاردار جھاڑیاں ایک باڑ

کا کام دیتی تھیں شمال مشرق کی طرف دریا کے پار ایک پہاڑی پر سلطان کے توپ خانے ایک بیرونی دفاعی خط کا کام دیتے تھے۔ پانچ ہزار سواروں اور چالیس ہزار پیادہ سپاہیوں پر مشتمل فوج اس جزیرے کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی تھی۔

۵ فروری کے دن اتحادی افواج سرنگا پٹم کے شمال میں قریباً چار میل کے فاصلے پر فرنچ راکس کے پیچھے پڑاؤ ڈال چکی تھیں۔ لارڈ کارنوالس کی فوج بائیس ہزار آزمودہ کار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ حیدرآباد کے اٹھارہ ہزار سواروں کے علاوہ کمپنی کی دو بٹالین شہزادہ سکندر جاہ کی کمان میں تھیں اور ہری پنت کے لشکر کے علاوہ بارہ ہزار مرہٹہ سوار سرنگا پٹم کے معرکے میں حصہ لینے کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ انگریزوں اور ان کے اتحادیوں کے لیے سرنگا پٹم پر قبضہ کرنا اپنے وقار کا مسئلہ بن چکا تھا۔ انہیں اپنی قوت کی برتری کا احساس تھا لیکن اس کے باوجود وہ جنگ کی طوالت اپنے لیے خطرناک سمجھتے تھے۔

Pdf by Road Sign

سرنگا پٹم پر گزشتہ حملے کے دوران میں لارڈ کارنوالس نے جو سبق سیکھا تھا اس کے بعد وہ برسات کی طغیانیوں کو سلطان ٹیپو کا سب سے خطرناک حلیف سمجھتا تھا۔

برسات کی آمد میں صرف اڑھائی یا تین مہینے باقی تھے اور اتحادی بڑی شدت کے ساتھ یہ محسوس کرتے تھے کہ اگر یہ جنگ برسات سے پہلے ختم نہ ہوئی تو بیرونی قلعوں اور چوکیوں میں سلطان کی رہی سہی فوج کی سرگرمیوں سے ان کا عقب انتہائی غیر محفوظ ہو جائے گا۔ پرس رام بھاؤ کا لشکر اور بمبئی کے گورا سپاہی جو ابر کرومبی کے ساتھ آرہے تھے ابھی سرنگا پٹم کے راستے میں تھے۔ سکندر جاہ اور ہری پنت حملہ کرنے سے پہلے ان کا انتظار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن لارڈ کارنوالس معمولی تاخیر بھی اپنے لیے خطرناک سمجھتا تھا۔

Pdf by Road Sign

۶ فروری کو غروب آفتاب سے دو گھنٹے بعد انگریزی فوج کے پیادہ دستے تین حصوں میں تقسیم ہو کر جزیرے کا رخ کر رہے تھے۔ دریا سے کچھ دور وہ چلنے کی بجائے زمین پر رینگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ سردی کے موسم میں دریا پایاب تھا اور حملہ آوروں کے تین ڈویژن آدھی رات کے قریب شمال مشرقی کنارے کے بعض مقامات پر پاؤں جما کر بانس کے گھنے درختوں سے اپنا راستہ صاف کر رہے تھے۔ سرنگا پٹم کے محافظوں کے لیے یہ حملہ غیر متوقع تھا اور رات کے وقت بیرونی پشتوں سے ان کی گولہ باری زیادہ موثر نہ تھی۔ سلطان کی سوار فوج کے میدان میں آنے سے قبل حملہ آور چند پشتوں پر قبضہ کر چکا تھا۔ جنرل میڈوز ایک ڈویژن کے ساتھ عید گاہ کے پشتے کے قریب جا نکلا جہاں سید حمید کے دستے متعین تھے۔ سید حمید اور اس کے چار سو ساتھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور جنرل میڈوز نے پشتے پر قبضہ کر لیا۔ اس عرصہ میں انگریزی فوج کا دوسرا ڈویژن دولت باغ کے قریب شدت

Pdf by Road Sign

کی گولہ باری کا سامنا کرنے کے بعد پسپائی اختیار کر رہا تھا۔ تیسرا ڈویژن ایک گھمسان کی لڑائی کے بعد مشرقی کنارے کی چند توپوں پر قابض ہو چکا تھا۔ رات کے تیسرے پہر جزیرے کے بیرونی مورچوں اور پشتوں کے محافظ ایک غیر منظم صورت میں جگہ جگہ حملہ آوروں کا مقابلہ کر رہے تھے اور اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر کارنوالس کی فوج کے کئی اور دستے دریا عبور کر کے دولت باغ اور شہر گنجام کے مشرق میں کئی اہم مورچوں پر قابض ہو گئے۔

طلوع سحر کے قریب سلطان کے پیادہ اور سوار سپاہیوں نے ایک خونریز لڑائی کے بعد چند مورچوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ لیکن سرنگا پٹم کی پہلی دفاعی لائن ٹوٹ چکی تھی اور طلوع آفتاب سے کچھ دیر بعد حیدر آبادی اور مرہٹہ افواج بھی جزیرے کے بعض حصوں پر پاؤں جما چکی تھیں۔ گزشتہ رات کی لڑائی کے شدید نقصانات کے باوجود اتحادیوں کی یہ کامیابی ان کی توقع سے زیادہ تھی۔ لیکن دوپہر کے وقت انہیں پھر ایک بار سلطان کا پلہ بھاری نظر

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

آ تا تھا میسور کے جانباز پے در پے حملوں سے انہیں دریا کی طرف دھکیل رہے تھے۔ لارڈ کارنوالس کو اس بات کا یقین تھا کہ اتحادی افواج جزیرے پر پاؤں جمانے کے بعد چند گھنٹے کے اندر اندر قلعے کے دروازے توڑ رہی ہوں گی لیکن اس کی یہ توقع غلط ثابت ہوئی۔ اتحادی افواج پورے اٹھارہ دن کی پیہم جدوجہد کے باوجود ان مورچوں سے آگے نہ بڑھ سکیں جن پر انہوں نے جنگ کے ابتدائی چند گھنٹوں میں قبضہ کرلیا تھا۔ قلعے کے اردگرد کے مورچوں اور پشتوں پر سلطان کے جانباز ابھی تک ڈٹے ہوئے تھے اور قلعے کی فصیلیں اور خندقیں لارڈ کارنوالس کو ایک اور طویل اور صبر آزما جنگ کا پیغام دے رہی تھیں۔

ایک رات مراد علی نے اپنے مکان کی ڈیوڑھی کے دروازے پر دستک دی۔ کریم خان نے دروازہ کھولا اور کہا ''خدا کا شکر ہے کہ آپ آ گئے۔ دلاور خان کی حالت بہت خراب ہے۔''

''کیا ہوا اسے؟'' مراد علی نے پریشان سا ہو کر پوچھا۔ ''جی اسے بخار ہے۔ طبیب ابھی دیکھ کر گیا ہے اور بی بی جی اس کے پاس بیٹھی ہوئی ہیں۔'' مراد علی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا ڈیوڑھی سے تھوڑی دور نوکروں کی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ دلاور خان آنکھیں بند کیے بستر پر پڑا تھا اور فرحت اور منیرہ اس کے پاس ایک چھوٹی سی کھاٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ منور ایک طرف دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ مراد علی ''السلام علیکم'' کہہ کر آگے بڑھا اور اس نے دلاور خان کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا۔ دلاور خان نے آنکھیں کھولیں اور چند ثانیے ٹکٹکی باندھ کر مراد علی کی طرف دیکھتا رہا۔

Pdf by Road Sign
www.maeer-apk.com

بالآخر اس نے نحیف آواز میں کہا۔ "میں بڑی بے تابی سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ بی بی جی کہتی ہیں لڑائی بند ہو گئی ہے؟"

"ہاں چچا لڑائی بند ہو گئی ہے لیکن دشمنوں نے صلح کے لیے جو شرائط پیش کی ہیں وہ شاید سلطان معظم کے لیے قابل قبول نہ ہوں.........." پھر وہ فرحت کی طرف متوجہ ہو کر بولا "امی جان انہیں کب سے بخار ہے؟"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

"بیٹا یہ پرسوں سے اسی طرح پڑا ہوا ہے۔" دلاور خان نے کہا "آپ کو میری بیماری سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے یہ بتائیے کہ دشمن نے صلح کے لیے کیا شرائط پیش کی ہیں؟" مراد علی نے جواب دیا۔ دشمن نے ہماری آدھی سلطنت کے علاوہ تین کروڑ اور ساٹھ لاکھ روپے تاوان کا مطالبہ کیا ہے۔ اس میں سے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ ہمیں فی الفور ادا کرنا ہوگا اور باقی ایک سال کے اندر اندر چار قسطوں میں ادا کرنا پڑے گا۔ جب صلح کے

معاہدے کی تمام تفصیلات طے ہو جائیں گی تو فریقین جنگی قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔"

فرحت نے مغموم لہجے میں کہا "بیٹا یہ شرائط تو بہت سخت ہیں!" مراد علی نے کہا "امی جان ان حالات میں ہم اپنے دشمنوں سے بہتر شرائط کی توقع نہیں کر سکتے وہ ہمارے زخم دیکھ چکے ہیں۔ اگر انہیں جنگ کی صورت کا خوف نہ ہوتا تو وہ ان شرائط پر بھی صلح کے لیے آمادگی ظاہر نہ کرتے۔ آج زمانے کی گردش نے گیدڑوں کو شیر اور گدھوں کو عقاب بنا دیا ہے ہمارے لیے اس سے زیادہ المناک بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ انگریز مسلمانوں کی عزت اور ناموس کے سب سے بڑے محافظ سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم اپنے دو بیٹوں کو یرغمال کے طور پر ہمارے حوالے کر دو!"

Pdf by Road Sign
www.maafunpk.com

منیرہ نے آبدیدہ ہو کر کہا ”لیکن بھائی جان یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سلطان ٹیپو اپنے بیٹوں کو انگریز کے حوالے کر دے؟“ مراد علی نے جواب دیا ”اس وقت سلطان معظم اپنے بیٹوں سے زیادہ اپنی رعایا کے متعلق سوچتے ہوں گے۔ اگر انہیں صلح کی صورت میں میسور کا کوئی فائدہ نظر آیا تو وہ ایک باپ کی محبت کو ایک حکمران کے فرائض پر اثر انداز نہیں ہونے دیں گے۔“ دلاور خان ایک سکتے کے عالم میں کچھ دیر مراد علی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا اور غضبناک لہجے میں چلانے لگا۔ ”نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا میسور کے سپاہی کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ ان کے شہزادے دشمن کے حوالے کر دیے جائیں۔ میسور کی رعایا کے لیے ایسی صلح موت سے بدتر ہوگی۔ جب ایسا وقت آئے گا تو وہ میسور کے شہزادوں کے راستے میں لاشوں کی سیج بچھانے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔“

Pdf by Road Sign
www.roadsign.pk.com

مراد علی نے کہا ''چچا آپ آرام سے پڑے رہیں۔ سلطان معظم کو اپنی رعایا کی وفاداری اور اپنے سپاہیوں کی ہمت و شجاعت کے متعلق کوئی شبہ نہیں۔'' دلاور خان کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن اچانک شدید کھانسی کے باعث اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ دو تین منٹ کھانسنے کے بعد اس نے نڈھال سا ہو کر آنکھیں بند کر لیں اور مراد علی نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر بستر پر لٹا دیا۔ تھوڑی دیر کمرے میں خاموشی طاری رہی بالآخر مراد علی نے اپنی ماں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''امی جان آپ جا کر آرام کریں میں یہاں بیٹھتا ہوں'' دلاور خان نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور مراد علی کی طرف متوجہ ہو کر نحیف آواز میں کہا ''آپ کو میرے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ آپ گھر جا کر کھانا کھائیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ابھی تک شاید بی بی اور منیرہ نے بھی کھانا نہیں کھایا۔''

Pdf by Road Sign

مراد علی تھوڑی دیر تذبذب کے بعد اٹھتے ہوئے کہا ''بہت اچھا میں ابھی آتا ہوں' منور تم چچا کے پاس رہو اور کریم خان کو بھی یہاں بلا لو۔''

دلاور خان نے کہا ''نہیں جی کریم خان کی یہاں ضرورت نہیں۔ وہ بہت بے وقوف ہے۔''

''کیوں چچا کیا کیا اس نے؟''

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

''جی اسے بار بار نبض ٹٹولنے کا شوق ہے اور مجھے اس کی تیمارداری سے بہت تکلیف ہوتی ہے جب صابر بیمار ہوا تھا تو وہ یہ کہا کرتا تھا کہ میرا باپ اسی بیماری سے مرا تھا۔ اور اب میں بیمار ہوا ہوں تو وہ یہ کہتا ہے کہ میری ماں کو بالکل یہی بیماری تھی۔ شہر میں کوئی سنیاسی اس کا دوست ہے اور اس نے اسے چند بوٹیوں کے نام بتا دیے ہیں اب یہ ہر روز کسی درخت یا جھاڑی کے پتے توڑ کر میرے پاس لے آتا ہے اور مجھے مجبور کرتا ہے کہ حکیم

صاحب کی دوائی کھانے کی بجائے اس کا نسخہ استعمال کروں۔''

منیرہ نے فکرمندی ہوکر کہا ''آپ نے اس کی دی ہوئی کوئی دوائی کھائی تو نہیں؟''

Pdf by Road Sign

''نہیں جی میں کوئی بے وقوف تھوڑی ہوں۔'' مراد علی نے منور سے کہا ''تم ان کا خیال رکھو اور کریم خان سے کہو نہیں پریشان نہ کرے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ آیئے امی جان!'' فرحت اور منیرہ انہیں اور مراد علی کے پیچھے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

۲۶ فروری کی دوپہر سلطان ٹیپو کے دو کمسن بیٹے شہزادہ عبدالخالق اور شہزادہ معز الدین قلعے سے باہر نکلے اور سجے ہوئے ہاتھیوں پر سوار ہو گئے۔ ان کے آگے چند آدمی نیزے اور جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے۔ پیچھے دو اور ہاتھیوں پر سلطان کے وکیل غلام علی اور رضا علی سوار تھے، ہاتھیوں کے پیچھے قریباً دو سو سوار اور پیادہ سپاہی تھے۔ دروازے کے سامنے کشادہ میدان میں ہزاروں انسان اپنے حکمران کے بیٹوں کو الوداع کہنے کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ سلطان ٹیپو فصیل کے ایک برج سے یہ دلگداز منظر دیکھ رہا تھا۔ شہزادہ عبدالخالق کی عمر آٹھ سال اور معز الدین ابھی پانچ سال کا تھا۔ قلعے کی توپوں نے سلامی دی اور یہ قافلہ روانہ ہوا قلعے کی فصیل سے یہ منظر دیکھنے والے سپاہیوں اور دروازوں کے سامنے کھڑے ہونے والے لوگوں میں کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز نہ تھیں۔ لیکن سلطان کے چہرے پر ایک نہایت درجے کا سکون تھا۔ ایک افسر نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا ”عالی

جاہ! ڈھونڈ یا واغ قدم بوسی کی اجازت چاہتا ہے۔''

''ڈھونڈ یا واغ! وہ کہاں ہے؟''

''عالی جاہ! وہ ابھی پہنچا ہے میں نے اس کہا تھا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی لیکن وہ مصر ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''بلاؤ اسے!'' افسر سلام کر کے نیچے اتر گیا اور تھوڑی دیر بعد ڈھونڈ یا واغ سیڑھیوں سے نمودار ہوا۔ اس نے آگے بڑھ کر سلطان کے پاؤں چھونے کی کوشش کی لیکن سلطان نے اسے ہاتھ کے اشارے سے منع کرتے ہوئے کہا ''مجھے تمہارے آداب پسند نہیں کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

ڈھونڈ یا واغ نے آبدیدہ ہو کر کہا ''عالی جاہ! میں یہ التجا لے کر آیا ہوں کہ آپ شہزادوں کو دشمن کے حوالے نہ کریں۔''

سلطان نے جواب دیا ''اب ان باتوں کا وقت گزر چکا ہے۔''

''لیکن عالیجاہ! صلح کے متعلق دشمن کی نیت نیک نہیں میں کل سے دشمن کے پڑاؤ کا چکر لگا رہا تھا اور میں نے اپنے کانوں سے کئی مرتبہ مرہٹہ سرداروں کو باتیں کرتے سنا ہے وہ شہزادوں کو قیدی بنا کر آپ سے بدترین شرائط منوانا چاہتے ہیں۔''

Pdf by Road Sign

سلطان نے کہا ''ڈھونڈیا واغ! ایک سپاہی کی زندگی میں کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے جب اسے لڑنے کی بجائے اپنی تلوار نیام میں ڈالنے کے لیے زیادہ ہمت کی ضرورت ہوتی ہے تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میرے دشمن کیسے ہیں اور ان کے عزائم کیسے ہیں میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔''

”اور عالیجاہ! یہ جانتے ہوئے بھی آپ اپنے بیٹوں کو ان کے حوالے کر رہے ہیں؟“

”میری جنگ اپنے بیٹوں کے لیے نہیں میسور کے لیے تھی اور اب میسور کے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنی تلوار نیام میں ڈال لوں۔ موجودہ حالات میں اپنی رعایا سے مزید قربانیوں کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ تم کاویری کے پار ہماری بستیوں کا حال دیکھ چکے ہو۔ جو دشمن کے ہاتھوں تباہ ہو چکی ہیں اور میں تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میری بے بس رعایا کو امن کی ضرورت ہے۔ میں نے یہ جنگ شروع نہیں کی تھی۔ تم جانتے ہو کہ میں میسور کو اس جنگ کی آگ سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کر چکا ہوں۔ اب اگر دشمن نے کسی وجہ سے صلح کے لیے آمادگی ظاہر کی ہے تو میں مستقبل کی امید پر حال کی تلخیاں برداشت کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔“

Pdf by Road Sign

ڈھونڈیا واغ نے کہا "عالی جاہ! مجھے اپنی کمتری کا اعتراف ہے میں وہ باتیں نہیں سوچ سکتا جو میرے بادشاہ کے ذہن میں آ سکتی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کا فیصلہ اٹل ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کا کوئی فیصلہ غلط نہیں ہوتا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں شرافت اور انسانیت کے ان دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کروں گا جس کے باعث ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا ہے۔ میں مرتے دم تک یہ نہیں بھولوں گا کہ میرے آقا کے بیٹے میری آنکھوں کے سامنے قیدی بنائے گئے تھے۔ میں انگریزوں کو معاف کر سکتا ہوں کیونکہ میسور کے حریت پسندوں کے ساتھ ان کی دشمنی کی وجہ میری سمجھ میں آ سکتی ہے لیکن میں نظام اور مرہٹوں کو کبھی معاف نہیں کروں گا جو ان چوروں اور ڈاکوؤں کو ہمارے گھروں تک لے آئے ہیں۔"

Pdf by Road Sign

ڈھونڈیا واغ! اب تمہیں صبر سے کام لینا چاہئے۔ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ جب تک ان کی طرف سے متارکہ جنگ کی شرائط کے خلاف

ورزی نہیں ہوگی۔ میں میسور کی حدود کے اندر تمہیں کسی ایسے اقدام کی اجازت نہیں دوں گا جو ہمارے درمیان وجہ نزاع بن جائے۔''

ڈھونڈیا واغ نے جواب دیا ''عالیجاہ! خدا نے آپ کو ایک بادشاہ کا دل دیا ہے اور آپ صبر سے کام لے سکتے ہیں لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں۔''

سلطان نے قدرے تلخ ہو کر کہا ''ڈھونڈیا واغ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟''

Pdf by Road Sign

www.maafunnpk.com

''کچھ نہیں عالیجاہ! میں آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اور مجھے میسور کی حدود کے اندر دم مارنے کی جرأت نہیں ہوسکتی لیکن میسور کی حدود سے باہر آپ میرے کسی فعل کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ مجھے اجازت دیجیے!''

''تم جا سکتے ہو۔'' سلطان نے غصے کی حالت میں یہ کہہ کر منہ پھیر لیا۔

اتحادی صلح کی شرائط کی تفصیلات طے کرنے سے پہلے سلطان سے تاوان جنگ کی پہلی قسط وصول کرنے پر مصر تھے لیکن ایک طویل جنگ کے اخراجات کے باعث سلطان کے بیت المال میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کی مطلوبہ رقم پوری کرنے کے لیے روپیہ نہ تھا اور اتحادی اسے چند دن کی مہلت دینے کے لیے تیار نہ تھے سلطان نے شاہی محل سے سونے کے اور چاندی کے برتن اور قیمتی جواہرات جمع کیے شاہی خاندان کی خواتین نے بھی اپنے تمام زیورات اتار کر اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیے۔ تاوان کی رقم جمع کرنے میں سرنگا پٹم کے تجارت پیشہ لوگوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہ لوگ رضا کارانہ طور پر سلطان کی خدمت میں پیش ہوتے اور حسب توفیق روپوں کی تھیلیاں اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے۔ سرنگا پٹم کی با اثر خواتین بھی اس مہم میں حصہ لے رہی تھیں۔ وہ لوگوں کے گھروں میں جاتیں اور اپنی بہنوں سے چندے کے لیے اپیل کرتیں۔ مطلوبہ رقم ادا کرنے کے متعلق اپنے

حکمران کا وعدہ پورا کرنا ہر امیر اور غریب کے لیے ایک قومی مسئلہ بن چکا تھا اور ہندوستان کی تاریخ میں راعی اور رعیت کا یہ تعلق ایک نئی چیز تھی۔

ایک صبح چار کہار ایک خوبصورت پالکی اٹھائے شاہی محل کے دروازے کے سامنے نمودار ہوئے۔ پہریداروں نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکا۔ ایک فوجی افسر ڈیوڑھی سے نمودار ہوا اور اس نے پالکی کے قریب پہنچ کر کہاروں سے سوال کیا "اس پالکی پر کون ہے؟" ایک کہار نے جواب دیا "جناب اس پالکی پر انور علی کی والدہ ہیں۔"

"انہیں اندر لے چلو!" افسر یہ کہہ کر ان کے آگے چل پڑا اور کہار اس کے پیچھے ہو لیے۔ دوسری ڈیوڑھی کے قریب رک کر افسر نے کہاروں کی طرف دیکھا اور کہا "تم یہاں ٹھہر جاؤ میں داروغہ صاحب کو اطلاع دیتا ہوں۔" کہاروں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اندر چلا

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

گیا۔ کوئی پانچ منٹ بعد محل کا داروغہ ڈیوڑھی میں نمودار ہوا اور اس نے پالکی کے قریب آ کر کہا ''محترمہ آپ معظم علی کی بیوہ ہیں؟''

''جی ہاں''

''تشریف لائیے۔ سلطان معظم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' فرحت برقع اوڑھے پالکی سے باہر نکلی اور داروغہ کے پیچھے چل دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک طویل اور کشادہ برآمدے سے گزرنے کے بعد ایک کمرے کے اندر داخل ہوئے۔ داروغہ نے کہا آپ یہاں ٹھہریے سلطان معظم ابھی تشریف لاتے ہیں!'' داروغہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ فرحت نے برقعے سے اپنا ہاتھ نکال کر چاندی کی ایک چھوٹی سی صندوقچی اور مخمل کی ایک تھیلی ایک کرسی پر رکھ دی اور خود دوسری کرسی پر بیٹھ گئی۔ یہ کشادہ کمرہ بیش قیمت قالینوں اور آبنوس کی کرسیوں سے آراستہ تھا۔ کوئی دس منٹ کے بعد فرحت کے دائیں ہاتھ

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ایک دروازہ کھلا اور سلطان ٹیپو برابر کے کمرے سے نمودار ہوئے۔ فرحت اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سلطان نے آگے بڑھ کر کہا ”آپ معظم علی کی بیوہ ہیں؟“

Pdf by Read Sign

’’جی ہاں‘‘۔ ’’تشریف رکھیے؟‘‘ فرحت بیٹھ گئی۔ سلطان نے قدرے توقف کے بعد کہا ’’مجھے افسوس ہے کہ آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ میں بہت مصروف تھا۔ مجھے آپ کا خط ملا تھا۔ اگر آپ انور علی کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہیں تو آپ کو اتنی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ آپ نے مراد علی کو بھیج دیا ہوتا۔ معظم علی کا بیٹا میرے لیے اجنبی نہیں۔ میں انور علی کے متعلق اطمینان کر چکا ہوں کہ شموگہ کے قریب ایک لڑائی میں زخمی ہو گیا تھا اور مرہٹوں نے اسے قیدی بنا کر زرگند بھیج دیا ہے۔ اب چند دنوں تک جنگی قیدیوں کا تبادلہ ہو گا تو وہ انشاء اللہ آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔‘‘

فرحت دوسری کرسی سے چاندی کی صندوقچی پکڑ کر اٹھی اور بولی ’’عالی جاہ! میں انور علی کے متعلق پوچھنے کے لیے نہیں آئی۔ اس کے متعلق چتل ڈرگ کے قلعہ دار کا خط میری تسلی کے لیے کافی تھی۔ میں ایک اور کام سے آئی ہوں۔ یہ لیجیے اس صندوقچی میں میرے چند زیورات کے علاوہ وہ ہیرے

ہیں جو آج سے بتیس سال قبل نواب سراج الدولہ نے اپنے ایک وفادار سپاہی کی خدمت کے صلے میں دیے تھے۔ یہ سپاہی میرے شوہر کا باپ تھا جو پلاسی کی جنگ میں زخمی ہونے کے بعد جانکنی کی حالت میں مرشد آباد پہنچا تھا۔ موجودہ حالات میں جب کہ آپ کو ایک ایک کوڑی کی ضرورت ہے میں ان ہیروں کا اس سے بہتر مصرف نہیں سوچ سکتی۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ [illegible] نے سے قبل ہم چند ہیرے اپنی ذاتی مصرف میں لا چکے تھے۔"

سلطان نے قدرے توقف کے بعد کہا "میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ لیکن میں اپنی ایک بیوہ بہن کا تحفہ قبول نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ معظم علی کا خاندان میسور کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ لیکن جس ضرورت کے لیے میں نے اپنی رعایا کی مالی امانت قبول کی تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ کل تک دشمن کو تاوان کی رقم ادا کر دی جائے گی۔"

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

''عالیجاہ! مجھے مرتے دم تک اس بات کا افسوس رہے گا کہ میں نے ایک فرض سے کوتاہی کی ہے۔''

''میری بہن آپ کا شوہر اور آپ کے دو بیٹے میرے جھنڈے تلے شہید ہو چکے ہیں اور میرے نزدیک ان کا خون روئے زمین کے تمام خزانوں سے قیمتی ہے۔'' فرحت نے بددل سی ہو کر چاندی کی صندوقچی دوبارہ کرسی پر رکھ دی اور مخمل کی تھیلی اٹھاتے ہوئے کہا ''عالیجاہ! پرسوں ہمارا ایک نوکر وفات پا گیا تھا۔ اس تھیلی میں اس کی عمر بھر کی کمائی ہے۔ مرتے وقت اس نے یہ میرے سپرد کی تھی اور میں نے اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی طرف سے یہ نذرانہ پیش کروں گی۔''

''اس کا کوئی وارث نہیں؟''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''نہیں عالیجاہ!'' سلطان نے آگے بڑھ کر فرحت کے ہاتھ سے تھیلی پکڑ لی اور اپنے ہونٹوں پر مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ''تھوڑی دیر پہلے میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرا خزانہ خالی ہو چکا ہے۔ لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں اس حالت میں بھی روئے زمین کا امیر ترین آدمی ہوں۔

Pdf by Road Sign

آپ کے نوکر کا کیا نام تھا؟''

''دلاور خان'' فرحت نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد فرحت اپنے گھر کا رخ کر رہی تھی۔

اتحادیوں نے متارکہ جنگ کے ابتدائی شرائط نامہ میں سلطان سے ان اضلاع کا مطالبہ کیا تھا جو پیشوا اور نظام کی سلطنتوں اور کمپنی کے مقبوضات سے ملحق تھے۔ لیکن سلطان کے بیٹوں کو حراست میں لینے اور مطلوبہ رقم وصول کرنے کے بعد وہ اپنی اپنی خواہشات کے مطابق ان شرائط کی تاویلیں کر رہے تھے۔ سلطان ٹیپو بارہ محل، ڈنڈیگل کے اضلاع اور مالابار کے بیشتر علاقوں کو انگریزوں کے حوالے کرنے کو تیار تھا۔ لیکن کارنوالس کورگ کے علاوہ بلاری، گوٹی اور سلیم کے ان علاقہ جات پر بھی اپنا حق جتا رہا تھا جو اتحادی مقبوضات کی کسی سرحد سے ملحق نہ تھے۔ انگریزوں کا مقصد مال غنیمت حاصل کرنے کے علاوہ مستقبل کے لیے سلطان کی دفاعی قوت کو زیادہ سے زیادہ مفلوج کرنا تھا۔ کورگ کا علاقہ مالابار کے ساحل اور سرنگاپٹم کے درمیان ایک اہم ترین حد فاصل کا کام دیتا تھا اور یہاں فوجی اڈے قائم کرنے کے بعد انگریز سرنگاپٹم کے لیے ایک دائمی خطرہ بن سکتے تھے۔ کورگ کمپنی کے کسی

Pdf by Road Sign

علاقے سے ملحق نہ تھا اور ابتدائی شرائط کے متعلق بحث و تمحیص کے دوران میں اس کا ذکر تک نہیں آیا تھا۔ لیکن اب سلطان کے وکلاء کے اعتراضات کے جواب میں لارڈ کارنوالس کے نمائندے بھیڑیئے کی روایتی منطق سے کام لے رہے تھے۔ اب ان کے نزدیک ملحق علاقوں سے مراد صرف وہ علاقے نہ تھے جن کی سرحدیں اتحادیوں کے مقبوضات سے ملتی تھیں۔ بلکہ وہ علاقے تھے جن کی سرحدیں اتحادیوں کے مقبوضات سے زیادہ دور نہ تھیں۔

Pdf by Road Sign

سرجان کیناوے جسے لارڈ کارنوالس کی طرف معاہدے کی شرائط طے کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اس غیر منصفانہ مطالبے کے جواز میں دوسری دلیل یہ پیش کر رہا تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کورگ کے متعلق اس کے سابق راجہ کے ساتھ ایک علیحدہ معاہدہ کر چکی ہے۔ چند دن کی بے نتیجہ بحث و تمحیص کے بعد سلطان اور اتحادیوں کے درمیان مصالحت کی بات چیت ٹوٹ گئی اور لارڈ کارنوالس نے سلطان پر دباؤ ڈالنے کے لیے دوبارہ سرنگا پٹم کا

محاصرہ جاری رکھنے کا حکم دیا۔ اتحادی افواج کی نقل و حرکت کے ساتھ ہی سرنگا پٹم میں یہ خبر سنی گئی کہ شہزادہ عبدالخالق اور معزالدین کو مدراس کی طرف روانہ کیا جا رہا تھا اور شہزادوں کے ساتھ جو دو سو سپاہی اور افسر بھیجے گئے تھے انہیں غیر مسلح کر کے جنگی قیدیوں کے کیمپ میں بھیج دیا گیا۔ لارڈ کارنوالس کی یہ حرکت متارکہ جنگ کی شرائط کی صریح خلاف ورزی تھی۔

Pdf by Road Sign
www.roadfunpk.com

اس نے سلطان ٹیپو کو اس امر کا یقین دلایا تھا کہ صلح کی بات چیت ٹوٹ جانے کی صورت میں شہزادوں کو واپس بھیج دیا جائے گا اور تاوان کا ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ بھی لوٹا دیا جائے گا۔ لیکن اتحادیوں کی نیت بدل چکی تھی اور انہیں اس بات کا یقین تھا کہ وہ شہزادوں کو قیدی بنا کر سلطان سے ہر مطالبہ منوا سکتے ہیں۔ چنانچہ دوبارہ جنگ شروع کرنے کے متعلق اپنی دھمکیوں کو زیادہ موثر بنانے کے لیے اتحادیوں نے دریائے کاویری کے آس پاس

لوٹ مار شروع کر دی۔ ایبر کرومبی کی کمان میں انگریزوں کی ایک فوج نے کاویری کے جنوب میں کئی بستیاں تباہ کر ڈالیں۔ انگریزوں کی ایک اور فوج نے لال باغ کے خوبصورت چمن ویران کرنے کے بعد شہر گنجام کی گلیوں میں لوٹ مار شروع کر دی۔ نظام کے ایک لشکر نے گرم کنڈہ کے آس پاس حملے شروع کر دیے اور بھاؤ کی افواج نے کاویری کے شمال کی طرف تباہی مچا دی۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ان حالات میں سلطان کے لیے لڑائی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ مارچ کے دوسرے ہفتے میں سلطان کے سپاہی دن رات قلعے کے دفاعی استحکامات مضبوط کرنے میں مصروف تھے۔ قلعے سے باہر جزیرے کے مختلف مقامات پر انگریز اپنی بھاری توپیں نصب کر رہے تھے' اس کے ساتھ ہی دونوں فریق قریباً یکساں طور پر اس بات کے لیے کوشاں تھے کہ کسی طرح یہ جنگ ٹل جائے۔

اتحادیوں کو اپنے سپاہیوں کی تعداد اور جنگی سامان کی برتری کے باوجود اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر سلطان ڈٹ گیا تو وہ کسی صورت برسات سے پہلے سرنگا پٹم کا قلعہ فتح نہیں کر سکیں گے اور برسات کے موسم میں سرنگا پٹم سے باہر سلطان کی رہی سہی فوج کے لیے ان کے رسد اور کمک کے راستے کاٹنا مشکل نہیں ہوگا۔ فتح کے لیے انہیں لاتعداد قربانیاں دینی پڑیں گے اور شکست کی صورت میں انہیں عبرتناک تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسری طرف سلطان ٹیپو یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ تنہا ایک لامتناہی عرصہ کے لیے مرہٹوں نظام اور انگریزوں کی لاتعداد فوج کے ساتھ جنگ جاری نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے دشمن کی بدعہدی اور اشتعال انگیزی کے باوجود اس کا رویہ انتہائی مصالحانہ تھا۔ پھر ایک دن اچانک بدنور سے میر قمر الدین خان کی ایک ڈویژن فوج سامان کے اندر داخل ہوگئی۔

Pdf by Road Sign
www.urdunovelspk.com

میر قمر الدین خان کی آمد کے چند گھنٹے بعد اتحادی افواج کے رہنما لارڈ کارنوالس کے خیمے میں جمع ہو کر ایک دوسرے کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ اب حالات بدل چکے اور ہیں اب ہمیں سنجیدگی کے ساتھ صلح کے متعلق سلطان کی پیشکش پر غور کرنا چاہیے۔ چنانچہ ۱۸ مارچ کو لارڈ نوالس کی دعوت پر سلطان کے وکیل اس کے کیمپ میں پہنچے اور کارنوالس نے ان کے ساتھ ایک طویل بحث کے بعد صلح کے شرائط نامے کا نیا مسودہ تیار کر کے ان کے حوالے کر دیا۔ صلح کے معاہدے میں جو ترمیمیں کی گئی تھیں وہ ہری پنت اور نظام کے سپہ سالار کے نزدیک تسلی بخش نہ تھیں۔ مرہٹہ سلطنت کی حدود دریائے کرشنا تک بڑھا دی گئی تھیں۔ نظام کو کڑپہ کانڈی کوٹ اور کمم کے علاوہ دریائے کرشنا اور زرین تنگ بھدرہ کے درمیان بعض اضلاع دے دیے گئے تھے سلطنت خداداد کی بندر بانٹ میں انگریزوں نے اپنے لیے سب سے بڑا نوالہ رکھا تھا۔ انہوں نے ڈنڈیگل اور بارہ محل کے اضلاع کے علاوہ مالابار کا

Pdf by Road Sign

بیشتر ساحلی علاقہ اور کالی کٹ اور کنانور کی بندرگاہیں سلطان سے ہتھیالی تھیں۔ کورگ پر قبضہ جمانے کے متعلق بھی اپنا مطالبہ منوالیا تھا۔ چند متنازعہ فیہ علاقوں پر انہوں نے سلطان کا حق تسلیم کر لیا تھا۔ معاہدے کی شرائط کو اپنے لیے زیادہ سے زیادہ سودمند بنانے کے لیے انگریز' سلطان کے ساتھ جس فریب کاری اور بدعہدی کے مرتکب ہوئے تھے وہ ان کے سابقہ سیاسی کردار کے عین مطابق تھی

Pdf by Road Sign

لیکن سلطان کی طرح اپنے حلیفوں کے ساتھ بھی انہوں نے کوئی نیک سلوک نہ کیا۔ اگر نظام اور مرہٹے چند علاقے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے تو اس کی وجہ انگریزوں کی دوست نوازی نہ تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کسی وقت بھی سلطان کے ساتھ صلح کر کے انگریزوں کے لیے خطرہ پیدا کر سکتے تھے۔ بلکہ ان دو بڑی طاقتوں کی غیر جانب داری بھی انگریزوں کے لیے تباہی کا سامان پیدا کر سکتی تھی۔ اس لیے لارڈ کارنوالس ان کی طرف

چند ہڈیاں پھینکنے پر مجبور تھا۔ لیکن ٹرانکور کا راجہ جس کی اعانت کے بہانے انگریزوں نے یہ جنگ شروع کی تھی۔ ایک کمزور اور بے بس حلیف کی حیثیت کی تقسیم کے وقت صاف طور پر نظر انداز کر دیا گیا۔ اس نے پہلے انگریزوں کی شہ پر سلطان کے ساتھ جنگ کی ابتدا کی تھی اور شدید نقصانات اٹھائے تھے۔ اس کے بعد اس نے انگریزوں کی اعانت کے عوض انہیں پچیس لاکھ روپیہ ادا کیا تھا۔ پھر جب سلطان کے ساتھ انگریزوں کی باقاعدہ جنگ شروع ہوئی تو اس نے اپنے تمام فوجی اور اقتصادی وسائل ان کی نذر کر دیے۔

لیکن جنگ سے فارغ ہونے کے بعد انگریزوں نے اپنے اس بے وقوف، بے بس اور کمزور دوست کو مال غنیمت میں حصہ دار بنانے کی بجائے اس کے بعض علاقے چھین کر راجہ کوچین کے حوالے کر دیے۔ اس جنگ میں انگریز اور ان کے حلیف اگرچہ سلطان کو پوری طرح مغلوب نہ کر سکے

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

تاہم وہ میسور کے اقتصادی اور فوجی وسائل پر ایک کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ مالابار کے گرم مصالحے کی تجارت سلطان کی آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ معاش تھا اور اب اس کا بیشتر حصہ انگریزوں کے قبضے میں جا چکا تھا۔ بارہ محل اور کورگ پر قبضہ جمانے کے بعد انگریزوں کے لیے مشرق اور مغرب کے اطراف سے میسور پر یلغار کرنا بہت آسان ہو گیا تھا۔ ڈنڈیگل اور دریائے کرشنا اور تنگ بھدرہ کے درمیان سلطان اپنے زرخیز ترین علاقوں سے محروم ہو چکا تھا۔ اپنے نتائج کے اعتبار سے یہ جنگ ایک اور جنگ کے لیے انگریزوں اور ان کے ہندوستانی حلیفوں کا راستہ صاف کر چکی تھی۔

Pdf by Road Sign

مارچ کے آخر میں جنگی قیدیوں کا تبادلہ اور اتحادی افواج کا انخلا شروع ہو چکا تھا۔ محاصرے کے دوران میں نظام، مرہٹہ اور کمپنی کے عساکر کے کیمپوں میں طرح طرح کی بیماریاں پھیل چکی تھیں اور ان کے لیے زخمیوں کے علاوہ سینکڑوں مریضوں کو نکالنے کا مسئلہ پریشان کن بن چکا تھا۔ اس مرحلہ پر سلطان نے انسانیت دوستی کا ایک اور ثبوت دیا اور دشمن کے زخمی اور بیمار سپاہیوں کے لیے ڈولیاں اور کہار بھیج دیے۔

ایک دن علی الصباح ہری پنت ایک کشادہ خیمے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک پہرے دار اندر داخل ہوا اور اس نے کہا۔ ”مہاراج میسور کی فوج کا ایک افسر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔“

Pdf by Road Sign
www.mediafunpk.com

"اسے لے آؤ۔" پہریدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد سید غفار خیمے میں داخل ہوا اور اس نے آداب بجا لانے کے بعد کہا۔ "جناب مجھے سلطان معظم نے بھیجا ہے اور وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اگر آپ کو کوئی اور مصروفیت نہ ہو تو وہ پورے دس بجے یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"سلطان ٹیپو مجھے ملنے کے لیے آ رہے ہیں؟" ہری پنت نے حیران ہو کر پوچھا۔ "ہاں انہیں یہ اطلاع ملی تھی کہ آپ کل جا رہے ہیں۔"

ہری پنت نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ اس ملاقات کے لیے پہل میری طرف سے نہیں ہوئی۔ بہر حال میں ان کا شکر گزار ہوں آپ انہیں پیغام دیں کہ میں ان کی راہ دیکھ رہا ہوں۔"

Pdf by Road Sign

سید غفار سلام کر کے باہر نکل گیا۔ خیمے سے تھوڑی دور اس کے پانچ ساتھی گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ سید غفار نے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑ لگا دی اور اس کے ساتھیوں نے اس کی تقلید کی۔ تھوڑی دیر بعد ہری پنت کی فوج کے چیدہ چیدہ سردار اور سپاہی اس کے خیمے سے باہر صفیں مرتب کر رہے تھے۔ دس بجے سلطان ٹیپو سواروں کے ایک دستے کے ہمراہ مرہٹہ فوج کے کیمپ میں داخل ہوا۔ سپاہیوں کے صفوں کے قریب پہنچ کر سلطان اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔ مرہٹہ سپاہیوں نے اسے سلامی دی۔ پھر ہری پنت نے آگے بڑھ کر اس کے ساتھ مصافحہ کیا اور وہ خوبصورت قالینوں پر سے گزرتا ہوا خیمے کے اندر داخل ہوا۔

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

"عالی جاہ! تشریف رکھیے۔" ہری پنت نے ایک مرصع کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میرا توپ خانہ کل یہاں سے روانہ ہو چکا ہے اور میں آپ کو سلامی دینے کا انتظام نہیں کر سکا۔" سلطان نے کہا۔ "میں اپنی ذاتی حیثیت میں آپ کے پاس آیا ہوں اس لیے رسومات کی ضرورت نہ تھی۔ آپ تشریف رکھیے میں آپ سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

Pdf by Road Sign

ہری پنت دوسری کرسی پر بیٹھ گیا اور سلطان نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "اب ہماری جنگ ختم ہو چکی ہے اور میں اس کی تلخیوں کا ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اب آپ کو سرنگا پٹم کی طرف دیکھنے کی بجائے انگریزوں کے عزائم کے متعلق خبردار ہونا چاہیے۔ میرا خاندان تقریباً تیس سال سے جنوبی ہند میں انگریزوں کی جارحیت کا سیلاب روکے ہوئے ہے اور اس عرصہ میں ہم نے اس سیلاب کے راستے میں جو دیواریں کھڑی کی تھیں وہ بہت حد تک منہدم ہو چکی ہیں۔ لیکن میں آپ کو اس حقیقت سے خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ جب سرنگا پٹم کی آزادی کے پرچے سرنگوں ہو جائیں گے تو آپ یا نظام الملک پونا اور حیدرآباد کے راستے میں کوئی اور ناقابل تسخیر دیوار کھڑی نہیں کر سکیں گے۔ میں کارنوالس کی ان مجبوریوں سے واقف ہوں جن کے باعث اس نے جنگ کو طول دینا مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن مجھے اس کی نیت کے بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسے نئی جنگ کے لیے تیاری کی ضرورت ہے اور جب اس کی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی تو اسے دوبارہ جنگ شروع کرنے کے لیے کوئی بہانہ تلاش کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اس وقت سرنگا پٹم کا معاہدہ منگلور کے معاہدے سے زیادہ پائیدار ثابت نہیں ہوگا۔ لیکن آپ کو اس بارے میں کوئی خوش فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ انگریز دلی تک اپنے جھنڈے گاڑنا چاہتے ہیں اور سرنگا پٹم، پونا، حیدرآباد، اندور اور گوالیار وغیرہ ان کے راستے کی مختلف منزلیں ہیں۔ بنگال کی طرف سے انگریز لکھنؤ تک پہنچ چکے ہیں۔ اب یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ جنوب میں میسور کی رہی سہی قوت مدافعت کچلنے کے بعد انہیں اپنے راستے کی باقی منازل طے کرنے میں کتنی دیر لگے گی! کاش آپ مرہٹہ قوم کے اکابر کو میرا یہ پیغام پہنچا سکتے کہ ہم سب کی آزادی پورے ہندوستان کی آزادی کے ساتھ مشروط ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ہری پنت نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ ''مہاراج! اب ہمیں انگریزوں کی نیت کے متعلق کوئی خوش فہمی نہیں رہی۔ ہم نے اس جنگ میں ندامت کے سوا کچھ نہیں حاصل کیا۔ میں دوسروں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج سے آپ مجھے اپنا دشمن نہیں پائیں گے۔ کاش ہم لوگ ہلکر کے مشورے پر عمل کرتے۔ میں ان جنگوں کے متعلق ہمیشہ ایک سپاہی کے ذہن سے سوچنے کا عادی تھا لیکن جب آپ کے کمسن بیٹے انگریزوں کے کیمپ میں لائے گئے تھے میں وہاں موجود تھا اور مجھے پہلی بار اس بات کا احساس ہوا تھا کہ ہندوستان کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے میرا بھی ان کے ساتھ کوئی رشتہ ہے۔ اس وقت انگریزوں کی مسکراہٹیں میرے لیے بے حد تکلیف دہ تھیں۔''

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

سلطان نے کہا۔ ''آپ کو میرے بیٹوں کے متعلق پریشان ہونے کی بجائے میسور کے ان ہزاروں بیٹوں کے متعلق سوچنا چاہئے تھا جو وطن کی

آزادی کے لیے اپنا خون پیش کر چکے ہیں۔ آپ کو بنگال کے نواب سراج الدولہ بنارس کے چیت سنگھ روہیل کھنڈ کے محافظ رحمت خان اور اودھ کی ان بیگمات کے متعلق سوچنا چاہیے تھا جنہوں نے انگریزوں کی بدعہدی اور مکاری کے اس سے زیادہ جانگداز مناظر دیکھے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ہری پنت کے ساتھ سلطان کی ملاقات ختم ہوئی اور ہری پنت نے خیمے سے باہر نکل کر سلطان کو رخصت کیا۔ سلطان کے جاتے ہی مرہٹہ فوج کے بڑے بڑے سردار ہری پنت کے گرد جمع ہو گئے اور اس سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ ایک برہمن نے کہا۔ "مہاراج دیکھ لیا آپ نے میسور کا بادشاہ خود آپ کے پاس آیا تھا۔ اگر چند دن اور لڑائی جاری رکھتے تو وہ پیدل چل کے آپ کے پاس آتا۔" ہری پنت نے برہم ہو کر کہا۔ "تم بیوقوف ہو۔ ہم سلطان کو شکست دے سکتے ہیں' اس کی سلطنت پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کی عظمت نہیں چھین سکتے۔"

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

جنگ ختم ہوئے پانچ مہینے گزر چکے تھے۔ سلطان صلح کے معاہدے کے فوراً بعد تمام جنگی قیدیوں کو رہا کر چکا تھا۔ لیکن پرس رام بھاؤ جس نے سرنگا پٹم سے
واپسی پر اپنے راستے کی کئی بستیوں کو ویران کر دیا تھا' ابھی تک میسور کے ان قیدیوں کو واپس کرنے میں لیت و لعل سے کام لے رہا تھا جو سرنگا پٹم کے
محاصرے سے قبل ز گند بھیجے جا چکے تھے۔ ہری پنت نے پونا پہنچ کر متعدد بار پرس رام کی سینہ زوری کے خلاف احتجاج کیا۔ لیکن اس کو نانا فرنویس کی تائید
حاصل تھی اور پیشوا کے دربار میں ہری پنت کی چیخ و پکار بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ لیکن ماہ اگست کے آخر میں سندھیا' جو پیشوا کے بعد مرہٹوں پر سب سے
زیادہ اثر رسوخ کا مالک تھا' پونا پہنچا اور اس کی کوششوں سے پونا کی حکومت کے طرز عمل میں ایک خوشگوار تبدیلی رونما ہونے لگی۔ جنگ کے بعد فرصت پر
اپنے بیٹے کی جدائی کے اثرات ظاہر ہو رہے تھے۔ مسلسل بے چینی اور بے خوابی کے باعث اس کی صحت آئے دن بگڑتی جا رہی تھی۔ پھر جب چند ماہ بعد

Pdf by Road Sign
www.magusapk.com

شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ پرس رام نے جنگی قیدیوں کو قتل کر دیا ہے تو فرحت کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ ایک دن وہ شدید بخار کی حالت میں پڑی ہوئی تھی اور منیرہ اور مراد علی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ منور خان کمرے میں داخل ہوا اور اس نے منیرہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"بی بی جی ایک آدمی آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

Pdf by Road Sign

www.madfunpk.com

"کون ہے وہ؟" منیرہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "بی بی جی وہ آپ کے ملک کا آدمی معلوم ہوتا ہے لیکن میں نے اسے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ایک فرانسیسی افسر اس کے ساتھ آیا تھا اور اسے دیوان خانے میں بٹھا کر واپس چلا گیا ہے۔ وہ کوئی بڑا آدمی معلوم ہوتا ہے فرانسیسی افسر نے جاتے وقت اسے بڑے ادب سے سلام کیا تھا۔"

''وہ کون ہو سکتا ہے'' منیرہ نے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں مراد علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں دیکھتا ہوں۔'' مراد علی یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اور منیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''بہن اس کا نام جولین ہے۔''

''جولین!'' منیرہ نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''بیٹی تم گھبرا کیوں گئی' جولین کون ہے؟'' فرحت نے نحیف آواز میں پوچھا۔ ''امی جان وہ لیگرانڈ کا بھوتی ہے۔'' فرحت نے مراد علی سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''بیٹا جاؤ اسے اندر لے آؤ اور نچلی منزل کے کمرے میں بٹھا دو۔''

''نہیں امی جان میں وہیں جاتی ہوں۔ بھائی جان آپ امی جان کے پاس رہیں۔'' منیرہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دیوان خانے کے ایک کمرے میں جولین کے سامنے کھڑی تھی اور جولین شکایت کے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

"جین مجھے سرنگا پٹم پہنچنے سے پہلے لیگرانڈ کی موت کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ کاش تم نے ہمیں اطلاع دی ہوتی۔" منیرہ بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کر رہی تھی۔ جولین نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر ایک کرسی پر بٹھا دیا اور کہا۔ "اب تمہارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔ تم جلد از جلد سفر کی تیاری کرو۔"

"نہیں جولین میں ابھی سرنگا پٹم نہیں چھوڑ سکتی۔" جولین بد دل سا ہو کر اس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا اور کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد بولا۔ "میں یہاں پہنچتے ہی جن فرانسیسی افسروں سے ملا ہوں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ یہ لوگ بہت رحم دل ہیں اور تمہارے ساتھ ان کا سلوک بہت اچھا ہے۔ لیکن تم ان کے پاس ساری عمر جلاوطنی کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر ابھی پیرس کی المناک حادثات کی یاد تازہ ہے لیکن اب فرانس کے حالات بدل چکے ہیں۔ وہ بھیانک رات جس کی تاریکیوں سے پناہ لینے کے لیے تم وہاں سے نکلی تھی اب گزر چکی ہیں۔ اب تمہیں

اپنے وطن میں ایک نئی روشنی دکھائی دے گی۔"

منیرہ نے کہا۔ "میرے لیے موجودہ حالات میں کوئی فیصلہ کرنا ممکن نہیں مجھے سوچنے کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔" جولین نے کہا۔ "میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ہم آج ہی واپس جارہے ہیں۔ میری چھٹی کے ابھی تین مہینے باقی ہیں اور میں چند ہفتے یہاں گزار سکتا ہوں۔ تمہیں سوچنے کے لیے کافی وقت مل جائے گا۔"

Pdf by Road Sign

منیرہ نے کہا۔ ”جولین! اس گھر کی معزز خاتون مجھے اپنی بیٹی سمجھتی ہے۔ وہ ان دنوں سخت بیمار ہے اور اس کا بیٹا ابھی تک مرہٹوں کی قید میں ہے ۔ان حالات میں اگر میں فرانس جانے کا ارادہ کروں تو بھی میرے لیے سرنگا پٹم چھوڑنا بہت مشکل ہوگا۔ ممکن ہے کہ چند دن تک حالات بدل جائیں ۔ان کی صحت ٹھیک ہو جائے اور ان کا بیٹا گھر واپس آ جائے اور پھر میں یہاں رہنے کے متعلق اپنا ارادہ بدل دوں۔ لیکن جب تک مجھے یہ اطمینان نہیں ہو تا کہ یہاں اب میری ضرورت باقی نہیں رہی میں اپنے وطن جانا پسند نہیں کروں گی۔ میں ان لوگوں کے احسانات نہیں بھول سکتی۔ انہوں نے ہمیں اس وقت سہارا دیا تھا جب خدا کی زمین ہمارے لیے تنگ ہو چکی تھی۔ میں نے اس گھر میں اس وقت قدم رکھا تھا جب اس کا ہر گوشہ مسرت کے قہقہوں سے آباد تھا اور اس کے در و دیوار پر تاریک سائے دیکھ کر میں یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گی۔“

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

جولین کچھ دیر سر جھکا کر سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے منیرہ کے چہرے پر آنکھیں گاڑتے ہوئے کہا۔ ''میں ان لوگوں کے متعلق کیپٹن فرانسسک سے بہت کچھ سن چکا تھا اور یہاں پہنچتے ہی میں اپنے جن ہم وطنوں سے ملا ہوں انہوں نے بھی میری معلومات میں کافی اضافہ کیا ہے۔ جین سچ بتاؤ تمہارے یہاں ٹھہرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ تم اپنے دل پر ان لوگوں کے احسانات کا بوجھ محسوس کرتی ہو؟''

Pdf by Road Sign

www.magspak.com

''کیا یہ وجہ کافی نہیں؟''

''نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ یہ لوگ بہت اچھے ہیں اور انہوں نے تم پر بہت احسانات کیے ہوں گے۔ لیکن تمہارے ساری عمر یہاں ٹھہرنے کے لیے یہ وجہ کافی نہیں۔ جین برا مت ماننا' فرانسیسی کیمپ سے میں اس نوجوان کے متعلق بہت کچھ سن چکا ہوں جو ان دنوں مرہٹوں کی قید میں ہے۔''

ایک ثانیے کے لیے منیرہ کی آنکھوں کے سامنے انور علی کی تصویر آ گئی۔ اس نے ایک جھرجھری سی لی اور آبدیدہ ہو کر جولین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''کچھ نہیں جین میں صرف یہ دعا کرتا ہوں کہ تم نے اس سے کوئی غلط توقع وابستہ نہ کی ہو ایک فرانسیسی نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ شاید تم ۔۔۔۔!'' جولین نے اپنا فقرہ پورا کرنے کی بجائے منیرہ کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ منیرہ جلدی سے اٹھی۔ لیکن دروازے کی طرف چند قدم اٹھانے کے بعد رک گئی۔ جولین نے کہا۔ ''جین جین! ٹھہرو میں نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی۔ تم اس سے محبت کرتی ہو۔ تم اس نوجوان سے محبت کرتی ہو جس کی دنیا تمہاری دنیا سے مختلف ہے۔''

Pdf by Road Sign

منیرہ چند ثانیے دم بخود کھڑی رہی۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اچانک ایسی حقیقت کے چہرے کا نقاب اٹھ چکا تھا جو بیک وقت دلکش بھی تھی اور بھیانک بھی اور ایک ایسے طوفان کے بند ٹوٹ چکے تھے جسے وہ ایک مدت سے اپنے سینے کی گہرائیوں میں دبائے ہوئے تھی۔ اس نے مڑ کر جولین کی طرف دیکھا اور کانپتی ہوئی آواز سے کہا۔ ''ہاں جولین میں اس سے محبت کرتی ہوں لیکن میں نے اس سے کوئی توقع وابستہ نہیں کی۔''

Pdf by Road Sign

جولین نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ ''نادان لڑکی بیٹھ جاؤ! تم اپنے سوا کسی اور کو دھوکا نہیں دے سکتیں۔'' منیرہ نڈھال سی ہو کر بیٹھ گئی اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر ایک بچے کی طرح سسکیاں لینے لگی۔ جولین نے کہا مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے متعلق تمہارے احساسات سے بے خبر نہیں ہوگا۔'' منیرہ نے بڑی مشکل سے اپنے سسکیاں روکتے ہوئے جواب دیا۔

''اسے میرے متعلق کچھ معلوم نہیں اور میں کبھی یہ گوارا نہیں کروں گی کہ اسے میرے احساسات کا علم ہو۔''

''اور اس کے باوجود تم یہاں رہنا چاہتی ہو؟''

''ہاں!'' امیرہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ''فرض کرو کہ اگر وہ میری موجودگی میں یہاں پہنچ جائے اور پھر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی دنیا میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں تو تم اس صورت میں بھی میرے ساتھ جانا پسند نہیں کرو گی؟''

''مجھے معلوم نہیں۔'' فرانسسک نے مجھے بتایا تھا کہ اس کے ساتھ تمہاری پہلی ملاقات پانڈی چری میں ہوئی تھی۔''

''ہاں!''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''اور پھر تم نے وہاں سے سرنگا پٹم تک اس کے ساتھ سفر کیا تھا؟'' منیرہ نے کانپتی ہوئے آواز میں کہا۔ ''خدا کے لیے ایسی باتیں مت کیجیے۔ اس کے ساتھ سفر کے دوران میں یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ وہ میری توجہ کا مرکز بن جائے گا۔'' ''ہو سکتا ہے کہ اس وقت تمہیں اپنے جذبات کا صحیح علم نہ ہو اور یہ تلخ حقیقت تم نے لیگرانڈ کی بیوی بننے کے بعد محسوس کی ہو کہ تمہاری زندگی میں کوئی خلا باقی رہ گیا ہے۔'' منیرہ نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ ''آپ مجھے جی بھر کر کوس سکتے ہیں لیکن میں آپ کو یہ کہنے کی اجازت نہ دوں گی کہ مجھے اپنے شوہر سے محبت نہیں تھی۔'' جولین نے کہا۔ ''جولین میرا مقصد تمہاری توہین کرنا نہیں۔ میری نگاہوں میں تم ایک فرشتہ ہو لیکن میں یہ تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ محبت اور رحم میں بہت فرق ہے۔ تمہیں ایک سے محبت تھی اور دوسرے پر رحم آتا تھا۔ پھر تمہارا رحم تمہاری محبت پر غالب آ گیا اور تم نے لیگرانڈ سے شادی کر لی۔''

Pdf by Road Sign
www.roadsign.pk.com

منیرہ نے کہا۔ ”یہ بات شاید آپ کی سمجھ میں نہ آسکے۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ میں ایک بے وفا بیوی نہ تھی۔“

”تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں جبین میں جانتا ہوں تم جیسی رحم دل لڑکی بے وفا نہیں ہو سکتی۔ اور یہ تمام باتیں میں نے تمہارا دل دکھانے کے لیے نہیں کیں۔ میرے لیے یہ جاننا ضروری تھا کہ یہاں رہنے کے متعلق تمہارے اصرار کی اصل وجہ کیا ہے اور اب میں مطمئن ہوں۔ اب اگر تم چاہو بھی تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانا پسند نہ کروں گا۔ لیکر اللہ کی روح کے لیے بھی اس سے بڑا اطمینان اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد تم اس دنیا میں تنہا نہیں ہو۔ ایک افسر نے میرے ساتھ گفتگو کے دوران میں یہ امید ظاہر کی تھی کہ اب مرہٹے جنگی قیدیوں کو رہا کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ خدا کرے وہ میری موجودگی میں یہاں پہنچ جائے اور میں تمہاری تمام الجھنیں دور کر سکوں۔ ورنہ میں اپنے حصے کا کام کسی اور کے سپرد کر جاؤں گا۔ اب مجھے اجازت دو!“

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

”آپ کہاں جارہے ہیں؟“

”میں فرانسیسی کیمپ میں قیام کروں گا۔“

”آپ یہاں کیوں نہیں ٹھہرتے؟“

Pdf by Road Sign
www.paksfunpk.com

”نہیں میرا وہیں ٹھہرنا مناسب ہے۔ وہاں مجھے لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کی آزادی ہوگی۔ ایک فرانسیسی افسر میرا بچپن کا دوست نکل آیا ہے اور اس نے میرے لیے میسور میں سیروشکار کا بندوبست کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن میں اپنے قیام کے دوران میں تم سے ملتا رہوں گا۔“ منیرہ نے کہا۔ ”میں نے ابھی تک آپ کی بیوی کے متعلق کچھ نہیں پوچھا وہ کیسی ہے؟“ وہ بالکل ٹھیک ہے اور اب دو بچوں کی ماں بن چکی ہے۔“

"آپ اب تک مرشیں میں ہیں؟"

"ہاں لیکن میرا خیال ہے کہ میری رخصت ختم ہونے پر مجھے فرانس بلا لیا جائے گا۔"

"آپ کا عہدہ کیا ہے؟"

"میں کرنل بن چکا ہوں۔" جولین یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن منیرہ نے کہا۔ "ٹھہریے میں مرادعلی کو بھیجتی ہوں وہ آپ کو کیمپ تک پہنچا آئے گا۔"

"نہیں نہیں اسے تکلیف دینے کی ضرورت نہیں مجھے راستہ معلوم ہے۔ منیرہ جولین کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی اور ڈیوڑھی کے دروازے کے قریب اسے رخصت کرنے کے بعد رہائشی مکان کی طرف چل پڑی۔

Pdf by Road Sign
www.roagfunpk.com

تھوڑی دیر بعد وہ فرحت کے کمرے میں داخل ہوئی۔ فرحت نے اس کے پاؤں کی آہٹ پا کر آنکھیں کھولیں اور منیرہ کچھ کہے بغیر اس کے بستر کے قریب کرسی پر بیٹھ گئی۔ فرحت نے کہا۔ ”بیٹی کیا بات ہے تم بہت پریشان معلوم ہوتی ہو۔ لیگرانڈ کا بھتیجا کوئی بری خبر لے کر تو نہیں آیا؟“ منیرہ نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ ”نہیں امی جان وہ کوئی بری خبر نہیں لایا۔“ فرحت مراد علی کی طرف متوجہ ہوئی۔ ”بیٹا تم جا کر مہمان کے پاس بیٹھو۔“

منیرہ نے کہا۔ ”امی جان وہ چلا گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں فرانسیسی کیمپ میں کسی دوست کے پاس رہوں گا۔“

”بیٹی وہ تمہارا مہمان تھا اور تمہیں اسے یہاں ٹھہرانا چاہیے تھا۔“

Pdf by Road Sign
www.magnumpk.com

''امی جان وہ اپنے کسی دوست کے پاس ٹھہرنے کا وعدہ کر چکا تھا اور میں نے آپ کی علالت کے پیش نظر یہاں ٹھہرانے پر اصرار نہیں کیا
۔'' فرحت نے مراد علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''بیٹا تم جا کر اپنے بھائی کا پتہ کرو۔ شاید فوج کے دفتر میں کوئی اطلاع آئی ہو۔''

''بہت اچھا امی جان!'' مراد یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ فرحت قدرے توقف کے بعد منیرہ سے مخاطب ہوئی۔ ''بیٹی سچ کہو لیگراند کا بہنوئی تمہاری کسی بات سے خفا ہو کر تو نہیں چلا گیا؟''

''نہیں امی جان۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ یہاں قیام کے دوران میں میرے پاس آتا رہے گا۔'' فرحت نے کہا۔ ''بیٹی مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہے گا۔''

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

"امی جان میں اس کے ساتھ جانے سے انکار کر چکی ہوں۔" ایک ثانیے کے لیے فرحت کے نحیف اور لاغر چہرے پر کچھ تازگی آ گئی اور اس نے کہا۔ "بیٹی ابھی تھوڑی دیر پہلے جب تم نیچے گئی تھیں تو میں یہ سوچ رہی تھی کہ میرے دل میں کتنی باتیں ہیں جو ابھی تک میں نے تم سے نہیں کہیں۔ میرا ایک بیٹا مسعود علی انت پور کے قلعے کی حفاظت کرتا ہوا شہید ہو گیا تھا اور اس کا بڑا بھائی صدیق علی ان جنگی قیدیوں کے ساتھ تھا جنہیں انگریزوں نے اس قلعے کی فصیل کے ساتھ کھڑا کر کے گولیوں کا نشانہ بنایا تھا۔ صدیق علی کی شہادت کا دردناک پہلو یہ تھا کہ ایک جوان اور حسین لڑکی اسے بچانے کے لیے انگریز سپاہیوں کی بندوقوں کے سامنے آ گئی تھی اور اس نے گولی کھانے کے بعد میرے بیٹے کی لاش سے لپٹ کر جان دی تھی۔ ان کی لاشیں انت پور کے قلعے کے پاس ایک ہی گڑھے میں دفن ہیں۔ مجھے انتہائی جستجو کے باوجود ان سوالات کا تسلی بخش جواب نہ مل سکا کہ وہ لڑکی کون تھی؟ کہاں سے آئی

Pdf by Road Sign

تھی اور وہ ایک دوسرے کو کب سے جانتے تھے؟ اس کی خیالی تصویریں میری نگاہوں کے سامنے رہا کرتی تھیں۔ میرے دل میں اس کے لیے وہی محبت تھی جو ایک ماں کے دل میں اپنی بیٹی کے لیے ہو سکتی ہے۔ میں تصور میں اس کے ساتھ باتیں کیا کرتی تھی۔ اس کے بال سنوارا کرتی تھی۔ پھر جب تم ہمارے گھر آئیں تو میں یہ محسوس کرتی تھی کہ قدرت نے میری بے بسی پر رحم کھا کر مجھے ایک جیتی جاگتی بیٹی عطا کر دی ہے اور میں اس لڑکی کے حصے کی تمام محبت و شفقت تمہیں دینا چاہتی تھی۔"

Pdf by Road Sign
www.magupk.com

فرحت یہاں تک کہہ کر رک گئی اور کچھ دیر بعد منیرہ کی طرف دیکھنے کے بعد بولی۔ "مجھے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب آ چکا ہے اور شاید قدرت مجھے اپنی زندگی کا اہم فیصلہ کرنے کی مہلت نہ دے۔ مجھے آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا

کہ انور علی کے متعلق تمہارے خیالات کیا ہیں۔ لیکن میں تم سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ اگر میں مر جاؤں تو تم اس کا انتظار کیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤ گی۔ میرے بعد اس گھر کو تمہاری ضرورت رہی گی۔"

منیرہ نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ "امی جان اگر اس گھر میں میری ضرورت نہ ہو تو بھی میں خوشی کے ساتھ اسے چھوڑنا پسند نہ کروں گی۔"

"بیٹی میں یہ چاہتی ہوں کہ تم انور علی کے ساتھ شادی کر لو۔" منیرہ نے کچھ کہنے کی بجائے اپنا سر جھکا لیا۔ فرحت بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس نے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "منیرہ یہاں آؤ!" منیرہ آگے بڑھی اور فرحت نے اسے اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ وہ دیر تک اس کے سنہری بالوں پر

www.magupk.com
Pdf by Road Sign

ہاتھ پھیرتی رہی۔ منیرہ نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ خادمہ نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا۔ ”بی بی جی آپ کے لیے دودھ لے آؤں۔“

”نہیں ابھی بھوک نہیں۔ تم قلم دوات اور کاغذ لے آؤ میں کچھ لکھنا چاہتی ہوں۔“ خادمہ واپس چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد اس نے لکھنے کا سامان لا کر فرحت کے قریب ایک تپائی پر رکھ دیا۔ ”آپ کیا لکھنا چاہتی ہیں امی جان؟“ منیرہ نے پوچھا۔ ”میں ایک ضروری خط لکھنا چاہتی ہوں۔“

”آپ کو تکلیف ہوگی، مجھے لکھوا دیجیے یا تھوڑی دیر مراد علی کا انتظار کر لیجیے۔“

Pdf by Rozd Sign
www.maafunpk.com

''نہیں میں خود لکھوں گی۔'' منیرہ اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گئی اور فرحت لکھنے میں مصروف ہوگئی۔ اس نے چند سطور لکھنے کے بعد ایک کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا اور پھر دوسرے کاغذ پر لکھنے لگی۔ قریباً ایک گھنٹہ بعد اس نے لکھا ہوا کاغذ طے کیا اور منیرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''بیٹی اگر انور علی میرے بعد گھر آئے تو اسے یہ خط دے دینا۔''

Pdf by Road Sign

منیرہ نے کہا۔ ''خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کیجیے' مجھے یقین ہے کہ جب وہ آئیں گے تو آپ ان کے استقبال کے لیے نیچے کھڑی ہوں گی۔''

فرحت نے بستر پر لیٹتے ہوئے جواب دیا۔ ''بیٹی میری عمر کے انسان کو ہر وقت اس دنیا سے کوچ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔''

اگلے دن فرحت کی حالت زیادہ تشویشناک ہوگئی اور وہ چار روز موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہی۔ پانچویں روز آدھی رات کے وقت مراد علی اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور خادمہ جس نے کئی دن بے آرامی کی حالت میں گزارے تھے فرحت کے بستر کے دوسری طرف قالین پر پڑی گہری نیند سو رہی تھی۔ فرحت نے مراد علی کی طرف دیکھتے ہوئے نحیف آواز میں کہا "بیٹا تم جاؤ آرام کرو۔ میری فکر نہ کرو میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔"

Pdf by Road Sign
www.magupk.com

مراد علی نے جواب دیا "امی جان میں دن کے وقت کافی سو لیا تھا۔"

"نہیں بیٹا جاؤ تمہاری آنکھیں نیند سے سرخ ہو رہی ہیں۔" عنیزہ آنکھیں ملتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا "بھائی جان آپ جا کر آرام کریں۔ میں امی جان کے پاس بیٹھتی ہوں۔" مراد علی نے کہا "بہن آپ کو چند گھنٹے آرام کرنا چاہیے تھا۔"

"میری نیند پوری ہو چکی ہے۔" منیرہ نے مراد علی کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ فرحت نے کہا "جاؤ بیٹا اب آرام کرو میری فکر نہ کرو۔" مراد علی ماں کے پاس بیٹھنے پر بضد تھا۔ لیکن فرحت اور منیرہ کے اصرار پر وہ بادل ناخواستہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ دو تین قدم اٹھانے کے بعد اس نے مڑ کر منیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بہن ایک گھنٹے کے بعد آپ امی جان کو دوائی پلا دیں اور اگر ضرورت پڑے تو مجھے آواز دے دیجیے۔"

"بیٹا تم جا کر اطمینان سے سو جاؤ اگر ضرورت پڑی تو میں خود بلا لوں گی۔"

"بہت اچھا امی جان!" مراد یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ پچھلے پہر مراد علی اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ خادمہ چیختی چلاتی اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ مراد علی نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں اور ایک ثانیے کے لیے سکتے کی حالت میں خادمہ کی طرف دیکھتا رہا۔ "مراد مراد!"

Pdf by Road Sign
www.magspk.com

خادمہ نے بڑی مشکل سے اپنی چیخیں ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ''بی بی جی فوت ہو گئی ہیں۔'' مراد علی بستر سے اٹھا اور بھاگتا ہوا برابر کے کمرے میں داخل ہوا۔ فرحت کے پرسکون چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گہری نیند سو رہی ہے۔ منیرہ کرسی پر بے حس و حرکت بیٹھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''امی جان! امی جان!'' مراد علی فرحت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کرب انگیز آواز میں چلایا۔ پھر اس نے منیرہ کا بازو جھنجھوڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ منیرہ نے ایک ہچکی لی اور اپنی نگاہیں مراد علی کے چہرے پر مرکوز کر دیں۔ آن کی آن میں اس کی خوبصورت نیلی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ اس نے مڑ کر فرحت کی طرف دیکھا اور سسکیاں لیتی ہوئی اس کی لاش سے لپٹ گئی۔ مراد علی کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑا رہا اور پھر خادمہ کی طرف جواب دروازے کے قریب کھڑی تھی، متوجہ ہوا۔ ''کاش تم نے مجھے پہلے جگا دیا ہوتا۔'' خادمہ نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہا ''جی میں سو رہی تھی اور جب میں منیرہ کی چیخ سن کر بیدار ہوئی تو بی بی جی کا دم نکل چکا تھا۔''

منیرہ نے گردن اٹھا کر دوبارہ مراد علی کی طرف دیکھا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا ''بھائی جان آخری وقت تک انہوں نے مجھے اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا کہ ان کا وقت قریب آ چکا ہے۔ میں یہ سمجھتی رہی کہ ان کی حالت بہتر ہو رہی ہے انہوں نے میرے ساتھ باتیں کرتے کرتے اچانک آنکھیں بند کر لیں اور مجھے یہ محسوس ہوا تھا کہ انہیں نیند آ گئی ہے۔

Pdf by Road Sign

فرحت کی وفات سے تین ہفتے بعد ایک دن منیرہ پڑوس کی چند عورتوں کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا ''بی بی جی آپ کو مراد علی صاحب بلاتے ہیں۔''

''کہاں ہیں وہ؟'' منیرہ نے اٹھ کر سوال کیا۔ جی وہ برآمدے میں کھڑے ہیں۔ منیرہ تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی برآمدے کی طرف بڑھی۔ مراد سپاہیانہ لباس پہنے کھڑا تھا منیرہ نے سوال کیا۔ ''آپ اتنی جلدی واپس کیسے آ گئے کہیے ان کے متعلق کوئی پتہ چلا؟'' مراد علی نے جواب دیا ''فوجدار نے اس خبر کی تصدیق کی ہے کہ مرہٹوں نے نرگنڈ اور دوسرے مقامات سے تمام قیدی رہا کر دیے ہیں۔ آج صبح فوج کے چند افسر راستے میں ان کا استقبال کرنے کے لیے روانہ ہو چکے ہیں میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کی اجازت مانگی تھی لیکن مجھے ایک اور ذمہ داری سونپ دی گئی ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.mazza.pk.com

"کیسی ذمہ داری؟"

"سلطان معظم تاوان کی دوسری قسط سے انگریزوں کے حصے کا روپیہ دے کر ہمیں مدراس بھیج رہے ہیں۔"

"آپ کب جا رہے ہیں؟" منیرہ نے سوال کیا۔ "ہمیں ایک گھنٹے کے اندر اندر یہاں سے کوچ کا حکم مل چکا ہے۔ میں آپ کے متعلق بہت پریشان ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ میری واپسی تک بھائی جان یہاں پہنچ جائیں گے۔ میں مدراس جانے پر خوش نہ تھا۔ لیکن جب فوجدار صاحب نے مجھے یہ بتایا کہ سلطان معظم نے اس ذمہ داری کے لیے فوج کے بڑے بڑے افسروں کے مقابلے میں میرا نام پسند فرمایا ہے تو میں انکار نہ کر سکا۔ میں نے جولین کا پتہ کیا ہے وہ ابھی تک شکار سے واپس نہیں آیا۔ شاید وہ ایک دن تک یہاں پہنچ جائے۔"

Pdf by Road Sign
www.maga...pk.com

منیرہ نے کہا ''آپ کو یقین ہے کہ نور علی رہا ہونے والے قیدیوں کے ساتھ آئیں گے؟'' مراد علی نے جواب دیا ''ابھی تک رہا ہونے والے قیدیوں کے ناموں کی فہرست یہاں تک نہیں پہنچی۔ لیکن یہ بات بہر حال یقینی ہے کہ مرہٹوں نے تمام قیدیوں کو رہا کیا ہے اور بھائی جان ان کے ساتھ ہیں۔ سر دست ہمارے پاس دعاؤں کے سوا کچھ نہیں۔ اب مجھے اجازت دیجیے اگر آپ تنہائی محسوس کریں تو پڑوس کی کسی عورت کو اپنے پاس بلالیں۔ خدا حافظ!''

Pdf by Road Sign
www.mapgpk.com

منیرہ نے ڈوبتی آواز میں خدا حافظ کہا اور مراد علی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ اگلے روز دوپہر کے وقت آسمان پر بادل چھا رہے تھے۔ منور خان منیرہ کمرے میں داخل ہوا اور اس نے اطلاع دی کہ موسیو جولین آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ ''انہیں یہاں لے آؤ!''

منور بھاگتا ہوا باہر نکل گیا اور چند منٹ بعد جولین کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے منیرہ کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''جین میں آج ہی واپس آیا ہوں اور یہاں پہنچتے ہی مجھے مراد علی کی ماں کی موت کی خبر ملی ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے اس دنیا میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جو دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتے ہیں۔ کیمپ میں یہ خبر مشہور ہے کہ مرہٹوں نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا ہے لیکن انور علی کے متعلق کچھ تسلی بخش معلومات حاصل نہیں ہو سکیں ...... جین میں پورے خلوص کے ساتھ یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ واپس آجائے لیکن موجودہ حالات میں تمہیں اچھی یا بری ہر طرح کی خبر کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ میں مرہٹوں کی وحشت اور بربریت کے متعلق بہت کچھ سن چکا ہوں۔ فرض کرو اگر انور علی کے متعلق کوئی اچھی خبر نہ آئی تو سرنگا پٹم میں تمہارا مستقبل کیا ہوگا؟''

Pdf by Road Sign

منیرہ نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ ''خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کیجئے۔''

جولین نے شفقت آمیز لہجے میں کہا ''میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ جین میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم حقیقت پسندی کا ثبوت دو۔ انور علی کے بغیر تمہارے لیے یہ ملک سپنوں کی جنت نہیں ہوگا۔ میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک مجھے اس کے متعلق پوری تسلی نہیں ہو جاتی۔ رہا ہونے والے قیدی چند دن تک یہاں پہنچ جائیں گے اور اگر ضرورت پڑی تو میں مزید رخصت کے لیے درخواست بھیج دوں گا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ان حالات میں تمہیں یہاں چھوڑ جاؤں۔''

Pdf by Road Sign
www.mediafunpk.com

منیرہ نے کہا "جولین میں ناشکر گزار نہیں ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تم میری بہتری کے لیے ایسی باتیں کہہ رہے ہو لیکن میں بے بس ہوں۔ اس گھر کے درودیوار میری زندگی کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔ اب میں جیتے جی مرتے دم تک انہیں نہیں چھوڑ سکتی۔ جب آپ نے پہلی بار اس موضوع پر گفتگو کی تھی اس وقت انور علی کی والدہ زندہ تھیں اور میں نے سوچا تھا اگر انور علی نے واپس آ کر مجھ پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی اس کی دنیا میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے تو شاید میرا غرور مجھے یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ دے۔ لیکن اب انور علی کی والدہ فوت ہو چکی ہیں اور میرے دل میں غرور کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔"

Pdf by Read Sign
www.maafumpk.com

"تمہیں اس بات کی پروا نہیں ہوگی کہ اس گھر میں تمہارا مقام کیا ہے؟" منیرہ نے جواب دیا "ہاں اب مجھے ایک خادمہ کی حیثیت میں بھی یہاں رہنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور اگر انور علی واپس نہ آیا تو میں یہ سمجھوں گی کہ مراد علی کو اپنی ماں کی موت کے بعد ایک بہن کی ضرورت ہے۔"

جولین کرسی سے اٹھ کر تھوڑی دیر کمرے میں ٹہلتا رہا اور پھر اچانک منیرہ کے قریب رک کر بولا "جین مجھے معلوم نہ تھا کہ میسور کی آب و ہوا نے ایک فرانسیسی لڑکی کے دل و دماغ میں اتنا بڑا انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اب آئندہ میں تمہارے ساتھ اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔ لیکن میں تم سے صرف ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر یہاں کے حالات تمہیں اپنے خیالات بدلنے پر مجبور کر دیں تو تم مراد علی کی طرح مجھے بھی اپنا بھائی سمجھو گی۔"

منیرہ نے اپنے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو اس وقت بھی اپنا بھائی سمجھتی ہوں۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

"تو پھر میرے ساتھ یہ وعدہ کرو کہ اگر کسی دن تمہیں اپنے وطن کی یاد ستانے لگے تو تم مجھے ضرور اطلاع دو گی۔ میں تمہارا خط ملتے ہی یہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں اور میں چاہتی ہوں کہ جب تک آپ یہاں ہیں کسی اور کے پاس ٹھہرنے کی بجائے ہمارے پاس ٹھہریں۔ اس مکان کی نچلی منزل کے تمام کمرے آپ کے لیے خالی کر دیے جائیں گے۔" نوجوان نے جواب دیا۔ "نہیں مجھے شکار پر روانہ ہونے سے پہلے ہی یہ حکم مل گیا تھا کہ واپسی پر مجھے شاہی مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا جائے گا۔ آپ کے پاس آتے وقت میں نے اپنا سامان سرکاری مہمان خانے میں بھجوا دیا تھا۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ نور علی اگر چند دن تک یہاں پہنچ گیا تو میں آپ کے پاس آ جاؤں گا۔"

Pdf by Road Sign

رات کے وقت فضا میں کچھ حبس تھا اور منیرہ بالائی منزل کی چھت پر ایک برساتی کے نیچے سو رہی تھی۔ آدھی رات کے قریب موسلا دھار بارش شروع ہوئی اور ہوا کے تیز جھونکوں کے ساتھ پانی کی چھینٹوں نے اسے بیدار کر دیا۔ وہ بستر سے اٹھی اور برساتی سے نکل کر زینے کی طرف بڑھی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے وہ مکان کی دوسری منزل میں داخل ہوئی اور ہاتھوں سے اپنا راستہ ٹٹولتی ہوئی ایک کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی۔ اچانک اسے نچلی منزل سے کوئی آواز سنائی دی اور وہ ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ چند ثانیے بعد وہ پریشانی اور اضطراب کی حالت میں زینے کے راستے نچلی منزل کا رخ کر رہی تھی۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

برآمدے کے قریب پہنچ کر اسے چند قدم دور ایک کمرے کے کھلے دروازے سے روشنی دکھائی دی اور وہ کچھ آگے بڑھنے یا واپس مڑنے کا فیصلہ نہ کر سکی۔ پھر اسے کریم خان کی آواز سنائی دی۔ ''منو تم جا کر خادمہ کو جگاؤ اور اسے کہو فوراً کھانا تیار کرے۔۔!'' کسی نے مانوس اور دلکش آواز میں جواب دیا۔ ''نہیں نہیں خادمہ کو جگانے کی ضرورت نہیں میں راستے میں کھانا کھا چکا ہوں۔''

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

اور منیرہ کی کائنات زندگی کے دلکش نغموں سے لبریز ہوگئی۔ وہ بولنا چاہتی تھی لیکن اس کے حلق میں آواز نہ تھی۔ وہ بھاگ کر کمرے میں داخل ہونا چاہتی تھی لیکن اس میں پاؤں اٹھانے کی سکت نہ تھی۔ برآمدے کی تاریکی اور کمرے کی روشنی کے درمیان چند قدم کا فاصلہ اسے ایک پہاڑ دکھائی دیتا تھا۔ کمرے سے منور خان کی آواز سنائی دی۔

''جناب چھوٹی بی بی جی اوپر برساتی کے نیچے سو رہی ہیں انہیں جگا دوں؟''

''نہیں انہیں اس وقت بے آرام کرنے کی ضرورت نہیں، تم جاؤ۔!''

منیرہ کا دل مسرت کی دھڑکنوں کے بجائے شکایات سے لبریز ہو گیا۔ منور اور کریم خان کمرے سے باہر نکلے اور وہ دیوار کے ساتھ سمٹ کر کھڑی ہو گئی جب وہ صحن میں روپوش ہو گئے تو وہ جھجک کر قدم اٹھاتی ہوئی کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی۔ ہر لحظہ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ اس نے جھانک کر اندر دیکھا وہ کچھ سوچ کر آگے بڑھنے کی بجائے ایک طرف ہٹ گئی اور پھر دروازے پر دستک دینے لگی۔ ''کون ہے؟'' انور علی نے کہا۔ ''میں اندر آ سکتی ہوں؟'' منیرہ نے دہلیز پر پاؤں رکھ کر اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

"جین!۔۔" انور علی چونک کر بستر سے اٹھا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔منیرہ کمرے میں داخل ہوئی۔وہ چند ثانیے ایک دوسرے کے سامنے بے حس و حرکت کھڑے رہے۔بالآخر انور علی نے کرسی اٹھا کر اس کے قریب رکھ دی اور کہا۔"مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ جاگ رہی ہیں۔تشریف رکھیے!" منیرہ بیٹھ گئی۔اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے اور اس کی نگاہیں انور علی کے چہرے پر مرکوز تھیں۔اس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔"آپ کب یہاں پہنچے؟"

"مجھے یہاں پہنچے ایک گھنٹہ ہو چکا ہے۔۔۔امی جان کے متعلق مجھے راستے میں اطلاع مل گئی تھی۔"

"آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

"یہ مرہٹوں کی قید کا اثر ہے۔" "آپ تھکے ہوئے ہیں بیٹھ جایئے۔" انور علی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ منیرہ نے کہا۔ "مراد علی مدارس جا چکا ہے۔"

"ہاں مجھے نوکروں نے بتایا تھا۔"

"آپ کھانا نہیں کھائیں گے؟"

"نہیں میں راستے میں کھا چکا ہوں۔"

"کاش آپ چند ہفتے پہلے آ جاتے! امی جان آپ کو آخری وقت تک آپ کا انتظار تھا۔"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''یہ میرے بس کی بات نہ تھی۔ مرہٹوں کی قید سے رہا ہونے کے بعد میں نے راستے میں بہت کم آرام کیا ہے۔ میرے ساتھی ابھی کئی منازل دور ہیں۔ راستے میں یہ خیال کہ امی جان میری راہ دیکھ رہی ہیں میرے لیے بہت بڑا سہارا تھا اور مجھے تھکاوٹ کا احساس تک نہ تھا۔ لیکن کل جب ایک چوکی سے مجھے یہ اطلاع ملی کہ امی جان فوت ہو چکی ہیں تو میری ہمت جواب دے گئی۔''

منیرہ نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ ''یہ عجیب بات ہے کہ قیدیوں کی رہائی کی خبر سننے کے بعد میں دن رات آپ کا انتظار کیا کرتی تھی۔ لیکن آج جب آپ کو یہاں آنا تھا تو میں شام ہوتے ہی سو گئی تھی۔''

انور علی نے کہا۔ ''جمیں نوکروں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے بیماری کے ایام میں امی جان کی بہت خدمت کی ہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ منور کہہ رہا تھا کہ آپ کا کوئی رشتہ دار یہاں آیا ہوا ہے۔ کون ہے وہ؟''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

"وہ لیگرانڈ کا بہنوئی جولین ہے۔" "تو پھر اسے یہاں ٹھہرنا چاہیے تھا!"

"گھر میں امی جان بیمار تھیں اس لیے میں نے اسے یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہ کیا۔ اب وہ شاہی مہمان خانے میں ٹھہرا ہوا ہے۔" کچھ دیر دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ انور علی کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار تھے۔ منیرہ اچانک کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی اور اس نے کہا۔ "آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

"ٹھہریے میں آپ کو اوپر چھوڑ آتا ہوں۔" انور علی یہ کہہ کر اٹھا اور اس نے آگے بڑھ کر چراغ اٹھالیا۔ وہ کمرے سے باہر نکلے برآمدے میں داخل ہوتے ہی ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ لیکن انور علی نے جلدی سے چراغ کے آگے اپنا ہاتھ تان کر اسے بجھنے سے بچالیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک دوسرے

Pdf by Road Sign
www.maqbookpk.com

سے کوئی بات کیے بغیر بالائی منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ انور علی نے اپنے دیے کی لو سے کمرے کا چراغ روشن کیا۔ پھر وہ منیرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ''اب آپ آرام کریں۔'' منیرہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ انور علی کا طرزِ عمل اس کے لیے ایک معما تھا۔ وہ جنت جو اس نے انور علی کے ساتھ دوبارہ ملاقات کے تصورات سے آباد کی تھی چند منٹ کے اندر ویران ہو چکی تھی۔ اس کی حالت اس انسان کی سی تھی جو ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشمے کے کنارے بیٹھ کر پیاسا واپس آ گیا ہو۔ چند منٹ قبل انور علی کے کمرے میں داخل ہوتے وقت اس کے سینے میں جو ولولے بیدار ہوئے تھے وہ اب سرد ہو چکے تھے۔ وہ نوجوان جسے اس نے پہلی بار پانڈی چری کی بندرگاہ پر دیکھا تھا بدل چکا تھا۔ اس کی روکھی پھیکی اور رسمی سی گفتگو اسے اپنے ساتھ قدرت کا بدترین مذاق محسوس ہوتی تھیں۔ انور علی کمرے سے نکل گیا اور وہ نڈھال سی ہو کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔ انتہائی کوشش کے باوجود

Pdf by Road Sign

وہ انور علی کے طرزِ عمل کا جواز معلوم نہ کر سکی۔ وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں کہ تم نے مرہٹوں کی قید میں ان گنت اذیتوں کا سامنا کیا ہو گا اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارے لیے اپنی ماں کی موت کا صدمہ ناقابلِ برداشت ہے۔ لیکن کاش تم اتنا سمجھ سکتے کہ میں ہر مصیبت میں تمہارے ساتھ تھی۔ جب تم جنگ کے میدان میں تھے تو میں تمہارے لیے دعائیں کیا کرتی تھی۔ جب تم قید میں تھے تو میں تمہاری راہ دیکھا کرتی تھی اور تمہاری ماں کی موت کے بعد میں یہ محسوس کرتی تھی کہ اس دنیا میں مجھ سے زیادہ بے بس اور بدنصیب کوئی نہیں۔ لیکن تم مجھ سے اتنا بھی نہ پوچھ سکے کہ تنہائی اور بے بسی کے یہ دن میں نے کس طرح گزارے ہیں۔"

منیزہ بستر پر لیٹ گئی اور دیر تک بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلنے کے بعد سوگئی۔ چند گھنٹے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو نماز کا وقت گزر چکا تھا۔ آسمان پر بادل چھٹ چکے تھے اور دریچے سے سورج کی شعاعیں کمرے میں آرہی تھیں۔ وہ بستر سے اٹھ کر باہر نکلی اور ہاتھ منہ دھونے کے بعد واپس آ گئی۔ پھر اس نے صندوق کھول کر کپڑوں کا ایک جوڑا نکالا۔ لیکن لباس تبدیل کرنے کی بجائے کمرے میں ٹہلنے لگی۔ خادمہ نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا۔ ''بی بی جی مبارک ہو رات انور علی صاحب آ گئے ہیں۔ آج رات آپ بہت دیر سے سوئی ہیں۔ ناشتہ لے آؤں؟'' ''انہوں نے ناشتہ کرلیا ہے؟''

''جی ہاں!''

''مجھے اس وقت بھوک نہیں تم نیچے جاؤ اور میرے پرانے کپڑوں کا بکس اٹھا لاؤ!''

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

"چمڑے کا بکس؟"

"ہاں! نور علی صاحب کیا کر رہے ہیں؟"

"جی وہ تو ناشتہ کرتے ہی منور علی کے ساتھ اپنی والدہ کی قبر پر چلے گئے تھے۔ بہت کمزور ہو گئے وہ۔"

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

خادمہ یہ کہہ کر واپس چلی گئی اور چند منٹ بعد ایک چمڑے کا بکس لے کر کمرے میں داخل ہوئی تھوڑی دیر بعد منیرہ ہندوستانی لباس کی بجائے فرانسیسی لباس پہنے دریچے کے سامنے کھڑی باہر جھانک رہی تھی۔ نور علی نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ "میں اندر آ سکتا ہوں؟"

"آیئے یہ آپ کا گھر ہے!" نور علی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔ "خادمہ کہتی ہے آج آپ نے ناشتہ نہیں کیا؟" منیرہ اس سے اپنے

لباس کی تبدیلی کے متعلق سننا چاہتی تھی لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ اس نے جواب دیا۔ ''مجھے بھوک نہیں۔'' انور علی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''جین بیٹھ جاؤ میں تمہارے سامنے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ جھجکتی ہوئی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ انور علی کچھ دیر گردن جھکائے سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا ''میں صبح امی جان کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد سرکاری مہمان خانے چلا گیا تھا۔''

Pdf by Road Sign

www.magfun.pk.com

''آپ جولین سے مل کر آئے ہیں؟''

''ہاں اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں ایک ہفتے تک یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ رات تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ وہ تمہیں لینے آیا ہے۔'' منیرہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انور علی نے کہا۔ ''جین میرے لیے یہ بات کہنا آسان نہیں لیکن اس زندگی میں ہمیں کئی تلخیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔''

منیرہ نے کہا۔ ''آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ چلی جاؤں؟'' انور علی نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن الفاظ اس کے حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ وہ اضطراب کی حالت میں کرسی سے اٹھا اور تھوڑی دیر کمرے میں ٹہلنے کے بعد دریچے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ منیرہ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟''

Pdf by Road Sign

www.hamariweb.com

انور علی نے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں اور منیرہ کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ''جبین مجھے تمہارا مستقبل اپنی خواہشات سے زیادہ عزیز ہے۔'' وہ بولی ''موسیو میں یہاں رہ کر آپ کی پریشانیوں میں اضافہ نہیں کروں گی۔ مجھے صرف اس بات کا انتظار تھا کہ آپ کب یہاں آکر مجھے یہ حکم سنائیں کہ اب اس گھر کے دروازے تمہارے لیے بند ہیں۔'' انور علی نے مڑ کر دیکھا۔ منیرہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے اور وہ بڑی مشکل سے ہونٹ

بمشکل اپنی سسکیاں ضبط کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ ''موسیو! جولین کو یہ پیغام بھیج دیں کہ میں تیار ہوں۔ اب اسے ایک ہفتہ انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''جین یہ ایک مجبوری ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' منیرہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپاتے ہوئے کہا۔ ''جولین ابھی یہاں آئے گا اور میں یہ کوشش کروں گا کہ وہ مراد علی کی واپسی تک ٹھہر جائے۔''

''نہیں نہیں!'' منیرہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ ''خدا کے لیے مجھے اس سے زیادہ سزا نہ دیجیے۔''

www.mazfunpk.com Pdf by Road Sign

”سزا۔۔۔! تم کیا کہہ رہی ہو جین؟ کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ اس گھر کی رہی سہی راحتیں بھی رخصت ہو جائیں گی۔“ وہ بولی۔ ”میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اس گھر کو میری ضرورت نہیں۔“ انور علی نے دوبارہ منہ پھیر لیا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ”جین یہ باتیں میں تمہیں میسور کی کسی بندرگاہ سے جہاز پر سوار کراتے وقت کہنا چاہتا تھا۔ لیکن اب میں اس وقت کا انتظار نہیں کر سکتا۔ تمہیں میرے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ میں نے تمہیں پہلی بار اس وقت دیکھا تھا۔ جب میسور کے آسمان کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور مجھے یہ اطمینان تھا کہ میں مصیبت زدہ انسانوں کو اپنی زندگی کی بے پایاں مسرتوں میں حصہ دار بنا سکا ہوں۔ لیکن اب میرے سامنے بھیانک تاریکیاں ہیں۔ میں میسور کے مستقبل سے مایوس نہیں لیکن وہ سہانی صبح جس کی روشنی میں میں تمہیں زندگی کی حسین منازل دکھا سکتا تھا‘ شاید بہت دور ہے۔“

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

منیرہ نے گردن اوپر اٹھائی اور پر امید سی ہو کر انور علی کی طرف دیکھنے لگی۔ انور علی نے کہا۔ ”ہمارے دشمن اس جنگ کے اختتام کے ساتھ ایک نئی جنگ کا بیج بو چکے ہیں اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ اگر کسی دن اس وحشت و بربریت کا سیلاب جس کے دلگداز مناظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں ہمارے گھروں تک پہنچ گیا تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟ میں نے گزشتہ جنگ کے دوران میں جیتے جاگتے انسانوں کی بستیوں کی جگہ راکھ کے ڈھیر دیکھے ہیں۔ میں نے اپنی قوم کے بیٹوں کی بے گوروکفن لاشیں دیکھی ہیں۔ میں تمہارے سامنے یہ بیان نہیں کر سکتا کہ ان بھیڑیوں نے میری قوم کی بیٹیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ جنگ میں زخمی ہونے کے بعد جب میں قیدیوں کے ساتھ ایک بستی سے گزر رہا تھا تو مجھے گلیوں میں مردوں کی لاشیں دکھائی دے رہی تھیں اور مکانوں کے اندر سے سپاہیوں کے قہقہے اور بے بس عورتوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں زخموں سے نڈھال

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ہونے کے باعث ایک بیل گاڑی پر لیا ہوا تھا اور میرے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ جین وہ دردناک چیخیں اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہیں
۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کوئی نیا طوفان آنے سے پہلے اپنے وطن چلی جاؤ۔ اس لیے نہیں کہ اس گھر کو تمہاری ضرورت نہیں بلکہ اس لیے کہ فرانس میں
تمہارا گھر اس گھر کی نسبت زیادہ محفوظ ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اگر تم یہاں رہنا پسند کرتی ہو تو میں دوبارہ اس موضوع پر گفتگو نہیں کروں گا۔"
منیرہ نے کہا۔ "آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ میں آپ کو ناراض کر کے یہاں رہ سکتی ہوں؟" نور علی کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس
نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "جین اگر تم یہ سننا چاہتی ہو کہ تمہارے متعلق میرے جذبات کیا ہیں تو سنو۔ جب میں قید میں تھا اور مرہٹے مجھے ستانے کے
لیے اس قسم کی خبریں سنایا کرتے تھے کہ اب ہم نے سرنگا پٹم کی مکمل ناکہ بندی کر لی ہے اور ہم چند دن کے اندر اندر میسور کے دارالحکومت پر اپنے

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

جھنڈے گاڑ دیں گے۔ تو میں ایک دن یہ دعا کیا کرتا تھا کہ کاش تم فرانس واپس جا چکی ہو اور دوسرے دن یہ دعا مانگتا تھا کہ کاش میں ایک بار پھر تمہیں دیکھ سکوں۔"

منیرہ کے چہرے سے حزن وملال کے بادل چھٹ گئے اور اس نے کہا۔ "میں سمجھتی تھی کہ آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔"

"جین تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں انسان نہیں ہوں۔ تمہاری محبت میری زندگی کی سب سے بڑی آزمائش تھی۔ اور اس آزمائش کا دور اس وقت سے شروع ہوا تھا جب میں نے پہلی بار تمہیں پانڈی چری کی بندرگاہ پر دیکھا تھا اور اس کا سب سے زیادہ صبر آزما مرحلہ وہ ہوگا جب میں میسور کے ساحل پر تمہیں خدا حافظ کہوں گا۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

منیرہ نے کہا۔ ''آپ کا خیال ہے کہ ہماری زندگی میں ایسا مرحلہ آ سکتا ہے؟'' انور علی نے کہا۔ ''جین میری محبت مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ میں تمہیں اپنے آلام و مصائب میں حصہ دار بناؤں لیکن اگر تم ایک ایسے آدمی کو اپنے لیے کوئی سہارا سمجھ سکتی ہو جس کے راستے میں قدم قدم پر مصائب کے پہاڑ کھڑے ہیں تو مجھے ناشکر گزار نہیں پاؤ گی۔'' خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا۔ ''بی بی جی! جولین صاحب تشریف لائی ہیں۔'' منیرہ نے انور علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو اسے یہیں بلا لیا جائے؟''

''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے وہ آپ کا رشتہ دار ہے؟'' منیرہ نے خادمہ سے کہا۔ ''جاؤ انہیں اوپر لے آؤ!'' خادمہ چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد جولین کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے کہا۔ ''جین میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.urdusoftbooks.com

اس نے جواب دیا۔ ''موسیو میرا نام جین نہیں منیرہ ہے۔ میرا وطن فرانس نہیں میسور ہے۔ اور میں پیرس میں نہیں بلکہ سرنگا پٹم میں پیدا ہوئی ہوں۔''

جولین نے بدحواس ہو کر یکے بعد دیگرے منیرہ اور انور علی کی طرف دیکھا۔

منیرہ نے کہا۔ ''موسیو حیران ہونے کی کوئی بات نہیں میں مسلمان ہو چکی ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.magypk.com

''کب؟ جولین نے پوچھا۔

''بہت دیر کی بات ہے۔''

انور علی نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''لیکن مجھے یہ بات کسی نے نہیں بتائی۔''

میں نے نوکروں کو منع کر رکھا تھا۔ ''لیکن کیوں؟''

جولین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''موسیو مجھے آپ کی سادگی پر تعجب ہوتا ہے۔ اب یہ بتایئے کہ آپ کی شادی کب ہوگی؟'' نور علی نے جواب دیا

''میرا خیال تھا کہ آپ جین سے فرانس کے متعلق مشورہ کرنے آئے ہیں۔'' منیرہ نے کہا۔ ''میں پھر احتجاج کرتی ہوں کہ میرا نام جین نہیں منیرہ ہے۔''

''بہت اچھا منیرہ آئندہ مجھ سے یہ غلطی نہیں ہوگی۔ لیکن آپ نے موسیو کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ وہ پوچھ رہے ہیں کہ ہماری شادی کب

ہوگی؟'' منیرہ کرسی سے اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ ''اس سوال کے جواب کے لیے موسیو کو کچھ دن انتظار کرنا پڑے گا۔''

جولین نے کہا۔ ''ٹھہرو تم کہاں جا رہی ہو؟ میں ایک مہینہ انتظار کر سکتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.Paksociety.com

''میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا۔ آپ کچھ کھائیں گے؟''

Pdf by Road Sign

''نہیں تم جلدی آجاؤ!'' منیرہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کا دماغ مسرت کے ساتویں آسمان پر تھا۔

جولین نے مسکراتے ہوئے انور علی کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”میں اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ آپ اور جین کے درمیان آخری دیوار گرانے کے لیے میرا یہاں ٹھہرنا ضروری ہے۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ آپ کو میری خدمات کی ضرورت نہیں پڑی۔“ انور علی نے کہا۔ ”لیکن آپ تو کہتے تھے کہ آپ صرف جین کو اپنے ساتھ لے جانے پر آمادہ کرنے کے لیے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔“

Pdf by Road Sign

www.kitaabghar.com

”میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جین نے سرنگاپٹم کے ایک مغرور نوجوان کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کرنے میں کہاں تک عقل مندی سے کام لیا ہے۔“

”آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ میں مغرور ہوں؟“ ”جین کے ساتھ چند باتیں کرنے کے بعد میرے لیے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ آپ کے درمیان

جو چیز حائل رہی ہے وہ صرف آپ کا غرور ہے۔"

"کیا آپ کے نزدیک یہ بات کافی نہ تھی کہ وہ میرے دوست کی بیوی تھی؟"

"موسیو جین کو صرف آپ کے غرور نے لیگرانڈ کی ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا تھا کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کو مغرور کہنے سے میرا مقصد آپ کی توہین ہے۔ میں آپ کو ایک بلند ترین انسان سمجھتا ہوں۔ مجھے آپ کے ایثار و خلوص اور آپ کی نیکی اور شرافت کا اعتراف ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر آپ کی نگاہوں کے سامنے غرور کے پردے حائل نہ ہوتے تو آپ کو یہ جاننے میں اتنی دیر نہ لگتی کہ وہ بے بس لڑکی جسے آپ نے پہلی بار پانڈی چری کی بندرگاہ پر دیکھا تھا آپ کو اپنی امیدوں کا مرکز بنا چکی ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''موسیو! پانڈی چری میں میں نے جس لڑکی کو دیکھا تھا وہ لیگرانڈ کے ساتھ منسوب ہو چکی تھی اور اگر میرے سامنے کوئی چیز حائل تھی تو وہ غرور نہیں بلکہ ایک شریف آدمی کی حیا اور اخلاق تھا اور میں جین کے متعلق یہ سننا پسند نہیں کروں گا کہ وہ ایک وفا شعار بیوی نہیں تھی۔''

''میں نے یہ نہیں کہا کہ جین وفا شعار بیوی نہیں تھی۔ اگر وہ میری بہن ہوتی تو بھی میرے دل میں اس کے لیے اس سے زیادہ عزت نہ ہوتی۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو لیگرانڈ کی بے بسی پر رحم آیا اور آپ نے جین سے منہ پھیر لیا۔ اسی طرح جین کو اس پر رحم آیا اور اس نے اس سے شادی کر لی۔ لیگرانڈ میرا عزیز تھا اور میں اس مروت اور رحم دلی کے لیے آپ دونوں کا شکر گزار ہوں۔ لیکن جب میں آپ کے اور جین کے متعلق سوچتا ہوں تو مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ لیگرانڈ آپ سے اتنی بڑی قربانی لینے کا حق دار نہ تھا۔ لیکن اب اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں صرف آپ کو یہ

سمجھانے کے لیے آیا تھا کہ اب جین بیوہ ہو چکی ہے اور اسے آپ کی ضرورت ہے مجھے اس نے پہلے یہ بات نہیں بتائی کہ وہ آپ کے لیے اپنا مذہب تبدیل کر چکی ہے۔ ورنہ میں یہاں آپ کا انتظار کرنے کی بجائے آپ کے لیے ایک خط چھوڑ جاتا۔ اب اگر آپ اس حقیقت کو سمجھ گئے ہیں کہ آپ کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے تو سرنگا پٹم میں میرا کام ختم ہو جاتا ہے۔ میں اسی ہفتے واپس چلا جاؤں گا۔ اب آپ کو میرے صرف ایک سوال کا جواب دینا ہے اور وہ یہ کہ آپ کی شادی کب ہو رہی ہے؟''

انور علی کچھ دیر خاموشی سے جولین کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔ ''اس وقت میں اس سوال کا صحیح جواب نہیں دے سکتا۔ مجھے اپنے بھائی کی آمد کا انتظار کرنا پڑے گا۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کچھ دیر یہاں ٹھہر جائیں؟''

Pdf by Road Sign
www.magsbook.com

"نہیں اگر یہ ضروری ہوتا تو میں ضرور ٹھہرتا لیکن اب مجھے جانا چاہیے۔"

"تو پھر آج سے آپ ہمارے مہمان ہیں۔ میں ابھی شاہی مہمان خانے سے آپ کا سامان منگوالیتا ہوں۔"

"مجھے منظور ہے۔" انور علی نے کہا۔ "موسیو آپ بہت ذہین ہیں۔ لیکن میں ایک بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔۔۔ ابتدا میں اگر مجھے جین کے ساتھ کوئی دلچسپی تھی تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ لیگراند میرا دوست تھا اور لیگراند کی زندگی میں جین کے ساتھ میرا رشتہ ایسا تھا جس پر بہن اور بھائی دونوں فخر کر سکتے تھے۔ میں جب ماضی کی طرف دیکھتا ہوں تو مجھے اس وقت بھی محسوس ہوتا ہے کہ اگر لیگراند زندہ ہو جائے اور میں انہیں حالات میں ایک بار پھر جین کے ساتھ پانڈی چری کی بندرگاہ سے سرنگا پٹم تک سفر کروں تو میرے طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

جولین نے کہا۔ ''میرے دوست تم کو یہ باتیں کہنے کی ضرورت نہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم عام انسانوں سے مختلف ہو۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں یہاں پیدا نہیں ہوا اور نہ آپ لوگوں کے ساتھ جینا مرنا میں اپنے لیے ایک سعادت سمجھتا۔'' منور خان کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا ''جناب' چند آدمی آپ سے ملنا چاہتا ہیں!''

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

''اچھا میں آتا ہوں۔ دیکھو جین نے اگر ناشتہ کر لیا ہو تو اسے اوپر بھیج دو!'' منور خان نے جواب دیا ''جناب وہ نیچے محلے کی عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں۔'' انور علی نے جولین کی طرف متوجہ ہو کر فرانسیسی زبان میں کہا ''مجھے چند لوگ ملنے آئے ہیں۔ جین نیچے پڑوس کی عورتوں کے ساتھ مصروف ہے۔ آپ اطمینان سے بیٹھیں میں ابھی آتا ہوں۔''

جولین نے کہا میرا خیال ہے آج آپ سارا دن مصروف رہیں گے۔ اس لیے مجھے اجازت دیجیے۔ میں شام تک واپس آجاؤں گا۔ ویسے بھی آپ کے ہاں منتقل ہونے سے پہلے میرے لیے شاہی مہمان خانے کے ناظم سے اجازت لینا ضروری ہے۔

بہت اچھا لیکن شام کے وقت آپ ضرور آجائیں، میں نوکر کو آپ کا سامان لانے کے لیے بھیج دوں گا۔ جولین اٹھ کر انور علی کے ساتھ چل دیا۔ مکان کی ڈیوڑھی کے قریب پہنچ کر انور علی نے جولین کو رخصت کیا اور دیوان خانے میں چلا گیا۔ باقی سارا دن اس کے یہاں پڑوسیوں اور دوستوں کا تانتا بندھا رہا اور اسے منیرہ سے کوئی بات کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ رات کے وقت اس نے دیوان خانے کے ایک کمرے میں جولین کے ساتھ کھانا کھایا اور کچھ دیر اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ دس بجے کے قریب وہ اپنے مہمان سے رخصت لے کر دیوان خانے سے باہر آیا تو رہائشی مکان کے دروازے پر منور خان کھڑا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.com

انور علی نے کہا "کون! منور تم یہاں کیوں کھڑے ہو!"

"جناب میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔"

"انور علی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "جاؤ آرام کرو!"

منور خان نے کہا "جناب میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو!"

"لیکن مجھے ڈر ہے کہ بی بی خفا ہوں گی۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر تمہیں خاموش رہنا چاہئے۔"

Pdf by Road Sign
www.nigafunpk.com

''لیکن جناب میں یہ سمجھتا ہوں کہ گھر کی کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں رہنی چاہئے۔ میں کوئی بات نہیں کہنا چاہتا...... بات یہ ہے کہ بی بی مسلمان ہو چکی ہیں اور ان کا نام اب جین نہیں بلکہ منیرہ ہے۔ میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے کئی بار نماز پڑھتے دیکھتا ہے۔''

انور علی نے کہا ''منور تم نے بہت اچھی خبر سنائی ہے اور صبح میں تمہیں انعام دوں گا۔'' منور خان نے کہا ''جناب میں آپ کو ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں۔ ابھی بی بی جی یہاں کھڑی آپ کا راستہ دیکھ رہی تھیں۔ میں قریب سے گزرا تو وہ مجھے دیکھ کر واپس چلی گئیں۔ صحن میں پہنچ کر انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا جب آپ آئیں تو میں آپ کو یہ بتا دوں کہ وہ کھانا کھاتے ہی سو گئی تھیں۔ میں اس سے پہلے بھی کئی بار انہیں آپ کا انتظار کرتے دیکھ چکا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''اچھا جاؤ اب سو جاؤ!'' انور علی یہ کہہ کر اندر داخل ہوا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ اپنے کمرے میں لباس تبدیل کر رہا تھا تو اسے اپنے بستر کے تکیے پر ایک کاغذ دکھائی دیا۔ اس نے کاغذ اٹھا کر کھولا اور کرسی گھسیٹ کر چراغ دان کے قریب بیٹھ گیا۔ کاغذ پر اپنی ماں کے ہاتھ کی تحریر پہچان کر وہ اپنے دل میں جذبات کا تلاطم محسوس کرنے لگا۔ انور علی کے نام فرحت کے ہاتھ کی آخری تحریر تھی

Pdf by Road Sign

نور چشم! مجھے معلوم نہیں تم کہاں اور کس حال میں ہو۔ میں بیماری کی حالت میں تمہیں یہ خط لکھ رہی ہوں۔ اب میں شاید زیادہ دیر تمہارا انتظار نہ کر سکوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ مرنے کے بعد میری روح کو یہ بے چینی نہیں رہے گی کہ میرے بعد تمہارے بھائی کے سوا اس گھر میں تمہارا انتظار کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ جب تم آؤ گے تو منیرہ تمہاری راہ دیکھ رہی ہوگی۔ اس کا ایک رشتے دار اسے لینے آیا ہے لیکن اس نے اپنے وطن جانے سے انکار کر دیا

ہے۔تم یہ سمجھ سکتے ہو کہ اس کے انکار کی وجہ کیا ہے۔منیرہ نے اسلام قبول کرلیا ہے اور میری آخری خواہش یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ شادی کرلو۔ایک ماں سے اپنے بچوں کی کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔میں جانتی ہوں کہ تم دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔منیرہ اگر میری اپنی بیٹی ہوتی تو بھی شاید اس سے زیادہ میری خدمت نہ کرسکتی۔مجھے یقین ہے کہ تم ضرور آؤ گے۔تمہارے متعلق میں نے جو خواب دیکھے ہیں وہ تمام غلط نہیں ہوسکتے۔مجھے یقین ہے کہ میں تمہیں نہیں دیکھ سکوں گی۔لیکن میری روح ہمیشہ تمہاری مسرتوں میں شریک رہے گی۔ ''تمہاری ماں''

Pdf by Road Sign

انور علی کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوچکی تھیں اس نے خط کو اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔آنسو آنکھوں سے چھلک کر بہہ نکلے اور کاغذ میں جذب ہوگئے۔جولین انور علی کے ہاں ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد رخصت ہوا اور اس کے جانے کے دو دن بعد مراد علی مدارس سے واپس آگیا۔مراد

علی کے گھر پہنچتے ہی انور علی اور منیرہ کی شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں اور دو ہفتے بعد وہ رشتہ ازواج میں منسلک ہو گئے دعوت ولیمہ میں شہر کے معززین، حکومت کے بڑے بڑے عہدہ دار اور فوج کے افسر شریک تھے۔ مہمانوں میں سے کئی افسر ایسے بھی تھے جو انور علی کے ساتھ مرہٹوں کی قید میں رہ چکے تھے۔ بدر الزماں خان جسے مرہٹوں نے سب سے آخر میں آزاد کیا تھا شادی سے دو دن قبل سرنگا پٹم پہنچ چکا تھا اور وہ علالت کے باوجود دعوت میں شریک تھا۔ شادی کے بعد کئی دن تک شہر کے معزز گھرانوں کی بہو بیٹیاں دلہن کے لیے تحائف لے کر آتی رہیں۔ چنانچہ ایک دن منیرہ نے انور علی سے کہا اب میرے پاس اتنے کپڑے جمع ہوگئے ہیں کہ آپ کو میرے لیے کئی سال تک نیا لباس بنوانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں چند جوڑے پڑوس کی بیوہ اور محتاج عورتوں میں تقسیم کر دوں؟''

Pdf by Road Sign
www.mag...pk.com

انور علی نے جواب دیا ''ایک نیک کام کے لیے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے تمام فالتو جوڑے شہر کی ان عورتوں میں تقسیم کر دو جن کے شوہر جنگ میں شہید ہو چکے ہیں۔''

Pdf by Road Sign

شادی کے چند ہفتے بعد نور سرنگا پٹم میں ایک ہزار سواروں کی کمان سنبھال چکا تھا اور مراد علی رسالدار کے عہدہ پر ترقی کر کے چتل ڈرگ روانہ ہو چکا تھا۔ جنگ کے اختتام سے اگلے سال لارڈ کارنوالس انگلستان واپس چلا گیا اور اس کی جگہ سر جان شور نے کمپنی کی کمان کار سنبھال لی۔ لارڈ کارنوالس کی واپسی سے قریباً چھ ماہ بعد انگریزوں نے سلطان کے دو بیٹے جو یرغمال کے طور پر مدراس لے گئے تھے، واپس بھیج دیئے۔ سلطان ٹیپو معاہدے کی شرائط کے مطابق پہلے سال ہی انگریزوں کو تاوان کی رقم ادا کر چکا تھا اور اس کے بعد شہزادوں کو اتنی مدت روکے رکھنے کے لیے کوئی وجہ جواز نہ تھا لیکن میر نظام علی کی مداخلت کے باعث کمپنی کی حکومت صلح کی شرائط کے خلاف کئی مہینے شہزادوں کی واپسی کا مطالبہ ٹالتی رہی۔

Pdf by Road Sign
www.mazfunpk.com

سلطان کے خلاف میر نظام علی کی سازشی سرگرمیوں کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ جنگ کے نتائج سے مطمئن نہ تھا اور وہ ان ہڈیوں کو اپنے لیے ناکافی سمجھتا تھا جو میسور کے مال غنیمت سے اس کے حصے میں آئی تھیں۔ وہ سلطان سے کرنول کا علاقہ چھیننے پر بضد تھا۔ انگریز کچھ مدت درپردہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ لیکن جنوبی ہند کی سیاست میں اچانک ایک خوشگوار تبدیلی پیدا ہوئی اور انگریزوں نے بدلتے ہوئے حالات سے مجبور ہو کر نظام کے نامعقول مطالبات کی تائید و حمایت سے انکار کر دیا۔ مہاوجی سندھیا' جو مرہٹہ حکمرانوں میں سب سے زیادہ بااثر' ہوشیار اور دور اندیش اور جس کی بساط سیاست پر دلی کے مفلوج اور بے بس حکمران شاہ عالم ثانی کی حیثیت ایک مہرے سے زیادہ نہ تھی' پونا پہنچا اور اس نے اپنے غیر معمولی اثر و رسوخ سے مرہٹوں کی سیاست کا رخ بدل دیا۔ سندھیا جنوبی ہندوستان میں میسور کی سلطنت کو انگریزوں کے راستے کی آخری دیوار سمجھتا تھا۔ اس نے پیشوا اور

Pdf by Road Sign

اس کے مشیروں اور جرنیلوں کو اس بات کا احساس دلایا کہ تم نے گزشتہ جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دے کر غلطی کی ہے تم ایک بیرونی خطرے کو اپنی

سرحدوں کے قریب لے آئے ہو۔ تمہارا دشمن سلطان ٹیپو نہیں جس کا خاندان برسوں سے جنوبی ہندوستان کے دروازے پر پہرہ دے رہا ہے بلکہ وہ

لوگ ہیں جن کے کندھے پر اپنی بندوقیں رکھ کر اس ملک کی عزت اور آزادی کے دشمن آہستہ آہستہ دلی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تمہیں سلطان ٹیپو کی

Pdf by Road Sign

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طاقت سے نہیں میر نظام علی کی کمزوری سے خوف کھانا چاہئے جو اپنی حفاظت کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کے سپاہیوں کی سنگینوں کی ضرورت محسوس کرتا ہے

اگر تمہیں ہوش نہ آیا تو وہ دن دور نہیں جب حیدر آباد کے ہر شہر میں انگریزوں کی چھاؤنیاں ہوں گی اور وہ تمہیں ایک ایک کر کے نگلنا شروع کر دیں گے۔

اصل خطرہ میسور سے نہیں بلکہ حیدر آباد سے ہے۔ مہاو جی سندھیا کی آمد سے قبل سلطان ٹیپو کے متعلق ہری پنت کے خیالات میں بھی ایک بہت بڑا

انقلاب آچکا تھا اور وہ انگریزوں کی بجائے سلطان ٹیپو کے ساتھ مرہٹوں کے تعلقات استوار کرنے کے لیے کوشاں تھا۔ لیکن پرس رام بھاؤ اور نانا فرنویس کی مخالفت کے باعث اس کی کوششیں بارآور ثابت نہ ہوئیں۔ اب پونا میں سندھیا کی آمد کے باعث ہری پنت اور اس کے ہم خیال مرہٹہ لیڈروں کے ہاتھ مضبوط ہو گئے اور پیشوا کو نظام اور انگریزوں کی بجائے سلطان ٹیپو کی طرف مائل ہونا پڑا۔ لیکن سندھیا اور سلطان ٹیپو کے درمیان ابھی دوستانہ خط و کتابت ہو رہی تھی کہ سندھیا اور ہری پنت یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے اور ان کی کوششیں کوئی عملی نتیجہ پیدا نہ کر سکیں۔ تاہم پیشوا اور مرہٹہ سرداروں کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ انہیں سلطان ٹیپو کی نسبت انگریزوں کی دشمنی اور میر نظام علی کی ابن الوقتی سے زیادہ خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔

پونا میں سندھیا کے قیام کے دوران میں انگریز بے حد پریشان تھے۔ اس کی موت کے بعد وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ ایک بہت بڑا خطرہ ٹل چکا

ہے تاہم مرہٹوں کی سیاست میں تبدیلی کے آثار دیکھ کر انہوں نے سلطان کو کسی نہ کسی محاذ پر الجھائے رکھنے کی پالیسی میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی اور مدراس میں نظر بند شہزادوں کو عزت اور احترام کے ساتھ واپس روانہ کر دیا۔ اس عرصہ میں ڈھونڈیا واغ، جو صلح کی شرائط سے بددل ہو کر میسور سے نکل گیا تھا، مرہٹوں کے خلاف انتقامی کارروائی میں مصروف رہا۔ اس نے دھاڑوار کے قریب لوٹ مار کرنے کے بعد ہاویری اور شاہنور پر قبضہ کر لیا اور سلطان ٹیپو کی خدمت میں ایلچی بھیج کر مرہٹوں سے میسور کے تمام مفتوحہ علاقے چھیننے کی پیش کش کی۔ لیکن سلطان ٹیپو نے اس کے ساتھ کوئی سروکار رکھنے سے انکار کر دیا۔ ڈھونڈیا واغ سرپھروں کی ایک مٹھی جماعت کے ساتھ کافی عرصہ مرہٹوں کو پریشان کرتا رہا۔ بالآخر پونا کی حکومت نے دو ہزار سوار اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیے اور ڈھونڈیا واغ ایک گھمسان کی لڑائی میں شکست کھانے کے بعد دھونی کی طرف بھاگ نکلا۔

Pdf by Road Sign

ایک دن منیرہ اپنی کمرے بیٹھی مراد علی کے نام خط لکھ رہی تھی۔

''پیارے مراد! تم نے پچھلے مہینے پر اطلاع دی تھی کہ تمہیں عنقریب چھٹی ملنے والی ہے اس کے بعد تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ تم نے اپنے بھائی جان کے خط کا جواب بھی نہیں لکھا۔ ان دنوں ہماری گفتگو عام طور پر تمہاری شادی کے مسئلہ پر ہوتی ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم دو تین ماہ کی چھٹی لے کر گھر آجاؤ۔ میں نے تمہارے لیے ایک رشتہ تلاش کر لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم میرے انتخاب کو پسند کرو گے۔ لڑکی نہایت حسین اور سمجھدار ہے اور ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہے میں نے تمہارے بھائی جان کو اس کے باپ سے رشتہ کے متعلق بات کرنے کو کہا تھا۔ لیکن وہ بات کرنے سے پہلے تمہاری رضامندی حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ میں بہت خوش ہوں۔ تم جلد آنے کی کوشش کرو اور اگر کسی وجہ سے جلدی نہ آسکو تو جواباً مجھے اس

Pdf by Road Sign

بات کی اجازت دو کہ میں اس لڑکی کی والدہ سے تمہارے رشتے کے بارے میں گفتگو کروں۔"

(تمہاری بھابی "منیرہ")

دو ہفتے بعد ایک سہ پہر انور علی ہاتھ میں ایک کاغذ لیے منیرہ کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا "منیرہ مراد علی کا خط آیا ہے۔" منیرہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور اس نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا "لایئے!" انور علی نے جواب دیا "میں پڑھ کر تمہیں سنا دیتا ہوں۔" وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ انور علی نے خط کا مضمون پڑھنا شروع کیا۔ مراد علی نے لکھا تھا۔

www.mafunpk.com
Pdf by Road Sign

بھائی جان! السلام علیکم

میں سرحدی دفاعی چوکیوں کے معائنے کے لیے گیا ہوا تھا، اس لیے آپ اور بھابی جان کے خطوط کا جواب نہ لکھ سکا۔ مجھے ایک ماہ کی چھٹی مل گئی ہے لیکن میں گھر آنے سے پہلے چچا اکبر خان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ ایک مدت سے ان کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ان کے حالات معلوم کرنا ہمارا فرض ہے ان سے ملنے کے بعد میں چھٹی کے باقی دن آپ کی خدمت میں گزارنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اگر مجھے ان کے ہاں زیادہ دیر ٹھہرنا پڑا تو میں چھمل ڈرگ واپس آجاؤں گا فوجدار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ مجھے تین چار ماہ کے بعد دوبارہ چھٹی مل جائے گی۔ اب مجھے بھابی جان سے کچھ کہنا ہے۔ انہوں نے پھر میری شادی کا مسئلہ چھیڑ دیا ہے۔ بھائی جان آپ میری سفارش کریں ابھی میرے لیے ان باتوں کو سوچنے کا وقت نہیں آیا تھا۔ بھابی جان کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیجیے۔''

www.mediafunpk.com
Pdf by Road Sign

منیرہ نے مایوس ہو کر کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ شادی کے مسئلہ کو اتنا غیر اہم کیوں سمجھتا ہے۔ کاش میں اسے وہ لڑکی دکھا سکتی!" نور علی مسکرایا "لڑکی دکھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں اپنے بھائی کو جانتا ہوں۔" منیرہ نے کہا "آپ کا مطلب ہے کہ وہ شادی نہیں کرے گا؟"

Pdf by Road Sign

"ضرور کرے گا"

"کب؟"

"جب اس کی مرضی ہوگی"

df by Road Sig

ایک دوپہر مراد علی اکبر خان کے گاؤں سے آٹھ دس میل کے فاصلے پر ظہر کی نماز ادا کرنے کے لیے ایک ندی کے کنارے اترا۔ اردگرد گھنا جنگل تھا۔ مراد علی نے رستے سے چند قدم ہٹ کر ایک درخت کے ساتھ اپنا گھوڑا باندھ دیا اور ندی کے پانی سے وضو کرنے کے بعد نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو کر اٹھنے لگا تو اس نے اچانک محسوس کیا کہ کوئی تیز چیز اس کی گردن چھو رہی ہے۔ اس کی بندوق سامنے پڑی ہوئی تھی لیکن بندوق اٹھانے کا موقع نہ تھا۔ وہ ایک ثانیہ توقف کے بغیر جھکا اور پھر کود کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ آنکھ جھپکنے کی دیر میں وہ اپنی تلوار نکال چکا تھا لیکن اتنے میں ایک آدمی کے نیزے کی نوک اس کے سینے کو چھو رہی تھی اور اس کے دائیں بائیں دو اور آدمی اپنی بندوقیں سیدھی کیے کھڑے تھے۔ یہ لوگ اپنے لباس سے مرہٹے معلوم ہوتے تھے۔ مراد علی نے مڑ کر دیکھا تو دو اور مسلح آدمی اس کے گھوڑے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اس نے اپنی تلوار پھینک

Pdf by Road Sign
www.urdupdfbook.com

دی۔ مرجے نے اطمینان سے اپنا نیزہ جھکاتے ہوئے پوچھا ''تم کون ہو؟''

مراد علی نے کہا ''یہ سوال مجھے تم سے پوچھنا چاہیے تھا!'' مرجے نے دوبارہ اپنے نیزے کی نوک اس کے سینے پر رکھ دی اور تلخ ہو کر کہا ''تم ابھی تک یہ سمجھ رہے ہو کہ تم ادھونی کی گلیوں میں پھر رہے ہو۔''

Pdf by Road Sign
www.roadfunpk.com

''میں ادھونی سے نہیں آیا اور تمہیں بات کرنے کے لیے بار بار نیزہ دکھانے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں اس وقت تمہارے نرغے میں ہوں۔''

''تم کہاں سے آئے ہو؟''

دی۔ مرجے نے اطمینان سے اپنا نیزہ جھکاتے ہوئے پوچھا ”تم کون ہو؟“

مراد علی نے کہا ”یہ سوال مجھے تم سے پوچھنا چاہیے تھا!“ مرجے نے دوبارہ اپنے نیزے کی نوک اس کے سینے پر رکھ دی اور تلخ ہو کر کہا ”تم ابھی تک یہ سمجھ رہے ہو کہ تم ادھونی کی گلیوں میں پھر رہے ہو۔“

Pdf by Road Sign
www.roadfunpk.com

”میں ادھونی سے نہیں آیا اور تمہیں بات کرنے کے لیے بار بار نیزہ دکھانے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں اس وقت تمہارے نرغے میں ہوں۔“

”تم کہاں سے آئے ہو؟“

"میں سرنگا پٹم سے آیا ہوں۔" مرہٹہ پریشان سا ہو کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ مراد علی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور چمڑے کی ایک چھوٹی سی تھیلی نکال کر ان کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے کہ مجھے راستے میں آپ سے ملاقات کی توقع نہ تھی ورنہ میں آپ کو مایوس نہ کرتا۔ اس وقت میرے پاس یہی کچھ ہے۔" مرہٹے نے جھک کر تھیلی اٹھائی اور آگے بڑھ کر مراد علی کو پیش کرتے ہوئے کہا "اسے اپنے پاس رکھیے۔ اگر آپ سرنگا پٹم سے آئے ہیں تو ہمیں اپنا دوست سمجھیے۔ لیکن ہم آپ کو تھوڑی سی تکلیف اور دینا چاہتے ہیں۔ اپنی تلوار اور بندوق اٹھا لیجیے اور ہمارے ساتھ چلیے!"

"کہاں؟" مراد علی نے حیران ہو کر پوچھا۔ "ہمارے سردار کے پاس۔ آپ کو زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا۔"

"تمہارا سردار کون ہے؟"

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

”آپ کو ابھی معلوم ہو جائے گا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ سرنگا پٹم کے رہنے والے ہیں تو ہمارے سردار کو اپنا دوست پائیں گے اور اگر آپ نے جھوٹ بولا ہے تو بھی ہمیں پتہ چل جائے گا اور آپ باقی سفر کی تکلیف سے بچ جائیں گے۔“ دوسرے آدمی نے ہنستے ہوئے کہا ”اگر ہمارے سردار کو یہ پتہ چلا کہ آپ جھوٹ بول کر اپنی جان بچانے کی کوشش کر رہے ہیں تو آپ کو اس جنگل کے کسی درخت کے ساتھ پھانسی دے دی جائے گی۔“ ایک آدمی نے مراد علی کا گھوڑا پکڑ لیا اور وہ کچھ کہے بغیر ان کے ساتھ چل پڑا۔

Pdf by Road Sign

ندی کے کنارے کنارے گھنے جنگل میں کوئی آدھ میل چلنے کے بعد مراد علی کو ایک جگہ تیں چالیس آدمی دکھائی دیئے جو ایک بوسیدہ خیمے کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ مراد علی کو دیکھتے ہی اس کے گرد جمع ہو گئے۔ ایک نوجوان آگے بڑھ کر چلایا ''ارے ظالمو یہ تو میسور کی فوج کے افسر ہیں۔ میں نے انہیں کئی بار دیکھا ہے۔ اگر تم نے ان کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے تو سردار تمہاری کھال اتار لے گا۔'' مراد علی کی پریشانی حیرت میں تبدیل ہو رہی تھی۔ خیمے سے ایک آدمی جس کے بازو اور گردن پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں نمودار ہوا اور مراد علی نے اسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا وہ ڈھونڈیا داغ تھا۔ وہ آگے بڑھا اور تھوڑی دیر مراد علی کی طرف غور سے دیکھنے کے بعد چلایا ''ارے آپ مراد علی ہیں!'' مراد علی نے شکایت کے لہجے میں کہا ''خدا کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے پہچان لیا ورنہ آپ کے آدمی مجھے اسی جنگل میں پھانسی دینے کی خوشخبری سنا چکے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ڈھونڈیا واغ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا ''آپ کے ایک بال کے بدلے میں ان سب کو پھانسی دے سکتا ہوں۔ لیکن آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟''

''میں ابا جان کے ایک دوست کے پاس آیا ہوں۔ ان کا گاؤں یہاں سے چند میل دور ہے۔ ''میرے آدمیوں نے آپ کے ساتھ کوئی بدسلوکی تو نہیں کی؟''

Pdf by Road Sign

''نہیں' بلکہ میں اس ملاقات کے لیے ان کا شکر گزار ہوں۔ لیکن آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ میں نے سنا تھا کہ آپ شاہنور تک پہنچ چکے ہیں۔'' ڈھونڈیا واغ مسکرایا ''میرے دوست میں تو کسی دن پونا پہنچنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن اب میں شکست کھا چکا ہوں۔ وادو پنت گھوکلے میرے آٹھ سو آدمیوں کے مقابلے میں تین ہزار سپاہی لے آیا تھا۔ شاہنور سے بھاگنے کے بعد میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے لیے یہ علاقہ ہوگا۔ لیکن مرہٹے

یہاں بھی میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ کل ہی مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ مرہٹہ سواروں کا ایک دستہ یہاں سے چند میل کے فاصلے پر دیکھا گیا ہے۔''

مرہٹہ سوار ''آپ کے مطلب یہ ہے کہ مرہٹہ سوار ادھونی کے علاقے میں داخل ہو چکے ہیں؟''

''ہاں!''

''لیکن نظام یہ کیسے برداشت کرے گا؟''

''نظام کو اب بہت کچھ برداشت کرنا پڑے گا۔ پونا کی افواج جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس مرتبہ سلطان کی جگہ نظام پر اپنی قوت آزمائیں گے۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

مراد علی نے کہا "آپ زخمی ہیں؟"

"میرے زخم اب ٹھیک ہو گئے ہیں آیئے!" ڈھونڈیا داغ مراد علی کا بازو پکڑ کر خیمے کی طرف چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خیمے کے اندر بیٹھے اطمینان سے باتیں کر رہے تھے۔ ڈھونڈیا داغ نے کہا شاہنواز پٹوردھن کے بعد میں نے سلطان معظم کی خدمت میں ایک ایلچی بھیج کر مرہٹوں سے میسور کے مقبوضہ علاقے چھیننے کی پیش کش کی تھی۔ لیکن ان کی طرف سے یہ جواب ملا کہ تم ہمارے لیے پیچیدگیاں پیدا کرنے کی کوشش نہ کرو ہم سختی کے ساتھ صلح کی شرائط پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.mazfun.pk.com

مراد علی نے پوچھا ''اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟'' ڈھونڈیا واغ نے جواب دیا ''اب میسور کے سوا مجھے اور کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ میرے آقا مجھ سے خفا ہیں۔ لیکن مجھے کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ اگر میں ان کے پاؤں پر گر پڑوں تو وہ میری خطائیں بھول جائیں گے۔ اگر آپ سلطان معظم کی خدمت حاضر ہو کر میرے متعلق کچھ کہہ سکیں تو یہ بہت بڑا احسان ہوگا۔ میرے بچے کھچے ساتھی زیادہ عرصہ اس حال میں نہیں رہ سکتے۔''

مراد علی نے جواب دیا ''آپ کی اعانت میرا فرض ہے۔ میں چتل ڈرگ سے چند دنوں کی چھٹی پر آیا ہوں اور اب میں واپس پہنچتے ہی سرنگا پٹم جانے کے لیے مزید رخصت لینے کی کوشش کروں گا۔ میری حیثیت ایسی نہیں کہ اس مسئلہ میں براہ راست سلطان معظم سے کوئی بات کر سکوں۔ تاہم مجھے امید ہے کہ وہاں مجھے کئی مددگار مل جائیں گے۔ اگر مجھے چتل ڈرگ سے فوراً چھٹی نہ ملی تو آپ کو کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔ آپ کے ساتھیوں کی

Pdf by Road Sign
www.urdunpk.com

فوری امانت کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ انہیں چنگل ڈرگ کی فوج میں بھرتی کرلیا جائے۔ میری واپسی کے بعد انہیں وہاں بھیج دیں مجھے یقین ہے کہ ہمارا فوجدار انہیں اپنی فوج میں لینے سے انکار نہیں کرے گا۔"

ڈھونڈیا واغ نے کہا "نہیں یہ لوگ میرے ساتھ نہیں گے میرے بیشتر سپاہی ابھی تک دور دور کے جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپے ہوئے ہیں اور میں انہیں ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں اپنے دو آدمیوں کو آپ کے ساتھ بھیج دوں گا۔ آپ کب تک واپس ہوں گے؟"

"میں ایک ہفتہ تک واپس آجاؤں گا اور اگر آپ یہاں ہوئے تو آپ کے آدمیوں کو اپنے ساتھ لیتا جاؤں گا۔"

Pdf by Road Sign
www.mazfunpk.com

"میں یہیں رہوں گا اور اگر کسی وجہ سے مجھے کوئی اور جائے پناہ تلاش کرنی پڑی تو بھی میں دو آدمیوں کو یہاں چھوڑ جاؤں گا اور وہ آپ کی واپسی کا انتظار کریں گے۔" مراد علی نے کہا "بہت اچھا۔ لیکن اگر کسی وجہ سے وہ مجھے یہاں نہ ملیں تو آپ انہیں چتل ڈرگ بھیج دیجئے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"اتنی جلدی! کم از کم ایک دن تو میرے پاس ٹھہریئے!"

"نہیں میں آج شام سے پہلے وہاں پہنچنا چاہتا ہوں۔ اگر وقت ملا تو واپسی پر آپ کے پاس ٹھہر جاؤں گا۔"

"بہت اچھا اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو میں آپ کو مجبور نہیں کر سکتا۔" خیمے سے باہر سرپٹ گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور مراد علی اور ڈھونڈیا واغ جلدی سے باہر نکل آئے۔ ایک سوار ڈھونڈیا واغ کے قریب پہنچ کر کود پڑا اور اس نے آگے بڑھ کر کہا "مہاراج! وہ سوار جو ہم نے کل دیکھے تھے

Pdf by Road Sign
www.paksfunpk.com

مرہٹہ فوج کے سپاہی نہیں بلکہ لٹیرے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ چند دنوں سے اس علاقے میں لوٹ مار کر رہے ہیں پچھلے ہفتے اس علاقے کے لوگوں نے انہیں مار کر سرحد کے پار پہنچا دیا تھا لیکن اب وہ دوبارہ واپس آ گئے ہیں اور اس وقت جنگل سے نکل کر افغان کی بستیوں کا رخ کر رہے ہیں۔ میں نے ایک جھاڑی میں چھپ کر ان کی باتیں سنی ہیں۔ وہ کسی بستی پر حملہ کرنے کی نیت سے جا رہے ہیں۔"

Pdf by Road Sign

مراد علی نے پریشان ہو کر ڈھونڈیا داغ کی طرف دیکھا اور کہا "میرے دوست میری منزل مقصود انہی افغانوں کی ایک بستی ہے۔ اب شاید مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پڑے!"

”میں حاضر ہوں جناب!“ ڈھونڈیا داغ یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ”تم کیا دیکھ رہے ہو اپنے گھوڑے تیار کرو۔ سلطان ٹیپو کے ایک بہادر سپاہی کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے!“ ڈھونڈیا داغ کے ساتھی اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالنے میں مصروف ہو گئے اور اس نے مراد علی سے کہا

”مجھے تیاری کے لیے صرف دو منٹ کی ضرورت ہے۔“

”نہیں نہیں آپ زخمی ہیں، آپ آرام کریں۔“

”آپ میری فکر نہ کریں، میں بالکل ٹھیک ہوں“ ڈھونڈیا داغ نے خیمے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مسلح ہو کر خیمے سے باہر نکلا اور ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ مراد علی کے علاوہ کوئی پینتیس سوار اس کے پیچھے ہو لیے۔

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

قریباً ایک گھنٹہ جنگل میں گھوڑے دوڑانے کے بعد انہیں ایک طرف سے بندوقوں کے دھماکے سنائی دیے۔ ڈھونڈیا داغ نے اپنا گھوڑا روک کر ہاتھ بلند کیا اور اسکے ساتھی رک گئے۔ اس نے کہا "اب جنگل ختم ہونے والا ہے۔ اس لیے آگے پیدل چلنا پڑے گا۔" ڈھونڈیا داغ کے ساتھیوں نے بغیر کسی توقف کے اس کے حکم کی تعمیل کی اور سات آدمی گھوڑوں کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر آگے بڑھا۔ جنگل کے آگے کچھ زمین خالی پڑی تھی اور اس سے آگے بستی کے قریب گنے کے کھیت شروع ہوتے تھے۔ ڈھونڈیا داغ جلدی سے ایک اونچے درخت پر چڑھا اور صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد نیچے اتر کر مراد علی سے مخاطب ہوا۔

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

’’ڈاکوان کھیتوں سے آگے باغ میں جمع ہو کر فائر کر رہے ہیں۔ باغ کے دائیں طرف ایک جوہڑ ہے۔ میں گنجان درختوں کی آڑ میں چھپے ہوئے ڈاکوؤں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں کر سکا لیکن مجھے یقین ہے کہ عقب سے ہمارا اچانک حملہ انہیں بھاگنے پر مجبور کر دے گا۔‘‘ مراد علی نے بے چین ہو کر کہا ’’ہم وقت ضائع کر رہے ہیں!‘‘

Pdf by Road Sign

www.hagfunpk.com

ڈھونڈیا داغ نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ وہ بھاگتے ہوئے گنے کے کھیت عبور کرنے لگے۔ آخری کھیت کے کنارے پہنچ کر ڈھونڈیا داغ نے اپنے ساتھیوں سے کہا ’’تم یہیں چھپے رہو۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔‘‘ ڈھونڈیا داغ کے ساتھی ایک قطار بنا کر کھیت کے مینڈ سے چند قدم دور کھڑے ہو گئے اور وہ زمین پر لیٹ کر رینگتا ہوا آگے بڑھا مراد علی نے اس کی تقلید کی اور چند منٹ بعد یہ دونوں کھیت کی مینڈ کی آڑ میں لیٹے باغ کا

جائزہ لے رہے تھے۔ باغ کا پچھلا حصہ خالی تھا اور وہاں جگہ جگہ درختوں کے ساتھ ڈاکوؤں کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ ڈاکو جن کی تعداد کوئی ڈیڑھ دوسو کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی' باغ کے اگلے حصے میں جمع تھے اور گاؤں کی طرف باغ کی مینڈ ان کے لیے مورچے کا کام دے رہی تھی۔ دس بارہ آدمی گھوڑوں کی حفاظت کے لیے کھڑے تھے۔ مراد علی نے اطمینان سے ڈھونڈیا واغ کی طرف دیکھا اور کہا "اب ہمیں جلد بازی کی ضرورت نہیں معلوم ہوتا ہے کہ باغ اور گاؤں کے درمیان کافی فاصلہ ہے اور ڈاکوؤں کی گولیاں گاؤں والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔"

ڈھونڈیا واغ نے کہا "اس وقت ان لوگوں کا مقصد گاؤں کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ ڈاکو صرف یہ چاہتے ہیں کہ گاؤں کے لوگ ڈر کر بھاگ نکلیں اور انہیں کھلے میدان شکار کرنے کا موقع مل جائے۔ اگر گاؤں والے جواب میں گولیاں نہ چلاتے تو یہ لوگ اس وقت ان کے گھروں میں لوٹ مار کر

رہے ہوتے۔ میں چند آدمیوں کے ساتھ گنے کے کھیت کا چکر کاٹ کر باغ کی دائیں طرف سے حملہ کروں گا۔ آپ باقی آدمیوں کے ساتھ کھیت میں چھپے رہیں۔ جب ڈاکو افراتفری کی حالت میں اس طرف ہٹیں تو آپ حملہ کردیں مجھے یقین ہے کہ چند منٹ میں میدان صاف ہوجائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد ڈھونڈیا داغ چندرہ آدمیوں کے ساتھ گنے کے کھیت میں غائب ہوچکا تھا اور مراد علی مینڈ سے چند قدم پیچھے باقی آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اچانک باغ کے دائیں طرف سے بندوقوں کے دھماکوں کے ساتھ ڈاکوؤں کی چیخ و پکار سنائی دی اور وہ سراسیمگی کی حالت میں باغ کے پچھلے حصے کی طرف سمٹنے لگے۔ اتنی دیر میں مراد علی اور اس کے ساتھی مینڈ کی آڑ میں لیٹ کر اپنی بندوقیں سیدھی کرچکے تھے۔ گھوڑوں کے قریب پہنچ کر ڈاکوؤں کی افراتفری کا یہ عالم تھا کہ کوئی رسا کھول رہا تو دوسرا لگام پر جھپٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوئی اپنے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں ڈال رہا تھا اور دوسرا

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

اس کے پاؤں کھینچ کر خود سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ مراد علی نے فائر کرنے کا حکم دیا اور آن کی آن میں چند آدمی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ کسی نے بلند آواز میں کہا "بھاگو بھاگو اپنی جانیں بچاؤ۔ ہم چاروں طرف سے گھیرے میں آ چکے ہیں!"

مراد علی نے بارعب آواز میں کہا "تمہارے لیے اب بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں اپنے ہتھیار پھینک دو!" چند ڈاکوؤں نے ہتھیار پھینک دیے۔ باقی چیختے چلاتے واپس مڑے۔ باغ کے عقب اور دائیں طرف سے گولیوں کی ایک اور بوچھاڑ نے انہیں بائیں طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد مراد علی اور اس کے ساتھی تلواریں سونت کر باغ کے اندر داخل ہو گئے اور شکست خوردہ ڈاکوؤں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکنے لگے۔ جن لوگوں کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا موقع ملا تھا وہ باغ سے آگے جو ہڑ عبور کرنے کے بعد مغرب کی طرف نکل گئے اور باقی پیدل ان کے پیچھے بھاگنے لگے مراد علی

Pdf by Road Sign
www.readurdu...com

کے ساتھی بھاگنے والوں کا پیچھا کرنے کا خیال چھوڑ کر ہتھیار ڈالنے والے ڈاکوؤں کو ایک جگہ جمع کرنے میں مصروف تھے۔ ڈھونڈیا داغ ایک قوی ہیکل آدمی کے گلے میں رسا ڈالے نمودار ہوا۔ اس کے ساتھی چار آدمیوں کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ ڈھونڈیا داغ نے دور سے بلند آواز میں کہا ''ہم نے ڈاکوؤں کے سردار کو گرفتار کر لیا ہے۔''

تھوڑی دیر بعد یہ لوگ اپنے قیدیوں سمیت باغ سے نکل کر گاؤں کے سامنے ایک کھلے میدان میں پہنچے۔ ڈھونڈیا داغ نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کہا ''گاؤں کے لوگ ابھی تک سہمے ہوئے ہیں۔'' مراد علی نے کہا ''وہ شاید ہمیں بھی ڈاکوؤں کے ساتھی سمجھتے ہوں۔'' ڈھونڈیا داغ نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''گاؤں کے لوگ ہماری طرف سے وثوق کا ثبوت حاصل کیے بغیر واپس نہیں آئیں گے۔ اس لیے ان قیدیوں کو درختوں کے ساتھ لٹکا دو اور سب سے پہلے ان کے سردار کو پھانسی دو۔''

www.mafunpk.com
Pdf by Road Sign

مراد علی نے کہا "نہیں یہ لوگ ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ انہیں ادھونی کی حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔" ڈھونڈیا داغ نے جواب دیا "ادھونی میں جن ڈاکوؤں کی حکومت ہے وہ میری نظر میں ان سے بھی بدتر ہیں۔"

"بہر حال ہم ان لوگوں کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔" ڈاکوؤں کے سردار نے پرامید ہو کر کہا "سرکار آپ میری جان بخشی کریں تو میں بھگوان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ کوئی جرم نہیں کروں گا۔" مراد علی نے کہا "اگر اس علاقے کے لوگ تمہارے وعدے پر اعتبار کر سکیں تو ہمیں تمہاری جان بخشی پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" چند آدمی سامنے ایک مکان کی چھت پر کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ مراد علی نے آگے بڑھ کر بلند آواز میں کہا "بھائیو! ہم تمہارے دوست ہیں۔ ڈاکو بھاگ نکلے ہیں اور اب تم گھروں سے باہر آ سکتے ہو۔" ڈھونڈیا داغ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''تم واپس چلے جاؤ۔ اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں۔ صرف آٹھ دس آدمی رہ جائیں۔ اگر ڈاکوؤں کا کوئی گھوڑا تمہیں پسند آجائے تو لے جاؤ ورنہ گاؤں کے لوگوں کے لیے چھوڑ دو۔ ہم ابھی جنگل میں تم سے آملیں گے۔'' مراد علی نے کہا ''ان سے کہیں کہ ایک آدمی میرا گھوڑا یہاں پہنچا دے میں یہیں سے اس علاقے کے سردار کے گاؤں کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔''

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

ڈھونڈیا داغ کے ساتھی وہاں سے چل دیے اور تھوڑی دیر بعد بستی کے تین آدمی ایک گلی سے نمودار ہوئے مراد علی اور ڈھونڈیا داغ نے آگے بڑھ کر ان کے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر چند منٹ کے اندر اندر گاؤں کے لوگوں کا ہجوم ان کے گرد جمع ہو گیا۔ مراد علی سے کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد وہ یک زبان ہو کر قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اچانک دائیں سمت سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور تھوڑی دیر میں سرپٹ

سوار نمودار ہوئے سب سے آگے آنے والے سوار نے جس کے لمبے اور سنہری بال ہوا میں لہرا رہے تھے، ہجوم کے قریب پہنچ کر اپنی پوری قوت کے ساتھ گھوڑے کی باگ کھینچی اور گاؤں کے لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ ایک ثانیہ کے لیے مراد علی کی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ یہ ایک لڑکی تھی۔ مراد علی کو پہلی نظر میں محسوس ہوا کہ ایک دلکش تصویر ماضی کے دھندلکوں سے نکل کر اچانک سامنے آ گئی ہے۔

Pdf by Road Sign

ایک عمر رسیدہ آدمی نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا ''آپ نے بہت دیر لگائی لیکن خدا کا شکر ہے کہ ان لوگوں کی بروقت مدد سے ہمارا گاؤں بچ گیا۔ ڈاکو بھاگ گئے اور ان کا سردار چند ساتھیوں سمیت گرفتار ہو چکا ہے۔'' لڑکی نے ایک ہاتھ سے پیشانی پر بکھرے ہوئے بال پیچھے ہٹاتے ہوئے پوچھا ''ڈاکوؤں کا سردار کہاں ہے؟'' عمر رسیدہ آدمی نے ایک قوی ہیکل آدمی کی طرف جس کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑے

ہوئے تھے اشارہ کر دیا۔لڑکی گھوڑے سے اتر کر سردار کی طرف بڑھی۔مراد علی نے دبی زبان میں گاؤں کے ایک آدمی سے پوچھا ''یہ کون ہے؟''

''یہ سردار اکبر خان کی بیٹی ہیں۔''

''ثمینہ؟''

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

''جی ہاں!''مراد علی اب نسوانی حسن اور مردانہ وقار کے اس پیکرِ مجسم کی طرف دیکھنے کی بجائے ایک بھولی بھالی کمسن لڑکی کا تصور کر رہا تھا۔ ثمینہ اس کے پاس سے گزرتی ہوئی ڈاکوؤں کے سردار کے قریب رکی۔ایک ثانیہ توقف کے بعد اس نے مڑ کر تماشائیوں کے ہجوم کی طرف دیکھا اور اچانک اپنی تلوار نیام سے نکالتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا ''یہ ابھی تک زندہ ہے!''اور پھر پلٹ کر اچانک سردار پر تلے دیگرے دو وار کر دیے۔

جب اس نے تیسری بار ہاتھ اٹھایا تو مراد علی نے بھاگ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ایک طرف دھکیلتے ہوئے کہا ”اب جانے دیجئے وہ مر چکا ہے!“

ثمینہ نے غضبناک ہو کر مراد علی کی طرف دیکھا لیکن اس کے ہاتھ کی آہنی گرفت میں بے بس ہو کر رہ گئی' چند سوار گھوڑوں سے کود کر آگے بڑھے لیکن دیہاتیوں نے اس کا راستہ روک لیا اور چلا چلا کر کہنے لگے۔ ”انہوں نے ہماری مدد کی ہے۔ انہوں نے ہماری جان بچائی ہے۔“

Pdf by Road Sign

ثمینہ غور سے مراد علی کی طرف دیکھ رہی تھی اور اس کا غصہ حیرت میں تبدیل ہو رہا تھا۔ اس نے پوچھا ”آپ کون ہیں؟“

”میں مراد علی ہوں۔“ ثمینہ نے گردن جھکا لی اور مراد علی اس کا بازو چھوڑ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ تماشائی دم بخود ہو کر ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ثمینہ نے دوبارہ مراد علی کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں انتقام کی چنگاریوں کی بجائے آنسو چھلک رہے تھے۔

اس نے کہا ''آپ کو معلوم نہیں ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے!''

''مجھے معلوم ہے کہ لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تم ....'' یہاں تک کہ مراد علی کی زبان رک گئی۔ ''نہیں آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے میرے باپ اور بھائی کو کس حالت میں قتل کیا تھا اور اب آپ میرا ہاتھ پکڑتے ہیں۔'' مراد علی کا سارا جسم کپکپا اٹھا اور اس نے کرب انگیز لہجے میں کہا ''مجھے معلوم نہ تھا۔'' ڈھونڈیا داغ نے آگے بڑھ کر مراد علی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''میرے دوست ایسے لوگوں پر رحم کھانا پاپ ہے۔ اب بتائیے باقی قیدیوں کے متعلق آپ کا کیا فیصلہ ہے؟'' مراد علی نے جواب دیا ''مجھے ان کے متعلق فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

ثمینہ نے کہا ''اگر آپ ان لوگوں کی جان بخشی کرنا چاہتے ہیں تو میں اعتراض نہیں کروں گی۔'' مراد علی نے جواب دیا ''یہ لوگ کسی رحم کے مستحق نہیں۔ لیکن میں صرف یہ چاہتا تھا کہ انہیں ادھونی کی حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔'' ثمینہ نے کہا ''ادھونی کی حکومت کی طرف سے ہمیں ایسے معاملات اپنی پنچایتوں کے سپرد کرنے کی اجازت ہے۔'' ڈھونڈیا واغ نے کہا ''کاش میں آپ کی پنچایت کا فیصلہ دیکھ کر جاتا۔ لیکن اب مجھے دیر ہو رہی ہے۔''

پھر وہ مراد علی کی طرف متوجہ ہوا میں آپ کی واپسی کا انتظار کروں گا۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔ ثمینہ نے پوچھا ''آپ ان کے ساتھ آئے ہیں؟''

''جی ہاں!''

''لیکن آپ مرہٹہ معلوم ہوتے ہیں؟''

Pdf by Road Sign

"جی ہاں لیکن ہر مرہٹہ ڈاکو نہیں ہوتا۔" "آپ نے میرے قبیلے کے لوگوں کی مدد کی ہے میں آپ کی شکرگزار ہوں لیکن آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"بہن میں آپ کے پڑوس میں رہتا ہوں" "کس جگہ؟"

"جنگل میں۔ اگر کبھی آپ کو میری مدد کی ضرورت پڑے تو مراو علی کو معلوم ہے کہ میں کہاں رہتا ہوں۔" ....ڈھونڈیا واغ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ثمینہ سے کہا "گاؤں کے لوگ کہتے ہیں کہ ڈاکو زیادہ دور نہیں گئے اور ان میں سے اکثر اپنے گھوڑے چھوڑ کر پیدل بھاگے ہیں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو ان کا پیچھا کیا جائے۔؟" ثمینہ نے جواب دیا اب ان کا پیچھا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ جنگل میں داخل ہو چکے ہیں اور شام قریب آرہی ہے تم بیس آدمیوں کو اس گاؤں کی حفاظت کے لیے چھوڑ دو اور ان قیدیوں کو گاؤں کی پنچائت کے حوالے کر دو۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

گاؤں کے لوگوں سے کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد ثمینہ نے مراد علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''آیئے میں اب واپس جا رہی ہوں۔'' مراد علی نے جواب دیا ''میں اپنے گھوڑے کا انتظار کر رہا ہوں۔ ثمینہ نے پوچھا ''آپ کا گھوڑا کہاں ہے؟''

''ہم ڈاکوؤں پر حملہ کرنے سے پہلے اپنے گھوڑے یہاں سے تھوڑی دور جنگل میں چھوڑ آئے تھے'' ایک دیہاتی نے کہا ''جناب باغ میں ڈاکو کئی گھوڑے چھوڑ گئے تھے۔ آپ کے ساتھی چند گھوڑے لے گئے ہیں۔ باقی وہیں ہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کے لیے ایک اچھا سا گھوڑا لے آؤں؟''

''نہیں ڈاکوؤں کے گھوڑے آپ کے پاس رہیں گے۔ میرا گھوڑا ابھی پہنچ جائے گا۔'' چند منٹ بعد ڈھونڈیا داغ کا ایک ساتھی مراد کا گھوڑا لے کر پہنچ گیا اور وہ گاؤں کے لوگوں کی دعائیں لیتا ہوا ثمینہ کے ساتھ چل دیا۔ راستے میں مختلف بستیوں کے لوگ ان سے جدا ہوتے گئے اور کوئی پانچ

Pdf by Road Sign

میل چلنے کے بعد ان کے ساتھ صرف تین آدمی رہ گئے۔ مراد علی کے دل و دماغ پر اکبر خان اور شہباز کی موت کا گہرا اثر تھا اور وہ راستے میں ثمینہ یا اس کے کسی ساتھی سے کوئی بات نہ کر سکا۔ اکبر خان اور شہباز کی مختلف تصویریں اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی تھیں اور اسے اس بات کا قطعاً احساس نہ تھا کہ وہ کس راستے پر جا رہا ہے' کس سمت جا رہا ہے اور کتنا فاصلہ طے کر چکا ہے۔ ثمینہ جسے اس نے تھوڑی دیر قبل ننگے سر دیکھا تھا۔ اب اپنے سنہری بالوں کو سفید اوڑھنی سے چھپائے ہوئے تھی۔ وہ کبھی بھاگتے ہوئے گھوڑے سے مڑ کر مراد علی کی طرف دیکھتی لیکن اسے کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ ایک ٹیلے کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے گھوڑے کی رفتار کم کر دی اور قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے مراد علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

Pdf by Road Sign

''اب ہم پہنچ گئے۔ ہمارا گاؤں اس ٹیلے سے صرف ایک کوس دور ہے۔'' مراد علی نے کہا ''میں یہ سمجھتا تھا کہ آپکا گاؤں اس بستی سے زیادہ دور نہیں ہوگا۔'' ثمینہ نے جواب دیا ''وہ بستی سرحد کی طرف ہمارے قبیلے کی آخری آبادی ہے اور ہمارے گاؤں سے کافی دور ہے۔ آپ کی امی جان اور بھائی کا کیا حال ہے؟'' مراد علی نے جواب دیا بھائی جان بخیریت ہیں اور امی جان فوت ہو چکی ہیں۔ آپ کی امی جان کیسی ہیں؟''

''وہ ٹھیک ہیں۔'' کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔ بالآخر مراد علی نے پوچھا۔ چچا جان اور شہباز کب شہید ہوئے تھے؟''

''انہیں شہید ہوئے چار مہینے ہو چکے ہیں۔''

''تنویر اور ہاشم حیدرآباد میں ہیں؟''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

"جی ہاں وہ ابا جان اور بھائی جان کی شہادت کے بعد آئے تھے اور کوئی ڈیڑھ مہینہ یہاں رہ کر واپس چلے گئے تھے۔"

ٹیلہ عبور کرنے کے بعد ان کے چند اور ساتھی راستے کی ایک بستی میں رک گئے اور ثمینہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا "اب ہمیں جلد گھر پہنچنا چاہئے۔ امی جان پریشان ہو رہی ہوں گی۔" تھوڑی دیر بعد وہ گاؤں میں پہنچ گئے۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور گاؤں کی مسجد سے اذان کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ مراد علی گھوڑے سے اترپڑا اور ثمینہ کی طرف متوجہ ہو کر بولا "میں نماز پڑھ کر آتا ہوں۔" ایک آدمی نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور مراد علی اپنے کندھے سے بندوق اتار کر اس کے حوالے کرنے کے بعد مسجد کی طرف چل دیا۔"

Pdf by Road Sign
www.mafunpk.com

مراد علی نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا تو گھر کے چند نوکر ڈیوڑھی پر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ مراد علی ان کے ساتھ مصافحہ کر رہا تھا کہ ایک نوعمر لڑکا بھاگتا ہوا آیا اور اس نے کہا ”جناب آپ کو بیگم صاحبہ نے بلایا ہے!“ مراد علی اس کے ساتھ چل دیا۔ مکان کے مردانہ حصے سے نکل کر وہ اندرونی ڈیوڑھی کے ساتھ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے میں چراغ روشن تھا۔ لڑکا واپس چلا گیا اور مراد علی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کمرے میں دیواروں کے ساتھ جگہ جگہ شیروں اور چیتوں کی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں۔ ایک کونے میں لکڑی کا ایک بڑا صندوق پڑا ہوا تھا۔ اکبر خان کی بیوہ کے ساتھ ملاقات اسے اپنی زندگی کا ایک صبر آزما مرحلہ محسوس ہوتی تھی۔

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

بلقیس کمرے میں داخل ہوئی اور مراد علی نے انتہائی کوشش کے بعد اپنے ذہن میں تسلی و تشفی کے جو الفاظ جمع کیے تھے وہ یکسر منتشر ہو کر رہ گئے۔ وہ کرسی سے اٹھا اور لرزتی ہوئی آواز میں چچی جان ''السلام علیکم'' کہہ کر خاموش ہو گیا۔ ''بیٹا جیتے رہو!'' بلقیس یہ کہہ کر آگے بڑھی اور ایک ثانیہ توقف کے بعد کرسی پر بیٹھ گئی۔ مراد علی نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا ''چچی جان مجھے ابھی تک چچا جان اور شہباز خان کی موت کا یقین نہیں آتا۔''

''بیٹا میں ان کی لاشیں دیکھ کر بھی میں اپنے آپ کو یہ دھوکا دینے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن موت ایسی حقیقت ہے جسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔ ہم سب اس سال حج پر جانے کا ارادہ کر رہے تھے اور تمہارے چچا جان کی یہ خواہش تھی کہ حج پر روانہ ہونے سے پہلے ہم چند دن کے لیے سرنگا پٹم جائیں گے۔ ثمینہ نے مجھے تمہاری امی جان کی وفات کی خبر سنائی ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

چچی جان میں ایک مدت سے یہاں آنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن حالات ایسے تھے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ بلقیس نے دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ''وہ تمہیں بہت یاد کیا کرتے تھے۔''

''چچی جان مجھے ثمینہ یا گاؤں کے کسی آدمی سے ان کی شہادت کی تفصیلات پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا افسوس رہے گا کہ میں ان سے اتنی دور تھا۔'' بیٹا ان کی موت کی تفصیلات بہت دردناک ہیں اور اگر تم یہاں ہوتے بھی تو کیا کر سکتے تھے قدرت کو یہی منظور تھا۔ مراد علی کے مزید استفسار پر بلقیس نے اپنے شوہر اور بیٹے کی شہادت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا ''ایک دن ہمیں حیدرآباد سے تنویر کے خسر کی وفات کی اطلاع آئی اور اگلے دن ثمینہ کے ابا جان حیدرآباد جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ ہم سب ان کے ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن ان کے سمجھانے پر ہم نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ہمیں حیدرآباد کے طویل سفر میں شہباز کی تکلیف کا خیال تھا۔ اس کی بینائی اس حد تک زائل ہو چکی تھی کہ وہ بڑی مشکل سے سیاہی اور سفیدی میں تمیز کر سکتا تھا۔ شہباز کے ابا جان نے گاؤں کے چھ آدمی اپنے ساتھ لیے اور علی الصباح حیدرآباد کی طرف روانہ ہو گئے۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں آخری بار انہیں رخصت کر رہی ہوں۔ اگلے دن پڑوس کی بستی کا ایک چرواہا دہائی دیتا ہوا ہمارے گاؤں میں پہنچا اور اس نے یہ اطلاع دی کہ میں نے جنگل میں اپنے سردار اور ان کے ساتھیوں کی لاشیں دیکھی ہیں۔ آن کی آن میں گاؤں کے لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر چرواہے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ مجھے کچھ دیر کے لیے اپنا ہوش نہ تھا جب میرے ہواس درست ہوئے تو مجھے معلوم ہوا کہ شہباز بھی ان کے ساتھ جا چکا تھا ثمینہ اپنے بھائی کے پیچھے جانے پر بضد تھی لیکن میں نے اسے روک لیا۔ شام کے وقت جب گاؤں کے لوگ واپس آئے تو وہ اپنے گھوڑوں پر تمہارے چچا جان اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ شہباز خان اور چودہ اور آدمیوں کی لاشیں لادے ہوئے تھے۔ گاؤں کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ وہ یہاں سے چند میل دور جنگل میں پہنچے تو ایک درخت کے ساتھ ثمینہ کے ابا اور ان کے ساتھیوں کی لاشیں لٹک رہی تھیں جب وہ درخت سے لاشیں اتار رہے تھے تو پاس ہی کسی طرف گھنی جھاڑیوں کی آڑ سے گولیوں کی بوچھاڑ آئی اور ہمارے چند آدمی زخمی ہو کر گر پڑے۔

Pdf by Road Sign

ہمارے آدمیوں نے جوابی حملہ کیا اور مرہٹے کچھ دیر مقابلہ کرنے کے بعد بھاگ گئے۔ انہوں نے پانچ مرہٹوں کو زندہ گرفتار کرلیا اور ان سے باز پرس کرنے کے بعد پتہ چلا کہ مرہٹوں کی باقاعدہ فوج کے چند آدمی میسور کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد اس طرف آ گئے ہیں اور وہ سرحدی ڈاکوؤں کی رہنمائی کررہے ہیں۔ گاؤں کے لوگ کہتے تھے کہ دشمن کی پہلی گولی شہباز خان کے سینے پر لگی تھی اور اس نے گرتے ہی دم توڑ دیا تھا۔ ان کا سایہ اٹھنے کی دیر تھی کہ سرحد پار کے وہ ڈاکو اور لٹیرے جو ہمارے علاقے میں پاؤں رکھنے کی جرات نہیں کرتے تھے شیر ہوگئے اور انہوں نے دس دن بعد اس علاقے کی ایک بستی پر حملہ کردیا۔

ہمارے گاؤں کے چند آدمی یہ اطلاع ملتے ہی حملہ آوروں کے مقابلے پر جانے کے لیے تیار ہوگئے لیکن گاؤں کی اکثریت ان کا ساتھ دینے میں پس و پیش کررہی تھی جب وہ ہمارے مکان کے سامنے جمع ہو کر بحث کررہے تھے تو ثمینہ ڈیوڑھی کے دروازے کے پیچھے کھڑی ان کی باتیں سن رہی

Pdf by Road Sign
www.magzinepk.com

تھی۔ تھوڑی دیر بعد نوکر بھاگتے ہوئے میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ اطلاع دی کہ ثمینہ گھوڑے پر سوار ہوکر باہر نکل گئی ہے میں جلدی سے ڈیوڑھی میں پہنچی تو ثمینہ گھوڑے کی زین پر بیٹھی گاؤں کے لوگوں کے سامنے تقریر کررہی تھی۔ وہ اپنے سردار کی بیٹی کے منہ سے بزدلی اور بے غیرتی کے طعنے برداشت نہ کرسکے اور آن کی آن میں ہر بوڑھا اور جوان لڑائی پر جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ جب وہ سوار ہوکر یہاں سے نکلے تو ثمینہ کا گھوڑا سب سے آگے تھا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ میں ڈیوڑھی سے باہر نکل کر اس کا راستہ روک سکتی۔ میں نے ایک نوکر کو اس کے پیچھے روانہ کیا لیکن وہ اس کا ارادہ تبدیل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ راستے میں گاؤں کے لوگ بھی اسے سمجھاتے رہے لیکن وہ سب کو یہی جواب دیتی رہی کہ میں سردار اکبر خان کی بیٹی ہوں اور اپنے قبیلے کے لوگوں کی حفاظت میرا فرض ہے۔ راستے میں کئی اور بستیوں کے لوگ ان کے ساتھ شامل ہوگئے اور دوپہر کے وقت ہمیں یہ اطلاع ملی کہ لٹیرے تین لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں اور دس آدمیوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے جب شام کے وقت ثمینہ واپس آئی تو اس نے مجھے یہ خبر سنائی کہ قیدیوں کو اسی درخت کے ساتھ پھانسی دے دی گئی ہے جہاں اس کے ابا جان اور ان کے ساتھیوں کی لاشیں پائی گئیں تھیں۔

Pdf by Road Sign
www.mafiunpk.com

قبیلے کے لوگوں نے اپنے سردار کی موت کے بعد ہمارے خاندان کے ایک با اثر آدمی کے سر پر پگڑی باندھ دی تھی۔ لیکن اس واقعہ کے بعد ثمینہ کا رتبہ سردار سے بلند سمجھا جاتا ہے اور قبیلے کے لوگ اس کے اشاروں پر جان دیتے ہیں۔ ہاشم اور اس کے خاندان کے کئی لوگ تعزیت کے لیے یہاں آئے تھے اور وہ ہمیں اپنے ساتھ حیدر آباد لے جانے پر مصر تھے۔ میں بھی یہ محسوس کرتی تھی کہ اب یہ جگہ ہمارے لیے محفوظ نہیں لیکن قبیلے کے لوگوں کی التجاؤں نے ہمیں اپنا ارادہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ سردار اکمل کے با اثر لوگوں کا ایک وفد لے کر ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اگر آپ لوگ چلے گئے تو ہم میں سے کوئی یہاں رہنا پسند نہ کرے گا۔ اس علاقے کے لوگوں کا حوصلہ بلند رکھنے کے لیے ثمینہ کا یہاں رہنا ضروری ہے اور ثمینہ یہ کہتی تھی کہ میں آخر دم تک اپنے قبیلے کا ساتھ چھوڑنا پسند نہیں کروں گی .... ثمینہ کے ابا جان کہا کرتے تھے کہ میری بھولی بھالی ثمینہ اپنے سینے میں ایک شیر کا دل رکھتی ہے .... اور آج ہمارا سارا قبیلہ اس کی بہادری کے گن گاتا ہے۔

Pdf by Road Sign

شہباز اور اس کے ابا جان کی وفات کے دو مہینے بعد مرہٹوں نے دوبارہ سرحد عبور کر کے ہماری بستیوں کو لوٹنے کی کوشش کی تھی لیکن ثمینہ نے چند خونریز لڑائیوں کے بعد انہیں پھر بھگا دیا تھا۔ اس کے بعد کچھ دیر امن رہا لیکن گزشتہ چند دنوں سے ڈاکوؤں نے پھر لوٹ مار شروع کر دی ہے۔ بلقیس یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئی۔ مراد علی نے کہا ''چچی جان آج مجھے بھی ثمینہ کی جرأت نے بہت متاثر کیا ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ چچا جان اور بھائی شہباز کی موت کے بعد آپ کا یہاں رہنا مناسب نہیں۔''

''میں بھی یہی سوچتی ہوں لیکن ثمینہ کی مرضی کے خلاف میرے لیے یہ گھر چھوڑنا ممکن نہیں۔ وہ سمجھتی ہے کہ ہمارا یہاں سے جانا اپنے قبیلے کے ساتھ بے وفائی اور بدعہدی کے مترادف ہوگا۔ بیٹا ثمینہ کی کئی باتیں میرے لیے معما ہیں۔ بھائی اور باپ کی موت کے بعد میں نے اس کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں دیکھے۔ لیکن وہ ہر شام ان کی قبروں پر چراغ جلانے جاتی ہے۔ شہباز عام طور پر اس کمرے میں رہا کرتا تھا اور ثمینہ نے اس کی موت کے

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

بعد اس کی یادگاریں اس کمرے میں جمع کر دی ہیں۔ اس صندوق میں اس کی تلواریں اور بندوقوں کے علاوہ اس کے کپڑے اور جوتے ہیں۔ یہ اس کے گھوڑے کی زین ہے اور کمرے کی دیواروں کے ساتھ اس کے شکار کیے ہوئے شیروں اور چیتوں کی کھالیں لٹک رہی ہیں۔ اس کمرے کو ہمیشہ قفل لگا رہتا ہے اور ثمینہ اپنے سوا کسی اور کو اس کی صفائی کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتی۔ لیکن آج میری توقع کے خلاف وہ خود ہی تم کو یہاں ٹھہرانے پر اصرار کر رہی تھی۔

Pdf by Road Sign

ثمینہ کو شہباز سے بہت پیار تھا اور آنکھوں سے محروم ہونے کے بعد تو وہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی دلچسپی بن چکا تھا۔ وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہا کرتی تھی اور اسے کبھی اس بات کا احساس نہیں ہونے دیتی تھی کہ وہ بینائی سے محروم ہو چکا ہے۔ جب شہباز گھر بیٹھے بیٹھے اکتاہٹ محسوس کرتا تو ثمینہ اسے سیر کے لیے باہر لے جاتی۔ شروع شروع میں وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر چلنے کا عادی تھا لیکن بعد میں کسی وقت کے بغیر ثمینہ کے پیچھے پیچھے چلنے کا

عادی ہو گیا تھا' وہ کہا کرتا تھا۔ ''ثمینہ مجھے صرف ایک دھندلے سائے کی طرح نظر آتی ہے لیکن اس کے قدموں کی آہٹ سے میں اپنا راستہ دیکھ سکتا ہوں ۔'' بینائی سے محروم ہونے کے باوجود گھوڑے پر سواری کرنے کے لیے شہباز کے شوق میں کمی نہیں آئی تھی۔ شروع شروع میں ہمارا خیال تھا کہ مکمل آرام سے اس کی بینائی واپس آ جائے گی لیکن جب کوئی فائدہ نہ ہوا تو شہباز کے ابا جان نے اسے گھوڑے پر سواری کرنے کی اجازت دے دی اور وہ اور ثمینہ ہر روز علی الصباح گھوڑوں پر سیر کیا کرتے تھے۔ ثمینہ کو ہر وقت شہباز کے لیے کوئی نہ کوئی دلچسپی تلاش کرنے کی فکر لگی رہتی تھی۔ ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ شہباز' ثمینہ کے ساتھ باہر احاطے میں بندوق کے نشانے کی مشق کر رہا ہے اور مجھے سخت حیرت ہوئی۔ میں وہاں پہنچی تو شہباز اور ثمینہ چند نوکروں کے ساتھ صحن میں کھڑے تھے اور ان کے سامنے دیوار کے ساتھ ایک لکڑی کا تختہ لٹکا ہوا تھا۔ شہباز کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ ثمینہ نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا۔

Pdf by Road Sign
www.megazpk.com

"بھائی جان آپ تیار ہو جائیں۔" شہباز نے دیوار کی طرف بندوق سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ "میں تیار ہوں۔" پھر ثمینہ نے تختے پر پتھر مارا اور شہباز نے آواز سنتے ہی بندوق چلا دی۔ میں نے دیکھا کہ جس جگہ ثمینہ کا پتھر لگا تھا اس کے قریب ہی شہباز کی بندوق کی گولی سے ایک سوراخ ہو گیا ہے۔ ایک نوکر نے خالی بندوق اس کے ہاتھ سے پکڑ لی اور پھر بھری ہوئی بندوق اس کے ہاتھ میں دے دی۔ شہباز نے اسی طرح کئی فائر کیے اور میں کافی دیر وہاں کھڑی دیکھتی رہی۔ جب ثمینہ اسے یہ بتاتی کہ آپ کا نشانہ میرے پتھر سے بالکل قریب لگا ہے تو اس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھتا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ابا جان بھی وہاں آ گئے۔ انہوں نے یہ تماشا دیکھا تو مسکراتے ہوئے دبے پاؤں آ کر ہمارے قریب کھڑے ہو گئے۔ شہباز کے چند نشانے دیکھنے کے بعد انہوں نے ایک لمبی چھڑی منگوائی اور کہا۔

Pdf by Road Sign
www.urdupdf.com

"بیٹا اب ثمینہ کے بجائے میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ دیوار کی طرف بڑھے اور تختے کے قریب کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے چھڑی کی نوک سے تختے پر ٹھک ٹھک کرنے کے بعد شہباز کو فائر کرنے کے لیے کہا تو وہ بولا۔ "ابا جان مجھے آپ کی آواز اپنے ہدف کے بالکل قریب سنائی دے رہی ہے۔" انہوں نے جواب دیا۔ "تم میری فکر نہ کرو میں تختے سے کافی دور ہوں۔ اب تیار ہو جاؤ۔" یہ کہہ کر انہوں نے دوبارہ ٹھک ٹھک کیا اور شہباز نے گولی چلا دی۔ اس کا یہ نشانہ بالکل صحیح تھا۔ اس کے بعد چند ہفتوں میں شہباز کو اتنی مشق ہو گئی تھی کہ وہ پچاس ساٹھ قدم سے آہٹ سن کر نشانہ لگا سکتا تھا اور ثمینہ اسے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا کارنامہ سمجھتی تھی۔ ثمینہ میرے سامنے کبھی اپنے بھائی یا ابا جان کا ذکر نہیں کرتی۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اس کی زندگی میری نسبت زیادہ الم ناک ہے۔ میں اپنی بپتا دوسروں کو سنا کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی ہوں۔ لیکن وہ اپنے غم میں کسی کو حصہ دار بنانا پسند نہیں کرتی۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ایک نوکر نے کمرے سے جھانکتے ہوئے کہا۔ ''جناب گاؤں کے لوگ باہر جمع ہو رہے ہیں اور وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔'' بلقیس نے کہا ''تم انہیں بٹھاؤ۔ یہ ابھی کھانا کھائیں گے۔'' مراد علی نے کہا۔ ''چچی جان یہ بہتر ہوگا کہ میں کھانا کھانے سے پہلے انہیں مل آؤں؟'' ''نہیں بیٹا وہاں تمہیں دیر لگ جائے گی۔ میں کھانا بھیجتی ہوں۔'' بلقیس یہ کہہ کر اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

رات کے دس بجے مراد علی اسی کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ دن بھر کے واقعات اسے ایک خواب معلوم ہوتے تھے۔ ثمینہ اس کمسن اور بھولی بھالی لڑکی سے کتنا مختلف تھی جسے اس نے پہلی بار اس گھر میں دیکھا تھا اور جس کے تصور سے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجایا کرتی تھی۔ وہ یہ سوچا کرتا تھا کہ ثمینہ اب بڑی ہوگئی ہوگی۔ اب وہ مجھے شاید میں بھی اسے نہ پہچان سکوں اور چند سال بعد تو اسے میرا نام تک یاد نہ رہے گا۔۔۔ سرنگا پٹم سے روانہ ہونے کے بعد راستے کی منازل میں اکبر خان اور شہباز سے اپنی ملاقاتوں کے تصور کے ساتھ کبھی کبھی اس کی آنکھوں کے سامنے ثمینہ کی مبہم سی تصویر آجاتی اور وہ تھوڑی دیر کے لیے یہ بھول جاتا کہ اس کے ماضی اور حال کے درمیان چھ سال کا عرصہ حائل ہے اور پھر جب اسے اچانک یہ خیال آتا کہ ثمینہ اب جوان ہو چکی ہوگی اور وہ میرے سامنے آنے سے اجتناب کرے گی تو اسے ایک الجھن سی محسوس ہونے لگتی۔

Pdf by Road Sign
www.magnapk.com

اور اب وہ ثمینہ کو دیکھ چکا تھا۔لیکن اس کی الجھن کم ہونے کی بجائے زیادہ ہو رہی تھی ۔وقت کا یہ انقلاب جس نے اکبر خان کی بیٹی اور شہباز کی بہن کو پھولوں سے کھیلنے کے بجائے تلوار اٹھانے پر مجبور کر دیا تھا مراد کے لیے نا قابل برداشت تھا۔وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہا تھا ثمینہ ثمینہ کاش میں تمام عمر تمہارے گھر کے دروازے پر پہرہ دے سکتا۔کاش میں انسانیت کے خرمن سے ظلم و وحشت کی وہ آگ بجھا سکتا؛جس کی حرارت نے تمہیں اپنے گھر کی چاردیواری سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔

Pdf by Road Sign
www.roagfunpk.com

دیر تک بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلنے کے بعد مراد علی کو نیند آ گئی ۔علی الصباح اس کی آنکھ کھلی تو نماز کا وقت ہو چکا تھا۔وہ جلدی سے باہر نکلا اور مسجد کی طرف چل دیا۔جب وہ نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا تو ثمینہ کمرے میں اس کا بستر درست کر رہی تھی ۔وہ بے خیالی کے عالم میں کمرے کے اندر داخل ہوا اور پریشان سا ہو کر بولا ''معاف کیجیے مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ یہاں ہیں ۔''ثمینہ نے بے پروائی سے جواب دیا۔''میں آپ کا کمرہ صاف کر رہی تھی۔''

پھر اس نے ایک کرسی پر پڑے ہوئے چند کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ کپڑے آپ کے لیے ہیں۔'' مراد علی نے کہا۔ ''آپ کو اس تکلیف کی ضرورت نہ تھی۔ میرے گھوڑے کی خورجین میں چند فالتو کپڑے پڑے ہوئے ہیں۔'' ثمینہ نے مراد علی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ''بھائی جان نے اپنی موت سے پہلے چند کپڑے بنوائے تھے اور وہ اسی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ یہ جوڑا میں نے خود تیار کیا تھا۔'' ثمینہ یہ کہہ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ مراد علی نے کہا۔ ''ثمینہ ٹھہرو!'' وہ رک گئی۔ ''میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign

ثمینہ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور مراد علی کے خیالات پریشان ہو کر رہ گئے۔ اس نے بڑی مشکل سے کہا۔ ثمینہ میں تمہیں بہت یاد کیا کرتا تھا لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ ہم ان حالات میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ مجھے بھائی جان اور ابا جان کی موت کا افسوس ہے۔''

''مجھے معلوم ہے آپ کو ان کے ساتھ بہت محبت تھی اور میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ ڈھونی میں آپ نے میرے بھائی کی مدد کی تھی۔ وہ آپ کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔'' مراد علی نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ ''ثمینہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ موجودہ حالات میں تمہیں اور چچی جان کو یہاں نہیں رہنا چاہیے حیدرآباد آپ کے لیے زیادہ محفوظ ہوگا۔ کاش حالات ایسے ہوتے کہ میں آپ کو مرزا کا یم آنے کی دعوت دے سکتا۔'' ثمینہ نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ ''ہم یہاں رہنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور آپ کو ہمارے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیے۔'' مراد علی کو اور کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ثمینہ کمرے سے باہر نکل گئی اور وہ نڈھال سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

Pdf by Road Sign
www.mohdfunpk.com

مراد علی کو اپنے قیام کے دوران میں ثمینہ سے کوئی بات کرنے کا موقع نہ ملا لیکن بلقیس صبح شام اس کے پاس آتی اور کئی کئی گھنٹے پرانے وقتوں کی باتیں کرتی۔ بلقیس کے سامنے بیٹھے بیٹھے جب وہ ثمینہ کے متعلق سوچتا تو اسے اپنے دل پر ایک ناقابل برداشت بوجھ محسوس ہونے لگتا۔ اپنے کمرے سے باہر اس کا بیشتر وقت آس پاس کی بستیوں کے ان لوگوں کے ساتھ ملاقاتوں میں گزرتا تھا جو اسے اپنا محسن خیال کرتے تھے۔ پھر جب وہ واپس آتا تو کبھی کبھی کمرے کی صفائی یا اس کے ساز و سامان کی ترتیب میں معمولی سا تغیر و تبدل اس بات کی گواہی دیتا کہ ثمینہ وہاں آ چکی ہے۔ کبھی اس کے دل میں یہ خیال آتا کہ ثمینہ عمداً اس سے اجتناب کرتی ہے اور اس کا دل تھوڑی دیر کے لیے شکایت سے لبریز ہو جاتا۔ پھر خود ہی ثمینہ کے طرز عمل کے جواز میں مختلف دلائل تلاش کرتا۔

”ثمینہ کے دل و دماغ پر اپنے بھائی اور باپ کی موت کا گہرا اثر ہے اور میں نے یکایک اسے گاؤں سے ہجرت کا مشورہ دے کر خفا کر دیا ہے۔

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

"چچی جان تشریف رکھیے۔" وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئیں اور مراد علی نے ان کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "چچی جان معاف کیجیے میں نے اس وقت آپ کو یہاں آنے کی تکلیف دی ہے، بات یہ ہے کہ میں اب واپس جانا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں صبح یہاں سے روانہ ہو جاؤں؟"

"نہیں بیٹا اتنی جلدی نہ کرو۔"

Pdf by Road Sign

"چچی جان میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے خوشی سے اجازت دیں۔"

"میں تمہیں مجبور نہیں کر سکتی لیکن تم چند دن اور ٹھہر سکتے؟۔۔۔ تمہیں یہاں دیکھ کر میں اپنے بہت سے غم بھول گئی تھی۔"

چچی جان آپ جانتی ہیں کہ مجھے یہاں سے جانے سے خوشی نہیں ہوگی لیکن یہ ایک مجبوری ہے۔"

"بہت اچھا بیٹا لیکن یہ وعدہ کرو کہ تم ہمیں بھول نہیں جاؤ گے!"

www.magfunpk.com

''چچی جان میں آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں۔'' مراد علی نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔ کچھ دیر وہ دونوں خاموش رہے بالآخر مراد علی نے کہا ''چچی جان میں نے اس دن ثمینہ سے کہا تھا کہ آپ کے لیے حیدرآباد چلے جانا بہتر ہوگا لیکن وہ شاید میری باتوں سے ناراض ہوگئی ہے۔'' ''نہیں بیٹا وہ تم سے ناراض نہیں۔ وہ یہ جانتی ہے کہ دنیا میں تم سے زیادہ ہمارا کوئی خیر خواہ نہیں لیکن ابھی تک اس کے دل و دماغ پر اپنے بھائی اور ابا جان کی موت کا گہرا اثر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کچھ عرصے تک اس کی طبیعت سنبھل جائے گی۔''

مراد علی نے کہا۔ ''چچی جان مجھے سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ میں آپ کو سرنگا پٹم آنے کی دعوت نہیں دے سکتا۔ گزشتہ جنگ کے بعد ہم میسور کے افق پر ایک نئے طوفان کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم اس طوفان سے سرخرو ہو کر نکلیں گے اور میں کسی دن صرف آپ اور ثمینہ ہی کو نہیں بلکہ آپ کے قبیلے کے ہر فرد کو یہ خوشخبری دینے کے لیے آؤں گا کہ اب میسور کی سرزمین ہر مسلمان کے بہترین جائے پناہ ہے۔''

Pdf by Read Sign
magfun.pk.com

مراد علی اور بلقیس کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ بالآخر بلقیس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''بیٹا تمہیں سفر کرنا ہے۔ میں صبح تم کو رخصت کرنے آؤں گی۔''

''نہیں چچی جان آپ تکلیف نہ کریں میں پچھلے پہر روانہ ہو جاؤں گا۔''

بلقیس کچھ دیر تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی۔ پھر اس نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ ''بیٹا دوبارہ کب آؤ گے؟''

''چچی جان اگر میسور کے حالات بہتر ہو گئے تو میں بہت جلد آؤں گا۔ ممکن ہے میرے ساتھ بھائی اور بھابھی جان بھی آ جائیں۔ آپ دعا کیا کریں کہ جنگ کا خطرہ ٹل جائے۔''

''اپنے بھائی اور بھابھی جان کو میرا سلام کہنا!''

''بہت اچھا۔'' ''اچھا بیٹا خدا حافظ!'' ان الفاظ کے ساتھ ہی بلقیس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ ''خدا حافظ چچی جان!''

Pdf by Road Sign
www.mehfunpk.com

بلقیس اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے باہر نکل گئی۔ چند منٹ بعد اس کا کمسن نوکر کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔ ''جناب بی بی جی کہتی ہیں آپ صبح جا رہے ہیں؟''

''ہاں میں پچھلے پہر چاند نکلتے ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔''

''بہت اچھا میں آپ کو جگا دوں گا۔''

Pdf by Road Sign

''مجھے جگانے کی ضرورت نہیں۔ تم باہر نوکروں سے کہہ دو کہ وہ چاند نکلتے ہی میرا گھوڑا تیار کر دیں اور یہ فالتو کپڑے میری خرجین میں ڈال دو۔''

نوکر نے دیوار کی کھونٹیوں سے کپڑے اکٹھے کرنے کے بعد کہا۔ ''جناب اگر پچھلے پہر آپ کی آنکھ نہ کھلے تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔۔۔؟ بیگم صاحبہ خفا ہوں گی کہ میں نے آپ کو جگایا نہیں۔''مراد علی مسکرایا۔ ''تم جا کر اطمینان سے سو جاؤ۔۔۔لیکن ٹھہرو!'' اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک اشرفی نکالی اور آگے بڑھ کر کچھ کہے بغیر نوکر کی جیب میں ڈال دی۔

کمسن لڑکے نے سراپا احتجاج بن کر کہا۔ ''نہیں جناب میں یہ نہیں لوں گا۔''

''وہ کیوں؟''

Pdf by Road Sign

''جناب اگر ثمینہ بی بی کو پتہ چلا تو وہ مجھے مار ڈالیں گی۔'' مراد علی نے اسے بازو سے پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ ''تم فکر نہ کرو ثمینہ بی بی کو پتہ نہیں چلے گا۔''

پچھلے پہر مراد کمرے سے باہر نکلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دروازے سے باہر کسی کے پاؤں کی ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ پھر آہستہ آہستہ سے نیم وا دروازے کا ایک کواڑ کھلا اور ثمینہ ایک ثانیے جھجکنے کے بعد جھجکتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ مراد علی چند لمحے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کھڑا رہا۔

ثمینہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "آپ جا رہے ہیں؟"

"ہاں۔۔۔ اور مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ میں جانے سے پہلے تمہیں نہیں دیکھ سکوں گا۔" ثمینہ نے کہا۔ "رات امی جان نے مجھے بتایا تھا کہ آپ جا رہے ہیں اور میں اسی وقت آپ کے پاس آنا چاہتی تھی لیکن پھر سوچا کہ آپ کے آرام کا وقت ہے۔۔۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ میں آپ سے خفا نہیں ہوں۔" مراد علی کا دل اب شکایت کی بجائے تشکر کے جذبات سے مغلوب ہو رہا تھا۔ اس نے کہا "ثمینہ بیٹھ جاؤ! میں تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔"

Pdf by Road Sign

ثمینہ نے ایک ثانیے کے لیے گردن اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور قدرے تذبذب کے بعد آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ مراد علی نے مغموم لہجے میں کہا۔ ''سرنگا پٹم سے روانہ ہوتے وقت یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھوں گا۔ ثمینہ اس وقت ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں۔ جب مستقبل سے متعلق کوئی بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی۔ تاہم میں اس امید کے ساتھ یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں کہ جب میں دوبارہ آؤں گا تو یہاں کے حالات بدل چکے ہوں گے اور میں تمہارے چہرے پر ایک بار پھر وہ مسکراہٹیں دیکھ سکوں گا جو میں نے کئی برس قبل دیکھی تھیں۔''

ثمینہ نے کہا۔ ''میرا خیال تھا کہ آپ چند دن یہاں ٹھہریں گے۔''

Pdf by Road Sign
www.roadsignbook.com

"کاش میسور کے حالات ایسے ہوتے کہ میں باقی تمام عمر یہاں اطمینان کے ساتھ گزار سکتا۔ لیکن جن فرائض کے احساس نے تمہیں یہاں رکنے پر مجبور کر دیا ہے وہی مجھے سرنگا پٹم بلا رہے ہیں۔ تم ایک قبیلے کے سردار کی بیٹی ہو اور میں میسور کے حکمران کا سپاہی ہوں۔ تمہیں زمین کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کے ساتھ اتنی محبت ہے کہ اس پر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی کا خون گرا ہے اور مجھے اس سلطنت کے ساتھ محبت ہے جس کے پرچم کی حفاظت کے لیے میرے والد اور میرے دو بھائی اپنی جانیں دے چکے ہیں۔ ہم دونوں یکساں بے بس اور مجبور ہیں۔ لیکن اگر حالات نے اجازت دی تو میں ضرور آؤں گا اور اگر میں یہاں نہ آ سکا تو یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں بھول چکا ہوں۔ میں آگ اور خون کے طوفانوں میں کھڑا ہو کر بھی اکبر خان کی بیٹی اور شہباز کی بہن کے لیے دعائیں کیا کروں گا۔"

ثمینہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ اس نے مراد علی کی طرف دیکھا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک ثانیے کے لیے زندگی کی تمام حساسیات سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آ چکی تھی پھر اس نے ایک ہچکی لی اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں مرتے دم تک آپ کی راہ دیکھتی رہوں گی۔"

Pdf by Road Sign
www.imagicpak.com

مراد علی نے کمرے کے ایک کونے سے اپنی بندوق اٹھا کر گلے میں ڈالتے ہوئے ''خدا حافظ'' کہا۔لیکن ثمینہ دوبارہ اس کی طرف دیکھنے کی جرات نہ کر سکی۔مراد علی دروازے کی طرف بڑھا۔۔۔رکا۔۔۔پھر تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے باہر نکل گیا۔ثمینہ کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑی رہی پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔صحن عبور کرتے وقت اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو گئے تھے۔وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور سسکیاں لیتی ہوئی بستر پر گر پڑی۔

''ثمینہ ثمینہ! کمرے کے دوسرے کونے سے بلقیس کی آواز آئی ثمینہ! انتہائی کوشش کے باوجود اپنی سسکیاں ضبط نہ کر سکی۔بلقیس اپنے بستر سے اٹھی اور اس کے قریب آ کر بولی۔ثمینہ کیا ہوا؟ تم رو رہی ہو!'' ثمینہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔''امی جان وہ جا چکے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.maguzpk.com

بلقیس ثمینہ کا سر اپنی گود میں لے کر بیٹھ گئی اور اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''وہ پھر آئے گا بیٹی۔۔۔وہ ضرور آئے گا۔!'' ثمینہ نے کہا

۔''امی جان!''

Pdf by Road Sign

''ہاں بیٹی!''

''امی جان آپ غلط کہتی تھیں وہ مجھ سے خفا نہیں تھے۔''

''نہیں بیٹی میں نے یہ کہا تھا کہ تمہاری باتوں نے شاید اسے پریشان کر دیا ہے۔''

اڑھائی ماہ بعد مراد علی اور نازی خان شاہی محل کے ایک کشادہ کمرے میں چند اور ملاقاتیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ایک افسر کمرے میں داخل ہوا اور اس نے نازی خان کو سلام کرنے کے بعد کہا"جناب تشریف لائیے!"نازی خان نے کرسی سے اٹھ کر مراد علی کی طرف دیکھا اور کہا"تم یہیں ٹھہرو اگر ضرورت پڑی تو تمہیں اندر بلا لیا جائے گا۔"

Pdf by Road Sign
www.roadfunpk.com

نازی خان فوجی افسر کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا اور مراد علی کچھ دیر پریشانی اور اضطراب کی حالت میں بیٹھا رہا۔کوئی دس منٹ بعد وہی افسر دوبارہ کمرے میں داخل ہوا اور اس نے مراد علی سے مخاطب ہو کر کہا"آئیے!"مراد علی کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ چل دیا کچھ دیر چلنے کے بعد وہ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے۔مراد علی کا رہنما ایک کمرے کے دروازے پر رکا اور اس نے کہا"آپ اندر تشریف لے جائیں۔"

مراد علی کو یہ امید نہ تھی کہ غازی خان کے ساتھ اسے بھی سلطان کی خدمت میں حاضر ہونا پڑے گا۔ اس کا اضطراب اب خوف میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ جھجکتا ہوا کمرے کے اندر داخل ہوا۔ میسور کا حکمران اپنی مسند پر رونق افروز تھا اور غازی خان اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ مراد علی نے سلام کیا اور مؤدب کھڑا ہو گیا۔ سلطان نے کسی توقف کے بغیر سوال کیا ''تم نے ڈھونڈیا واغ کو کہاں دیکھا؟ عالی جاہ! میں اسے ادھونی کے ایک جنگل میں ملا تھا۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

''تم وہاں کیسے گئے تھے؟''

''عالی جاہ! اس علاقے کے ایک خاندان کے ساتھ ہمارے دیرینہ مراسم ہیں اور میں ان کے پاس گیا تھا۔''

سلطان نے کہا ''ڈھونڈیا واغ ایک خودسر آدمی ہے اور تمہیں غازی بابا کو میرے پاس اس کی سفارش کے لیے نہیں لانا چاہیے تھا'' مراد علی کا دل بیٹھ گیا۔ تاہم اس نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا ''عالی جاہ وہ ایک اچھا سپاہی ہے اور اپنی سابقہ غلطیوں پر پشیمان ہے۔''

ڈھونڈیا واغ ان لوگوں میں سے نہیں جو اپنی غلطیوں پر پشیمان ہوا کرتے ہیں۔'' عالی جاہ! اب میسور کے سوا اس کے لیے کوئی اور جائے پناہ نہیں۔''

''بیٹھ جاؤ!'' سلطان نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مراد علی' غازی خان کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سلطان کچھ دیر سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا ''میں ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ لیکن مجھے اس کی خدمات کا لحاظ ہے وہ اس وقت کہاں ہے؟''

''عالی جاہ! وہ ادھونی کی طرف ہماری سرحد پر آپ کے حکم کا انتظار کر رہا ہے۔'' سلطان نے کہا ''تم اسے ہماری طرف سے یہ پیغام بھیج دو کہ سرنگا پٹم آ سکتا ہے لیکن یہ اس کے لیے آخری موقع ہوگا۔ اگر اس نے دوبارہ کوئی غلطی کی تو اسے وہی سزا دی جائے گی جو ایک عام سپاہی کو دی جاتی ہے ہم میر نظام علی' انگریزوں اور مرہٹوں کے ساتھ آخری دم تک صلح نبھانا چاہتے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

مراد علی کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا اور اس نے کہا ''عالی جاہ! میں ڈھونڈ یا واغ کے دو آدمی اپنے ساتھ لایا تھا اگر حکم ہو تو انہیں آج ہی یہ پیغام دے کر واپس بھیج دوں؟''

''بہت اچھا' لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر ڈھونڈ یا واغ نے پھر کوئی غلطی کی تو غازی بابا دوبارہ میرے پاس اس کے لیے سفارش لے کر نہیں آئیں گے۔''

''عالی جاہ! وہ اپنے طرز عمل پر بہت پشیمان ہے اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ اس سے کوئی غلطی نہیں ہوگی۔'' مراد علی اور غازی خان اٹھے اور ادب سے سلام کرنے کے بعد کمرے سے باہر نکل آئے۔ مراد علی نے کہا ''جناب میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔'' غازی خان نے بے پروائی سے جواب دیا ''بیٹا تمہیں شکر گزار ہونے کی ضرورت نہیں میں نے تمہارے لیے کچھ نہیں کیا۔ صرف اپنی فوج کے ایک بہادر سپاہی کی سفارش کی ہے۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ڈھونڈیا داغ کو میری طرف سے بھی یہ پیغام بھیج دو کہ میرے دستوں میں ایک تجربہ کار افسر کی جگہ خالی ہے۔''

چھ ہفتے بعد سرنگاپٹم کی گلیوں اور بازاروں میں اس بات کا چرچا ہو رہا تھا کہ ڈھونڈیا داغ واپس آ گیا ہے اور اسے اور اس کے دوساتھیوں کو دوبارہ سلطان کی فوج میں ملازمت مل گئی ہے......... پھر چند دن بعد یہ خبر سنی گئی کہ ڈھونڈیا داغ اور اس کے کئی ساتھی مسلمان ہو چکے ہیں اور اب اس نڈر سپاہی کو ڈھونڈیا داغ کی بجائے ملک جہان خان کے نام سے پکارا جائے گا۔

Pdf by Road Sign

جنگ کے بعد سلطان کی تمام تر توجہ سلطنت کے انتظام اور رعایا کی ترقی اور خوشحالی کے کاموں پر مرکوز ہو چکی تھی۔ لیکن میر نظام علی نے کرنول کا جھگڑا کھڑا کر کے پھر ایک ناخوشگوار صورت حال پیدا کر لی تھی۔ ابتدا میں میر نظام علی کو یہ توقع تھی کہ کرنول پر اپنا حق جتانے کے لیے وہ انگریزوں اور مرہٹوں کی تائید حاصل کر سکے گا۔ لیکن مرہٹے نظام کی خاطر سلطان ٹیپو کے ساتھ بگاڑ پیدا کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور سرجان شور بھی صرف نظام کے فائدے کے لیے سلطان کے ساتھ الجھنے پر تیار نہ تھا۔ تاہم میر نظام علی کو اس بات کا یقین تھا کہ اگر وہ زبردستی کرنول پر قبضہ کر لے تو سلطان ٹیپو ایک نئی جنگ کے خوف سے سر اٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اور اگر اس مسئلہ پر جنگ چھڑ گئی تو انگریز اور مرہٹے اپنی مرضی کے خلاف بھی اس کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

Pdf by Road Sign
www.misterpk.com

۱۷۹۵ء کے آغاز میں سلطان پر دباؤ ڈالنے کے لیے میر نظام علی کے لشکر نے نقل و حرکت شروع کر دی اور سلطان کو پریشان حال رعایا کی پھر ایک بار میسور کے افق پر جنگ کے بادل دکھائی دینے لگے۔ لیکن ایک دن میر نظام علی حیرت و استعجاب کے عالم میں یہ خبر سن رہا تھا کہ پونا سے مرہٹوں کی ٹڈی دل فوج پیش قدمی کر رہی ہے اور اس مرتبہ اس کا رخ سرنگا پٹم کی بجائے حیدر آباد کی طرف ہے۔ پھر چند دن بعد اسے یہ اطلاع ملی کہ وحشت و بربریت کا یہ سیلاب دکن کی سرحد عبور کر چکا ہے۔ میر نظام علی کو بادل ناخواستہ میدان میں آنا پڑا۔ مرہٹوں نے اسے عبرتناک شکست دی اور صلح کے لیے انتہائی توہین آمیز شرائط ماننے پر مجبور کر دیا۔ وہ مشیر الملک کو یرغمال کے طور پر اپنے ساتھ لے گئے اور میر عالم اس کی جگہ وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہوا۔

Pdf by Road Sign

جنگ کے اختتام سے ایک ہفتہ بعد میر عالم اور امتیاز الدولہ نظام کی مسند کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور میر نظام علی انتہائی اضطراب کی حالت میں میر عالم سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا تم کہتے تھے کہ ہم کرنول پر زبردستی قبضہ کر لیں تو مرہٹے اور انگریز ہماری دیکھا دیکھی میسور کے چند اور علاقوں کا مطالبہ کر دیں گے پھر جب مرہٹہ فوج کی نقل و حرکت کی خبر آئی تو تم مجھے یہ خوشخبری سنا رہے تھے کہ مرہٹے میسور کے کسی علاقے پر قبضہ کرنے کے لیے ہم سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد جب بھی فلاں فلاں لشکر کا رخ ہماری طرف ہوا ہے تو بھی تم پورے وثوق کے ساتھ کہتے تھے کہ انگریز ہمارے خلاف ان کی کوئی زیادتی برداشت نہیں کریں گے۔ سر جان شور بہت اچھا آدمی ہے اور وہ مرہٹوں کے حملے کی خبر سنتے ہی ہماری مدد کے لیے فوج روانہ کر دے گا۔ اب تم ایک ہفتہ سے ہمیں یہ امید دلا رہے ہو کہ انگریز مرہٹوں کے خلاف ہمارے ساتھ دفاعی معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ تم کیناوے کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ تمہاری بات چیت کا نتیجہ کب ظاہر ہوگا؟“

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

میر عالم نے کہا ''عالی جاہ سرجان کیناوے ابھی حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔'' امتیاز الدولہ نے کہا ''عالی جاہ کیناوے کی حاضری ہماری شکست کا بدلہ نہیں ہو سکتی۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہے گا کہ سرجان شور کو ان واقعات کا بہت افسوس ہے اور میں اس کی زبان سے یہ فقرہ کئی بار سن چکا ہوں۔'' میر عالم نے انتہائی غصہ کی حالت میں امتیاز الدولہ کی طرف دیکھا اور پھر میر نظام علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''عالی جاہ دکن پر مرہٹوں نے یہ حملہ سلطان ٹیپو کے ایما پر کیا ہے۔ انگریز مرہٹوں کے عزائم سے بے خبر تھے ورنہ وہ ضرور مداخلت کرتے۔ ہم نے اس جنگ میں بہت نقصان اٹھایا ہے لیکن اس سے اتنا فائدہ ضرور ہو گا کہ انگریز کرنول پر ہمارا حق تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ میں کیناوے سے یہ بات منوا چکا ہوں کہ سلطان ٹیپو در پردہ مرہٹوں کا حلیف بن چکا ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

امتیاز الدولہ نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا ''مجھے یقین ہے کہ جب میسور کے ساتھ ایک نئی جنگ لڑنے کے لیے انگریزوں کی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی تو وہ میر عالم کی ہر بات ماننے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ جنگ جیتنے کے بعد میسور کے مفتوحہ علاقوں پر حق نہیں جتائیں گے.....؟ عالی جاہ میں ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ جنوبی ہندوستان میں سلطان ٹیپو کے سوا دکن کا کوئی دوست نہیں۔ آج مرہٹے بھی یہ حقیقت سمجھ چکے ہیں کہ انہوں نے گزشتہ جنگ میں سلطان ٹیپو کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دینے میں غلطی کی تھی لیکن ہم اب تک اپنے دوستوں اور دشمنوں میں تمیز نہیں کر سکے۔''

ایک افسر کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کورنش بجالانے کو کہا ''عالی جاہ سر جان کیناوے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں!''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''انہیں کہو کہ ہم ایک گھنٹے سے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔'' افسر فرشی سلام کرنے کے بعد کمرے سے نکل گیا۔ چند ثانیے بعد سر جان کیناوے اندر داخل ہوا اور نظام سے مصافحہ کرنے کے بعد میر عالم کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا ''یور ہائی نس مجھے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ مدراس کی حکومت نے پیشوا اور نانا فرنویس کو احتجاجی مراسلے بھیج دیے ہیں۔'' امتیاز الدولہ نے کہا ''جناب ہم آپ کے شکرگزار ہیں۔ لیکن احتجاجی مراسلوں سے کیا ہوگا؟''

''مجھے یقین ہے کہ مرہٹے دوبارہ ایسی جرأت نہیں کریں گے۔''

Pdf by Road Sign

www.magfunpk.com

''اگر آپ کے احتجاجی مراسلات میں اتنا اثر ہے تو آپ کو جنگ سے پہلے یہ تکلیف کرنی چاہئے تھی۔'' کیناوے نے امتیاز الدولہ کی طرف توجہ دینے کی بجائے نظام سے مخاطب ہو کر کہا ''یور ہائی نس میں آپ کو ایک اور خوشخبری سناتا ہوں۔ مجھے پونا سے یہ اطلاع ملی ہے کہ مرہٹہ سرداروں میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔'' امتیاز الدولہ نے پھر کہا ''مرہٹہ سرداروں کی پھوٹ ہماری عزت اور آزادی کی ضمانت نہیں ہو سکتی وہ کسی وقت بھی متحد ہو سکتے ہیں۔ ہم صرف یہ

جاننا چاہتے ہیں کہ آئندہ اگر وہ دکن پر حملہ کردیں تو آپ کا طرز عمل کیا ہوگا؟'' کیناوے نے جواب دیا ''مجھے یقین ہے کہ مرہٹے دوبارہ ایسا اقدام نہیں کریں گے۔'' میر نظام علی نے کہا ''مرہٹوں کو آئندہ ایسے اقدام سے باز رکھنے کی بہترین صورت یہی ہے کہ ہمارے درمیان ایک دفاعی معاہدہ ہو جائے اور اگر آپ پسند کریں تو سلطان ٹیپو کو بھی اس معاہدے میں شریک کیا جا سکتا ہے۔ مرہٹوں نے ہمیں سلطان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے پر مجبور کردیا ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

کیناوے نے کہا ''سلطان ٹیپو آپ کے ساتھ صرف ایک شرط پر دفاعی معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہوگا اور وہ یہ کہ آپ اس کے مقبوضہ علاقے اسے واپس کردیں اور میرے خیال میں یہ شرط آپ کے لیے کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔'' میر نظام علی سوچ میں پڑ گیا۔ امتیاز الدولہ نے کہا

''اگر سلطان ٹیپو اپنے علاقوں کا مطالبہ کیے بغیر ہمارے ساتھ معاہدہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟'' کیناوے نے جواب دیا ''پھر ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ اس معاہدے کے خلاف مرہٹوں کا ردعمل کیا ہوگا۔''

کمرے میں تھوڑی دیر کے لیے خاموشی طاری رہی اور نظام انتہائی بے دلی اور اضطراب کی حالت میں کیناوے کی طرف دیکھتا رہا بالآخر کیناوے نے کہا ''یور ہائی نس آپ کو ہم پر اعتماد کرنا چاہئے ہمیں یقین ہے کہ مرہٹوں پر ہمارا احتجاج بے اثر ثابت نہیں ہوگا اور اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو ہم پوری دیانت داری سے آپ کا ساتھ دیں گے۔'' میر نظام علی نے کہا ''لیکن آپ کو ہمارے ساتھ دفاعی معاہدہ کرنے میں کیا اعتراض ہے؟''

Pdf by Road Sign
www.maghfunpk.com

''نہیں صرف یہ ڈر ہے کہ ایسا معاہدہ مرہٹوں کو برانگیختہ کردے گا اور وہ ٹیپو کے ساتھ مل جائیں گے۔'' نظام نے کہا ''لیکن اگر سلطان ٹیپو ہمارے ساتھ معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے تو پھر آپ کا یہ خدشہ دور نہیں ہو جائے گا؟''

''نہیں''

''وہ کیوں؟''

''وہ اس لیے کہ مرہٹے ہماری نیت پر شک کرنے لگ جائیں گے۔ ہم اس بات کا ذمہ لینے کے لیے تیار ہیں کہ مرہٹہ آپ کے ساتھ آئندہ کبھی لڑائی نہیں کریں گے۔ لیکن کمپنی سلطان ٹیپو کے ساتھ دفاعی معاہدہ کر کے مرہٹوں کے خلاف فریق بننے کے لئے تیار نہیں ہو گی۔'' مرجان کیناوے کوئی ایک گھنٹہ میر نظام علی کے ساتھ بحث کرنے کے بعد چلا گیا اور میر نظام علی نے امتیاز الدولہ سے کہا ''امتیاز تم آج ہی سلطان ٹیپو کو یہ پیغام بھیج دو کہ ہم ان کے ساتھ دفاعی معاہدہ کی بات چیت کرنے کے لیے تیار ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.mazfunpk.com

چند ہفتے بعد سلطان ٹیپو کے ایلچی حیدر آباد پہنچ چکے تھے اور میر نظام علی کے ساتھ ان کی طویل ملاقاتیں شروع ہو چکی تھیں۔ سلطان ٹیپو میر نظام علی کی تمام سابقہ غلطیاں بھول جانے پر آمادگی ظاہر کر چکا تھا۔ لیکن نظام علی سلطان کی طرف اپنا میلان ظاہر کر کے صرف انگریزوں کی منڈی میں اپنی قیمت بڑھانا چاہتا تھا۔ وہ ایک طرف سلطان کے ایلچیوں سے ملاقاتیں کر رہا تھا اور دوسری طرف اس کے جاسوس مرجان کیناوے کو متاثر کرنے کے لیے اس قسم کی افواہیں پھیلا رہے تھے کہ میسور کا حکمران میر نظام علی کو انگریزوں کے خلاف اکسا رہا ہے اور اس بات کے امکان پیدا ہو گئے ہیں کہ دکن اور میسور کی حکومتیں مرہٹوں کے علاوہ انگریزوں کے خلاف کوئی بھی دفاعی معاہدہ کر لیں لیکن میر نظام علی کی منافقانہ روش زیادہ عرصہ سلطان ٹیپو کو دھوکا نہ دے سکی اور اس نے اپنے ایلچیوں کو واپس بلا لیا۔

Pdf by Road Sign

گزشتہ جنگ میں آدھی سلطنت کی آمدنی سے محروم ہو جانے کے بعد میسور کا عظیم معمار چند سال کے اندر اندر پھر ایک بار ایسٹ انڈیا کمپنی اور اپنے ہمسایہ حکمرانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا چکا تھا۔ سرنگا پٹم، چتل ڈرگ، بنگلور، بدنور اور میسور کے دوسرے شہروں میں لاتعداد کارخانے قائم ہو چکے تھے۔ ان کارخانوں کی مصنوعات مشرق کی منڈیوں میں یورپ کے مال سے زیادہ مقبول تھیں۔ تجارت کے میدان میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے سلطان بیرونی ممالک میں تجارتی کوٹھیاں قائم کر رہا تھا۔ میسور کے شہروں میں فرانس، ترکی، عرب، ایران، چین اور آرمینیہ کے کئی تاجر آباد ہو چکے تھے۔ اپنی رعایا کو تجارت کی طرف مائل کرنے کے لیے سلطان نے حکومت کی نگرانی میں ایک تجارتی کمپنی قائم کی تھی جس میں ہر آدمی حصہ دار بن سکتا تھا۔ زراعت کے میدان میں بھی سلطان خداداد ہندوستان کی دوسری ریاستوں کے مقابلے میں کہیں آگے تھی۔ باقی ریاستوں میں لاکھوں کسان چند بڑے زمینداروں یا جاگیرداروں کے لیے عیش و آرام کا سامان مہیا کرتے تھے۔ لیکن میسور میں نئے نئے زرعی منصوبوں سے جو

آراضیات آباد ہوتی تھیں ان پر کاشت کاروں کا حق مقدم سمجھا جاتا تھا اور بڑے بڑے زمینداروں کی فالتو آراضیات بھی کاشت کاروں میں تقسیم کی جا رہی تھیں۔ اپنے محدود وسائل سے سلطان ایک بڑی فوج رکھنے کے قابل نہ تھا تاہم میسور کی تیسری جنگ کے بعد سلطان ملک کی دفاعی اور تجارتی ضرورت کے پیش نظر بڑی شدت سے بحری بیڑے کو مضبوط بنانے کی کوشش کی چنانچہ بنگلور اور واجد آباد کی وادیوں میں اس نے نئی جنگی اور تجارتی جہاز تعمیر کرنے کا حکم دیا اور ایک قلیل مدت میں میسور کے بحری بیڑے میں بائیس جنگی اور بیس تجارتی جہازوں کا اضافہ ہو چکا تھا اور ان جہازوں کے ماڈل سلطان نے خود تیار کیے تھے۔ میسور کے دشمن سلطان کی آدھی سلطنت چھیننے کے بعد یہ سمجھتے تھے کہ اب وہ دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہیں رہا اور اب اسے اپنی رعایا کے معاشی اور اقتصادی مسائل ہمیشہ پریشان رکھیں گے۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران تھے کہ میسور میں ایک بار پھر ولولوں کی نئی دنیا آباد ہو رہی ہے۔ اہل میسور کے وہ زخم جنہیں وہ دائمی ناسور خیال کرتے تھے مندمل ہو چکے تھے۔ وہ قافلہ جسے انہوں نے بھیانک تاریکیوں کی آغوش میں دھکیل دیا

تھا' ایک ناقابل یقین عزم واستقلال کے ساتھ اپنے روشن مستقبل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ انہوں نے جن بستیوں کو ویران کر دیا تھا وہ دوبارہ آباد ہو رہی تھیں۔ میسور کے چرواہے' کسان' مزدور' سپاہی' تاجر اور صنعت کار پھر ایک بار زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے کہ ''میسور ہمارا ہے!'' اور انگریز محسوس کر رہے تھے کہ ہندوستان میں ان کے راستے کا آخری حصار پھر مضبوط ہو رہا ہے۔ اب دلی تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ قلعہ ہمیشہ کے لیے مسمار کر دیا جائے۔ سلطان ٹیپو کے خلاف انگریزوں کے نئے جارحانہ عزائم میں بعض بیرونی محرکات بھی شامل تھے نپولین بوناپارٹ کے عروج کے ساتھ فرانس کے تن مردہ میں ایک نئی روح بیدار ہو رہی تھی۔ اس جواں سال جرنیل کی قیادت میں فرانس کی افواج آسٹریا کے شہنشاہ کو شکست دینے کے بعد اطالیہ پر اپنی فتوحات کے پرچم نصب کر چکی تھیں۔ ایک کمزور اور مفلوج بادشاہت کے خاتمے کے بعد فرانس کو ایک اولوالعزم لیڈر مل چکا تھا۔ نپولین نے ایک ہی یلغار میں یورپ میں طاقت کا توازن درہم برہم کر دیا تھا اور انگریز مشرق و مغرب میں اپنے اقتدار کے لیے ایک نیا خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ ان کے

Pdf by Road Sign

لیے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ یورپ میں نپولین کے ساتھ الجھنے کی صورت میں ان کے لیے ہندوستانی مقبوضات کی حفاظت مشکل ہو جائے گی اور سلطان ٹیپو اپنی رہی سہی قوت کے ساتھ بھی ان کے لیے ایک خطرۂ عظیم بن سکتا ہے۔ چنانچہ سر جان شور کے ریٹائر ہونے کے بعد انہیں ہندوستان میں اپنے سامراجی مقاصد کو تقویت دینے کے لیے کسی مضبوط اور ہوشیار آدمی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ مضبوط آدمی جس میں ایک سامراجی بھیڑیے کے تمام خصائل بدرجہ اتم موجود تھے۔ رچرڈ ولزلی (ارل آف مارننگٹن) تھا۔

Pdf by Road Sign

ولزلی گورنر جنرل کے عہدے کا چارج لیتے ہی کسی تاخیر کے بغیر میسور پر دھاوا بولنے کے لیے بے تاب تھا چنانچہ اس نے کمپنی کی افواج کو کارمنڈل اور مالابار کے ساحلوں پر جمع ہونے کا حکم دیا۔ میسور کے خلاف جارحانہ اقدام کے لیے ولزلی کو صرف ایک بہانے کی ضرورت تھی چنانچہ اس نے سلطان ٹیپو پر الزام لگا دیا کہ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف فرانس کے ساتھ سازباز کر رہا ہے اور اس کے سفیر ماریشش کے گورنر کی وساطت سے فرانسیسی حکومت کے ساتھ ایک دفاعی اور جارحانہ معاہدہ کر چکے ہیں۔ اصل واقعہ صرف یہ تھا کہ نظام اور مرہٹے اپنی فوجی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے فرانسیسی سپاہیوں اور افسروں کو بھرتی کر رہے تھے۔ سلطان ٹیپو نے بھی چند تجربہ کار یورپین افسروں کی ضرورت محسوس کی۔ سرنگاپٹم کے دو تاجر اپنے کاروبار کے سلسلے میں ماریشش جا رہے تھے اور سلطان نے انہیں ہدایت کی کہ اگر ماریشش سے کوئی کار آمد آدمی ملیں تو وہ انہیں ساتھ لیتے آئیں۔ ان

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

تاجروں نے ماریشس پہنچ کر وہاں کے گورنر سے ملاقات کی اور انہیں قریباً ایک سو بے کار آدمیوں کو اپنے ساتھ لانے کی اجازت مل گئی لیکن ان سو آدمیوں میں سے بھی چند ایسے تھے جو تھوڑا بہت فوجی تجربہ رکھتے تھے اور بیشتر وہ قیدی تھے جنہیں ماریشس کی حکومت نے جیلوں سے نکال کر سرنگاپٹم کے تاجروں کے ساتھ جہاز پر سوار کرا دیا تھا۔ لیکن کمپنی نے اس واقعہ کی آڑ لے کر سلطان کے خلاف بہتان تراشی کا طوفان کھڑا کر دیا۔

Pdf by Road Sign

کلکتہ مدراس اور بمبئی سے لے کر لندن تک برطانوی سامراج کے ڈھنڈورچیوں نے یہ افواہ پھیلا دی کہ انگلستان کے خلاف میسور اور فرانس کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ ماریشس کی فرانسیسی فوج عنقریب ہندوستان کے ساحل پر اترنے والی ہے اور سلطان ٹیپو ان کے پہنچتے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف اعلان جنگ کر دے گا۔ ماریشس کے واقعات کے بارے میں ولزلی کے علاوہ کئی اور انگریزوں کے متضاد بیانات ان بے سروپا الزامات کو جھٹلانے کے

لیے کافی ہیں۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سلطان ٹیپو نے واقعی ماریشس کے گورنر کی وساطت سے فرانسیسی حکومت کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا تھا تو بھی کوئی انصاف پسند آدمی انگریزوں کو سلطان پر اعتراض کرنے کا حق نہیں دے سکتا۔ گزشتہ واقعات کی روشنی میں سلطان کے بدترین دشمن بھی ان پر الزام نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے صلح کی شرائط پورا کرنے میں کوئی کوتاہی کی تھی اور انگریزوں کے بہترین وکیل بھی ان کی پے در پے بدعنوانیوں پر پردہ نہیں ڈال سکے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی سرنگاپٹم کے معاہدے کی مضحکہ خیز تاویلوں سے یہ ثابت کر چکی تھی کہ انگریز صلح یا جنگ میں کسی ضابطہ اخلاق کے پابند نہیں۔ ان کی مسلسل بدعہدیوں کے بعد یہ سلطان کا حق ہی نہیں بلکہ فرض تھا کہ وہ ان کا حساب چکانے کا کوئی موقع ضائع نہ کرتا۔ اگر سلطان فرانسیسیوں پر اعتماد

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

کر سکتا اور ان کی مدد سے انگریزوں کو اس ملک سے نکال سکتا اور اس کے باوجود وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا تو میں اسے اس کی بصیرت اور جذبہ حریت کی توہین سمجھتا۔ لیکن میسور کا یہ رجل عظیم ان لوگوں میں سے نہ تھا جو دانستہ ایک ہی سوراخ کا بار بار ڈسا جانا گوارا کر سکتے تھے اور اس کے بعد اس نے انگریزوں، مرہٹوں اور میر نظام علی کے ساتھ تمام جنگیں تن تنہا لڑی تھیں۔

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

فرانسیسی حکومت کی بدعہدیوں کے خلاف اس کا ردعمل اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ سے قریباً ایک سال بعد پانڈی چری کے فرانسیسی گورنر نے انگریزوں کی جارحیت سے مجبور کر سلطان سے اعانت کی اپیل کی تھی تو اس نے اس کے خط کا جواب دینے سے انکار کر دیا تھا اور فرانسیسیوں کو بحالت مجبوری پانڈی چری خالی کرنا پڑا تھا۔ رہا سوال یہ کہ سرنگا پٹم کے تاجر سلطان کے ایما پر مارلیش سے چند آدمی اپنے ساتھ لے آئے تھے تو یہ بات

کتنی مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے کہ مرہٹوں اور نظام کی فوج میں تو سینکڑوں فرانسیسی انگریزوں کے لیے کسی خطرے کا باعث نہ تھے۔ لیکن سلطان ٹیپو نے صرف سو آدمیوں کو اپنی ملازمت میں لے کر ان کے لیے ایک خطرہ پیدا کر دیا تھا۔ پھر ان سو آدمیوں میں سے صرف چالیس فرانسیسی تھے اور باقی ماریشش کے مقامی باشندے تھے۔ سلطان کی فوج میں کوئی فرانسیسی یا یورپین کسی اہم عہدے پر فائز نہ تھا لیکن میر نظام علی کی فوج کے پندرہ ہزار سپاہی ایک فرانسیسی جرنیل کے ماتحت تھے اور سندھیا کی چالیس ہزار فوج کو ایک فرانسیسی افسر تربیت دے رہا تھا۔

انگریزوں نے ماریشش کے واقعات کی آڑ لے کر دو باتیں مشہور کی تھیں۔ اول یہ کہ نپولین بوناپارٹ نے مصر اور مشرق وسطیٰ کے دوسرے ممالک کو فتح کرنے کے بعد خشکی کے راستے ہندوستان کا رخ کرے گا اور سلطان ٹیپو اس کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ماریشش کے گورنر

www.magipk.com
Pdf by Road Sign

جنرل نے سلطان ٹیپو کے سفیروں کے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ عنقریب تیس چالیس ہزار سپاہی سلطان کی مدد کے لیے بھیج دے گا۔ انگریزوں کے اپنے بیانات اس بات کو جھٹلاتے ہیں کہ ماریشش میں فرانسیسیوں کی اتنی بڑی فوج موجود تھی اور سلطان ٹیپو جیسے باخبر انسان کے متعلق یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ اسے ماریشش کے حالات کا صحیح علم نہ تھا۔

Pdf by Road Sign

www.paksfunpk.com

دوسری بات اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ سلطان کی عمر کے بیشتر ایام جنگ کے میدان میں گزرے تھے اور اس کے متعلق یہ باور نہیں کیا جا سکتا ہے اسے مصر اور میسور کے درمیان خشکی کے راستے سفر کی دشواریوں کا صحیح اندازہ نہ تھا۔ انگریزوں نے یہ تمام افواہیں صرف اس لیے پھیلائی تھیں کہ وہ نظام، مرہٹوں اور ہندوستان کے دوسرے حکمرانوں کو زیادہ سے زیادہ پریشان کر سکیں اور ان پر ثابت کر سکیں کہ سلطان ٹیپو اور نپولین کے اتحاد کے

باعث تمہیں ایک بہت بڑا خطرہ پیش آنے والا ہے۔ سلطان ٹیپو نے ان بے بنیاد الزامات کی تردید کی۔ لیکن انگریز جنگ کا بہترین موقع کھونے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ نپولین کے خلاف مشرق وسطی یورپ میں سینہ سپر ہونے سے پہلے ہی اس طاقت کے ساتھ نپٹ لینا چاہتے تھے جو ہندوستان میں ان کے لیے خطرے کا باعث ہو سکتی تھی۔

Pdf by Road Sign
www.roaddfunpk.com

تاہم ولزلی اپنے پلان کے مطابق فوراً جنگ شروع نہ کر سکا۔ مدراس کے گورنر نے اسے یہ اطلاع دی کہ کمپنی کی فوج چھ ماہ سے پہلے جنگ کے لئے تیار نہیں ہو سکتی۔ ولزلی دانت پیس کر رہ گیا پھر جب اسے یہ اطلاع پہنچی کہ جنرل بونا پارٹ کی افواج مصر میں داخل ہو چکی ہیں اور کچھ عرصہ ہندوستان کو اپنی ساری توجہ بحیرۂ روم کی طرف مبذول رکھنی پڑے گی تو اس نے سلطان کے خلاف معاندانہ طرز عمل میں فوراً تبدیلی کی ضرورت محسوس کی

۔ اب وہ میسور پر حملہ کرنے کی بجائے سلطان کے ساتھ ان متنازعہ علاقوں کے بارے میں بھی گفتگو کرنے پر آمادگی ظاہر کر رہا تھا جن پر ایسٹ انڈیا کمپنی سرنگا پٹم کے معاہدے کے خلاف قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ اب ترکی کے خلیفہ کی طرف سے سلطان ٹیپو کی خدمت میں اس قسم کے خطوط پیش کیے جا رہے تھے کہ اہل فرانس اسلام کے دشمن ہیں اس لیے کسی مسلمان حکمران کو ان کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہئے۔ اگر سلطان کو انگریزوں کے خلاف کوئی شکایت ہے تو ہم ثالثی کے لیے تیار ہیں۔

Pdf by Road Sign

لارڈ ولزلی کے جارحانہ طرز عمل میں اچانک تبدیلی کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ اسے لاہور کی طرف زمان شاہ والی افغانستان کی پیش قدمی کی اطلاع موصول ہو چکی تھی اور وہ یہ خطرہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر زمان شاہ دہلی پہنچ گیا تو سارے ہندوستان کے مسلمان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور سلطان ٹیپو ان حالات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ سلطان کے سفیر شاہ زمان شاہ کے دربار میں موجود تھے اور ان دو مسلمان حکمرانوں کے درمیان دوستانہ خط وکتابت ہو رہی تھی۔ لارڈ ولزلی جس قدر مصر میں نپولین کی موجودگی سے پریشان تھا اس سے کہیں زیادہ لاہور کی طرف شاہ زمان کی پیش قدمی سے خائف تھا۔

Pdf by Road Sign

ان حالات میں مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ مناسب وقت تک سلطان ٹیپو کے خلاف اپنے جارحانہ عزائم کو دوستی کے دبیز پردوں میں چھپائے رکھے۔ دلی سے زمان شاہ کی توجہ ہٹانے کے لیے انگریزوں نے اپنے ایک ہوشیار جاسوس مہدی علی خان کی خدمات حاصل کیں۔ مہدی علی خان ایک ایرانی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے بوشہر میں ریزیڈنٹ کے عہدے پر فائز تھا۔ ولزلی کی ہدایات پر اس ملت فروش نے ایران کے حکمران کے دربار میں رسائی حاصل کی اور شیعہ سنی منافرت کا سہارا لے کر اسے زمان شاہ کے خلاف اس قدر بھڑکایا کہ اس نے ایک طرف خراسان پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف ہرات کے معزول گورنر کو فوجی مدد دے کر زمان شاہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ ان حالات میں زمان شاہ کو دلی کی طرف پیش قدمی کا ارادہ ترک کر کے واپس جانا پڑا۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

مہدی علی خان کی سازش نے ایک طرف ہندوستان کے مسلمانوں کا آخری سہارا چھین لیا جو گزشتہ چالیس سال سے پانی پت کے میدان میں پھر کسی احمد شاہ ابدالی کا انتظار کر رہے تھے دوسری طرف حیدر آباد، پونا اور اودھ کی طرف شاہ ایران کے دربار میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے اثر و نفوذ کا راستہ کھول دیا۔ مہدی علی خان نے ایران کے حکمران کو یہ بھی امید دلائی کہ انگریز زمان شاہ سے ایران کے کھوئے ہوئے علاقے واپس دلانے میں اس کی مدد کریں گے اور ایران کے حکمران نے خراسان اور ہرات پر اس وقت تک اپنا دباؤ جاری رکھا جب تک کہ انگریز ہندوستان میں اپنے ارادے پورے نہیں کر چکے تھے۔

Pdf by Road Sign www.mastfun.pk.com

بحیرہ روم نپولین کے جنگی بیڑے کی تباہی اور لاہور سے زمان شاہ کی واپسی کے بعد لارڈ ولزلی کے خدشات دور ہو چکے تھے جن کے پیش نظر اس نے میسور پر اچانک دھاوا بولنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اب وہ دلی کی طرف ایسٹ انڈیا کمپنی کے راستے کا آخری پتھر ہٹانے کے لیے بیتاب نظر آتا تھا اور سلطان کے ساتھ اس کے دوستانہ لب ولہجہ میں اچانک تبدیلی آچکی تھی۔ زمان شاہ کی واپسی ہندوستان کی تاریخ کا ایک انتہائی المناک واقعہ ہے۔ ۱۷۶۱ء میں جب احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی جنگ لڑی تھی تو مرہٹے اپنے قومی اتحاد کے باعث ایک عظیم فوج میدان میں لے آئے تھے۔ لیکن اب حالات بدل چکے تھے۔ مرہٹے ایک اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو رہے تھے اور ان میں زمان شاہ کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ تھی۔ یہ درست ہے کہ دلی کا مظلوم اور بے بس حکمران شاہ عالم ثانی مہاد جی سندھیا کے بعد اب دولت راؤ سندھیا کے ہاتھ میں ایک کھلونا تھا۔ لیکن دلی پر مرہٹوں کے اقتدار کی وجہ

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کی غیر معمولی قوت نہ تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ دلی کا نام نہاد شہنشاہ اب اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ اسے اپنے تاج کا بوجھ اٹھانا بھی دوبھر ہو رہا تھا دلی کے جنوب مغرب میں راجپوتوں کی ریاستیں بھی اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ ان حالات میں انگریز ہندوستان کے اقتدار کے سب سے بڑے دعویدار بن چکے تھے۔

Pdf by Road Sign

بنگال، بہار اور اڑیسہ پر ان کا قبضہ تھا اودھ کی یہ حالت تھی کہ وہاں انگریز ریذیڈنٹ شجاع الدولہ کے جانشینوں سے زیادہ با اختیار تھا جنوب میں راجہ ٹراونکور ان کا باجگذار تھا اور ارکاٹ کا حکمران ایک ایسی لاش تھی جسے انگریزوں نے اپنی سنگینوں کا سہارا دے کر تخت پر بٹھا رکھا تھا۔ پونا اور حیدر آباد کی ریاستیں عملاً ایسٹ انڈیا کمپنی کی قیادت تسلیم کر چکی تھیں۔ ان حالات میں دلی کے تخت وتاج پر قبضہ کرنے کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بے تابی ایک

قدرتی بات تھی۔ انگریز اپنے راستے کے کئی پتھر ہٹا چکے تھے لیکن زمان شاہ کی پیش قدمی نے ان کے حوصلے سرد کر دیے تھے وہ یہ جانتے تھے کہ اگر انہیں زمان شاہ کے ساتھ جنگ لڑنی پڑی تو ٹیپو غیر جانبدار نہیں رہے گا اور صرف سلطان ٹیپو ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے بیشتر حکمران بالخصوص مرہٹے جنہیں کمپنی کے جارحانہ عزائم کے متعلق اب کوئی غلط فہمی نہیں رہی۔ زمان شاہ کو ایک دشمن کی بجائے اپنا نجات دہندہ سمجھ کر اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے۔

Pdf by Road Sign

مصر کی طرف نپولین کی پیش قدمی اور پنجاب کی طرف زمان شاہ کی یلغار کے ایام میں برطانوی سامراج کے علمبردار اپنی تاریخ کے ایک نازک ترین دور کا سامنا کر رہے تھے۔ لیکن ان دو عظیم خطرات کے دور ہوتے ہی ہندوستان پھر ایک بار ان بھیڑیوں کی شکارگاہ بن چکا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی مشرق یا مغرب میں کسی نئے خطرے کا سامنا کرنے سے پہلے میسور پر دھاوا بولنے کے لیے بے تاب نظر آتی تھی۔

ایک دن تیسرے پہر ے میسور کا دیوان میر صادق سلطان سے ملاقات کے بعد محل سے باہر نکلا تو ڈیوڑھی کے قریب ملک جہاں خان ڈھونڈیا واغ اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ملتجی ہو کر کہا۔ ''حضور دیوان صاحب میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں!''

''جناب میں صبح سے یہاں کھڑا ہوں لیکن مجھے سلطان معظم کی قدم بوسی کا موقع نہیں ملا۔ آپ میری مدد کریں میرے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہونا اشد ضروری ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

''سلطان معظم ان دنوں سخت مصروف ہیں اور میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔''

''جناب یہ بہت ضروری ہے خدا کے لیے میری مدد کیجئے!'' ''تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو'' میر صادق یہ کہہ کر ڈیوڑھی سے باہر نکل آیا لیکن ملک جہاں خان نے آگے بڑھ کر پھر اس کا راستہ روک لیا اور کہا ''ٹھہریے جناب میں سلطان معظم کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میسور کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے۔''

"سازش؟" میر صادق نے چونک کر کہا۔ "ہاں جناب میرے پاس ایک خط ہے۔"

"کس کا خط؟"

"جناب اس پر کسی کا نام نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ انگریزوں کے کسی جاسوس نے سرنگا پٹم کے کسی بااثر آدمی کے نام لکھا ہے۔"

میر صادق کا چہرہ اچانک زرد پڑ گیا لیکن اس نے فوراً سنبھل کر کہا "یہاں یہ باتیں کرنا ٹھیک نہیں تم میرے ساتھ آؤ!"

ملک جہاں خان تذبذب سا ہو کر اس کے ساتھ چل دیا۔ کوئی دس منٹ بعد وہ میر صادق کے ساتھ اس کے خوبصورت مکان کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ میر صادق نے ایک کشادہ میز کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "بیٹھو اور اطمینان سے میرے ساتھ باتیں کرو؟"

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

ملک جہاں خان نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا ''جناب اگر آپ مجھے یہاں لانے کی بجائے سلطان کے سامنے لے جاتے تو یہ آپ کی بہت بڑی نوازش ہوتی۔ یہ معاملہ ایسا ہے کہ ہمیں سلطان کو کسی تاخیر کے بغیر اس طرف متوجہ کرنا چاہیے''

Pdf by Road Sign

میر صادق نے جواب دیا ''سلطان معظم صبح سے کام کر رہے تھے اور اب انہیں تھوڑی دیر آرام کی ضرورت ہے میں شام کے وقت ان سے دوبارہ ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ وہ خط تمہارے ہاتھ کیسے لگا؟''

"جناب میں جنوب مشرق کی سرحدی چوکیوں کی حفاظت پر متعین تھا۔ دو آدمیوں نے رات کے وقت ایک جگہ سے سرحد عبور کر کے ہمارے علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ پہرے داروں نے انہیں روکا لیکن جب انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی تو پہرے داروں نے گولی چلا دی ایک آدمی بچ کر نکل گیا لیکن دوسرا زخمی ہو کر گر پڑا۔ سرحد کے محافظ اسے بیہوشی کی حالت میں میرے پاس لے آئے میں نے اس کی جامہ تلاشی لی تو یہ خط برآمد ہوا۔ کچھ دیر بعد زخمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو میں نے اس سے خط کے متعلق پوچھنے کی کوشش کی وہ سوال کا جواب دینے کی بجائے کچھ دیر ٹکٹکی باندھ کر میری طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس کی سانس اکھڑ گئی۔ مرتے وقت اس کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن میں انتہائی کوشش کے باوجود مطلب کی کوئی بات نہ سن سکا۔ میں یہ خط لے کر پہلے بنگلور کے فوجدار کے پاس جانا چاہتا تھا۔ لیکن پھر مجھے یہ خیال آیا کہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہونا زیادہ بہتر ہوگا۔"

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

میر صادق نے کہا ''میں وہ خط دیکھنا چاہتا ہوں۔'' ملک جہاں خان نے قدرے تذبذب کے بعد اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور میر صادق کو پیش کر دیا۔ میر صادق نے کاغذ کھول کر پڑھا اور اس کے چہرے پر پھر ایک بار زردی چھا گئی۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ ''جناب والا! حامل ہذا ایک قابل اعتماد آدمی ہے اور وہ آپ سے تمام ضروری باتیں زبانی عرض کر دے گا۔ آپ نے جو ہمیں ضروری اطلاعات فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ ابھی تک نہیں پہنچیں۔ اب حالات ایسے ہیں کہ آپ کی طرف سے ذرا سی تاخیر بھی ہمارے لیے سخت نقصان دہ ہو سکتی ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ نے اپنے وعدوں کا پاس کیا تو آپ کے تمام مطالبات پورے کیے جائیں گے۔ اب آپ کو خط لکھنے کی بجائے زبانی پیغام پر اکتفا کرنا چاہئے۔ اپنے دوسرے ساتھیوں کو میرا سلام پہنچا دیجئے۔ مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

''آپ کا دوست''

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

میر صادق نے جہاں خان کو واپس دیتے ہوئے کہا ”یہ خط میرے لیے ایک معما ہے۔ بہر حال یہ معاملہ سلطان معظم کے سامنے پیش ہونا چاہیے۔ میں داروغہ کو پیغام بھیجتا ہوں لیکن آج وہ اس قدر مصروف ہیں کہ شاید مجھے بھی دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ مل سکے۔ اس لیے یہ بہتر ہوگا کہ سلطان معظم کے ساتھ آج کی بجائے کل ملاقات کی کوشش کی جائے۔“

”لیکن دیوان صاحب یہ مسئلہ بہت نازک ہے اور میں آج ہی مل جانا چاہتا ہوں۔“ میر صادق نے کہا ”میں نے تمہیں بتایا ہے کہ آج سلطان معظم بہت مصروف ہیں اور میں اگر اسی وقت دوبارہ واپس جا کر ان سے ملاقات کے لیے اصرار کروں تو میرے لیے یہ ضروری ہے کہ میں اس خط کے صحیح ہونے کے متعلق کوئی ناقابل تردید ثبوت پیش کر سکوں ورنہ سلطان معظم یہ محسوس کریں گے کہ میں نے انہیں خواہ مخواہ پریشان کیا ہے۔“ جہاں خان نے کہا ”دیوان صاحب معاف کیجئے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔“

میر صادق نے جواب دیا ”میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہ خط ایک مذاق معلوم ہوتا ہے ممکن ہے کہ دشمن نے ہمیں پریشان کرنے کے لیے شرارت کی ہو۔ اس میں نہ تو لکھنے والے کا نام ہے اور نہ ہی مکتوب الیہ کی کوئی نشان دہی کی گئی ہے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ سلطان معظم مجھے بیوقوف خیال کریں۔ کل بھی سلطان معظم کے ساتھ تمہاری ملاقات کا بندوبست کرتے وقت میں اپنی طرف سے اس خط کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق کوئی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا۔ میں صرف یہ کوشش کروں گا کہ تمہیں ملاقات کے لیے وقت مل جائے لیکن اگر تم اسی وقت سلطان معظم سے ملنا ضروری سمجھتے ہو تو یہ بہتر ہوگا کہ تم پورنیا کے پاس چلے جاؤ۔ سلطان معظم نے انہیں کسی مسئلے پر کوئی مشورہ دینے کے لیے سہ پہر کے وقت طلب کیا ہے۔ وہ اگر سلطان سے یہ کہہ دیں کہ تم کسی اہم مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے آئے ہو تو ممکن ہے کہ تمہیں آج ہی ملاقات کا وقت مل جائے۔ اگر تم کہو تو میں پورنیا کو اپنی طرف سے ایک رقعہ لکھ دیتا ہوں۔“

Pdf by Road Sign
www.masfunpk.com

ملک جہاں خان نے پریشان ہو کر کہا "میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن میں پورنیا سے اس خط کا ذکر نہیں کرنا چاہتا"

"تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ سلطان معظم کے دربار میں پورنیا کا اثر و رسوخ میری نسبت کہیں زیادہ ہے۔"

"نہیں جناب آپ پورنیا سے اس خط کے متعلق کوئی ذکر نہ کریں میں کل تک انتظار کر سکتا ہوں۔" میر صادق نے غور سے جہاں خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم پورنیا کو اعتماد میں لینے سے گھبراتے ہو۔"

"جناب میری گھبراہٹ بلاوجہ نہیں مجھے ڈر ہے کہ اگر پورنیا کو اس خط کا پتہ چل گیا تو اس کی کوشش یہی ہوگی کہ ...." جہاں خان اپنا فقرہ پورا کیے بغیر تذبذب اور پریشانی کی حالت میں میر صادق کی طرف دیکھنے لگا۔ میر صادق نے ذرا رعب دار آواز میں کہا "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

Pdf by Road Sign
www.magnapk.com

''جناب میرا خیال ہے کہ مرتے وقت دشمن کے جاسوس نے پورنیا کا نام لینے کی کوشش کی تھی۔'' میر صادق کے چہرے پر پہلی بار اطمینان کی جھلک دکھائی دی اور اس نے کہا'' سلطان کے ایک وزیر پر یہ الزام بہت سنگین ہے اور ان کے سامنے کوئی ایسی بات کہنے کی بجائے تمہیں اپنی جان کے متعلق اچھی طرح سوچ لینا چاہئے۔ تمہیں یقین ہے کہ جاسوس نے دیوان پورنیا کا نام لیا تھا؟''

Pdf by Road Sign

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''جناب اگر مجھے یقین ہوتا تو میں کسی سے مشورہ کیے بغیر اس کا سر کاٹ کر سلطان کے حضور میں پیش کر دیتا۔ میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نے اچھی طرح سے پورنیا کا نام سنا تھا لیکن مرتے وقت جاسوس کے ہونٹ ہل رہے تھے اور میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ پورنیا کا نام لے رہا ہے ممکن ہے کہ یہ سراسر میرا وہم ہو۔''

میر صادق نے کرسی اٹھتے ہوئے کہا ''میں ایک غیر ذمہ دار آدمی کی باتوں پر توجہ دینے کی غلطی کر چکا ہوں لیکن میں کسی مزید حماقت کے لیے تیار نہیں میں نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں کل سلطان معظم کے ساتھ تمہاری ملاقات کا انتظام کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر تم کل صبح محل کے دروازے پر پہنچ جاؤ تو میں یہ کوشش کروں گا کہ ملاقات کے لیے تمہاری درخواست سلطان کی خدمت میں پہنچ جائے۔ اس کے بعد مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہوگا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں یہ بھی تسلیم نہیں کروں گا کہ تم نے مجھ سے اس خطرے کا ذکر کیا ہے تم ایک سپاہی ہو اور ممکن ہے کہ تمہارے خلوص سے متاثر ہو کر سلطان معظم تمہاری کوئی غلطی نظر انداز کر دیں لیکن میں ایک وزیر ہوں۔''

''جناب آپ مطمئن رہیں میں سلطان سے آپ کا ذکر نہیں کروں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ نازی بابا سرنگا پٹم سے باہر ہیں ورنہ میں آپ کو پریشان نہ کرتا۔ میں کل شاہی محل کے دروازے پر آپ کا انتظار کروں گا۔''

"تم کہاں ٹھہرو گے؟"

"جناب میں سلطان کی فوج کے ایک افسر کے ہاں قیام کروں گا۔"

"اس افسر کا نام کیا ہے؟"

"مراد علی!" ملک جہاں خان یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ میر صادق نے کہا "تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم نے صبح سے کھانا نہیں کھایا ہے؟"

"جناب میں نے کل شام سے کھانا نہیں کھایا ہے۔ رات بھر میں نے سفر کیا ہے اور صبح سے شاہی محل کا طواف کر رہا ہوں۔"

"تو بیٹھ جاؤ میں تمہارے لیے کھانا بھیجتا ہوں۔"

"نہیں جناب آپ تکلیف نہ کریں۔"

Pdf By Read Sign
www.mafunpk.com

"کیسی تکلیف سلطان کے ایک وفادار سپاہی کی خدمت میرا فرض ہے۔" میر صادق یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد میر صادق کا ایک نوکر ملک جہاں خان کو کھانا کھلا رہا تھا اور اس کے دو ملازم ضروری پیغام لے کر میر قمر الدین اور پورنیا کی قیام گاہوں کی طرف بھاگ رہے تھے۔ کھانے کے چند لقمے حلق میں اتارتے ہیں ملک جہاں خان اپنے دماغ میں ایک غنودگی سی محسوس کرنے لگا۔ پہلے اس نے یہ محسوس کیا کہ یہ غنودگی کئی گھنٹوں کی تھکاوٹ اور بھوک کا نتیجہ ہے۔ لیکن جب اس پر بے ہوشی طاری ہونے لگی تو وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میر صادق کے نوکر نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "کیا بات ہے جناب آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں؟"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" ملک جہاں خان نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ لیکن دروازے کی طرف چند قدم اٹھانے کے بعد وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ نوکر نے جلدی سے اس کی جیب سے کاغذ نکالا اور باہر نکل کر کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ کچھ دیر بعد میر صادق مکان کے ایک کشادہ کمرے کے اندر ٹہل رہا تھا۔ میر قمر الدین داخل ہوا اور اس نے بغیر کسی تمہید کے کہا "میں آپ کا رقعہ دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ ملک جہاں خان کہاں ہے؟"

"دوسرے کمرے میں بے ہوش پڑا ہے۔ آپ پہلے یہ خط پڑھ لیں۔ پھر میں آپ سے تمام معاملات بیان کروں گا۔" میر قمر الدین نے میر صادق کے ہاتھ سے خط لے کر پڑھا اور پھر سراسیمگی کی حالت میں اس کی طرف متوجہ ہو کر بولا "یہ خط جہاں خان کے ہاتھ کیسے آ گیا؟"

Pdf by Road Sign
www.madfunpk.com

''جہاں خان کے ساتھیوں نے آپ کے ایلچی کو واپسی پر سرحد عبور کرتے وقت قتل کر دیا تھا۔'' میر قمر الدین کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ بالآخر اس نے دوبارہ خط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن آپ کو یہ کیسے خیال آیا کہ اس خط کی وجہ سے ہمارے لیے کوئی خطرہ پیدا ہو گیا ہے؟'' ایلچی نے مرتے وقت ہمارے ایک ساتھی کا نام ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''اور وہ کون تھا؟''

''پورنیا۔ میں نے اسے بھی پیغام بھیجا ہے لیکن وہ ابھی تک آیا نہیں۔ اب ملک جہاں خان کے متعلق کوئی مناسب بندوبست کرنا آپ کا کام ہے۔ میں نے اسے کھانے میں جو دوائی کھلائی ہے اس کا نشہ دو تین گھنٹے تک زائل ہو جائے گا۔''

''میرے خیال میں ہمارے لیے اب آسان ترین بات یہ ہے کہ ہم اسے قتل کر دیں؟'' ''نہیں۔ ہمارے لیے آسان ترین بات یہ ہے کہ ہم اسے پورنیا کے حوالے کر دیں۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

”آپ کا خیال ہے کہ پورنیا اس کے قتل کا مشورہ نہیں دیگا؟“ ”ضرور دے گا لیکن میں اسے قتل کرنے کی بجائے قید کرنے کے حق میں ہوں۔ کم ازکم اس وقت تک جب تک ہمیں اس بات کی تسلی نہ ہو جائے کہ اس کا کوئی اور ساتھی ان واقعات سے باخبر نہیں۔ آپ آج ہی چند ہوشیار آدمیوں کو سرحد پر بھیج دیں۔ جو جہاں خان کے ساتھیوں سے یہ پتہ لگائیں کہ وہ اس مسئلے کے متعلق کہاں تک باخبر ہیں۔ پھر اس کے ساتھ مناسب سلوک کیا جائے گا سر دست ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ ایک گمنام قیدی کی حیثیت سے قید خانے کے اندر پڑا رہے اور سلطان سے اس کی ملاقات نہ ہو سکے اگر لارڈ ولزلی اور میر نظام علی کے وعدے درست ہیں تو چند ماہ بعد ملک جہاں خان جیسے لوگ ہمارے لیے کسی خطرے کا باعث نہیں ہوں گے۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا خطرہ رہتا تھا کہ کہیں پورنیا ہمارے ساتھ دھوکا نہ کرے لیکن اب یہ خطرہ ہمارے ہاتھ میں ایک تلوار ہوگا اور پورنیا کم ازکم اپنی سلامتی کے خوف سے ہمارے اشاروں پر چلنے پر مجبور ہوگا۔“

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

باہر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور میر قمرالدین نے کہا ''شاید وہ آ رہا ہے؟ پورنیا ہانپتے کانپتے کمرے میں داخل ہوا۔ میر صادق نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ ''آیئے جناب یہ آپ کی خوش قسمتی تھی کہ ملک جہاں خان سلطان سے ملاقات کی بجائے میرے قبضے میں آ گیا تھا۔ آپ کا ایلچی واپسی پر سرحد عبور کرتے وقت قتل ہو گیا تھا اور اس نے تمام واقعات ملک جہاں خان پر ظاہر کر دیے تھے۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔ ملک جہاں خان دوسرے کمرے میں بیہوش پڑا ہوا ہے اب یہ ضروری ہے کہ آپ اسے اپنی تحویل میں لے لیں۔''

Pdf by Road Sign

رات کے وقت ملک جہاں خان سرنگا پٹم کے قید خانے کی ایک کوٹھڑی میں پڑا ہوا تھا اور قید خانے کا داروغہ تمام پہرے داروں کو ایک جگہ جمع کر کے یہ ہدایت دے رہا تھا کہ یہ قیدی ایک خطرناک جاسوس ہے اور پورنیا مہاراج نے بڑی سختی کے ساتھ یہ ہدایت کی ہے کہ قید خانے کا کوئی ملازم اس کے ساتھ بات نہ کرے۔''

۱۷۹۹ء کے آغاز میں انگریزوں کی جنگی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ جنرل ہیرس کی کمان میں اکیس ہزار سپاہی کوچ کے لیے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ کمپنی کی ایک اور فوج جس کی تعداد تقریباً سات ہزار تھی جنرل اسٹورٹ کی کمان میں کنانور میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ حیدرآباد سے سولہ ہزار آزمودہ کار سپاہی کرنل ولزلی کی قیادت میں آہنور کا رخ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ کرنل براؤن اور کرنل ریڈ کے ماتحت ایسٹ انڈیا کمپنی کی ایک اور فوج ترچنا پلی سے کوچ کی تیاری کر رہی تھی۔ یہ بے پناہ تیاریاں اس کے حکمران کے خلاف تھیں جو گزشتہ جنگ میں اپنی آدھی سلطنت کھو بیٹھنے کے باوجود انگریزوں کو ہندوستان کا سب سے بڑا دفاعی حصار دکھائی دیتا تھا۔ چھ سال کے عرصہ میں شیر میسور کے زخم مندمل ہو چکے تھے اور انگریز بڑی شدت کے ساتھ یہ محسوس کر رہے تھے۔ سلطان ٹیپو کی زندگی کے ہر سانس کے ساتھ ان کے مستقبل کے لیے ایک نیا خطرہ پیدا ہوتا جا رہا ہے۔

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

ایسٹ انڈیا کمپنی اور میر نظام علی کی افواج کی نقل و حرکت کے بعد سلطان کو ان کے جارحانہ عزائم کے متعلق کوئی غلط فہمی نہ تھی۔ شیر میسور پھر ایک بار اپنے مٹھی بھر سرفروشوں کے ساتھ گدھوں اور بھیڑیوں کی لاتعداد افواج کے سامنے کھڑا تھا۔ مغرب کی جارحیت کے مقابلے میں عالم اسلام کو متحد و منظم کرنے کے لیے اس کی سرتوڑ کوششیں ناکام ہو چکی تھیں ترکی میں عالم اسلام کا سب سے بڑا محافظ سلطان سلیم انگریزوں کا بے بس دعا گو بن چکا تھا۔ ایران میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے سازشوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ زمان شاہ والی افغانستان ابھی تک اپنے مسائل میں الجھا ہوا تھا اور ہندوستان میں جن طالع آزماؤں نے سلطنت مغلیہ کے کھنڈروں پر اپنے اقتدار کی مسندیں سجائی تھیں ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اس بدنصیب ملک کے مستقبل کے متعلق سوچ سکتا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستانی حلیفوں کی حالت ان کتوں سے بدتر تھی جو خشک ہڈیوں میں حصہ دار بننے کے لیے شکاریوں کے ساتھ چل پڑتے ہیں۔

Pdf by Road Sign
www.magnapk.com

ہندوستان کی سیاست میں اگر کوئی انقلاب آیا تھا وہ یہ تھا کہ مرہٹے جنہوں نے کئی بار سلطان کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دیا تھا اب اپنی سابقہ غلطیوں کا احساس کر رہے تھے مرہٹہ سرداروں میں سلطان ٹیپو کا سب سے بڑا طرفدار تکوجی ہلکر وفات پا چکا تھا۔ تاہم اس کا جانشین جسونت راؤ اپنے پیشرو کی طرح سلطان ٹیپو کو اجنبی اقتدار کے راستے کی سب سے بڑی دیوار سمجھتا تھا اس طرح مہاوے جی سندھیا کا جانشین دولت راؤ سندھیا بھی بڑی شدت کے ساتھ یہ محسوس کرتا تھا کہ سلطان ٹیپو کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کا دوسرا وار مرہٹوں پر ہوگا۔ پونا کے دربار میں سندھیا کے اثر و رسوخ نے سلطان ٹیپو کے لیے امید افزا حالات پیدا کر دیے تھے اور پیشوا ایسٹ انڈیا کمپنی کی بجائے سلطان ٹیپو کا ساتھ دینے پر آمادگی ظاہر کر چکا تھا۔ لیکن اپنی کمزوری اور متلون مزاجی کے باعث وہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہا اور سلطان ٹیپو کی زیادہ سے زیادہ کامیابی یہ تھی کہ مرہٹے اس جنگ میں غیر جانبدار ہو گئے تھے۔

Pdf by Road Sign

ایک روز آدھی رات کے وقت انور علی اور منیرہ چتل ڈرگ کے قلعے کی چار دیواری کے اندر کشادہ مکان کے ایک کمرے میں سو رہے تھے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ''کون ہے؟'' انور علی نے گہری نیند سے بیدار ہو کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ باہر سے کسی کی مانوس آواز سنائی دی۔ ''میں مراد علی ہوں بھائی جان!'' انور علی نے بھاگ کر دروازہ کھولا اور مراد علی کے ساتھ قلعے کا ایک پہرے دار مشعل اٹھائے کھڑا تھا۔ انور علی نے اپنے چھوٹے بھائی سے بغل گیر ہو کر پوچھا۔ ''تم ....اس وقت........خیر تو ہے؟''

Pdf by Roznad Sign
www.magfun.pk.com

''پریشانی کی کوئی بات نہیں بھائی جان میں صرف آپ کو دیکھنے آیا ہوں۔ بھابی جان کیسی ہیں؟''

''وہ بالکل ٹھیک ہیں آؤ!'' انور علی نے یہ کہہ کر سپاہی کے ہاتھ سے مشعل پکڑ لی اور مراد علی کے ساتھ ایک کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے مشعل کی لو سے کمرے کا چراغ جلایا اور مشعل باہر برآمدے میں رکھنے کے بعد واپس آ کر منیرہ کو آواز دی.........منیرہ منیرہ! مراد علی آیا ہے!''

برابر کے کمرے سے منیرہ کی آواز سنائی دی ''کون آیا ہے؟''

''مراد آیا ہے منیرہ!'' ''مراد!'' منیرہ بھاگتی ہوئی ان کے کمرے میں داخل ہوئی اور مسرت اور اضطراب کے ملے جلے جذبات کے ساتھ مراد علی کی طرف دیکھنے لگی۔ مراد علی نے سلام کرنے کے بعد کہا ''بھائی جان گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ کی خیریت معلوم کرنے آیا ہوں۔'' انور علی نے کہا ''مراد تم کسی مہم پر جا رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ! منیرہ تم نوکر کو جگا کر اس کے لیے کھانے کا انتظام کرو۔''

''بھائی جان میں کھانا کھا چکا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں میں تھوڑی دیر آپ سے باتیں کرنے کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

"تم کہاں جا رہے ہو" انور علی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔ بھائی جان میں زمان شاہ والی افغانستان کے پاس سلطان معظم کا ایک ضروری پیغام لے کر جا رہا ہوں۔ میرے ساتھی منگلور کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہوں گے اور میں کندھ پور سے ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔ سندھ کے ساحل پر پہنچ کر ہم خشکی کے راستے سفر کریں گے۔ مجھے یہ مہم غازی بابا اور سید غفار کی سفارش پر سونپی گئی ہے۔ میں نے سلطان معظم کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ اگر مجھے جانے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے تو منگلور کے جہاز سے پہلے کندہ پور پہنچ جاؤں گا۔ سلطان معظم نے فرمایا تھا کہ ہم عنقریب تمہارے بھائی کو چتل ڈرگ کی بجائے سرنگا پٹم میں ایک اہم ذمہ داری سونپنے والے ہیں۔ سید غفار نے بھی مجھے بتایا ہے کہ سرنگا پٹم میں نائب فوجدار کے عہدہ کے لیے ایک قابل اعتماد اور تجربہ کار افسر کی ضرورت ہے اس لیے آپ کو ایک ہفتہ کے اندر اندر واپس بلا لیا جائے گا۔"

Pdf by Road Sign

انور علی نے کہا "اب زمان شاہ ہندوستان کے مسلمانوں کی آخری امید ہے۔ سرنگا پٹم کی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ولزلی، سلطان کے ساتھ آخری جنگ کا فیصلہ کر چکا ہے اسے صرف زمان شاہ کے حملے کے خوف نے جنگ سے باز رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔" مراد علی نے کہا "بھائی جان ان دنوں سلطان کے نام لارڈ ولزلی کے خطوط کالب ولہجہ میسور کے خلاف اعلان جنگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر پچھلی مرتبہ شاہ زمان لاہور سے واپس نہ چلا جاتا تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے طرز عمل میں یہ تبدیلی نہ آتی۔ اب افغانستان سے ہمارے مخبروں نے یہ اطلاع بھی بھیجی ہے کہ زمان شاہ پھر لاہور کا رخ کر رہے ہیں اور اس مرتبہ وہ دلی پہنچے بغیر دم نہیں لیں گے۔ خدا کرے یہ اطلاع درست ہو۔ اگر زمان شاہ لاہور پہنچ گئے تو میری یہ مہم بہت مختصر ہوگی۔ بصورت دیگر مجھے افغانستان جانا پڑے گا اور وہاں سے قلات کے راستے واپس آؤں گا۔"

Pdf by Road Sign
www.mag4pk.com

انور علی نے کہا "مراد سلطان نے تمہیں ایک نہایت اہم مہم سونپی ہے اور میں تمہاری کامیابی کے دعا کرتا ہوں۔ کاش زمان شاہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک اور احمد شاہ ابدالی بن سکے۔ تم تھکے ہوئے ہو تھوڑی دیر آرام کرلو۔ اگر تمہارا فوراً جانا ضروری ہے تو میں علی الصباح تمہیں جگا دوں گا۔" مراد علی نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی تھیلی نکال کر انور علی کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان یہ لیجیے میں اس کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ منیرہ نے پوچھا "اس میں کیا ہے؟" انور علی نے تھیلی پکڑ کر منیرہ کے ہاتھ میں رکھ دی اور کہا "یہ بہت قیمتی جواہرات ہیں انہیں سنبھال کر رکھو!"

تھوڑی دیر بعد مراد علی ایک کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ صبح کی اذان کے ساتھ انور علی نے اسے جگایا اور کہا "مراد اٹھو اب نماز کا وقت ہے میں نے تمہارے لیے تازہ دم گھوڑے پر زین ڈلوا دی ہے اور تمہاری بھابی ناشتہ تیار کرچکی ہیں۔" مراد علی نے اپنے بھائی کے ساتھ قلعے کی مسجد میں نماز

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ادا کی اور واپس آ کر ناشتے پر بیٹھ گیا۔ انور علی نے اس کے ساتھ چند نوالے کھائے لیکن منیرہ مغموم صورت بنائے ان کے قریب بیٹھی رہی۔ مراد علی نے کہا

''بھابی جان آپ کچھ نہیں کھائیں گی؟''

''مجھے اس وقت بھوک نہیں'' منیرہ نے بڑی مرجھائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ''میں ذرا دیر سے ناشتہ کیا کرتی ہوں۔'' پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد بولی ''مراد تم نے گزشتہ خط میں اپنی چچی کے ہاں جانے کا خیال ظاہر کیا تھا؟''

''ہاں بھابی جان انہیں دیکھے بہت دیر ہوگئی تھی اور میرا ارادہ تھا کہ چند دن کے لیے وہاں ہو آؤں لیکن اب یہ کام وہاں جانے سے زیادہ ضروری ہے۔''

''تم نے انہیں کوئی خط بھی نہیں بھیجا؟''

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

''مرزا گا پچھم سے روانہ ہوتے وقت میں نے انہیں ایک خط بھیجا ہے۔ میں نے لکھا ہے کہ میں اپنی مہم سے فارغ ہوتے ہی آپ کے پاس آؤں گا۔'' ناشتہ ختم کرنے کے بعد انور اور مراد اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ مراد علی نے کہا ''بھائی جان اب مجھے اجازت دیجئے۔'' منیرہ نے کہا ''مراد جلد واپس آنے کی کوشش کرنا!''

''بھائی جان میں انشاء اللہ بہت جلد آؤں گا۔ آپ دعا کریں کہ مجھے اپنی مہم میں کامیابی ہو۔'' انور علی مسکرایا ''منیرہ ہر نماز کے ساتھ تمہارے لیے دعا کیا کرتی ہے۔'' مراد علی، منیرہ کو خدا حافظ کہہ کر انور علی کے ساتھ مکان سے باہر نکلا۔ قلعہ کے دروازے پر پہریدار اس کے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا تھا۔ مراد علی نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن انور علی نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اسے گلے سے لگا لیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ ''مراد خدا حافظ!'' خدا حافظ بھائی جان!

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

مراد علی پہریدار کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ پکڑ کر سوار ہوگیا۔ اس نے گھوڑا موڑ کر ایڑ لگادی۔ لیکن انور علی جو بے حس و حرکت کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا' اچانک آگے بڑھ کر چلایا "ٹھہرو میں تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں!" مراد علی نے جلدی سے گھوڑا روکا اور مڑ کر بھائی کی طرف دیکھنے لگا۔ انور علی نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا "مراد میں ابھی تک ایک اہم فرض پورا کرنے سے قاصر رہا ہوں اب میں پہلی فرصت میں چچا اکبر خان کے گھر جاؤں گا........ چچی جان کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ ہمارے خاندانوں کے درمیان جو رشتہ چچا اکبر خان کی زندگی میں قائم ہوا تھا وہ ان کی موت کے بعد ختم نہیں ہوا۔ تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو؟"

ہاں بھائی جان! آپ ضرور جائیں۔ اگر آپ کو موقع نہ ملے تو کسی نوکر کو بھیج کر ان کی خیریت معلوم کرلیں۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

"بہت اچھا خدا حافظ!" مراد علی نے کہا "بھائی جان موجودہ دور میں ہم اپنے مستقبل کے متعلق کوئی بات وثوق سے نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اگر میں کسی وجہ سے واپس نہ آسکوں تو مجھے یقین ہے کہ آپ شیریں اور ان کی والدہ کا خیال رکھیں گے۔" پھر اس نے انور علی کی طرف سے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

Pdf by Road Sign

مارچ ۱۷۹۹ء کے آغاز میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور میر نظام علی کی افواج نے مختلف محاذوں سے میسور پر حملہ کر دیا۔ دشمن کے مقابلے میں میسور کے جنگی وسائل بہت کم تھے تاہم امن کے زمانے میں سلطان ٹیپو نے جو دفاعی انتظامات کیے تھے ان کے پیش نظر اسے اس بات کا پورا اطمینان تھا کہ دشمن کی افواج اپنے لامحدود جنگی وسائل کے باوجود موسم برسات سے پہلے سرنگا پٹم تک نہیں پہنچ سکیں گی اور موسم برسات کی طغیانیاں سلطنت خداداد کے لیے پھر ایک بار ناقابل تسخیر حلیف ثابت ہوں گی۔ لیکن لارڈ ولزلی اپنی فوج کو پیش قدمی کا حکم دینے سے پہلے اس بات کا پورا اطمینان کر چکا تھا کہ یہ جنگ چند ہفتوں کے اندر ختم ہو جائے گی اور اسے لارڈ کارنوالس کی طرح موسم برسات میں سرنگا پٹم کی دیواروں کے سامنے تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا نہیں پڑے گا۔ لارڈ ولزلی کو اپنے اور میر نظام علی کے لاتعداد لشکر کی جرأت و ہمت سے زیادہ ان غداروں اور ملت فروشوں کی اعانت پر بھروسہ تھا جو سرنگا پٹم میں بیٹھ کر سلطان کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ سلطنت خداداد کا سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ وہاں ان مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی جو

Pdf by Road Sign
www.magiyumpk.com

ایک عظیم سلطنت کی تعمیر میں حیدر علی اور سلطان ٹیپو جیسے اولوالعزم حکمرانوں کی امنگوں کا ساتھ دے سکتے تھے۔ اس خلا کو پر کرنے کے لیے میسور کے حکمرانوں نے ہندوستان کے گوشے گوشے سے مسلمانوں کا بہترین جوہر جمع کرنے کی کوشش کی تھی۔ سرنگا پٹم میں ہر ذہین اور باہمت انسان کے لیے کامیابی اور ترقی کے دروازے کھلے تھے۔ حیدر علی اور اس کے بعد سلطان ٹیپو کی فیاضی کے باعث جہاں زمانے کے بہترین علماء، سپاہی، سیاستدان، تاجر اور صناع میسور میں جمع ہو گئے تھے وہاں ایسے ابنائے وقت کی بھی کمی نہ تھی جو صرف سلطنت خداداد کی خوشحالی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ جب تک میسور کے حالات سازگار رہے، انہوں نے اپنا مستقبل سلطان ٹیپو کے ساتھ وابستہ رکھا۔ لیکن جب ان طالع آزماؤں نے یہ دیکھا کہ سلطان ٹیپو تن تنہا زیادہ عرصہ کے لیے ساری دنیا سے نہیں لڑ سکتا تو انہوں نے اپنا مستقبل انگریزوں ساتھ وابستہ کر دیا۔

Pdf by Road Sign

میسور کی تیسری جنگ کے بعد ہی لوگ یہ محسوس کرنے لگے تھے سلطنت خداداد کی بنیادیں ہل چکی ہیں اور یہ عظیم عمارت زیادہ عرصہ وقت کی آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ اگر نپولین مشرق کا رخ کرتا یا زمان شاہ، احمد شاہ ابدالی کی طرح اسلام کی محبت سے سرشار ہو کر پانی پت تک پہنچ جاتا تو یہ لوگ شاید سلطان کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہیں کرتے۔ لیکن اب حالات بدل چکے تھے یہ طالع آزما اپنی عزت اور اقتدار کے لیے سلطان کا ساتھ دے سکتے تھے لیکن عزت کی موت میں انہیں اپنی ہلاکت نظر آتی تھی۔ چنانچہ کارنوالس کی پیش قدمی سے قبل غدار وزیروں اور نمک حرام افسروں کا ایک منظم گروہ انہیں تمام ضروری معلومات فراہم کر چکا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور میر نظام علی کی افواج کے سپہ سالاروں کو یہ معلوم تھا کہ سرنگاپٹم کی طرف ان کے لیے کون سے راستے محفوظ اور کون سے راستے غیر محفوظ ہیں۔ وہ کون سے قلعے اور چوکیاں ہیں جن کے محافظ وقت آنے پر سلطان سے غداری کر کے ان کے ساتھ مل جائیں گے۔ گزشتہ جنگوں میں انگریز اور ان کے حلیف مختلف محاذوں پر سلطان ٹیپو کے طوفانی دستوں کی نقل و حرکت سے بے خبر

رہتے تھے۔ لیکن اب انہیں ہر آن اس قسم کی اطلاعات مل رہی تھیں کہ آج سلطان کا پڑاؤ فلاں جگہ ہے۔ اب وہ فلاں محاذ سے پیچھے ہٹنے اور فلاں محاذ پر جوابی حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ فلاں قلعے یا فوج کے افسر خریدے جا چکے ہیں اور وہ آپ کا راستہ نہیں روکیں گے۔ فلاں فلاں دستوں کے افسر سلطان کے وفادار ہیں اور وہ آخری دم تک لڑتے رہیں گے .... اور دشمن ان اطلاعات کی روشنی میں اپنے جنگی نقشے تیار کر رہا تھا۔ مارچ کے پہلے ہفتے سلطان ٹیپو پریا پٹم کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ جنرل اسٹورٹ کے ہراول دستے اس کی زد میں آ چکے تھے اور سلطان کے اچانک حملے کے باعث اس کی مکمل تباہی یقینی تھی لیکن کسی غدار نے جنرل اسٹورٹ کو سلطان کے عزائم سے بر وقت خبردار کر دیا اور اس نے فوراً کمک بھیج کر اپنی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔ اس کے باوجود چند خونریز معرکوں میں سلطان کا پلہ بھاری رہا لیکن دوسرے محاذ پر جنرل ہیرس کی پیش قدمی کے باعث سلطان کو پریا پٹم سے کوچ کرنا پڑا۔ سلطان ٹیپو پریا پٹم سے سرنگا پٹم واپس پہنچ کر جنرل ہیرس کے خلاف جوابی حملے کی تیاریوں میں مصروف تھا اور میر معین الدین اور پورنیا کو یہ

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ زیادہ سے زیادہ عرصہ سرنگا پٹم کے راستے میں جنرل ہیرس کے لشکر کو الجھانے کی کوشش کریں گے لیکن انہوں نے کوئی مزاحمت

نہ کی اور جنرل ہیرس کی لاتعداد افواج کسی وقت کے بغیر ملولی کے قریب پہنچ گئیں۔ میسور کے لیے پورنیا اور معین الدین کی اس غداری کے نتائج نہایت

خطرناک ثابت ہوئے اگر وہ ذرا بھی نیک نیتی کا ثبوت دیتے تو جنرل ہیرس کا چند دنوں کے اندر ملولی تک پہنچ جانا ممکن نہ تھا۔

Pdf by Road Sign

جنرل ہیرس کی فوج جس شان سے سفر کر رہی تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ساٹھ ہزار بیل رسد اور جنگی سامان کی گاڑیوں

میں جتے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ہزاروں اونٹوں پر بھی سامان لدا ہوا تھا اور کئی ہاتھی خالی توپیں کھینچ رہے تھے اسی طرح میر نظام علی کی فوج کے ساتھ

ہاتھیوں اور اونٹوں کے علاوہ چھتیس ہزار بیل تھے۔ بنجاروں اور خیمہ برداروں کی تعداد لڑنے والے سپاہیوں سے پانچ گنا زیادہ تھی۔ پانی پت کی جنگ

کے بعد ہندوستان کی کسی شاہراہ پر اتنا بڑا قافلہ نہیں دیکھا گیا تھا۔ قریباً ایک لاکھ بیلوں اونٹوں اور سینکڑوں ہاتھیوں کو چارا مہیا کرنا معمولی بات نہ تھی۔ منگلور تک پہنچتے پہنچتے اس قافلے کی حالت یہ تھی کہ راستے کی ہر منزل پر سینکڑوں مویشی چارے کی قلت کے باعث ہلاک ہو رہے تھے اور جنرل ہیرس مجبوری کی حالت میں اپنا بہت سا سامان راستے میں ضائع کر چکا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور حیدر آباد کے لشکر کی یہ پیش قدمی اتنی غیر منظم اور ان کی رفتار اس قدر سست تھی کہ وہ بمشکل پانچ سات میل فی دن کے حساب سے راستہ طے کر رہے تھے۔ انہیں اگر اس بات کا اطمینان تھا تو یہ کہ سلطان نے اپنے جن جرنیلوں کو ان کا راستہ روکنے کا حکم دیا تھا وہ دشمن کے قریب آنے کی بجائے ان سے چند منازل دور رہنا پسند کرتے تھے اگر میر معین الدین اور پورنیا غداری نہ کرتے تو ان کی معمولی سی مزاحمت بھی دشمن کے تمام منصوبے خاک میں ملا سکتی تھی۔

Pdf by Road Sign
www.magupk.com

جنرل ہیرس کا لشکر ایک منظم فوج کی بجائے دیہاتی برات معلوم ہوتی تھی۔ راستے کی دشوار گزار گھاٹیوں اور ناہموار راستوں پر بے شمار مقامات ایسے تھے جہاں میسور کے چھاپہ مار سواروں کے اچانک حملے دشمن کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتے تھے راستے میں ہیرس کے لیے سب سے بڑا مسئلہ اپنی ہزاروں بیل گاڑیوں اور ان پر لدے ہوئے ساز و سامان کی حفاظت تھا اگر پورنیا اور معین الدین جنرل ہیرس کا راستہ روک سکتے تو بھی جنرل ہیرس کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ بے پناہ ساز و سامان سے لدی ہوئی بیل گاڑیوں کی لمبی قطار کے ساتھ اس قدر اطمینان سے سفر کر سکتا۔ آٹھ سال قبل جب لارڈ کارنوالس نے سرنگا پٹم پر چڑھائی کی تھی تو اپنے بھاری ساز و سامان کے باعث اسے ایک عبرتناک تباہی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور اگر اسی مستعدی کے ساتھ اب جنرل ہیرس کا راستہ روکنے کی کوشش کی جاتی تو اسے دنوں کا پروگرام مہینوں پر ملتوی کرنے کے لیے مجبور کیا جا سکتا تھا۔ یہ درست ہے کہ ۱۷۹۹ء میں سلطان کے فوجی وسائل وہ نہ تھے جو آٹھ سال قبل تھے لیکن مرہٹوں کی غیر جانبداری کے باعث سلطان کی رہی سہی طاقت

اس قابل ضرورت تھی کہ وہ پوری خود اعتمادی کے ساتھ نظام اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی متحدہ قوت کا مقابلہ کر سکتا۔ کم از کم ۱۷۹۹ء کے موسم برسات تک جنرل ہیرس کی افواج کو سرنگا پٹم سے دور رکھنا اس کے لیے کوئی مشکل بات نہ تھی اور اس کے بعد جنگ کی طوالت سلطان کی نسبت لارڈ ولزلی اور میر نظام علی کے لیے زیادہ خطرناک ہو سکتی تھی .... لیکن اب سلطنت خداداد کے لیے اندرونی غدار بیرونی حملوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہو رہے تھے۔

Pdf by Road Sign

ان حالات میں سلطان اپنے طوفانی دستوں کے ساتھ سرنگا پٹم سے نکلا اور اس نے ملولی کے قریب پے در پے حملے کر کے دشمن کے سینکڑوں سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیے لیکن جنرل ہیرس کی لاتعداد فوج کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔ پھر جب اسے یہ اطلاع ملی کہ مغرب کی طرف سے بمبئی کی افواج سرنگا پٹم کی طرف بڑھ رہی ہیں تو سے ملولی کے آس پاس فیصلہ کن جنگ لڑنے کا ارادہ ترک کر کے پیچھے ہٹنا پڑا۔ جنرل ہیرس نے اپنے عقب میں سلطان کے حملوں کا خطرہ محسوس کر کے براہ راست سرنگا پٹم کی طرف پیش قدمی کرنے کی بجائے وہ طویل راستہ اختیار کیا جہاں میسور کے غداروں کے اثر و رسوخ کے باعث اسے کسی مزاحمت کی توقع نہ تھی اور قلعے کے شمال کی طرف دو میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دیا اب سرنگا پٹم کے جزیرے اور جنرل ہیرس کے فوجی کیمپ کے درمیان کاویری کے علاوہ سلطان کی بیرونی چوکیاں حائل تھیں۔ جن کے توپ خانے انگریزوں کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.magmapk.com

جنرل ہیرس نے چند پے در پے حملوں کے بعد ان چوکیوں پر قبضہ کرلیا اور سرنگا پٹم کی فصیل سے قریباً ایک میل کے فاصلے پر اپنی بھاری توپیں نصب کردیں۔ جنرل اسٹورٹ کی کمان میں بمبئی کی افواج سلطان کے چند وفادار افسروں کی مزاحمت کے باعث ابھی تک سرنگا پٹم سے کئی میل دور رکی ہوئی تھیں۔ جنرل ہیرس نے اسٹورٹ کی مدد کے لیے چند دستے مغرب کی روانہ کردیے۔ سلطان ٹیپو نے ان حالات سے باخبر ہوتے ہی میر قمر الدین کو اسٹورٹ کا راستہ روکنے کے لیے روانہ کردیا۔ لیکن بدقسمتی سے میسور کا یہ آزمودہ کار افسر بھی غداروں کے ساتھ مل چکا تھا۔ چنانچہ اس کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا کیے بغیر جنرل ہیرس کے دستے بمبئی کے لشکر سے آملے اور یہ لشکر کسی وقت کے بغیر سرنگا پٹم کے قریب پہنچ گیا۔ حملہ آور افواج کو جس کام کے لیے مہینے درکار تھے وہ چند دنوں میں پورا ہو چکا تھا۔ اپریل کے وسط تک ایسٹ انڈیا کمپنی اور میر نظام علی کی تمام فوج سرنگا پٹم کے آس پاس جمع ہو چکی تھیں لیکن اپنی تمام تر احتیاطی تدابیر کے باوجود جنرل ہیرس یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر اڑھائی ہفتوں کے اندر اندر اس جنگ کا فیصلہ نہ ہو سکا تو اس کے ہزاروں سپاہی فاقہ کشی پر مجبور ہو جائیں گے۔ اسے یہ توقع تھی کہ بمبئی کی فوج اپنے ساتھ کافی رسد لا رہی ہے لیکن جنرل اسٹورٹ کی آمد پر اسے پتہ

Pdf by Road Sign
www.Paksociety.com

چلا گیا کہ اس کے اپنے سپاہی رسد کی کمی محسوس کر رہے ہیں چنانچہ ۱۸ اپریل کے بعد جنرل ہیرس اپنے سپاہیوں کو نصف راشن پر گزارہ کرنے کا حکم دے چکا تھا اور اس کے اپنے اندازے کے مطابق یہ نصف راشن بھی صرف اٹھارہ دن کے لیے کافی تھا۔ مویشیوں کے لیے چارے کے ذخیرے کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ ان حالات میں آئندہ اڑھائی یا تین ہفتے جنوبی ہندوستان کی تاریخ میں ایک فیصلہ کن دور کی حیثیت رکھتے تھے موسم برسات تک جنگ کی طوالت کی صورت میں کوئی معجزہ ہی انگریزوں کو تباہی سے بچا سکتا تھا۔

Pdf by Road Sign

جنرل ہیرس کے لیے چند دنوں کے اندر اندر سرنگا پٹم پر قبضہ کرنا زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکا تھا۔ ابھی تک سرنگا پٹم کی فصیل اور حملہ آور لشکر کے درمیان کافی چوکیاں حائل تھیں اور ان چوکیوں پر قبضہ کیے بغیر قلعے پر موثر گولہ باری کرنا ممکن نہ تھا۔ جنرل ہیرس اپنے شدید نقصانات سے بے پرواہ ہو کر چند دن پے در پے ان چوکیوں پر حملہ کرتا رہا۔ چنانچہ ۲۶ اپریل تک وہ قلعے کے آس پاس کے کئی ایسے مقامات پر قبضہ کر چکا تھا جہاں سے اس کی توپوں کے گولے بآسانی فصیل میں شگاف ڈال سکتے تھے۔

شاہی محل کے ایک کونے میں سلطان کے وزراء اور بڑے بڑے سول فوجی افسر جمع تھے۔ باہر توپوں کے دھماکوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ حاضرین کی نگاہیں باہر کے ایک کمرے پر لگی ہوئی تھیں اور ان کے چہرے یہ بتا رہے تھے کہ وہ کسی اہم واقعہ کے منتظر ہیں۔ اچانک سلطان ٹیپو فوجی لباس میں نمودار ہوا۔ حاضرین مودب کھڑے ہوگئے۔ سلطان نے انہیں بیٹھنے کے لیے اشارہ کیا اور وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اپنی مسند پر بیٹھ گیا۔ پھر چند ثانیے حاضرین مجلس کی طرف دیکھنے کے بعد کہا

”میرے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ میسور کی جنگ سرنگا پٹم کی چاردیواری کے اندر لڑی جائے۔ میں نے اس جنگ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن جنگ بند کرنے کے لیے دشمن نے جو شرائط پیش کی ہیں وہ یہ ہیں۔ اوّل ہم آدھی سلطنت ان کے حوالے کر دیں اور دو کروڑ روپیہ بطور تاوان ادا کریں۔ ثانیاً میں اپنے چار بیٹے اور اپنی فوج کے چار بڑے افسر بطور یرغمال ان کے حوالے کر دوں۔ ہمیں یہ شرائط منظور کرنے کے

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

لیے چوبیس گھنٹے اور یرغمال کرنے اور تاوان کی نصف رقم ادا کرنے کے لیے اڑتالیس گھنٹے کی مہلت دی ہے۔ میں اپنا فیصلہ دینے سے پہلے تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

اہل دربار پر سناٹا چھا گیا۔ میر صادق اپنے دائیں بائیں پورنیا قمر الدین میر معین الدین اور دوسرے وزراء کی طرف دیکھنے کے بعد اٹھا اور کہا ''عالیجاہ! رعایا کے مستقبل کے بارے میں سوچنا ایک حکمران کا کام ہے۔ ہم حضور کے خادم ہیں اور حضور کے اشاروں پر اپنی جان دینا ہمارا جزو ایمان ہے۔'' میر صادق یہ کہہ کر بیٹھ گیا اور میر معین الدین نے اٹھ کر کہا۔ ''عالی جاہ ان حالات میں ہمارے لیے دشمن کی شرائط قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔۔۔۔ سرنگا پٹم کو تباہی سے بچانے کے لیے۔۔۔۔۔!''

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

سلطان نے اپنی نگاہیں میر معین الدین کے چہرے پر گاڑ دیں اور اس کی آواز گلے میں پھنس کر رہ گئی پچھلی صفوں میں فوج کے نوجوان انتہائی اضطراب کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سلطان نے میر معین الدین سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''کہیے آپ خاموش کیوں ہو گئے؟''

معین الدین نے قدرے جرات سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ''عالی جاہ! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہم زیادہ عرصہ دشمن کو سرنگا پٹم کی چار دیواری سے باہر نہیں روک سکتے۔ میں مانتا ہوں کہ دشمن کی شرائط بہت کڑی ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر ہم نے آج مصالحت کا موقع کھو دیا تو چند دن بعد وہ ہم سے زیادہ کڑی شرائط منوانے کی کوشش کریں گے۔''

میر معین الدین بیٹھ گیا۔ اور میسور کی فوج کا جہاندیدہ افسر غازی خان جس کی بھنوئیں تک سفید ہو چکی تھیں۔ اٹھ کر بولا۔ ''سلطان معظم ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جسے دشمن کے عزائم کے متعلق کوئی غلط فہمی ہے۔ انگریز ہمیں بار بار دھوکا نہیں دے سکتے۔ یہ ان کی آخری شرائط نہیں بلکہ جنرل ہیرس کا

Pdf by Read Sign
www.magazinepk.com

خیال ہے کہ جب حضور کے صاحبزادے اس کے قبضے میں ہوں گے تو ہمیں ان سے بدتر شرائط ماننے پر مجبور کیا جا سکے گا۔ اگر میں جنگ کے نتائج کے متعلق بالکل ناامید ہوتا تو بھی میرے لیے ایسی شرائط قابل قبول نہ ہوتیں لیکن مجھے سرنگا پٹم کے ان چالیس ہزار سرفروشوں کی جرات اور ہمت پر پورا بھروسہ ہے جو آپ کے حکم پر جان دینا اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میر معین الدین نے جنرل ہیرس کی شرائط کا مشورہ دے کر ان حریت پسندوں کے احساسات کی صحیح ترجمانی نہیں کی۔ میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ دشمن نے اب تک جو بھی کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ میسور کے سپاہیوں نے کسی میدان میں بزدلی یا بے غیرتی کا مظاہرہ کیا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری فوج کے بعض رہنماؤں نے مختلف محاذوں پر انتہائی نااہلیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر ہمارے تمام سپہ سالار فرض شناسی کا ثبوت دیتے تو آج دشمن لشکر کو سرنگا پٹم سے کئی منازل دور ہونا چاہئے تھا۔ میسور کا سپاہی یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ دشمن اسے ہر محاذ پر شکست دینے کے بعد یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ اسے صرف یہ شکایت ہے کہ اسے کئی میدانوں میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملا۔ میں اس وقت اپنے کسی ساتھی کی سابقہ فروگذاشتوں پر نکتہ چینی

کرنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا۔ تاہم یہ ضرور کہوں گا کہ آج بھی ہم یہاں سے یہ عزم لے کر نکلیں کہ اب ہم سابقہ غلطیوں کا اعادہ نہیں ہونے دیں گے تو چند دنوں کے اندر اندر دشمن کے تمام منصوبے خاک میں ملائے جا سکتے ہیں۔"

غازی خان کی تقریر کے دوران میں پچھلی قطار میں بیٹھے ہوئے افسروں کے چہروں پر امید کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ جب وہ بیٹھ گیا تو نوجوان افسروں کی آخری قطار سے انور علی اٹھا اور اس نے کہا "عالی جاہ! غازی بابا صلح کے لیے دشمن کی شرائط کے متعلق میسور کے تمام حریت پسندوں کے خیالات کی ترجمانی کر چکے ہیں۔ جن لوگوں کو آپ نے عزت کی زندگی کا راستہ دکھایا ہے ان کے لیے یہ شرائط تلوار کے زخموں سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ ابھی ہم زندہ ہیں اور ایسی شرائط کے خلاف تو ہماری قبروں کی مٹی بھی احتجاج کرے گی۔ سید صاحب نے یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اگر ہم نے آج صلح کے

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

لیے دشمن کی شرائط قبول کیں تو چند دن بعد وہ ہم سے زیادہ سخت شرائط منوانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اگر یہ گستاخی نہ ہو تو ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں اپنی موت سے پہلے لحہ میں کودنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ آج جب ہمیں اس جگہ حاضر ہونے کا حکم ملا تھا ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں ماضی کی کوتاہیوں پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور ہم واپس جا کر مستقبل کے متعلق اپنے سپاہیوں کو مطمئن کر سکیں گے جنہیں یہ شکایت ہے کہ انہیں دشمن کو سرنگاپٹم سے کئی کوس دور روکنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ جنہیں اس قسم کی افواہوں نے پریشان کر دیا ہے کہ ہمارے بعض اکابر نے جان بوجھ کر ملک کی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ عالی جاہ! میں کسی پر الزام نہیں لگاتا لیکن گزشتہ واقعات کے پیش نظر میسور کا ایک ادنیٰ سپاہی بھی یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ دشمن کی پیش قدمی روکنے میں ہمارے بعض اکابر نے جس نا اہلیت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی نظیر میسور کی گزشتہ تاریخ میں نہیں ملتی۔"

میر معین الدین، میر قمر الدین، میر صادق اور پورنیا سراپا احتجاج بن کر سلطان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لیکن سلطان کے تیور دیکھ کر کسی کو زبان ہلانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ انور علی نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ”عالی جاہ! ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں ایک یہ کہ ہم پوری قوت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کریں اور اس پر ثابت کر دیں کہ اس ملک کے بچے، بوڑھے اور جوان اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہم لڑے بغیر غلامی کی زندگی پر قناعت کر لیں۔ پہلی صورت میں ہمیں ایک طویل اور صبر آزما جنگ کے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کے جاں نثار آلام و مصائب کے ہر طوفان سے سرخرو ہو کر نکلیں گے۔ اگر ہم دوسرا راستہ اختیار کریں تو ہماری حالت ان لوگوں سے مختلف نہیں ہوگی جو موت کے خوف سے خودکشی کر لیتے ہیں۔ جنرل ہیرس ایک طرف سرنگا پٹم کے گرد اپنا گھیرا مکمل کر رہا ہے اور دوسری طرف صلح کی بات چیت جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ ہمیں اس وقت تک خوش فہمی میں مبتلا رکھا جائے جب تک اس کی تلوار ہماری شہ رگ تک نہیں پہنچ پاتی۔“

Pdf by Road Sign

سلطان ٹیپو نے ہاتھ بلند کیا اور انور علی خاموش ہو گیا۔ سلطان نے کہا ”نوجوان تم نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ میں دشمن کی یہ توہین آمیز شرائط تسلیم کرنے پر آمادہ ہو چکا ہوں؟“ انور علی نے جواب دیا ”عالی جاہ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی کہ آپ ایسی توہین آمیز شرائط تسلیم کر سکتے ہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اگر ہم میں سے کسی کو انگریزوں کے عزائم کے متعلق کوئی خوش فہمی ہے تو وہ دور ہو جانی چاہئے۔ ہمارے لئے صرف وہ معاہدہ آبرو مندانہ ہو گا جو میسور کے سپاہی کی تلوار کی نوک سے لکھا جائے گا اور میں اپنے رہنماؤں اور ساتھیوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اس جنگ میں فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں پوری نیک نیتی کے ساتھ اس بات کا عہد کرنا پڑے گا کہ وہ آئندہ ان غلطیوں کا اعادہ نہیں کریں گے جن کے باعث وہ فوج جسے ہم کئی مہینے میسور کی سرحدوں پر روک سکتے تھے چند دن کے اندر اندر سرنگا پٹم کی چار دیواری تک پہنچ چکی ہے میں جنگ کے نتائج کے متعلق مایوس نہیں ہوں لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ ہم کسی اور غلطی یا کوتاہی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہمیں ہر مرحلہ پر ایسے لوگوں سے خبردار رہنا چاہئے جنہیں انگریزوں کی غلامی کا طوق خوشنما زیور دکھائی دیتا ہے۔“

Pdf by Road Sign
www.hallafunpk.com

انور علی نے تقریر ختم کی اور بیٹھ گیا۔ سلطان ٹیپو نے کہا ''ہم گزشتہ واقعات سے بے خبر نہیں ہیں اور ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمارے بعض انتہائی قابل افسروں نے ایک شرمناک غفلت اور کوتاہی کا ثبوت دیا ہے اگر وہ فرض شناسی کا ثبوت دیتے تو دشمن کا لشکر آج سرنگا پٹم سے کوسوں دور ہوتا۔ لیکن اس وقت ہم ماضی کے واقعات پر بحث کرنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتے۔ میں تم میں سے ہر ایک کو اپنی سابقہ کوتاہیوں کی تلافی کا موقعہ دینا چاہتا ہوں ...... اور یہ اس لیے نہیں کہ مجھے اپنے بیٹوں کا خیال ہے اگر میں یہ شرط تسلیم کرنے میں اپنی رعایا کا کوئی فائدہ دیکھتا اور انگریز عمال کے لیے میرے تمام بیٹوں کا مطالبہ کرتے تو میں تمہارا مشورہ لیے بغیر انہیں انگریزوں کے حوالے کر دیتا لیکن مجھے اپنی رعایا کے ہر بچے کا مستقبل اپنے بچوں سے زیادہ عزیز ہے اگر تم سب صدق دل سے میرا ساتھ دینا چاہتے ہو اور یہ وعدہ کرتے ہو کہ آئندہ تمہاری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوگی تو میں پورے وثوق کے ساتھ یہ خوشخبری دے سکتا ہوں کہ خدا ہمیں اس جنگ میں فتح دے گا۔ میسور میں تمہاری عزت اور آزادی کے پرچم سرنگوں نہیں ہوں

Pdf By Road Sign

گے۔ دشمن کے حالات ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں اس وقت اس کے سپاہی آدھے راشن پر گزارہ کر رہے ہیں اور چند دن تک وہ بھوکوں مرنا شروع کر دیں گے۔ چارے کی کمی کے باعث ان کے ہزاروں گھوڑے اور بیل روزانہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ چند دنوں میں برسات شروع ہو جائے گی جنرل ہیرس بڑی شدت کے ساتھ یہ محسوس کر رہا ہے کہ اگر موسم برسات سے قبل یہ جنگ ختم نہ ہوئی تو اسے ایک عبرتناک تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے تمہیں ہر وقت چوکس رہنا چاہیے جس دن دریائے کاویری کے پانی کی سطح بلند ہو گی میں پورے وثوق اور اطمینان کے ساتھ تمہیں یہ خوشخبری سنا سکوں گا کہ ہم جنگ جیت چکے ہیں۔ برسات کے موسم میں دشمن کی لاتعداد فوج ہمارے رحم و کرم پر ہو گی اور ہم جوابی حملہ کرنے کی بجائے صرف رسد اور کمک کے راستوں کی ناکہ بندی سے دشمن کے پڑاؤ کو ایک وسیع قبرستان میں تبدیل کر دیں گے۔ اس وقت ہمارے سامنے اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ ہم موسم برسات کے آغاز تک دشمن کو سرنگا پٹم کی چار دیواری سے دور رکھیں اور برسات کے ایام میں دشمن کی حالت اس ہاتھی سے مختلف نہیں ہو گی جو اپنے

بھاری سازوسامان سمیت دلدل میں پھنس کر دم توڑ رہا ہو۔ تم مجھ سے یہ سوال پوچھنے کا حق رکھتے ہو کہ اگر دشمن نے اپنے شدید نقصانات کے باوجود برسات کے اختتام تک سرنگا پٹم کا محاصرہ جاری رکھا تو ہم کب تک اس کا مقابلہ کر سکیں گے میرا جواب یہ ہے کہ دشمن کو اپنی طاقت سے زیادہ ہماری کمزوری کے احساس نے اس جارحیت کا مظاہرہ کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ اس نے سرنگا پٹم پر اس وقت حملہ کیا ہے جبکہ یورپ اور ہندوستان میں وہ اپنے فوری خطرات سے آزاد ہو چکا ہے اور اسے یقین ہے کہ باہر سے کوئی مدد نہیں آ سکتی لیکن میں خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔ دشمن نے جن حالات سے فائدہ اٹھایا ہے وہ ہر وقت بدل سکتے ہیں۔ زمان شاہ کی واپسی کا یہ مطلب نہیں کہ قدرت نے ہمارا آخری سہارا ہمیشہ کے لیے چھین لیا ہے میں نے جو ایلچی لاہور روانہ کیے تھے انہوں نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ افغانستان کے حکمران کی واپسی چند مجبوریوں کا نتیجہ تھی وہ افغانستان کے حالات درست کرتے ہی واپس آئیں گے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ ہندوستان میں انگریزوں کی جارحیت کا خطرہ ہمیشہ کے لیے

دور نہیں ہو جاتا۔ میرے ایلچی زمان شاہ کے پیچھے لاہور سے افغانستان روانہ ہو چکے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو وہ ناکام واپس نہیں آئیں گے اور تم عنقریب یہ خوشخبری سنو گے کہ زمان شاہ دوبارہ دلی کا رخ کر رہا ہے۔ مجھے یہ بھی توقع ہے کہ بحیرہ روم میں فرانس کے جنگی بیڑے کو شکست دے کر انگریزوں نے جو اطمینان حاصل کیا ہے وہ نہایت عارضی ثابت ہوگا اور نپولین بہت جلد یورپ میں ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ انگریز الجھ کر رہ جائیں گے اور ہندوستان سے پاؤں سمیٹنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس جنگ میں مرہٹوں کی غیر جانبداری ہماری سب سے بڑی کامیابی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنا دوست نہیں سمجھتے۔ میں ابھی تک انہیں اپنا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں کر سکا تاہم مجھے امید ہے کہ اگر یہ جنگ کچھ عرصہ جاری رہی اور ہم ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے تو مرہٹے اس ملک کو کمپنی کی جارحیت سے نجات دلانے کے لیے ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ انہیں صرف یہ اطمینان دلانے کی ضرورت ہے کہ میسور کا سپاہی ہندوستان کے بدترین دشمن کے خلاف آخری دم تک

لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ میں ہر لحاظ سے اس جنگ کے نتائج کے متعلق پر امید ہوں لیکن اگر میں پر امید نہ ہوتا تو بھی تم سے یہی کہتا کہ ہمارے لیے لڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس دنیا میں عزت اور آزادی کی زندگی کے تمام دروازے بند ہو جانے کے بعد ہمارے لیے ایک دروازہ کھلا رہے گا اور وہ عزت کی موت کا راستہ ہے۔ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے یہاں جمع کیا تھا کہ تمہارے دشمن کے عزم کیا ہیں اور اگر تم عزت کی زندگی یا عزت کی موت کے طلبگار ہو تو قدرت تم سے کیا چاہتی ہے۔ اس کے بعد میں تمہاری کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا اب تم جا سکتے ہو۔"

Pdf by Road Sign

اسی رات فوج کے چند افسر قلعے کے ایک کشادہ کمرے میں سرنگا پٹم کے فوجدار سید غفار کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ انور علی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے سید غفار کو سلام کرنے کے بعد کہا۔ ''جناب معاف کیجیے گا مجھے ذرا دیر ہو گئی۔ شمال کی فصیل پر دشمن کی شدید گولہ باری کے باعث میرے دو بہترین افسر زخمی ہو گئے تھے ان میں سے ایک نوجوان کی حالت بہت نازک تھی اور مجھے کچھ دیر اس کے پاس ٹھہرنا پڑا۔'' سید غفار نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے حاضرین کی طرف دیکھا اور کہا ''نازی خان ابھی تک نہیں آئے اور ہم زیادہ دیر ان کا انتظار نہیں کر سکتے۔ میں نے آپ کو ایک اہم مشورے کے لیے یہاں جمع ہونے کی تکلیف دی ہے لیکن اپنی بات شروع کرنے سے پہلے میں تم سب سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ ہماری کوئی بات اس کمرے سے باہر نہیں جائے گی!'' ایک افسر نے اٹھ کر کہا ''جناب ہم سب حلف اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

"تمہیں حلف اٹھانے کی ضرورت ہے۔ مجھے تم پر اعتماد ہے میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی نے ذرا بے احتیاطی کی تو ہماری مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا۔" یہ کہہ کر سید غفار نے کمرے کے دروازے کے سامنے دو پہریداروں کی طرف دیکھا اور انہیں حکم دیا "تم یہ دروازہ بند کر دو اور باہر کھڑے رہو۔ اگر غازی بابا تشریف لائیں تو انہیں اندر بھیج دو۔ ان کے سوا کسی اور ان اس طرف آنے کی اجازت نہیں۔" پہریداروں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور سید غفار نے دوبارہ حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا "میرے ساتھی اس بات پر سخت مضطرب ہیں کہ سلطان معظم نے ابھی تک ان بڑے بڑے افسروں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی جنہوں نے دشمن کا راستہ روکنے میں واضح طور پر غفلت، کوتاہی یا بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔"

حاضرین مجلس کی نگاہیں اچانک انور علی کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں اور اس نے جلدی سے اٹھ کر کہا "جناب میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں ان لوگوں کا ہم خیال ہوں جو سلطنت کے نا اہل یا بددیانت افسروں کے خلاف فوری اقدام کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور صرف میں ہی نہیں

سلطان کا ہر جاں نثار اس صورت حال سے سخت پریشان ہے۔ سید غفار نے قدرے برہم ہوکر کہا" انور علی بیٹھ جاؤ، تمہیں اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہئے میں اس صورت حال سے کم پریشان نہیں ہوں۔ لیکن میں ابھی سلطان معظم سے ملاقات کرکے آیا ہوں اور تمہیں یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ ان معاملات کے متعلق ان کی معلومات ہم سے زیادہ ہیں تم نے اپنی تقریر میں صرف ان چند آدمیوں کی طرف مبہم سا اشارہ کیا تھا جو اگلی صف میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن تمہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ زہر کہاں تک پھیل چکا ہے۔ چند آدمیوں کے خلاف فوری کاروائی سے یہ مسئلہ حل ہوسکتا تو سلطان معظم ایک لمحہ کے لیے بھی توقف نہ کرتے، ہمارے محکمہ سراغرسانی کے افسروں نے سرنگا پٹم کے اندر اور سرنگا پٹم کے باہر غداروں کی جو فہرست پیش کی ہے وہ ہماری توقعات سے کہیں زیادہ طویل ہے اور اس میں بعض ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو کل تک سلطان کے جاں نثاروں کی صف اول میں شمار کیے جاتے تھے اور جن کی سابقہ خدمات کے پیش نظر شاید تمہارے لیے بھی یہ یقین کرنا مشکل ہو کہ وہ سلطان کے ساتھ غداری کرسکتے ہیں سلطان معظم کو

Pdf By Road Sign
www.magfunpk.com

صرف اس بات کا افسوس ہے کہ انہیں ان لوگوں کے عزائم کا اس وقت پتہ چلا ہے کہ جبکہ دشمن کی تلوار ہماری شہ رگ کے قریب پہنچ چکی ہے اگر انہیں دشمن کی پیش قدمی سے قبل ان حالات کا علم ہو جاتا تو ان سے نپٹنا مشکل نہ تھا۔ لیکن موجودہ حالات ہمیں کسی فوری اقدام کی اجازت نہیں دیتے۔ دشمن ایک طرف رسد کی کمی اور دوسری طرف موسم برسات کی آمد سے خوفزدہ ہے آئندہ دس پندرہ دن کے اندر اندر سرنگاپٹم پر فیصلہ کن حملہ کرنے کی کوشش کرے گا اور ان ایام میں ہم کسی اندرونی خلفشار کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ تین ہفتے احتیاط سے کام لینا پڑے گا۔ اس کے بعد دشمن کی طرف سے مطمئن ہوتے ہی ہم اپنے گھر کی صفائی پر توجہ دیں گے یہ نہایت ضروری ہے کہ سرنگاپٹم کے اندر اور باہر تمام غداروں کو بیک وقت گرفتار کر لیا جائے اور کسی کو فتنہ پیدا کرنے یا بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے۔ غداروں پر فوراً ہاتھ ڈالنے میں سلطان معظم کے تذبذب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے محکمہ جاسوسی نے جن لوگوں کی فہرست پیش کی ہے ان میں اکثر ایسے ہیں جن کے خلاف ابھی تک کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا۔"

Pdf by Read Sign
www.mazfunpk.com

انور علی نے کہا ''آپ کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک میر قمر الدین میر معین الدین اور پورنیا جیسے لوگ بھی مجرم ثابت نہیں ہوئے۔؟'' سید غفار نے جواب دیا ''واقعات کی روشنی میں ان لوگوں پر نا اہلیت یا بزدلی کا الزام درست ہو سکتا ہے لیکن انہیں غدار ثابت کرنے کے لیے ہمارے جاسوس ابھی تک کوئی قابل یقین ثبوت پیش نہیں کر سکے۔ پورنیا کے متعلق تو میں بھی یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہوں کہ ایک فوجی مہم کے لیے اس کا انتخاب سراسر غلط تھا اور اس نے عمداً کوئی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن قمر الدین اور سید صاحب کے متعلق سلطان معظم کے خیالات وہی ہیں جو ہمارے ہیں۔ سلطان معظم نے مجھے اس بات کی تسلی دی ہے کہ انہیں آئندہ کوئی اہم ذمہ داری نہیں سونپی جائے گی۔ تاہم جب تک وہ فوج میں ہیں میسور کے ہر دیانت دار افسر اور سپاہی کو ان پر کڑی نظر رکھنی چاہئے۔ معین الدین اور قمر الدین کے علاوہ کوئی تین آدمی ہیں جن کے خلاف خفیہ تحقیقات شروع ہو چکی ہیں اور جب تک اس تحقیقات کے نتائج ہمارے سامنے نہیں آتے ہمارے لیے یہ ضروری ہوگا کہ ہم ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں۔'' ایک افسر نے اٹھ کر سوال کیا ''جناب وہ تین آدمی کون ہیں؟'' ''ان کے نام آپ کو نازی بابا سے معلوم ہوں گے۔ لیکن میں حیران ہوں کہ وہ ابھی تک کیوں نہیں آئے؟''

Pdf by Road Sign

اچانک کمرے سے باہر چند آدمیوں کا شور سنائی دیا اور حاضرین دم بخود ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ باہر کوئی بلند آواز میں کہہ رہا تھا

''فوجدار صاحب مصروف ہیں آپ اندر نہیں جا سکتے ....'' پھر کسی نے بارعب آواز میں جواب دیا ''فوجدار صاحب سے کہو کہ نازی بابا زخمی ہیں

اور ان کی حالت بہت خراب ہے۔'' سید غفار اضطراب کی حالت میں کرسی سے اٹھا اور اس نے بھاگ کر دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا ''نازی بابا کہاں

ہیں؟ وہ کیسے زخمی ہو گئے؟''

Pdf by Road Sign
www.magibook.com

''جناب وہ ابھی قلعے کے دروازے کے قریب پہنچ کر گر پڑے تھے۔ سپاہیوں نے انھیں اٹھا کر دروازے کے پاس ہی ایک کمرے میں لٹا دیا

ہے وہ بے ہوش ہیں اور ان کا لباس خون سے تر ہے طبیب کہتا ہے کہ زخم بہت خطرناک ہے۔'' سید غفار کچھ کہے بغیر سپاہی کے ساتھ چل دیا اور اس کے

ساتھی جواب کمرے سے باہر آ چکے تھے اس کے پیچھے ہو لیے۔ تھوڑی دیر بعد وہ نازی خان کے بستر کے قریب کھڑے تھے۔ میسور کا عمر رسیدہ جرنیل نزع کے عالم میں تھا۔ طبیب نے اس کے سینے پر جو پٹی باندھی تھی وہ خون سے تر ہو چکی تھی۔ سید غفار نے جھک کر نازی خان کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا اور طبیب کی طرف طلب جواب نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ''ان کے سینے پر گولی لگی ہے۔'' طبیب نے کہا ''نازی بابا آپ کہاں تھے؟ آپ کیسے زخمی ہوئے؟'' سید غفار نے مضطرب ہو کر پوچھا۔ نازی بابا نے جواب میں اس کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں اور ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا ''میں اس طرف آ رہا تھا.......... راستے میں ملک جہاں خان کا سراغ مل گیا.......... اور میں..........'' نازی خان یہاں تک کہہ کر کھانسنے لگا اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے خون آ گیا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سید غفار نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا ''نازی بابا ملک جہاں خان کہاں ہے؟''

Pdf by Road Sign

غازی خان نے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس کی سانس اکھڑ گئی۔ انور علی انتہائی کرب کی حالت میں آگے بڑھا اور اس نے غازی کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ”غازی بابا خدا کے لیے بتایئے آپ کیسے زخمی ہوئے؟ ملک جہاں خان کہاں ہے؟“ غازی خان کے ہونٹوں میں ایک ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی لیکن انور علی ایک مبہم سی آواز کے سوا کچھ نہ سن سکا۔ چند ثانیے بعد وہ ایک گہری اور لمبی سانس کے ساتھ اپنا سفر حیات ختم کر چکا تھا۔ طبیب باہر جانے لگا تو انور علی جلدی سے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا ”مجھے امید ہے کہ آپ نے جو باتیں اس کمرے میں سنی ہیں وہ اپنے تک محدود رکھیں گے۔ ملک جہاں خان ایک عرصے سے لاپتہ ہے ممکن ہے کہ غازی خان کے قاتل تلاش کرنے کے بعد ہمیں ملک جہاں خان کا سراغ بھی مل جائے۔ اگر کوئی آپ سے پوچھے تو آپ صرف یہ کہنے پر اکتفا کریں کہ غازی بابا بیہوشی کی حالت میں وفات پا گئے تھے۔“

Pdf by Road Sign
www.magsumpk.com

طبیب نے کہا "آپ مطمئن رہیں۔ میری طرف سے کوئی بات ظاہر نہیں ہوگی۔" طبیب باہر نکل گیا تو انور علی نے باقی آدمیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اس سلسلہ میں ہم سب کو انتہائی رازداری سے کام لینا پڑے گا۔ نازی بابا کسی خطرناک سازش کے تحت قتل ہوئے ہیں وہ ہمارے اجتماع میں شرکت کے لیے آ رہے تھے اور انہیں نو بجے یہاں پہنچنا تھا' ان کی قیام گاہ اور قلعے کے درمیان کوئی دس بارہ منٹ کا راستہ ہے' اس لیے وہ کوئی پونے نو بجے روانہ ہوئے ہوں گے۔ اس سلسلہ میں ہمیں کسی قیاس سے کام لینے کی بھی ضرورت نہیں نازی بابا کی روانگی کا وقت ان کی قیام گاہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے' اگر وہ نو بجے سے قبل روانہ ہوئے ہوں تو ہمارے لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ زخمی ہو کر یہاں پہنچنے سے پہلے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ کہاں تھے۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ ملک جہاں خان کی تلاش میں گئے تھے لیکن ہمارے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں کہ وہ کس طرف گئے تھے اور ملک جہاں خان کے متعلق انہیں کس نے خبر دی تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ معمولی تحقیقات کے بعد اس معاملے کی تہہ تک پہنچ جائیں گے۔ نازی بابا کوئی غیر

معروف شخصیت نہ تھے۔ انہیں سرنگا پٹم کا بچہ بچہ جانتا ہے شہر کے بازاروں یا گلیوں میں چلتے وقت انہیں کسی نے ضرور پہچان لیا ہوگا۔ کم از کم رات کے پہریداروں نے انہیں ضرور دیکھا ہوگا۔ نازی بابا کو ملک جہان خان کے ساتھ بہت زیادہ انس تھا۔ ممکن ہے کہ ان کے قاتلوں نے انہیں ورغلانے کے لیے جہان خان کے متعلق کوئی فرضی کہانی سنائی ہو لیکن اگر ملک جہان خان سرنگا پٹم میں موجود ہے تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس کی جان بھی خطرے میں ہے کیونکہ میسور کے جن دشمنوں نے نازی بابا کو قتل کیا ہے وہ ملک جہان خان کو زندہ چھوڑنے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔ بالخصوص اس صورت میں جبکہ انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ نازی بابا مرنے سے پہلے ملک جہان خان کے متعلق کچھ کہہ گئے ہیں۔ اس لیے میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں اس حادثہ کی تحقیقات کے دوران میں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔'' سید غفار نے شفقت سے انور علی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا

''انور! میں تمہیں اس حادثے کی تفتیش کے لیے مکمل اختیارات دیتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

ایک رات منیرہ اپنے کمرے میں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ باہر مختلف اطراف سے لگاتار توپوں اور بندوقوں کے دھماکے سنائی دے رہے تھے۔ فضا گندھک اور بارود کے دھوئیں سے متعفن ہو چکی تھی۔ خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا ''بیگم صاحبہ! خان صاحب شاید آج بھی نہ آئیں۔ اب بہت دیر ہو گئی ہے آپ کا کھانا لے آؤں؟'' منیرہ نے جواب دیا ''نہیں مجھے ابھی بھوک نہیں۔ تم جا کر سو جاؤ۔ اگر وہ آ گئے تو میں خود کھانا لے آؤں گی۔''

خادمہ نے کہا ''بی بی جی آج دشمن نے سارا دن دم نہیں لیا۔ ان کی توپیں صبح سے آگ برسا رہی ہیں۔ منور کہتا ہے کہ ابھی چند گولے ہمارے پڑوس میں گرے تھے اور ہمارے پاس ہی ایک مکان کی چھت میں شگاف پیدا ہو گئے ہیں۔'' منیرہ نے جواب دیا ''منور نے سب سے پہلے یہ خبر مجھے سنائی تھی اور پڑوس کے مکان کی چھت پر جو گولہ گرا تھا میں نے اس کا دھماکہ سنا تھا۔'' خادمہ نے کہا ''بی بی آپ چند نوالے کھا لیتیں تو بہتر ہوتا۔''

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں کھالوں گی تم جاؤ!'' خادمہ کمرے سے باہر نکل گئی اور منیرہ کرسی سے اٹھ کر دریچے کے سامنے کھڑی ہوگئی تھوڑی دیر بعد وہ بستر پر لیٹ گئی۔ آدھی رات تک بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلنے کے بعد اس پر نیند کا غلبہ ہونے لگا۔ لیکن اچانک سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی وہ بستر سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کی نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں اور اس کا سینہ مسرت کی دھڑکنوں سے لبریز تھا اور انور علی کمرے میں داخل ہوا اور وہ بے اختیار آگے بڑھ کر اس کے ساتھ لپٹ گئی انور علی نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تھکی ہوئی آواز میں کہا ''منیرہ تم ابھی تک جاگ رہی ہو!'' منیرہ نے گردن اٹھا کر اس کی طرف دیکھا .... مسکرائی ...... اور اس کے ساتھ ہی اس کی خوبصورت آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک پڑے۔ اس نے کہا ''تشریف رکھیں میں آپ کے لیے کھانا لاتی ہوں۔'' انور علی نے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا ''میں کھانا کھا چکا ہوں اس وقت مجھے تھوڑی دیر آرام کی ضرورت ہے۔''

Pdf by Read Sign

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ آپ بہت کمزور ہوگئے ہیں؟" منیرہ نے کرسی گھسیٹ کر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تھک گیا ہوں منیرہ...... میں بہت تھک گیا ہوں۔ اگر ہم تمام افسروں پر یکساں اعتماد کر سکتے تو یہ جنگ بہت آسان تھی۔ لیکن ہمیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا ہے کہ بعض لوگ ہمیں کسی وقت بھی دھوکہ دے سکتے ہیں۔ مجھے گزشتہ تین راتوں میں زیادہ سے زیادہ چار گھنٹے سونے کا موقع ملا ہے۔ آج میں تھکاوٹ اور نیند سے نڈھال ہوکر گر پڑا اور سید غفار نے مجھے صبح تک گھر میں آرام کرنے کا حکم دیا ہے۔"

منیرہ نے کہا "مجھے یقین نہیں آتا کہ میسور کا کوئی سپاہی سلطان کے ساتھ غداری کر سکتا ہے۔"

Pdf by RoadSign

”منیرہ ہمیں میسور کے عام سپاہیوں سے کوئی خطرہ نہیں۔ وہ مرتے دم تک سلطان کے وفادار رہیں گے۔ ہمیں صرف اونچے طبقے کے ان مفاد پرست لوگوں سے خطرہ ہے جو تاریک گزرگاہوں میں قوم کا ساتھ نہیں دیا کرتے۔“ منیرہ نے سوال کیا ”ایسے ناقابل اعتماد لوگوں کو فوج سے علیحدہ کیوں نہیں کیا گیا؟“ انور علی نے جواب دیا ”منیرہ بعض اوقات ایک غلط وقت ایک صحیح اقدام بھی خاطر خواہ نتائج پیدا نہیں کرتا۔ ہماری تاریخ یہ چند دن ایسے ہیں کہ ہم کسی اندرونی انتشار کا خطرہ مول نہیں لے سکتے لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر خدا کا فضل شامل حال رہا تو دو ہفتوں کے اندر اندر جنگ کے حالات ہمارے موافق ہو جائیں گے اور ہم اپنے اندرونی حالات پر پوری توجہ دے سکیں گے ابھی تک ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ دشمن کے ساتھ ساز باز کرنے والے غداروں کی صحیح تعداد کیا ہے۔ تاہم تمہارے اطمینان کے لیے میں یہ بتا سکتا ہوں کہ جن لوگوں کی وفاداری مشکوک ہے انہیں جنگ کے دوران کوئی اہم ذمہ داری نہیں سونپی جائے گی۔ پھر جب مناسب وقت آئے گا تو تم ایک ساتھ دو اہم خبریں سنو گی ایک یہ کہ ہم نے دشمن کو پسپائی پر

مجبور کر دیا ہے اور دوسری یہ کہ ہم نے سرنگا پٹم کے اندر اور سرنگا پٹم سے باہر دوسرے شہروں اور قلعوں میں سلطان کے خلاف ایک خطرناک سازش میں حصہ لینے والے تمام مجرموں کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو غدار ابھی تک ہماری نگاہوں میں پوشیدہ ہیں وہ بدلتے حالات میں اپنے آپ کو بڑھ چڑھ کر سلطان کا وفادار ثابت کرنے کی کوشش کریں اور ہم فوج کے اندر بے چینی اور بددلی کا خطرہ مول لیے بغیر اس سازش کے سرغنوں سے نجات حاصل کر لیں۔''

منیرہ نے چند ثانیے سوچنے کے بعد پوچھا ''آپ کو یقین ہے کہ چند دنوں تک جنگ کا پانسہ پلٹ جائے گا؟''

''ہاں منیرہ مجھے یقین ہے۔ وہ سپاہی جنہیں سلطان ٹیپو جیسا رہنما ملا ہو خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہو سکتے ....'' انور علی نے یہ کہہ کر

www.magicpk.com
Pdf by Road Sign

اپنے جوتے اتارے اور ایک جمائی لے کر بستر پر لیٹ گیا۔ منیرہ نے ذرا آگے جھک کر اپنی نازک اور خوبصورت انگلیوں سے اس کے سر کے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے کہا۔ ''نازی خان کے قاتلوں کا سراغ ملا؟''

''نہیں ابھی تک ہمیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس مردِ مجاہد کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔'' منیرہ نے کہا'' میں ابھی آپ کے آنے سے پہلے سوچ رہی تھی کہ اس وقت مراد کہاں ہوگا۔ لاہور سے افغانستان کا رخ کرنے کے بعد اس نے کوئی اطلاع نہیں بھیجی۔'' ''مجھے یقین ہے کہ اگر زمان شان کے ساتھ اس کی ملاقات ہوگئی تو وہ بہت جلد واپس پہنچ جائے گا۔'' انور علی نے یہ کہہ کر آنکھیں بند کر لیں اور چند منٹ بعد گہری نیند سو رہا تھا۔

www.magfunpk.com
Pdf by Road Sign

غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل میر قمر الدین اپنے شاندار محل کے ایک کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ ایک نوکر نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا ”حضور سید صاحب تشریف لاتے ہیں۔“ قمر الدین جلدی سے باہر نکلا تو میر معین الدین برآمدے کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ قمر الدین نے آگے بڑھ کر اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا ”آپ نے بہت دیر لگائی میں سخت پریشان تھا۔ ابھی تک ہمارے باقی دوستوں میں سے بھی کوئی نہیں پہنچا۔“

میر معین الدین نے کہا ”نہیں میر صادق نے یہاں آنے سے منع کر دیا ہے۔ میر قمر الدین پریشانی اور اضطراب کی حالت میں ہمیں ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنا ضروری ہے۔ ابھی میر صادق کا ایک آدمی میرے پاس یہ پیغام لے کر آیا تھا کہ حکومت کے جاسوس خاص طور پر میرا اور اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ اس لیے ہمارے باقی ساتھیوں کو ہم سے الگ تھلگ رہنا چاہئے۔ میرا اور آپ کا معاملہ میر صادق بدرالزماں خان اور میر غلام علی سے مختلف ہے۔ بدرالزماں کے متعلق تو سلطان یہ سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوگا کہ وہ کوئی بدعہدی کر سکتا ہے پورنیا فوجی معاملات میں اپنی نااہلیت اور

بے گناہی کا اعتراف کرنے کے بعد کافی حد تک سلطان کے شبہات دور کر چکا ہے لیکن جو افسر براہ راست ہمارے ماتحت تھے ان پر کڑی نگرانی رکھی جا رہی ہے اگر ہمیں ابھی تک گرفتار نہیں گیا تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ سلطان کے دربار میں بدرالزماں خان کا اثر و رسوخ کم نہیں ہوا اور ان کا یہ مشورہ مان لیا گیا ہے کہ حالات کی پوری چھان بین سے قبل اس سلسلہ میں کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔''

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

قمرالدین مسکرایا ''سید صاحب ہمارے فوراً گرفتار نہ کیے جانے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میر صادق کی کوششوں سے غداروں کی فہرست میں کئی ایسے آدمیوں کے نام بھی شامل کر دیے گئے ہیں جنہیں میسور کے سپاہی شک و شبہ سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ محکمہ جاسوسی کا ایک بڑا افسر میر صادق کے ہاتھ میں ہے۔''

"وہ کون ہے؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم۔ میر صادق ہمیں تمام باتیں بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔ اس کے اپنے جاسوس ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ اسے سرنگاپٹم کے اندر اور سرنگاپٹم سے باہر ہمارے تمام ساتھیوں کا علم ہے۔ لیکن ہمیں اس کے بیشتر ساتھیوں کے متعلق کوئی علم نہیں۔ اسے یہ معلوم ہے کہ انگریز کس دن اور کس وقت سرنگاپٹم پر فیصلہ کن حملہ کریں گے۔ فصیل کے کون سے حصے میں شگاف ڈالا جائے گا اور جنرل ہیرس کا راستہ صاف کرنے کے لیے کون سے اقدامات کیے جائیں گے۔ میر معین الدین نے کہا "مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کہیں ہم نے اتنے ہوشیار آدمی کو اپنا ساتھی سمجھنے میں غلطی نہ کی ہو۔ اگر جنگ کے حالات بدل گئے تو ایسے ہوشیار آدمی سے یہ بات غیر متوقع نہیں کہ وہ دشمن کی کامیابی سے مایوس ہو کر اپنا مفاد سلطان کے ساتھ وابستہ کر دے

اگر وہ سلطان کے ساتھ غداری کر سکتا ہے تو ہمیں بھی دھوکا دے سکتا ہے۔ ہمارے خلاف اس کے پاس اتنا مواد ہے کہ وہ جب چاہے ہماری گردن میں پھانسی کا پھندا ڈلوا سکتا ہے۔ لیکن ہم اس پر کوئی جرم ثابت نہیں کر سکیں گے۔"

Pdf by Road Sign

قمر الدین نے جواب دیا "سید صاحب جب تک ملک جہاں خان سرنگا پٹم کے قید خانے میں موجود ہے ہمیں میر صادق سے کوئی خطرہ نہیں۔ اس نے پورنیا کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے ملک جہاں خان کے قتل کی مخالفت کی تھی۔ اب ہماری کوشش یہ ہوگی کہ جب تک ہمارے خدشات دور نہیں ہوتے ملک جہاں خان کا بال بیکا نہ ہو اور میں نے اس بات کا پورا انتظام کرلیا ہے۔ قید خانے کا داروغہ ہمارے ساتھ ہے اس کے علاوہ میرے پاس ایک ایسی تحریر ہے جو آخری وقت تک میر صادق کی شہ رگ پر خنجر کا کام دیتی رہے گی۔"

میر معین الدین دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا اور قمر الدین نے قدرے توقف کے بعد کہا "میرے پاس سلطان کے نام ملک جہاں خان کی ایک ایسی درخواست ہے جس میں اس نے اپنی گرفتاری کے تمام واقعات بیان کیے ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.magsnpk.com

"یہ درخواست آپ کے پاس کیسے پہنچی؟" میر قمر الدین نے جواب دیا "میں نے قید خانے کے داروغہ کو مشورہ دیا تھا اور اس نے ملک جہاں خان سے یہ درخواست لکھوا کر میرے حوالے کر دی تھی۔ اب صورت یہ ہے کہ قید خانے کا داروغہ میر صادق اور میں ایک دوسرے کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں احتیاط کے طور پر اس درخواست کے متعلق پورنیا اور میر صادق کو بھی بتا چکا ہوں۔ ہمارے لیے اپنے تمام ساتھیوں کو اس بات کا یقین دلانا ضروری تھا کہ پھانسی کا پھندا ہم سب کے لیے یکساں تکلیف دہ ہوگا۔" معین الدین نے کہا "میر صاحب ملک جہاں خان کا قتل میرے لیے ابھی تک ایک معمہ ہے۔"

"لیکن میرے لیے یہ معمہ نہیں مجھے یقین ہے کہ اسے میر صادق کے آدمیوں نے قتل کیا ہے اور اسے قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ جس قدر ذہین اور تجربہ کار تھا اسی قدر ہمارے لیے خطرناک تھا۔"

"آپ نے میر صادق سے اس کے متعلق پوچھا ہے؟"

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

”نہیں، لیکن نازی خان کے قتل سے پہلے میر صادق نے ایک دن میرے ساتھ جو باتیں کی تھیں ان سے مجھے اندازہ ہوا تھا کہ اس کے آدمی نازی خان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

Pdf by Road Sign

مئی ۱۷۹۹ء کے آغاز کے ساتھ سرنگا پٹم پر دشمن کی گولہ باری انتہائی شدت اختیار کر چکی تھی میسور کے غدار دفاعی انتظامات کے متعلق دشمن کو تمام ضروری معلومات فراہم کر چکے تھے اور شہر پناہ کے کمزور حصوں پر دشمن کی گولہ باری نسبتاً زیادہ شدید تھی۔ انگریز آہستہ آہستہ اپنی قلعہ شکن توپیں آگے لا رہے تھے اور ان کے پیادہ دستے حملے کے لیے فصیل کے ارد گرد خندقیں کھود رہے تھے۔ قلعے کی بیرونی فصیل کے مورچوں سے دشمن پر اہل سرنگا پٹم کی گولہ باری کافی موثر ثابت ہو سکتی تھی اور انہیں بآسانی پیچھے ہٹایا جا سکتا تھا لیکن جو افسر غداران قوم کے ساتھ مل چکے تھے وہ صرف نمائشی کارگزاری پر اکتفا کر رہے تھے۔ دشمن کو صرف ان مورچوں سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا جہاں سلطان کے وفادار افسر موجود تھے۔ اس طرح طوفان میں عام سپاہیوں کے حوصلے قائم رکھنا سلطان کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ بن چکا تھا۔ وہ کبھی پیدل اور کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر جگہ جگہ دفاعی انتظامات کا معائنہ کرتا اور اسے اپنی تھکاوٹ، بھوک اور پیاس کا احساس نہ تھا لیکن غدار اپنا کام کر چکے تھے وہ سلطان کو دیکھتے ہی دشمن پر گولہ باری شروع کر دیتے اور

Pdf by Road Sign
www.magnumpk.com

جب سلطان کی توجہ کسی دوسرے محاذ پر مبذول ہوتی تو وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے۔ سلطان کے وفادار افسر بھی اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے دن رات مصروف رہتے تھے۔ لیکن ان کی ہمت اور ان کا ایثار وخلوص دشمنان وطن کے ارادوں کا توڑ ثابت نہ ہو سکا۔ جو افسر میر صادق اور دوسرے غداروں کی ہدایات پر عمل کر رہے تھے وہ نمائشی گولہ باری کے وقت بھی اس بات کی تسلی کر لیتے تھے کہ دشمن ان کی توپوں اور بندوق کی زد سے باہر ہے۔

Pdf by Road Sign

۳ مئی کے دن فصیل میں چند شگاف پیدا ہو چکے تھے اور شہر میں جگہ جگہ آگ لگی ہوئی تھی۔ سلطان آدھی رات تک مختلف مورچوں میں گشت کرتا رہا۔ تیسرے پہر اس نے محل میں جانے کی بجائے شمالی دیوار کے ساتھ ہی ایک خیمے میں کچھ دیر آرام کیا صبح کے وقت وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو خیمے کے دروازے کے سامنے فوج کے چند افسر اور چند ہندو سادھو اور جوتشی کھڑے تھے۔ ایک افسر نے آگے بڑھ کر سلام کرتے ہوئے کہا ”عالیجاہ! رات کے وقت دشمن کی مسلسل گولہ باری کے باعث شہر پناہ کے جنوب مغربی کونے میں ایک وسیع شگاف پڑ چکا ہے۔“

سلطان نے کسی توقف کے بغیر اپنا گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ لیکن سرنگا پٹم کے مشہور جوتشی نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا ''ان داتا آج کا دن آپ کے لیے بہت منحوس ہے۔ اس لیے آپ کو اپنے محل میں قیام کرنا چاہئے۔ سلطان مسکرایا'' اگر تم مجھے موت سے ڈرانا چاہتے ہو تو تمہیں مایوسی ہوگی۔''

''نہیں نہیں ان داتا آج آپ باہر نہ نکلیں۔'' سلطان نے کہا'' اس دنیا میں ہر مسافر کی ایک آخری منزل ہوتی ہے اور میں اپنی تقدیر سے بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔'' جوتشی نے کہا'' ان داتا بھگوان آپ کو حق دنیا تک سلامت رکھے لیکن آج آپ دان ضرور کریں۔'' سلطان نے پاس ہی ایک سپاہی کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور رکاب پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا'' سونے اور چاندی کے دان کے لیے محل کے داروغہ کو میرا حکم پہنچ چکا ہے۔ لیکن ایک حکمران کا سب سے بڑا دان یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی رعایا کی عزت اور آزادی کے لیے اپنے خون کے چند قطرے پیش کر دے۔''

سلطان نے زین پر بیٹھتے ہی گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ شگاف کے قریب پہنچا تو انور علی جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا اور

Pdf by Road Sign
www.pakmag...pk.com

سلطان نے کسی توقف کے بغیر اپنا گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ لیکن سرنگا پٹم کے مشہور جوتشی نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا ''ان داتا آج کا دن آپ کے لیے بہت منحوس ہے۔ اس لیے آپ کو اپنے محل میں قیام کرنا چاہئے۔ سلطان مسکرایا ''اگر تم مجھے موت سے ڈرانا چاہتے ہو تو تمہیں مایوسی ہوگی۔''

سلطان نے کہا ''کیوں کیا بات ہے تم اس قدر بدحواس کیوں ہو؟'' انور علی کی طرف سے کسی جواب سے قبل یکے بعد دیگرے توپ کے تین گولے چند قدم دور گرے اور لوہے کا ایک ٹکڑا سلطان کا بازو چھوتا ہوا نکل گیا بائیں طرف فوج کے افسروں اور سپاہیوں کا ایک ہجوم کھڑا تھا تین آدمی سلطان کو دیکھتے ہی بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھے۔ ان میں سے ایک بدرالزماں دوسرا میر صادق اور تیسرا یورپین دستوں کا افسر اعلیٰ موسیو چیپوئے تھا۔ ان کے نزدیک آنے تک شگاف کے قریب چند اور گولے گرے۔ سلطان اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔ بدرالزماں خان میر صادق اور فرانسیسی افسر سلام کرنے کے بعد ادب سے سلطان کے سامنے کھڑے ہوگئے اور فرانسیسی افسر نے کسی تمہید کے بغیر کہا ''حضور میں کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔''

Pdf by Road Sign www.maxupak.com

"کہو تم رک کیوں گئے۔ اگر تم کوئی مفید تجویز پیش کر سکتے ہو تو ہم سننے کے لیے تیار ہیں۔"

"عالی جاہ! میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ سرنگاپٹم کی بجائے سرایا چتل ڈرگ کو اپنا مستقر بنا کر دشمن کے ساتھ جنگ جاری رکھیں۔ اگر آپ دس ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادہ سپاہی اپنے ساتھ لے جائیں تو بھی سرنگاپٹم کی دفاعی قوت میں کوئی خاص کمی واقع نہیں ہوگی۔ سرنگاپٹم کو اگر کوئی فوری خطرہ ہے تو وہ ان غداروں کی طرف سے ہے جن کی سازشوں کے باعث ابھی حضور کے وفادار سپاہیوں کو اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملا۔ اگر آپ میری تجویز مانیں تو میں آخری دم تک سرنگاپٹم کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔" میر صادق نے بدرالزماں کی طرف دیکھا اور اس نے کہا "عالی جاہ موسیو چیپوئے اور ان کے ساتھیوں کے خلوص اور وفاداری کا مجھے اعتراف ہے لیکن حضور کے سرنگاپٹم سے چلے جانے کے بعد ہمارے سپاہیوں کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے مجھے یقین نہیں آتا کہ سرنگاپٹم میں کوئی سازش ہو رہی ہے لیکن ہم میں اگر کوئی نمک حرام موجود ہیں تو بھی حضور کو یہاں سے نہیں

جانا چاہیے۔ ورنہ ان کے حوصلے بہت بلند ہو جائیں گے۔"

میر صادق نے کہا "عالی جاہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری ڈھال اور تلوار صرف آپ کی ذات ہے ہمارے سپاہی' ہماری توپیں اور بندوقیں یا ہماری فصیلیں اور خندقیں آپ کی جگہ نہیں لے سکتیں۔" فرانسیسی افسر نے مایوس ہو کر کہا "عالی جاہ اگر حضور کو میری یہ تجویز منظور نہ ہو تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انگریزوں کو حضور کے خلاف سب سے بڑی شکایت یہ تھی کہ ہم فرانسیسی جنہیں وہ اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں آپ کی فوج میں ملازم ہیں۔ اگر ہماری قربانی دے کر آپ دشمن کے ساتھ مصالحت کر سکیں تو میسور کی خاطر میرے تمام ساتھی انگریزوں کی قید میں جانے کے لیے تیار ہیں۔"

Pdf by Road Sign

”نہیں“ سلطان ٹیپو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا ”یہ نہیں ہوسکتا میں ان شریف اور بہادر وفادار ساتھیوں کو دشمن کے حوالہ نہیں کرسکتا جو میری دعوت پر اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ یہ بات میسور کے ایک معمولی سپاہی کے لیے بھی ناقابل برداشت ہوگی۔“ سلطان گھوڑے پر سوار ہوکر سپاہیوں کے ہجوم کی طرف بڑھا اور وہ صف بستہ ہوگئے۔ سلطان نے ان کے قریب پہنچ کر کہا ”تم نے اس شگاف کی مرمت کیوں نہیں کی؟“ ایک افسر نے جواب دیا ”عالی جاہ ہم نے پچھلے پہر سید غفار کے حکم سے اس کی مرمت شروع کر دی تھی لیکن میر صاحب کا خیال تھا کہ ہمیں دشمن کی گولہ باری ختم ہو جانے کا انتظار کرنا چاہیے۔“

”کون سے میر صاحب؟“ سلطان نے غصے کے لہجے میں سوال کیا۔ ”دیوان صاحب عالی جاہ!“ سلطان نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اتنی دیر میں

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

میر صادق اور اس کے ساتھی قریب پہنچ چکے تھے۔ سلطان نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑتے ہوئے میر صادق سے کہا ”تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس شگاف اور دشمن کی خندقوں کے درمیان فاصلہ زیادہ نہیں، اس کے باوجود تم نے انہیں شگاف بند کرنے سے منع کیا ہے؟“

”عالی جاہ! دشمن کی گولہ باری بہت شدید تھی اور میں نے اپنے سپاہیوں کی جانیں بلاوجہ خطرے میں ڈالنا مناسب خیال نہیں کیا۔“

سلطان نے کہا ”چند جانوں کے لیے پوری قوم کی عزت اور آزادی خطرے میں نہیں ڈالی جاسکتی۔ میں حکم دیتا ہوں کہ یہ شگاف کسی تاخیر کے بغیر بند کردیا جائے اور باقی افسروں کو حکم دو کہ وہ اپنے اپنے مورچے میں چلے جائیں۔“

”بہت اچھا عالی جاہ!“ اس کے بعد سلطان نے مشرق کی طرف باگ موڑی اور گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ قریباً تین گھنٹے شہر کے تمام مورچوں کا معائنہ کرنے افسروں اور سپاہیوں کو ضروری ہدایات دینے اور رات کی لڑائی میں زخمی ہونے والے سپاہیوں کو دیکھنے کے بعد وہ اپنے محل کا رخ کررہا تھا۔“

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

دوپہر کے وقت شمالی فصیل کے وسطی حصے پر سخت گولہ باری ہو رہی تھی سید غفار اپنے چند افسروں کے ہمراہ شہر کے مختلف حصوں میں گشت کرتا ہوا وہاں پہنچا اور گھوڑے سے کود کر بھاگتا ہوا ایک برج کی طرف بڑھا۔ دائیں طرف سے کسی کی آواز آئی ''فوجدار صاحب ٹھہریں!'' سید غفار رک گیا اور سرنگاپٹم کے قید خانے کے داروغہ نے آگے بڑھ کر کہا ''میں بڑی دیر سے آپ کے پیچھے بھاگ رہا ہوں۔ میں نے جنوبی دروازے کے قریب بھی آپ کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ میری طرف توجہ دیے بغیر آگے نکل گئے تھے۔ آپ سے پہلے میں سلطان معظم کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔''

Pdf by Road Sign

پاس ہی فصیل پر ایک گولہ پھٹا اور اینٹوں کے کئی ٹکڑے ادھر ادھر گر پڑے سید غفار نے کہا ''جو تم کہنا چاہتے ہو جلدی کہو اور میرا وقت ضائع مت کرو!'' داروغہ نے کہا ''جناب قلعے کے جنوب مغربی کونے میں جو بڑا شگاف پیدا ہو چکا ہے آپ کو اس کی طرف فوری توجہ دینی چاہئے۔'' ''تم کو شگاف کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ آج شام تک وہ بند کر دیا جائے گا اور میں نے وہاں کافی سپاہی بھجوا دیے ہیں۔ میر صادق وہاں موجود ہیں۔ اگر تم کوئی بہتر مشورہ دے سکتے ہو تو ان کے پاس چلے جاؤ۔'' سید غفار یہ کہہ کر تیزی سے سیڑھیوں پر چڑھنے لگا اور آن کی آن میں برج پر جا پہنچا۔ برج کے اندر تین توپیں نصب تھیں اور انور علی دوربین کی مدد سے دریا کے پار دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے بعد توپچیوں کو ضروری ہدایات دے رہا تھا۔ سید غفار نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے دوربین پکڑ لی اور آنکھ سے لگاتے ہوئے کہا۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''معلوم ہوتا ہے کہ آج دشمن اپنی توپیں اور آگے لے آیا ہے لیکن دریا کے کنارے ان کی خندقوں میں مکمل سکوت ہے'' انور علی نے کہا ''فصیل کے مشرقی حصے کے سامنے ہم نے دشمن کے بیشتر توپ خانوں کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔'' سید غفار نے دوربین نیچے کرتے ہوئے کہا ''مجھے پانی دو!'' ایک سپاہی نے اپنی چھاگل اتار کر پیش کر دی اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد سید غفار کے تھکے اور مرجھائے ہوئے چہرے پر قدرے تازگی آگئی۔ قید خانے کا داروغہ سیڑھیوں سے نمودار ہوا اور اس نے آگے بڑھ کر کہا ''جناب میں آپ سے ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔''

سید غفار نے برہم ہو کر کہا ''میں نے تمہیں میر صادق کے پاس جانے کا مشورہ دیا تھا۔''

''جناب اگر میں میر صادق سے کوئی بات کر سکتا تو مجھے تمام شہر میں آپ کو تلاش کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر میر صادق کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں اس وقت آپ کے پاس کھڑا ہوں تو وہ مجھے بات کرنے کا موقع نہیں دے گا۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''جناب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ رات پچھلے پہر ایک انگریز افسر بڑے شگاف کا معائنہ کرنے کے لیے آیا تھا اور میر صادق نے شگاف سے باہر نکل اس کے اس کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کی تھیں۔'' سید غفار پر ایک ثانیے کے لیے سکتہ طاری ہو گیا۔ پھر اس نے سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''تمہیں معلوم ہے کہ موجودہ حالات میں ایسی خطرناک افواہیں پھیلانے والوں کی سزا موت ہے؟''

''مجھے معلوم ہے جناب' لیکن یہ افواہ نہیں۔ جب میر صادق' جنرل ہیرس کے جاسوس سے سرنگا پٹم کا سودا چکا رہا تھا تو وہاں چند اور افسر موجود تھے اور ان میں سے ایک .... میرا بھائی تھا۔''

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

"تمہارا بیٹا!" سید غفار اور انور علی نے یک زبان ہو کر کہا۔ انور علی اور سید غفار کی طرح توپ خانے کے سپاہی بھی حیرانی اور اضطراب کی حالت میں داروغہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سید غفار نے ان میں سے ایک افسر کے ہاتھ میں دوربین دیتے ہوئے کہا "تم اپنا کام جاری رکھو۔" انور علی نے داروغہ سے مخاطب ہو کر کہا "آپ کے بیٹے کا نام سلیمان ہے؟"

Pdf by Road Sign

"جی ہاں!"

"وہ یہ گواہی دے گا؟"

lf by Road Sig

"جی نہیں ...... وہ مر چکا ہے۔ آج نو بجے کے قریب اسے زخمی حالت میں میرے پاس پہنچایا گیا تھا۔ مرتے وقت اس نے یہ درخواست کی تھی کہ میں سلطان کے پاس جا کر اس کے اور اپنے جرم کا اقبال کر لوں۔ اس نے مجھے یہ بتایا تھا کہ انگریز آج پورے ایک بجے اس شگاف کی طرف سے حملہ کریں گے۔ آپ میر صادق کی غداری پر یقین نہیں کریں گے لیکن میرے پاس اس کا ایک زندہ ثبوت ہے آپ ملک جہاں خان کو جانتے ہیں وہ اس وقت سرنگا پٹم کے قید خانے کی ایک زمین دوز کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہے۔ میں نے میر صادق میر قمر الدین پورنیا اور معین الدین کے حکم پر اس قید خانے میں رکھا تھا۔ انہوں نے مجھے اس جرم پر آمادہ کرنے کے لیے ایک معقول رقم دی تھی اور اس کے ساتھ ہی یہ دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے یہ راز ظاہر کر دیا تو مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ پچھلے دنوں میں نے اپنے ضمیر کی ملامت سے مجبور ہو کر غازی خان کے پاس اپنا آدمی بھیجا تھا اور انہیں اس واقعے کی اطلاع دینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ قید خانے کے راستے میں قتل کر دیے گئے اور میرا آدمی جو ان کے ساتھ آ رہا تھا ان پر حملے کے وقت بھاگ آیا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.maafunpk.com

قاتلوں کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون تھے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ قتل بھی انہی غداروں کی سازش کا نتیجہ تھا جو نازی بابا کا زندہ رہنا اپنے لیے خطرناک سمجھتے تھے نازی خان کے قتل کے بعد میں نے اپنا مستقبل پھر انہی لوگوں کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا انہوں نے میرے بیٹے کو انگریزوں سے بہت بڑی جاگیر دلوانے کا وعدہ کیا تھا۔ اب مجھے نہ تو اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ موت کا ڈر ہے مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ یہ انکشاف اب آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ میرے بیٹے نے مرتے وقت یہ بتایا تھا کہ دشمن دوپہر کے وقت ایک بجے عام حملہ کر دے گا۔''

ایک بجے!'' سید غفار نے جلدی سے اپنی جیب سے گھڑی نکالتے ہوئے کہا'' اور ایک بجنے میں صرف دس منٹ باقی ہیں تم نے ہمارا وقت ضائع کر دیا۔'' سید غفار اور انور علی بھاگتے ہوئے فصیل سے نیچے اترے سوار ابھی تک سیڑھیوں کے سامنے کھڑے تھے۔ سید غفار نے اپنے گھوڑے کی

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

زین پر کودتے ہوئے بلند آواز میں کہا ''تم فوراً افسروں کو میرا یہ حکم پہنچا دو کہ وہ اپنے تمام فالتو دستے جنوب مغرب کی طرف بڑے شگاف کی حفاظت کے لیے بھیج دیں۔ دشمن اس طرف سے حملہ کر رہا ہے۔'' سید غفار نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگادی اور انور علی اس کے پیچھے ہو لیا۔ باقی سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے ادھر ادھر نکل گئے۔ چند منٹ بعد سید غفار اور انور علی شگاف کے قریب پہنچ چکے تھے لیکن یہ دیکھ کر سید غفار کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ جس جگہ کچھ دیر قبل سلطان کے حکم سے دو ہزار سپاہی متعین کیے گئے تھے وہاں صرف پندرہ بیس آدمی کھڑے تھے۔ آس پاس فصیل کے مورچوں پر بھی سپاہیوں کی تعداد بہت کم معلوم ہوتی تھی۔ سید غفار سپاہیوں کے قریب گھوڑا روکتے ہوئے چلایا ''باقی آدمی کہاں ہیں؟''

جناب دیوان صاحب میر صادق کس کی اجازت سے؟'' ایک سپاہی نے جواب دیا ''جناب وہ خزانے سے تنخواہ وصول کرنے گئے ہیں۔''

سید غفار اور انور علی گھوڑے سے کود کر بھاگتے ہوئے شگاف سے تھوڑی دور ایک سیڑھی کے راستے فصیل پر چڑھے اور دریا کے پار دشمن کی خندقوں کی طرف دیکھنے لگے۔ وہاں کسی نقل و حرکت کے آثار نہ پا کر سید غفار نے قدرے مطمئن ہو کر انور علی کی طرف دیکھا اور کہا ''مجھے داروغہ کے بیان پر یقین نہیں آتا۔ اب ایک بج چکا ہے۔''

Pdf by Road Sign

''ادھر دیکھیے!'' انور علی نے جلدی سے ایک طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سید غفار نے آنکھیں پھاڑ کر جنوب مشرق کی طرف دیکھا تو ہزاروں انگریز، خندقوں اور مورچوں سے نکل کر بے تحاشا فصیل کی طرف بھاگ رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک افسر فصیل پر بھاگتا ہوا آیا اور دور سے ہی سید غفار کو پہچان کر چلانے لگا۔ ''جناب دشمن شمال مشرق کے مورچوں سے نکل کر دریا عبور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔'' سید غفار نے انور علی سے کہا۔ ''انور تم فوراً سلطان کی خدمت میں پہنچنے کی کوشش کرو اور انہیں اس بات پر آمادہ کرو کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر سرنگا پٹم سے نکلنے کی کوشش کریں۔ اب دشمن کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کی آخری صورت یہی ہے کہ وہ چتل ڈرگ پہنچ جائیں۔'' انور علی بھاگتا ہوا فصیل سے نیچے اترا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

Pdf by Road Sign
www.maafun pk.com

خندقوں سے قریباً سو گز آگے حملہ آور فوج کے راستے میں دریا حائل تھا اور دریا کا پاٹ تین سو گز کے قریب تھا موسم گرما کے آغاز سے اب تک بارش کی کمی کے باعث پانی کی گہرائی کسی جگہ ٹخنے اور کسی جگہ کمر کے برابر تھی۔ دریا سے آگے کوئی ساٹھ گز چوڑی خندق تھی اور اس خندق سے آگے فصیل کا شگاف تھا۔ فوجی لحاظ سے دن کے وقت جنرل ہیرس کا یہ حملہ خودکشی کے مترادف تھا اور آس پاس کے برجوں پر مٹھی بھر سپاہیوں کی مزاحمت بھی بڑی سے بڑی فوج کے عزائم خاک میں ملا سکتی تھی۔ لیکن شگاف کے آس پاس فصیل پر جو افسر موجود تھے ان میں سے بیشتر ایسے تھے جو غداران وطن کے ساتھ اپنے ضمیر کا سودا کر چکے تھے۔ سید غفار کی ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکیوں سے مرعوب ہو کر انہوں نے فائرنگ شروع کی لیکن ان کی توپوں اور بندوقوں کا کوئی نشانہ ٹھکانے پر نہیں لگتا تھا۔ صرف چند وفادار ایسے تھے جو فرض شناسی کا ثبوت دے رہے تھے۔ حملہ آوروں کی ایک ٹولی خندق کے قریب پہنچ چکی تھی سید غفار نے ایک سپاہی کے ہاتھ سے بندوق چھین کر یکے بعد دیگرے چند فائر کیے اور چند آدمی زخمی ہو کر گر پڑے۔ اس کے ساتھ ہی ایک افسر اور

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

پانچ سپاہی فصیل پر بھاگتے ہوئے شگاف کے قریب ایک مورچے میں داخل ہوئے اور انہوں نے تین غداروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد مورچے کی توپوں پر قبضہ کر لیا اور دشمن پر گولہ باری شروع کر دی۔ اس کے بعد دشمن کے توپ خانے حرکت میں آ گئے اور شگاف کے آس پاس گولے برسنے لگے۔ سید غفار فائر کرنے کے بعد بندوق بھر رہا تھا اور اس کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے توپوں کے گولے گر رہے تھے ایک وفادار سپاہی نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا ''جناب یہاں سے ہٹ جائیں!''

Pdf by Road Sign
www.magfun...com

سید غفار نے گرج کر کہا ''تم میری طرف دیکھنے کی بجائے دشمن کی طرف خیال رکھو۔'' سپاہی کچھ کہے بغیر پیچھے ہٹ گیا۔ سید غفار نے اپنے دائیں طرف دیکھا تو ایک اور سپاہی چند قدم دور کھڑا اپنی بندوق زمین کی بجائے آسمان کی طرف کیے ہوئے تھا۔ غدار! سید غفار نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نیام سے تلوار نکالی اور اس کا سر قلم کر دیا۔ پھر وہ بلند آواز میں چلایا ''ظالمو تم اگر اب بھی سنبھل

جاؤ تو ہم یہ جنگ جیت سکتے ہیں۔ چند منٹ میں فوج کے دس ہزار سپاہی یہاں جمع ہو جائیں گے۔ سلطان معظم خود یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ خدا کے لیے ان لوگوں کا ساتھ دینے کی کوشش نہ کرو جو ذلت کے چند ٹکڑوں کے عوض تمہیں ہمیشہ کے لیے انگریزوں کا غلام بنا جائیں گے‘‘............ اس کے ساتھ ہی توپ کا ایک گولہ سید غفار کے سر پر لگا اور فصیل پر اس کی لاش دکھائی دے رہی تھی۔ سید غفار کے گرتے ہی کسی نے فصیل پر سے سفید جھنڈا بلند کر دیا۔ پھر چند منٹ بعد جب سپاہیوں کے دستے وہاں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ دشمن چند منٹ کے اندر اندر دریا اس خندق اور اس فصیل کو عبور کر چکا ہے جو برسوں سے اجنبی اقتدار کا راستہ روکے ہوئے تھی۔ فصیل کے شگاف پر انگریزوں کا جھنڈا اس حقیقت کی گواہی دے رہا تھا کہ جو قوم اپنی آغوش میں غداروں کو پناہ دیتی ہے اس کے عظیم ترین قلعے بھی ریت کے گھروندے ثابت ہوتے ہیں۔ شگاف کے آس پاس پاؤں جمانے کے بعد انگریزوں کی

Pdf by Road Sign
www.Paksociety.com

فوج دو حصوں میں تقسیم ہو کر شمال اور جنوب کی فصیلوں پر یلغار کر رہی تھی اور جو دستے فصیل کے نیچے جمع ہو رہے تھے انہیں سید غفار کی موت اور میر صادق کی غداری کی اطلاعات نے اس قدر بددل کر دیا تھا کہ وہ جوابی حملہ کرنے کی بجائے اندرونی فصیل کی طرف بھاگ رہے تھے۔ اندرونی اور بیرونی فصیلوں کے درمیان ایک اور خندق تھی جو پانی سے بھری ہوئی تھی یہ خندق اگرچہ بیرونی خندق کی طرح زیادہ بڑی نہ تھی تاہم اسے عبور کرتے وقت اندرونی فصیل کی حفاظت کرنے والے سپاہیوں کی گولہ باری انتہائی تباہ کن ثابت ہو سکتی تھی۔ لیکن انگریزوں کے چند دستوں نے کسی توقف کے بغیر حملہ کر دیا اور میسور کے سپاہیوں کو دائیں بائیں دھکیلنے کے بعد دوسری خندق عبور کر کے اندرونی فصیل کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا۔

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

انور علی گھوڑا بھگاتا ہوا منتشر سپاہیوں کے قریب گیا اور اس نے ایک عقابی نگاہ سے صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد بلند آواز میں کہا ''میسور کے مجاہدو ں ہمت سے کام لو سلطان معظم تشریف لا رہے ہیں اور تھوڑی دیر میں ہماری بیشتر فوج یہاں جمع ہو جائے گی۔ آگے بڑھو اور دشمن کی مزید فوج کو اندر آنے سے روکنے کی کوشش کرو۔ دشمن کے جو دستے قلعے کے اندر داخل ہو چکے ہیں ان پر یہ ثابت کر دو کہ چند گیدڑ ہزاروں شیروں کی آزادی کا سودا نہیں کر سکتے۔'' انور علی نے یہ کہہ کر گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور تلوار سونت کر انگریزوں کے ایک دستے پر جو اندرونی فصیل کی طرف بڑھ رہا تھا ٹوٹ پڑا۔ جانبازوں کے چند دستوں نے اس کا ساتھ دیا اور انگریز اندرونی خندق کے قریب کئی لاشیں چھوڑنے کے بعد بیرونی فصیل کی طرف ہٹنے لگے۔ لیکن تھوڑی دیر میں انگریزوں کے کئی اور دستے وہاں پہنچ گئے اور میسور کے سپاہی اندرونی خندق کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف ہٹنے لگے۔ میسور کے چند گھوڑے دوڑاتے ہوئے لڑنے والے سپاہیوں کے عقب میں پہنچے اور ان میں سے کسی نے بلند آواز میں کہا ''سپاہیو! دشمن ہمارے بیشتر

Pdf by Road Sign

مورچوں پر قبضہ کر چکا ہے اب بے فائدہ جانیں دینے کی کوشش نہ کرو۔ ہتھیار ڈال دو میں تمہاری جانیں بچانے کا ذمہ لیتا ہوں۔"

انور علی نے مڑ کر دیکھا یہ میر معین تھا اور اس کے ساتھ دوسرا جو سفید جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا۔ میر صادق تھا۔ تیسرا غدار میر قمر الدین اپنے ساتھیوں سے چند قدم پیچھے تھے۔ انور علی غضبناک ہو کر بلند آواز میں چلایا "سپاہیو! یہ وہ غدار ہیں جنہوں نے ذلت کے چند ٹکڑوں کے عوض فرنگیوں کے ساتھ تمہاری عزت اور آزادی کا سودا کیا ہے۔ اس جنگ میں تمہارے جو بھائی اور بیٹے شہید ہوں گے ان سب کا خون ان کی گردنوں پر ہے۔"

انگریزی فوج کے افسروں نے ان غداروں کو پہچانتے ہی اپنے سپاہیوں کو روک لیا اور ایک ثانیہ کے لیے لڑائی بند ہو گئی۔ سرنگاپٹم کے سپاہی تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کبھی دشمن اور کبھی میر معین الدین اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اچانک میر قمر الدین نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑ کر ایڑ لگا دی۔ انور علی پھر چلایا "بیوقوفو! اپنے غداروں کو بھاگنے کا موقع نہ دو۔ سلطان معظم انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم دے چکے ہیں۔"

Pdf by Road Sign
www.mazgfunk.com

معین الدین اور اس کے ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں۔ انور علی نے اپنا طپنچہ نکال کر فائر کیا۔ میر صادق کے بازو پر گولی لگی اور اس کے ہاتھ سے سفید جھنڈا گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی چند اور ساتھیوں نے بھی فائر کر دیے اور سات آدمی زخمی ہو کر بھاگتے ہوئے گھوڑوں سے گر پڑے۔ ایک گولی میر معین الدین کے گھوڑے کی ٹانگ میں لگی۔ گھوڑا زخمی ہو کر خندق کے قریب گر پڑا اور میر معین الدین زین سے اچھل کر خندق میں جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی انگریزوں نے حملہ کر دیا اور انور علی اور اس کے بیشتر ساتھی ان کا سامنا کرنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن چند آدمی بھاگتے ہوئے میر معین الدین کی طرف بڑھے وہ خندق سے نکل بھاگا لیکن ایک نوجوان نے شرقی دروازے سے کچھ فاصلے پر جا لیا۔ میر معین الدین چلایا ”خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو میں نے کوئی غداری نہیں کی۔ میں صرف تم لوگوں کو تباہی سے بچانا چاہتا تھا۔ میں تمہارا وزیر ہوں۔ میں تمہارے سلطان کا خادم ہوں۔ میں ......“

Pdf by Road Sign

میر معین الدین اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا۔ سپاہی کی تلوار اس کے سر پر لگی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس عرصہ میں تین سوار میر قمر الدین اور میر صادق کے پیچھے روانہ ہو چکے تھے۔ سلطان اپنے باڈی گارڈ دستوں کے ساتھ نمودار ہوا اور اسے دیکھتے ہی شمال کی اندرونی اور بیرونی فصیلوں کے درمیان لڑنے والے مجاہدین میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی اور وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ سلطان اپنے گھوڑے سے کود کر ان کی اگلی صف میں پہنچ گیا۔

تھوڑی دیر میں مختلف اطراف سے میسور کے کئی دستے آ کر جمع ہو کر جان کی بازی لگا رہے تھے۔ لیکن اس دوران میں انگریز دونوں فصیلوں کے درمیان کئی مورچوں پر قابض ہو چکے تھے اور بلندی سے ان کی گولیاں سلطان کے جانبازوں کے لیے سخت مشکل پیدا کر رہی تھیں۔ وہ افسر جو وطن کے غداروں کے ساتھ اپنا مستقل وابستہ کر چکے تھے اس محاذ سے غیر حاضر تھے لیکن یہ مسئلہ اب میسور کے جانبازوں کے لیے کسی پریشانی کا باعث نہ تھا۔ ان کی عزت اور آزادی کا محافظ ان کے ساتھ تھا وہ یہ بھول چکے تھے کہ دشمن چند منٹ کے اندر اندر ہفتوں اور مہینوں کا سفر طے کر کے سرنگاپٹم میں داخل ہو

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

چکا ہے وہ یہ بھول چکے تھے کہ ان پر گولیوں کی بارش ہو رہی ہے وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ وہ عظیم رہنما جس نے ان کے سینوں میں زندگی کے ولولے بیدار کیے تھے ۔اب موت کے دروازے پر دستک دے رہا تھا ۔لیکن اب موت کا چہرہ انہیں زندگی سے زیادہ حسین اور دلکش دکھائی دیتا تھا سلطان ٹیپو زخمی ہو چکا تھا اور وہ اپنے سینوں کے زخموں سے بھی ایک طرح کی آسودگی محسوس کرتے تھے ۔سلطان کا خون سرنگا پٹم کی خاک پر گر رہا تھا اور وہ اس خاک کے ہر ذرے کو اپنے خون سے سیراب کر دینا چاہتے تھے ۔دوسری گولی لگنے کے بعد شیر میسور پر نقاہت کے آثار ظاہر ہونے لگے لیکن وہ لڑتا رہا میسور کے جانباز زندگی اور موت سے بے پرواہ ہو کر اس کا ساتھ دے رہے تھے اندرونی خندق کے آس پاس دشمن کی لاشوں کے ڈھیر لگے تھے ۔سینکڑوں انگریز زخمی ہونے کے بعد خندق میں گر کر دم توڑ رہے تھے فصیلوں کے اوپر سے دشمن کی دو طرفہ فائرنگ ہر لحظہ شدت اختیار کرتی جا رہی تھی ۔میسور کے شہیدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی ۔جب زخموں کے باعث سلطان کی ہمت جواب دینے لگی تو باڈی گارڈ دستے کے افسر نے کہا

’’عالی جاہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اپنے آپ کو دشمن کے حوالہ کر دیں۔‘‘

’’نہیں‘‘ سلطان نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا ’’میرے لیے شیر کی زندگی کا ایک لمحہ گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے۔‘‘ تھوڑی دیر بعد سلطان اپنے افسروں کے ساتھ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور میسور کے سپاہی اس کے پیچھے قلعے کے اندرونی حصے کی طرف ہٹنے لگے لیکن جب وہ شمالی دروازے کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ وہاں بھی بعض مورچوں پر دشمن کا قبضہ ہو چکا ہے مسلح سپاہیوں کے علاوہ بچوں بوڑھوں اور عورتوں کا ایک بے پناہ ہجوم باہر نکلنے کے لیے جدوجہد کر رہا تھا اور انگریز اپنی سنگینیوں کی مدد سے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر رہے تھے انہوں نے میسور کے سپاہیوں کو دروازے کی طرف آتے دیکھا تو پلٹ کر فائرنگ شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی قلعے کی فصیل کے بعض مورچوں سے بھی گولیوں کی بارش ہونے

Pdf by Road Sign
www.naeyabook.com

لگی۔ ایک گولی سلطان کے گھوڑے کے پیٹ میں لگی اور اس نے گرتے ہی دم توڑ دیا۔ گھوڑے کے ساتھ گرتے وقت سلطان کی دستار اس کے سر سے علیحدہ ہوگئی سلطان لڑکھڑاتا ہوا اٹھا لیکن ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کے سینے پر گولی لگی اور وہ نیم جان ہو کر گر پڑا۔ پاس ہی ایک انگریز نے سلطان کے کمر سے تلوار کی مرصع پیٹی اتارنے کی کوشش کی۔ لیکن شیر میسور میں ابھی زندگی کے چند آخری سانس باقی تھے اور وہ یہ توہین برداشت نہ کر سکا سلطان نے اچانک اٹھ کر تلوار بلند کی اور پوری قوت کے ساتھ اس پر وار کر دیا۔ انگریز نے اپنی بندوق آگے کر دی۔ سلطان کی تلوار بندوق پر لگی اور ٹوٹ گئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور انگریز سپاہی نے اپنی بندوق کی نالی کا سرا سلطان کی کنپٹی کے ساتھ لگاتے ہوئے فائر کر دیا اور وہ آفتاب جس کی روشنی میں اہل میسور نے آزادی کی حسین منازل دیکھی تھیں ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

انور علی نے سلطان کو اس وقت گرتے دیکھا تھا جب کہ اس کی بائیں ران پر گولی لگ چکی تھی۔ اس کے ساتھی دروازے کے قریب انگریزوں کے ساتھ گتھم گتھا ہو چکے تھے۔ وہ چند سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد سلطان کی لاش کے قریب پہنچا تو فصیل سے ایک گولی اس کے سر پر لگی اور وہ ایک ثانیہ لڑکھڑانے کے بعد منہ کے بل گر پڑا۔ اس عرصہ میں سلطان شہید کی لاش پر چند جانبازوں کی لاشیں گر چکی تھیں اور انور علی کو نیم بے ہوشی کی حالت میں صرف اس کے پاؤں دکھائی دے رہے تھے۔ وہ رینگتا ہوا آگے بڑھا اور اپنا سر سلطان کے پاؤں پر رکھ دیا۔ گولی کھوپڑی کے اوپر سے پھسل جانے کے باعث سر کا زخم زیادہ گہرا نہ تھا۔ اس سے قبل ٹانگ کے زخم سے خون بہنے کے باعث اس کے جسم میں کافی نقاہت آ چکی تھی۔ اس نے ہوش میں آتے ہی اٹھنے کی کوشش کی لیکن یکے بعد دیگرے چند اور جانباز زخمی ہو کر اس کے اوپر گر پڑے۔ کچھ دیر بعد وہ بڑی مشکل سے لاشوں کے انبار سے نکلا تو میدان صاف ہو چکا تھا اور انگریزی فوج کے دستے دروازے کے سامنے دور دور تک بکھری ہوئی لاشیں روندتے ہوئے اندر داخل ہو

www.maqbulpk.com
Pdf by Road Sign

رہے تھے۔ انور علی دوبارہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا اور کچھ دیر دم سادھے پڑا رہا۔ شہر کے دوسرے حصوں میں لوگوں کی چیخ و پکار یہ ظاہر کر رہی تھی کہ ابھی تک اہل میسور کا قتل عام جاری ہے۔

''سلطان شہید ہو چکا ہے۔ ہماری آزادی کے پرچم سرنگوں ہو چکے ہیں۔ چند آدمیوں کی غداری کے باعث آج میسور کے کتنے بیٹے موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے۔ آج میسور کی کتنی بیٹیوں کی عصمت پر ڈاکے ڈالے جائیں گے۔ کتنی عورتیں بیوہ اور کتنے بچے یتیم ہو چکے ہیں۔ میرے باپ، میرے بھائی اور میرے بے شمار دوستوں اور ساتھیوں کی قربانیوں کی ما حصل کیا ہے؟ صرف چھ گھنٹے قبل ہم ایک آزاد وطن کے مالک تھے۔ ہم اپنے ماضی پر فخر کر سکتے تھے اور ہمارے دلوں میں حال کے مصائب سے لڑنے کی ہمت تھی۔ ہم اپنے مستقبل کے متعلق حسین سپنے دیکھ سکتے تھے اور اب ہمارا ماضی، ہمارا حال اور ہمارا مستقبل سب لاشوں کے اس انبار کے نیچے دفن ہو چکا ہے۔ سلطان فتح علی ٹیپو شہید نہیں ہوا بلکہ ہم سب مر چکے ہیں۔ جس

Pdf by Road Sign
www.maktabpk.com

خاک پر سلطان ٹیپو کا خون گرا ہے ہماری آئندہ نسلیں تا قیامت اسے اپنے آنسوؤں سے سیراب کرتی رہیں گی۔ آج کے بعد میسور کا آفتاب ہمارے چہروں پر مسرت کی مسکراہٹیں نہیں دیکھے گا۔ میسور کی ہواؤں کی سرسراہٹ ہمارے سینوں میں آزادی کے نغمے بیدار نہیں کرے گی۔ جس قوم کے اکابر نے سلطان ٹیپو جیسے محسن کو دھوکا دیا ہے اسے کارکنان قضا و قدر رحم اور مروت کا مستحق نہیں سمجھیں گے .... انور علی اپنے دل میں اس قسم کے خیالات لے کراہتا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک طرف چل دیا۔ غیر شعوری حالت میں اس کے پاؤں اپنے گھر کی طرف اٹھ رہے تھے۔ کسی مکان سے چند عورتوں کی چیخیں سنائی دیں اور اس کی رفتار تیز ہونے لگی۔ اس کے تمام خیالات سمٹ کر منیرہ پر مرکوز ہو چکے تھے۔ سرنگا پٹم کی فضا میں اسے ہر چیخ منیرہ کی چیخ محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک اسے خیال آیا کہ وہ اپنی تلوار لاشوں کے انبار میں چھوڑ آیا ہے۔ سامنے چند سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے جلدی سے جھک کر ایک سپاہی کی تلوار اٹھا لی۔ اب گھر تک پہنچنا اس کے لیے زندگی کا اہم ترین مسئلہ بن چکا تھا اور وہ دشمن کی نگاہوں سے بچنے کے لیے ایک تنگ گلی

www.magfunpk.com
Pdf by Read Sign

میں داخل ہوگیا۔ میسور کے سپاہی افراتفری کی حالت میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے چند نوجوان انور علی کو پہچان کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ ایک آدمی ''انور علی انور علی'' کہتا ہوا آگے بڑھا اور اسے بازو سے کھینچتا ہوا قریب ہی ایک مکان کی ڈیوڑھی میں لے گیا۔ یہ قید خانے کا داروغہ تھا۔ انور علی چلایا ''مجھے چھوڑ دو تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟''

داروغہ نے کہا ''آپ کے زخموں سے خون بہہ رہا ہے'' انور علی کے احتجاج کے باوجود داروغہ اور اس کے ساتھیوں نے اسے زبردستی ایک کھاٹ پر لٹا دیا اور ایک سپاہی کا پٹکا اتار کر اس کے زخموں پر پٹیاں باندھ دیں۔ ''آپ کے سر کا زخم زیادہ تشویشناک نہیں لیکن ٹانگ کا زخم بہت گہرا ہے۔ میں آس پاس کسی طبیب کو تلاش کرتا ہوں۔'' انور علی کرب کی حالت میں اٹھ کر چلایا ''میرے پاس طبیب کا انتظار کرنے کے لیے وقت نہیں''

داروغہ نے کہا ''اگر آپ سلطان معظم کو تلاش کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی کوشش بے سود ہے شہر میں یہ افواہ گرم ہے کہ وہ سرنگاپٹم سے نکل گئے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

''یہ جھوٹ ہے'' انور علی نے کہا ''میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے شہید ہوتے دیکھا ہے'' انور علی کے گرد جمع ہونے والے آدمیوں کے چہروں پر مایوسی چھا گئی۔ اندر سے ایک عمر رسیدہ عورت دھاڑیں مارتی ہوئی ڈیوڑھی میں داخل ہوئی اور اس نے کہا ''سلطان معظم شہید ہو گئے ہیں اور تم ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے ہو۔ کاش میرا بیٹا آج زندہ ہوتا!'' داروغہ نے کہا ''میری بہن اب ہم کچھ نہیں کر سکتے اگر سلطان شہید ہو چکے ہیں تو ہماری تلواریں ٹوٹ چکی ہیں اور ہمارے بازو کٹ چکے ہیں'' گلی میں گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ ایک سپاہی نے نیم وا دروازے سے جھانک کر باہر دیکھا اور پھر جلدی سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا ''یہ نظام علی کی فوج کے سپاہی ہیں'' انور علی اور اس کے ساتھی تھوڑی دیر میں دم بخود کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے بالآخر جب سوار آگے نکل گئے تو ایک سپاہی نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر جھانکنے کے بعد کہا ''وہ چلے گئے ہیں۔'' انور علی نے داروغہ سے مخاطب ہو کر کہا ''تم نے ملک جہاں خان کے تعلق کیا کیا ہے؟''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

"کچھ نہیں!" داروغہ نے جواب دیا "میں ابھی تک قید خانے کی طرف نہیں جا سکا میں میر صادق کی تلاش میں تھا۔ میرا خیال تھا کہ ایک غدار کو ٹھکانے لگا کر شاید میں اپنے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر سکوں لیکن مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہو سکی میں نے میر صادق کی بجائے اس کی لاش دیکھی ہے چند آدمی تلوار کی پے در پے ضربوں سے اس کا حلیہ بگاڑ رہے تھے۔ میں نے سنا ہے کہ میر معین بھی مارا جا چکا ہے؟" انور علی نے کہا "اب ان غداروں کے متعلق سوچنے کا وقت نہیں تم فوراً قید خانے جاؤ اور ملک جہاں خان کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کرو میری ہمت جواب دے چکی ہے ورنہ میں تمہارے ساتھ چلتا۔"

داروغہ نے کہا "آپ کو میرے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر میں انگریزوں کے قبضہ سے پہلے قید خانے تک پہنچ سکا تو ملک جہاں خان کو آزاد کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔" گلی میں عورتوں اور مردوں کی چیخ و پکار سنائی دی۔ انور علی جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

جھانکنے لگا تباہ حال شہریوں کا ایک ہجوم شرق سے مغرب کی طرف بھاگ رہا تھا اور ان کے پیچھے چند انگریز مار دھاڑ کرتے چلے آ رہے تھے۔ انور علی کچھ دیر دروازے کے ساتھ کھڑا رہا۔ جب انگریز سپاہی لوگوں کے ہجوم کو اپنی تلواروں سے ہانکتے ہوئے آگے نکل گئے تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ڈیوڑھی سے باہر نکلا اور عقب سے انگریزوں پر ٹوٹ پڑا۔ آن کی آن میں کئی انگریز زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی اہل شہر نے بھی پلٹ کر ان پر حملہ کر دیا کوئی پانچ منٹ بعد انگریزی فوج کا پورا دستہ موت کے گھاٹ اتارا جا چکا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی انور علی کی قوت جواب دے گئی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ایک سپاہی نے انہیں کہا انہیں گھر پہنچا دینا چاہئے۔''

انور علی کو ہوش آیا تو وہ اپنے مکان کی نچلی منزل کے ایک کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ منیرہ، گھر کے نوکر اور محلے کا ایک طبیب اس کے بستر کے گرد کھڑے تھے۔ رات ہو چکی تھی اور کمرے کے اندر فانوس روشن تھا۔ ایک ثانیہ اپنے تیمارداروں کی طرف دیکھنے کے بعد انور علی کی نگاہیں منیرہ کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ منیرہ سکتے کے عالم میں کھڑی تھی۔ انور علی نے پانی مانگا اور منور جلدی سے پانی کا کٹورہ بھر لایا۔ کریم خان نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور انور علی نے پانی پینے کے بعد دوبارہ سر تکیے پر رکھ دیا۔ طبیب نے اپنے تھیلے سے ایک شیشی نکال کر دوائی کے چند گھونٹ ایک پیالی میں ڈالے اور انور علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''یہ دوائی پینے کے بعد آپ کچھ طاقت محسوس کریں گے۔ میں آپ کے زخم دیکھ چکا ہوں۔ سر کا زخم جلد سے نیچے نہیں گیا اور گولی نکل جانے کے بعد ٹانگ کا زخم بھی زیادہ خطرناک نہیں۔ اگر خون بروقت بند ہو جاتا تو آپ کی یہ حالت نہ ہوتی۔''

Pdf by Road Sign
www.roagepk.com

انور علی نے کوئی جواب دیے بغیر دوائی پی لی اور احسان مندی سے طبیب کی طرف دیکھنے لگا۔ منیرہ جو چند ثانیے قبل حزن و یاس کی تصویر نظر آتی تھی اب قدرے پر امید ہو کر اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ طبیب نے منیرہ سے مخاطب ہو کر کہا ”آپ ہر گھنٹے کے بعد انہیں اس دوائی کے دو گھونٹ پلاتی رہیں۔ اگر حالات نے اجازت دی تو میں صبح سے پہلے ایک بار پھر انہیں دیکھنے کی کوشش کروں گا۔“

انور علی نے کہا ”حکیم صاحب آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آج خوارزم کی ہر گلی اور ہر گھر میں لاتعداد زخمی پڑے ہوئے ہیں آپ کو ان کی طرف توجہ دینی چاہئے۔“ طبیب نے اپنا تھیلا اٹھاتے ہوئے کہا ”شہر میں یہ افواہ گرم ہے کہ سلطان معظم شہید ہو چکے ہیں؟“

”ہاں! میں ان کی لاش دیکھ چکا ہوں اور مجھے اس بات کا ملال ہے کہ میں ان کے قدموں میں سر رکھ کر جان نہ دے سکا۔“ طبیب کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔ منوز کریم اور خادمہ کوئی ایک منٹ تذبذب کی حالت میں کھڑے رہے پھر خادمہ انہیں ہاتھ سے اشارہ کرنے کے بعد دروازے کی طرف

بڑھی اور اس کے پیچھے چل دیے۔ انور علی نے منیزہ کی طرف دیکھا اور بے اختیار اپنے ہاتھ پھیلا دیے منیزہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ "منیزہ!" انور علی نے اس کے سنہری بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "میں جنت کے دروازے پر دستک دینے کے بعد واپس آ گیا ہوں۔ میں لاشوں کے انبار میں پڑا ہوا تھا اور مجھے تمہاری آواز سنائی دے رہی تھیں مجھے یہ تمام واقعات ایک خواب معلوم ہوتے ہیں۔ آج سے کوئی چالیس سال قبل جب مرشد آباد پر اسی قسم کی تاریکی چھا گئی تھی تو میرے والد نے میسور کے ایک افق پر ایک نئی صبح کے آثار دیکھے تھے اور وہ سرنگا پٹم آ گئے تھے لیکن جو رات سرنگا پٹم پر آئی ہے وہ صبح کا پیام دینے والے ستاروں کے وجود سے خالی ہے۔ آج کے بعد آزادی کے متلاشیوں کے جو قافلے سرنگا پٹم سے نکلیں گے ان کے سامنے مہیب تاریکیوں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ منیزہ تم جس ملک کی تاریکی سے گھبرا کر یہاں آئی تھیں آج اس کی فضاؤں

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں آزادی کے نغمے گونج رہے ہیں۔ تمہارے ہم وطن اپنی قسمت پر ناز کر سکتے ہیں لیکن میرے میسور کی عظمت قصہ ماضی بن چکی ہے۔ تمہاری رفاقت میں میری زندگی کا ہر سانس مسرتوں سے لبریز تھا لیکن اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ کسی دن میری قوم کی تقدیر میر صادق جیسے غداروں کے ہاتھ میں آجائے گی تو میں تمہارا رفیق حیات بننے کی تمنا نہ کرتا۔ میں روئے زمین کی تمام خوشیوں کو تمہارے قدموں میں ڈھیر کر دینا چاہتا تھا لیکن اب میری پونجی ایک لٹی ہوئی قوم کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں۔ جب میں لاشوں کے انبار میں پڑا ہوا تھا تو میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ کاش تم سرنگا پٹم میں نہ ہوتیں اور میں ایک شکست خوردہ قوم کی سسکیاں سننے کی بجائے وہیں جان دے دیتا میں مرنے سے پہلے تمہیں کسی محفوظ جگہ پر دیکھنا چاہتا تھا......

کسی ایسی محفوظ جگہ جس کے مکین غداری اور ملت فروشی کے الفاظ سے نا آشنا ہوں۔"

Pdf by Road Sign

انور علی کی گفتگو کے دوران میں منیرہ کی آہیں سسکیوں دبی دبی چیخوں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ جب اس نے سر اٹھایا تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ انور! اس نے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کرب انگیز لہجے میں کہا "میرا وطن فرانس نہیں سرنگا پٹم ہے اور مجھے اپنے حال یا مستقبل سے کوئی شکایت نہیں۔ مسرت کے وہ ایام جو مجھے آپ کی رفاقت میں نصیب ہوئے ہیں میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں۔ آپ کے ساتھ مستقبل کی تاریک ترین منازل کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے میرے پاؤں نہیں ڈگمگائیں گے۔ اگر میسور کی زمین ہمارے لیے تنگ ہو گئی تو ہم کہیں دور چلے جائیں گے۔ وہاں بھی مجھے اس سرنگا پٹم کی یاد ہمیشہ مسرور رکھے گی جس کا پہلا منظر میں نے آپ کے ساتھ کاویری کے کنارے ایک ٹیلے کی چوٹی سے دیکھا تھا۔ خوشی کے وہ لمحات جو میں نے آپ کے ساتھ کاویری کے کنارے ایک ٹیلے کی چوٹی سے دیکھا تھا۔ خوشی کے وہ لمحات جو میں آپ کے ساتھ اس گھر کی چاردیواری میں گزارے ہیں۔ میری باقی زندگی کے مہینوں اور برسوں پر حاوی رہیں گے۔"

Pdf by Road Sign
www.magsumpk.com

انور علی نے کہا'' منیرہ میں سرنگا پٹم چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ میں اس مٹی میں دفن ہونے کی سعادت سے محروم ہونا پسند نہیں کروں گا جس پر سلطان ٹیپو کا خون گرا ہے اور موت سے پہلے میسور میں میرے حصے کا بہت سا کام باقی ہے مجھے سرنگا پٹم کے شہیدوں کی ارواح کی قسم، میں اپنے ہم وطنوں کی عزت اور آزادی کو تجارت کا مال سمجھنے والے غداروں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ گدھ فرنگی بھیڑیوں کے ساتھ مل کر ہماری بوٹیاں نہیں نوچ سکیں گے۔'' کسی نے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور انور علی خاموش ہو گیا۔ منیرہ نے پوچھا ''کون ہے؟'' منور خان نے اندر جھانکتے ہوئے کہا ''بی بی جی میں دودھ لایا ہوں۔'' ''لے آؤ'' منیرہ نے کہا۔ منور خان ایک طشت میں دودھ کا کٹورا لیے کمرے میں داخل ہوا۔ منیرہ نے انور علی کو ہاتھ کا سہارا دے کر اٹھایا اور پھر طشت سے دودھ کا پیالہ اٹھا کر اس کے منہ کو لگا دیا۔ دودھ کے چند گھونٹ پینے کے بعد انور علی دوبارہ بستر پر لیٹ گیا۔ منور خان پیالہ لے کر واپس جانے لگا تو انور علی نے کہا'' منور بالائی منزل کے بڑے کمرے سے تمام بندوقیں طمنچے اور بارود لا کر میرے پاس رکھ دو۔''

Pdf by Road Sign

منیرہ نے کہا ''کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کو کسی ایسی جگہ پہنچا دیا جائے جو اس گھر کی نسبت زیادہ محفوظ ہو۔ شہر میں آپ کے کئی دوست؟'' انور علی نے جواب دیا ''آج سرنگا پٹم میں میرے کسی دوست کا گھر محفوظ نہیں۔'' منور خان نے جلدی جلدی چار بندوقیں، دو طمنچے اور بارود کی پانچ تھیلیاں لا کر انور علی کے کمرے میں رکھ دیں اور کہا ''جناب اگر حکم ہو تو بندوقیں بھر دوں؟''

Pdf by Road Sign

''ہاں!'' منور خان نے فرش پر بیٹھ کر یکے بعد دیگرے بندوقیں بھر کر انور علی کے سرہانے دیوار کے ساتھ کھڑی کر دیں اور طمنچے تپائی پر رکھ دیے اس کے بعد اس نے کہا ''کریم خان اور سائیس باہر ڈیوڑھی کے دروازہ پر پہرہ دے رہے ہیں سائیس کے پاس بندوق نہیں تھی اور میں نے اپنی بندوق اسے دے دی ہے اگر اجازت ہو تو ایک بندوق یہاں سے لیتا جاؤں۔''

”نہیں“ انور علی نے جواب دیا ”تم انہیں میری طرف سے حکم دو کہ اگر کوئی مکان میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو وہ مداخلت نہ کریں۔ اب تم اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اگر کوئی مکان کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرے تو تم مجھے خبردار کر دو۔“ منور خان کچھ دیر تذبذب کی حالت میں انور علی کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا ”بھائی جان میری ایک درخواست مان لیجیے۔“

”کہو!“ ”بھائی جان میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر وہ آ جائے تو آپ میرے لیے کمرے کا دروازہ بند نہ کریں۔ میں آخری دم تک آپ کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔“

”نہیں منور“ انور علی کرب انگیز لہجے میں کہا ”تم جاؤ!“ منور نے آبدیدہ ہو کر انور علی کی طرف دیکھا اور سر جھکا کر دروازے کی طرف چل دیا۔

”ٹھہرو!“ انور علی نے کہا۔ منور رک گیا۔ انور علی منیرہ سے مخاطب ہو کر کہا ”منیرہ امی جان کی وہ تھیلی جو مراد ہمارے حوالہ کر گیا تھا کہاں ہے؟“

www.markfunpk.com Pdf by Road Sign

''وہ اوپر ایک صندوق میں پڑی ہے۔''

''اسے لے آؤ'' منیرہ کمرے سے نکل گئی اور تھوڑی دیر بعد مخمل کی ایک تھیلی اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔ انور علی نے بستر پر لیٹے لیٹے منیرہ کے ہاتھ سے تھیلی لے کر کھولی اور ایک ہیرا نکال کر منور خان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''منور لو یہ تمہارے کام آئے گا۔''

''نہیں نہیں'' منور نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا۔ ''منور'' انور علی نے کہا ''تم ہمیشہ میرا حکم مانا کرتے تھے یہ لو ورنہ میں خفا ہو جاؤں گا۔''

منیرہ نے آگے بڑھ کر انور علی کے ہاتھ سے ہیرا لے لیا اور منور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ انور علی نے تین اور چھوٹے چھوٹے ہیرے تھیلی سے نکالے اور منور خان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''یہ بھی لو منور۔ ان میں سے ایک کریم خان' دوسرا سائیں اور تیسرا خادمہ کو دے دو' اور انہیں یہ سمجھا دو کہ وہ کچھ عرصہ انہیں چھپا کر رکھیں یہ بہت قیمتی ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.maagfunpk.com

منور خان نے ہیرے لے لیے اور پھر چند ثانیے غور سے انور علی کی طرف دیکھنے کے بعد کہا ''بھائی جان آپ کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیں یہیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔'' انور علی نے جواب دیا ''میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔''

Pdf by Road Sign

''تو پھر یہ ہیرے اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے؟'' انور علی نے قدرے تلخ ہو کر کہا ''منور خدا کے لیے جاؤ!'' منور اس تلخی کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ اس نے سراپا احتجاج بن کر پہلے انور علی اور پھر منیرہ کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ انور علی نے مخمل کی تھیلی اپنے تکیے کے نیچے رکھ دی۔

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور وہ دم بخود ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ''کون ہے؟'' انور علی نے جلدی سے طپنچہ اٹھا کر بیٹھتے ہوئے کہا ''میں جہاں خان ہوں۔ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟'' انور علی نے منیرہ کی طرف دیکھا اور اس نے ایک کھونٹی سے ایک سفید چادر اتار کر اپنے اوپر ڈال لی۔ انور علی نے آواز دی۔ ''آیئے!'' ملک جہاں خان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں خون آلود تلوار تھی اور لباس پر بھی خون کے چھینٹے نظر آ رہے تھے۔ اس نے کسی تمہید کے بغیر کہا ''معاف کیجئے میں آپ کے نوکروں کو اطلاع کیے بغیر اندر آ گیا ہوں۔ سڑک پر جگہ جگہ انگریز سپاہی گشت کر رہے ہیں اور مجھے عقب سے دیوار پھاند کر اندر آنا پڑا۔ آپ کے متعلق داروغہ کی اطلاع بہت پریشان کن تھی۔ اب آپ کا کیا حال ہے؟''

''میں زخموں سے زیادہ تھکاوٹ کے باعث نڈھال ہو گیا تھا۔ آپ تشریف رکھیے!''

"نہیں، میں راتوں رات یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ایسے حالات میں بھی اپنے ایک ساتھی کو فراموش نہیں کیا۔"

"اب آپ کہاں جائیں گے؟"

"مجھے معلوم ہے کہ شہزادہ فتح حیدر کا لشکر کرنا کی پہاڑ کے عقب میں پڑاؤ ڈالے ہے اور میں کسی تاخیر کے بعد ان کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ اگر شہزادے نے میر قمر الدین جیسے غداروں کی باتوں میں آ کر ہتھیار نہ ڈال دیے تو میں آخری دم تک اس کا ساتھ دوں گا۔ ابھی تک سلطان کے جن وفادار ساتھیوں سے میری ملاقات ہوئی ہے ان سب کی یہی رائے ہے کہ ہم شہزادہ فتح حیدر کے پاس پہنچ جائیں اب سرنگا پٹم کو تباہی سے بچانا ہمارے

Pdf by Road Sign
www.urdufunpk.com

بس کی بات نہیں۔ شہر میں انگریزوں کی وحشت اور بربریت کے جو بھیانک مناظر دیکھنے میں آئے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں آج سرنگا پٹم میں کسی عورت کی عصمت محفوظ نہیں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے پانچ انگریز قتل کیے ہیں ایک گلی میں چند انگریزوں نے چار لڑکیوں کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور حیدر آباد کے سپاہی منت وزاری سے انہیں چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔ میرے ساتھیوں نے اچانک حملہ کیا اور آن کی آن میں دس بارہ انگریزوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حیدر آباد کے اکثر سپاہی غیر جانبدار رہے لیکن چند ایسے بھی تھے جنہوں نے لڑائی میں ہمارا ساتھ دیا۔''

انور علی نے پوچھا ''آپ نے شاہی محل کے حالات معلوم کیے ہیں؟''

''نہیں' اس طرف کے تمام راستے بند ہیں۔ میں صرف اتنا معلوم کر سکا ہوں کہ آٹھ بجے تک محل کے دروازے پر شدید لڑائی ہو رہی تھی اور

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

فرانسیسی دستہ محل کے محافظوں کے ساتھ تھا۔اس کے بعد یک لخت فائرنگ بند ہوگئی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قلعے کا کماندار میر ندیم بھی دشمن کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ان حالات میں اگر لڑائی جاری رہتی تو بھی انگریزوں کو محل پر قبضہ کرنے میں زیادہ دیر نہ لگتی۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ زخمی ہیں اور میرا ساتھ نہیں دے سکتے دشمن شاہی محل سے فارغ ہوتے ہی ایک نئی شدت کے ساتھ لوٹ مار اور قتل و غارت شروع کریں گے اور آپ کا مکان انتہائی غیر محفوظ ہوگا۔کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ کو کسی ایسے دوست کے گھر پہنچا دیا جائے جس کا گھر نسبتاً محفوظ ہو؟''

انور علی نے جواب دیا ''آج میرے لیے سرنگا پٹم کے تمام گھر یکساں غیر محفوظ ہیں۔ مجھے اس وقت کوئی پریشانی ہے تو اپنی بیوی کے متعلق ہے اگر آپ انہیں شہزادہ فتح حیدر کے پاس پہنچا سکیں تو یہ مجھ پر بڑا احسان ہوگا۔'' جہاں خان نے کہا ''اگر یہ فوراً چلنے کو تیار ہو جائیں تو میں انہیں شہزادہ کے پاس پہنچانے کا ذمہ لے سکتا ہوں۔لیکن چند گھنٹے بعد یہ کام بہت مشکل ہوگا۔''

منیرہ نے سراپا احتجاج بن کر کہا ''نہیں نہیں میں آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔'' انور نے کہا ''منیرہ تمہارا میرے ساتھ رہنا ٹھیک نہیں، اگر میں گرفتار ہو گیا تو انگریز زیادہ سے زیادہ مجھے اس وقت تک قید میں رکھیں گے جب تک میسور کے کسی لشکر کی طرف سے مزاحمت کا خدشہ باقی رہے گا۔ لیکن ان درندوں کے ہاتھوں سرنگا پٹم کی کسی عورت کی عزت محفوظ نہیں اور اگر انہیں یہ پتہ چل گیا کہ تم فرانسیسی قوم سے تعلق رکھتی ہو تو تمہارا انجام شاید میری قوم کی بہو بیٹیوں سے زیادہ المناک ہو گا۔''

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

منیرہ نے کہا ''اب میں فرانسیسی نہیں بلکہ میسور کی بہو بیٹیوں میں سے ایک ہوں۔'' جہاں خان نے کہا ''میری بہن سرنگا پٹم کے لیے یہ تین چار دن بہت خطرناک ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ قوم فتح کے نشے میں کیا کیا کرتی ہے۔'' منیرہ نے کہا ''مجھے معلوم ہے لیکن میری عزت، میری زندگی اور موت میرے شوہر کے ساتھ ہے۔ میں انہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔'' انور علی نے کہا ''منیرہ! آئندہ ایک دو دن سرنگا پٹم پر فاتح لشکر کی حکومت ہو گی اور

انسانیت کو سر چھپانے کے لیے جگہ نہیں ملے گی۔ جب یہ طوفان گزر جائے گا تو میں تم سے آملوں گا۔ میں منور اور کریم خان کو تمہارے ساتھ بھیج دیتا ہوں۔ اگر ملک جہاں خان تمہارے لیے گاؤں پہنچانے کا انتظام کر دیں گے اور مجھے یقین ہے کہ حالات سازگار ہونے تک ثمینہ اور اس کی والدہ تمہیں اپنے گھر میں پناہ دے سکیں گی۔"

Pdf by Road Sign
www.roshfunpk.com

منیرہ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اس وقت آپ کو میری ضرورت ہے۔" اور ان الفاظ کے ساتھ منیرہ کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ جہاں خان نے کہا انور علی میری بہن درست کہتی ہے۔ آپ کو ان کے متعلق فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ انگریز شراب کے نشے میں ایک فرانسیسی لڑکی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کریں گے۔ ہمارا ٹیپو شہید ہو چکا ہے۔ ہم اپنی تلوار اور ڈھال سے محروم ہو چکے ہیں لیکن

فرانس کا نپولین ابھی تک زندہ ہے۔ میں آپ سے اجازت لیتا ہوں۔" جہاں خان دروازے کی طرف بڑھا لیکن انور علی نے کہا۔ "ٹھہریے میں آپ سے ایک اور درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہیے۔" جہاں خان نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "مراد علی ابھی تک افغانستان کی مہم سے واپس نہیں آیا۔ اگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا تو اسے ایک دو ہفتوں میں یہاں پہنچ جانا چاہیے۔ اگر وہ نہیں آپ سے ملے تو اسے موجودہ حالات میں سرنگا پٹم آنے سے منع کیجیے۔ اسے میری طرف سے کہیے کہ اکبر خان کے گھر میں تمہارا انتظار ہو رہا ہے۔ پچھلے دنوں ان کی طرف سے ایک ایلچی تمہارا حال معلوم کرنے آیا تھا۔ اگر آپ کو گھوڑے کی ضرورت ہو تو میرے اصطبل سے لے جائیے۔" "نہیں اس وقت گھوڑے پر سوار ہو کر سرنگا پٹم سے نکلنا بہت مشکل ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

''اچھا خدا حافظ!'' انور علی نے بستر پر لیٹے لیٹے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ جہاں خان نے اس کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد منیرہ کو سلام کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ انور علی نے منیرہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ''منیرہ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔''

''کس بات پر؟''

''تم نے میرا کہا نہیں مانا۔ میں نے دل پر پتھر رکھ کر تمہیں یہاں سے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ اگر تم میرا مشورہ مان لیتیں تو ممکن تھا کہ میں تمہیں رخصت کرنے کے چند ثانیے بعد دیوانگی کی حالت میں باہر نکل آتا اور چلا چلا کر یہ کہتا۔ ''منیرہ منیرہ! واپس آ جاؤ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔''

Pdf by Road Sign

منیرہ تشکر کے آنسوؤں کے ساتھ اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ انور علی نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں بہت تھک گیا ہوں۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ تم دروازہ بند کر دو اور روشنی بجھا دو۔ اگر باہر سے کوئی آہٹ سنائی دے تو مجھے جگا دینا۔ مجھے حبس محسوس ہو رہی ہے ایک کھڑکی کھول دو۔ لیکن جب تمہیں نیند آنے لگے تو اسے بند کر دینا۔

غروب آفتاب سے کوئی تین گھنٹے بعد سرنگا پٹم کے شہر، قلعے اور محل پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو چکا تھا اور میر عالم کی قیادت میں دکن کی فوج کے چند دستے بھی شہر میں داخل ہو چکے تھے۔ شہر کی چار دیواری کے اندر میسور کے بارہ ہزار سورماؤں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں لیکن ابھی تک ایسٹ انڈیا کمپنی اور میر نظام علی کے سپاہیوں کے لیے یہ فتح نامکمل تھی۔ وہ سلطان کی لاش میں کونہ کونہ چھان چکے تھے۔ غداروں کی نشان دہی پر سلطان کے وفادار افسروں کے گھروں کی تلاشی ہو رہی تھی۔ کمسن شہزادوں کو دھمکایا جا رہا تھا۔ خواتین اور بچوں کے سینوں پر سنگین رکھ کر یہ پوچھا جا رہا تھا کہ سلطان کہاں ہے؟

سرنگا پٹم کے بیشتر سپاہی سلطان کی شہادت کے وقت مختلف محاذوں پر لڑ رہے تھے اور وہ انگریزوں کو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے تھے لیکن جن سپاہیوں نے اپنی آنکھوں اپنے محبوب حکمران کو گرتے دیکھا تھا انہیں بھی کوئی خوف یا لالچ سلطان کی شہادت کے متعلق کچھ بتانے پر آمادہ نہ کر سکا۔ ان میں سے بعض سلطان کو زندہ سمجھ کر اسے لاشوں کے انبار سے نکالنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کر رہے تھے اور جنہیں سلطان کی موت کا یقین ہو چکا

Pdf by: Road Sign
www.magfunpk.com

تھا انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ دشمن کے ناپاک ہاتھ سلطان کی لاش تک پہنچ سکیں۔

''سلطان شہید ہو چکا ہے لیکن اس کے وفادار ساتھیوں نے اس کی لاش گم کر دی ہیں۔۔۔۔ سلطان شہید نہیں ہوا۔۔۔۔ سلطان زخمی ہونے کے بعد کہیں روپوش ہو گیا تھا۔۔۔۔ سلطان حملے سے پہلے سرنگاپٹم سے جا چکا تھا۔۔۔ سلطان شہزادہ فتح حیدر کے پاس پہنچ چکا ہے۔۔۔ سلطان سراپا چتل ڈرگ کو اپنا مستقر بنا کر لڑائی جاری رکھے گا۔۔۔ اس قسم کی افواہیں صرف انگریزوں اور میر نظام علی کی فوج کے افسروں کے لیے ہی نہیں بلکہ ان غداروں کے لیے بھی انتہائی پریشان کن تھیں جو میسور کی آزادی کے عوض اپنے آقاؤں سے بڑی بڑی جاگیروں کے وعدے لے چکے تھے۔ میر صادق اور معین الدین کا انجام دیکھنے کے بعد انہیں اپنے انجام کے متعلق کوئی خوش فہمی نہ تھی۔ آدھی رات کے قریب محل کے سامنے میر قمر الدین پورنیا ار بدالزمان چند انگریز افسروں کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ چند سپاہی مشعلیں لیے ان کے گرد کھڑے تھے۔ میر ندیم بھاگتا ہوا ان کے قریب پہنچا اور بلند آواز میں چلایا۔

Pdfby Road Sign

"مجھے ابھی سلطان کے متعلق اطلاع ملی ہے اس کی لاش شمالی دروازے کے سامنے دوسری لاشوں کے انبار میں دبی ہوئی ملی ہے۔ چلیے میں آپ کو وہاں لے چلتا ہوں۔" وہ کسی توقف کے بغیر اس کے ساتھ چل دیے۔ تھوڑی دیر بعد وہ لاشوں کے انبار کے گرد کھڑے تھے۔ انگریز افسر کے حکم سے تمام لاشیں ایک ایک کر کے علیحدہ کی جانے لگیں۔ چند لاشیں ہٹانے کے بعد ایک انگریز سپاہی نے ایک لاش کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹنے کی کوشش کی تو اسے اپنے ہاتھ میں کسی سخت چیز کی چبھن محسوس ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی لاش کے سر سے پگڑی اتر گئی اور اس کے لمبے لمبے سیاہ بال بکھر گئے۔ انگریز سپاہی نے انگریزی میں کچھ کہہ کر اپنے افسروں کو اس طرف متوجہ کیا۔ انہوں نے مشعلیں اوپر کر کے دیکھا تو یہ ایک عورت تھی جس کی باہوں میں سونے کے کنگن چمک رہے تھے۔ اس کے بعد ایک اور عورت کی لاش برآمد ہوئی جس کا جسم گولیوں سے چھلنی تھا۔ پورنیا نے ایک سپاہی کے ہاتھ سے مشعل لے کر غور سے اس کا چہرہ اور چند ثانیے بے حس حرکت کھڑا رہا۔

Pdf by Road Sign
www.magfundle.com

"آپ اسے پہچانتے ہیں؟" ایک انگریز افسر نے سوال کیا۔ "ہاں یہ ایک یتیم ہندو لڑکی ہے جسے سلطان نے اپنی بیٹی بنالیا تھا۔ اس کا باپ گزشتہ جنگ میں مارا گیا تھا۔"

"اور دوسری عورت کون ہے؟"

"اس کے متعلق مجھے معلوم نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔" تھوڑی دیر بعد باقی تمام لاشیں ہٹائی جا چکی تھیں اور یہ سب لوگ سکتے کے عالم میں شیرِ میسور کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سلطان ٹیپو کا لباس خون سے تر تھا لیکن اس کے چہرے پر رعب و جلال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ ٹوٹی ہوئی تلوار کا قبضہ ابھی بھی اس کے ہاتھوں میں تھا۔ اس کا لباس فوج کے افسروں سے مختلف نہ تھا۔ وہ دستار جو اسے دوسروں سے ممیز کرتی تھی چند قدم کے فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔ بدالزمان نے آگے بڑھ کر دستار اٹھالی۔ ایک افسر نے پوچھا۔ "یہ سلطان ٹیپو ہے؟" میر قمر الدین نے گھٹی ہوئی

Pdf by Read Sign
www.magiapk.com

آواز میں جواب دیا۔ جی ہاں۔ آپ کو فتح مبارک ہو!"

انگریز سپاہی چلایا۔ "یہ زندہ ہے!" ۔۔۔۔۔ اور چند آدمیوں نے اپنی بندوقیں سیدھی کر لیں۔ انگریز افسر جھجکتا ہوا آگے بڑھا اور سلطان کی نبض ٹٹولنے کے بعد اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ مر چکا ہے۔" بدالزمان نے سلطان کی دستار کو اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ "اس کے قاتل آپ نہیں ہم ہیں۔ ہم نے اسے قتل کیا ہے اور ہماری نسلیں اس کی قبر پر پھول چڑھایا کریں گی۔"

"ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔" انگریز یہ کہہ کر میر قمر الدین کی طرف متوجہ ہوا۔ "آپ انہیں پالکی میں ڈال کر محل پہنچانے کا انتظام کریں۔ میں جنرل ہیرس کو اطلاع دیتا ہوں۔" تھوڑی دیر بعد قلعے کے ہر گوشے سے فتح کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ پھر انگریز سپاہی اچھلتے کودتے' چیختے چلاتے قلعے سے نکلے اور لوگوں کے گھروں کا رخ کرنے لگے وہ جو شہر کے مختلف حصوں میں سلطان کو تلاش کر رہے تھے' ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور لوٹ مار قتل و

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

غارت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ کارکنان قضاو قدر نے اس قوم کی ہزاروں بیٹیوں کی چیخ و پکار کی طرف سے کان بند کر لیے تھے جس کی چند ماؤں نے میر صادق جیسے غداروں کو دودھ پلایا تھا۔ سرنگا پٹم کا کوئی گھر وحشت اور بربریت کے اس طوفان سے محفوظ نہ تھا۔ یہاں تک کہ وہ غدار بھی جنہوں نے میر صادق' پورنیا' قمر الدین اور معین الدین جیسے بے ضمیر انسانوں کا ساتھ دیا تھا اب یہ محسوس کر رہے تھے کہ انہوں نے صرف قوم کی آزادی اور قوم کے شہیدوں کی قیمت ہی وصول نہیں کی بلکہ بیٹیوں بہو کی عزت کا سودا بھی کر چکے ہیں۔ میر صادق اور میر معین الدین اپنی غداری کا صلہ وصول کرنے سے پہلے ہی قتل ہو چکے تھے لیکن ان کی ارواح انہی درندوں کے ہاتھوں اپنے گھروں کی بربادی کا تماشا دیکھ رہی تھی جن کے لیے انہوں نے سرنگا پٹم کا راستہ صاف کیا تھا۔ ان کی بہو بیٹیوں کے لباس نوچے جا رہے تھے اور شراب سے بدمست انگریز ان کی چیخوں کے جواب میں قہقہے لگا رہے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

"میں میر صادق کی بیوی ہوں۔ میں میر صادق کی بہن ہوں۔ میں میر صادق کی بیٹی ہوں۔۔۔ یہ میر معین الدین کا گھر ہے۔ وہ لارڈ ولزلی کے دوست تھے۔ جنرل ہیرس انہیں جانتا ہے۔ انہیں لوگوں نے انگریزوں کا دوست ہونے کے جرم میں قتل کر دیا ہے۔ تم دوسرے کمرے میں ان کی لاش دیکھ سکتے ہو۔ تمہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کے دوست اور اپنی قوم کے محسن کی بہو بیٹیوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔ میں میر معین الدین کا بیٹا ہوں۔ یہ میری بیوی ہے۔ یہ میری بہنیں ہیں۔ ہمیں جنرل ہیرس کے پاس لے چلو۔۔۔"

انگریزوں کے پاس مہیب قہقہوں کے سوا ان التجاؤں کا کوئی جواب نہ تھا۔ جو لوگ سلطان کی موت کے بعد جنگ کے نتائج کے متعلق مایوس ہو کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے تھے وہ اب گھروں کی حفاظت کے لیے لڑ رہے تھے اور سرنگا پٹم کی گلیوں اور بازاروں میں خون کی ایک نئی تہہ جمی جا رہی تھی۔

انور علی بندوقوں کے لگاتار دھماکوں اور عورتوں کی چیخ و پکار سن کر گہری نیند سے بیدار ہوا تو صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ منیرہ ایک بندوق اٹھائے نیم وا دروازے کے سامنے کھڑی صحن کی طرف جھانک رہی تھی۔ انور علی نے اٹھ کر دوسری بندوق پکڑتے ہوئے پوچھا! ''کیا ہوا منیرہ؟''

''ہمارے مکان کے آس پاس چاروں طرف لوٹ مار شروع ہو چکی ہے۔'' انور علی جلدی سے دریچے کی طرف بڑھا تو اسے اپنے زخموں میں ٹیسیں محسوس ہونے لگیں۔ اس نے منیرہ کو ایک طرف ہٹا کر دریچے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا ''تم نے مجھے کیوں نہ جگایا؟''

''آپ گہری نیند سو رہے تھے اور آپ کو آرام کی ضرورت تھی۔ میں نے سوچا اگر کوئی اس طرف آیا تو آپ کو جگا دوں گی۔'' انور علی نے دریچے کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں اس طرح دریچے کے سامنے کھڑا نہیں ہونا چاہیے تھا اور تمہیں بندوق چلانے کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر تم ضرورت کے وقت صرف خالی بندوقیں بھر بھر کر مجھے دیتی رہو تو یہ کافی ہوگا۔''

منیرہ نے باقی تمام اسلحہ اٹھا کر دریچے کے سامنے رکھ دیا اور انور علی کے قریب بیٹھ گئی۔ اسے خوف اور اضطراب کا ایک ایک لمحہ مہینوں سے طویل معلوم ہوتا تھا۔ چند منٹ بعد ڈیوڑھی کی طرف شور سنائی دیا اور انور علی ذرا گردن اونچی کر کے باہر جھانکنے لگا۔ منور خان بھاگتا ہوا صحن میں داخل ہوا اور اس نے برآمدے کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا۔ "بھائی جان! بھائی جان! پڑوس کے مکان میں آگ لگا کر اس طرف آ گئے ہیں اور ہماری ڈیوڑھی کا دروازہ توڑ رہے ہیں۔" انور علی نے دریچے سے باہر سر نکالتے ہوئے کہا۔ "منور! کریم خان سے کہو دروازہ کھول دے اور اپنی بندوق ان کے سامنے پھینک دے۔"

منور خان نے بدحواس ہو کر کہا۔ "جناب اگر ڈیوڑھی کا دروازہ کھول دیا گیا تو وہ فوراً اندر آ جائیں گے۔"

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

”تم ڈیوڑھی کا دروازہ بند کر کے بھی انہیں اندر آنے سے نہیں روک سکتے۔“

منور خان نے آگے بڑھ کر کمرے کے دروازے کو دھکا دیتے ہوئے کہا۔ ”بھائی جان خدا کے لیے مجھے اندر آنے دیجیے میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ میں بندوق چلا سکتا ہوں۔“ انور علی مضطرب ہو کر آگے بڑھا اور دروازے کی کنڈی کھولنے کے بعد منور خان کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔ ”تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ تم اپنی کوٹھری میں چھپے رہو۔ جو لوگ میری تلاش میں آئے ہیں وہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ یہاں تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم بلاوجہ مارے جاؤ۔ اگر انہوں نے ہمیں کسی انسانی سلوک کا حقدار سمجھا تو میرے نوکروں کو کوئی خطرہ نہیں اور اگر ہمیں اپنی عزت بچانے کے لیے جان کی بازی لگانی پڑی تو بھی تم لوگ ہم سے دور رہ کر اپنی جانیں بچا سکو گے۔ ہمیں مرنے کے لیے اپنے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب باتوں کا وقت نہیں جاؤ ڈیوڑھی کا دروازہ کھلوا دو۔ اگر وہ پوچھیں تو انہیں یہ بتا دو کہ اس گھر میں

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

ایک زخمی اور ایک عورت کے سوا کوئی نہیں ہے۔"

منور خان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن انور علی نے اسے باہر صحن کی طرف دھکیل کر جلدی سے دروازہ بند کرلیا۔ خادمہ ہانپتی ہوئی دریچے کے سامنے نمودار ہوئی اور انور علی اسے دیکھتے ہی چلایا۔ "چچی آپ یا تو اپنی کوٹھری میں چھپی رہیں ورنہ چھت کے اوپر چلی جائیں اور جب تک ہم آواز نہ دیں اس طرف آنے کی کوشش نہ کریں۔" خادمہ ایک ثانیہ پریشانی اور اضطراب کی حالت میں کھڑی رہی اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی زینے کی طرف چلی گئی۔ انور علی دریچے کے سامنے بیٹھ گیا۔ ڈیوڑھی کی طرف آدمیوں کا شور بتدریج بڑھ رہا تھا۔ منیرہ دم بخود ہو کر اپنے شوہر کے چہرے کا اتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ کے زخم تکلیف تو نہیں دیتے؟"

Pdf by Road Sign
www.novelspk.com

"نہیں میرا سر کچھ بوجھل ہے۔ ابھی اٹھ کر دروازہ کھولتے وقت مجھے چکر آ گیا تھا۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ منیرہ تمہیں ڈر تو نہیں لگتا؟"

"نہیں آپ کی موجودگی میں مجھے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا۔" انور علی نے کہا۔ "منیرہ میرا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مجھے اگر کوئی خوف ہے تو وہ یہ ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔ وہ آ رہے ہیں۔۔۔ منیرہ وہ آ رہے ہیں!" منیرہ نے نیم وا دریچے سے باہر دیکھا تو مسلح انگریزوں کی ایک ٹولی صحن کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ انور علی نے اسے اپنے ہاتھ سے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "منیرہ اپنا سر نیچے رکھو!" پندرہ بیس مسلح انگریز صحن کے دروازے کے آگے رکے۔ پھر دو آدمی اپنے بندوق سیدھی کیے آگے بڑھے۔ انور علی نے اپنی بندوق کی نالی ذرا باہر نکالتے ہوئے بلند آواز سے انگریزی زبان میں کہا۔

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

"ٹھہرو!" وہ رک گئے۔ ایک سپاہی نے کہا۔ "ہم تمہارے مکان کی تلاشی لینا چاہتے ہیں تمہیں ہتھیار پھینک کر باہر آنے کے لیے ایک منٹ دیا جاتا ہے۔ ایک منٹ کے بعد ہم فائرنگ شروع کر دیں گے۔ پھر تم کسی رعایت کے مستحق نہیں سمجھے جاؤ گے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم زخمی ہو۔" انور علی نے کہا۔ "میں تمہارے کسی ذمہ دار افسر کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

"ہمارے افسر آج بہت مصروف ہیں اور شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ہم باغیوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم انسانیت کے بدترین دشمن ہو۔ لیکن اگر تم میرا گھر لوٹنا چاہتے ہو تو میں مزاحمت نہیں کروں گا۔ تمہیں مجھے صرف یہ اطمینان دلانا پڑے گا کہ اگر میں ہتھیار ڈال دوں تو میرے ساتھ ایک جنگی قیدی کا سلوک کیا جائے گا اور یہ اطمینان مجھے اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ

تمہاری فوج کا کوئی با اختیار افسر یہاں موجود ہو۔ میں تمہارے ساتھ یہ وعدہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ جب مجھے یہ اطمینان ہو جائے گا کہ تم میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کرو گے تو اس گھر کی کوئی چیز تم سے چھپانے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔'' پیچھے کھڑے ہونے والے انگریزوں کی ٹولی سے کسی نے آواز دی۔ ''ہمیں ایسے بیوقوفوں کے ساتھ باتیں کرنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اب ایک منٹ ختم ہو چکا ہے۔''

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

دونوں سپاہی جو انور علی سے باتیں کر رہے تھے واپس مڑ کر اپنے ساتھیوں سے جا ملے پھر وہ ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ انور علی نے کہا۔ ''منیرہ مجھے تمہارے متعلق یہ اطمینان ہوتا کہ وہ تمہارے ساتھ بدسلوکی نہیں کریں گے تو میں ہتھیار پھینک کر باہر نکل جاتا۔ لیکن یہ تمام سپاہی ہیں اور شراب سے بدمست ہیں۔ مجھے ان سے کسی انسانی سلوک کی توقع نہیں۔''

"منیرہ منیرہ! فرش پر لیٹ جاؤ اور اوپر سر اٹھانے کی کوشش نہ کرو!" انور علی کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ صحن میں بندوقوں کے دھماکے سنائی دینے لگے اور کئی گولیاں بند دروازے اور نیم وا دریچے کے پٹ چیرتی ہوئی عقبی دیوار سے جا ٹکرائیں۔ انور علی نے یکے بعد دیگرے دو فائر کیے اور دو آدمی گولی کھا کر گر پڑے باقی افراتفری کی حالت میں پسپا ہونے لگے انور علی نے آن کی آن میں دو اور آدمیوں کو گولی کا نشانہ بنانے کے بعد دونوں طمنچے اٹھا لیے لیکن اتنی دیر میں صحن خالی ہو چکا تھا۔ چند انگریز اندرونی صحن سے نکل کر باہر کے احاطے میں پہنچ چکے تھے اور باقی مکان کی دائیں طرف آم کے دو درختوں کے پیچھے غائب ہو چکے تھے۔

پانچ منٹ تک کمرے میں مکمل سکوت طاری رہا اور اس عرصے میں انور علی اور منیرہ خالی بندوقیں بھر چکے تھے۔ پھر صحن کی دیوار کے اوپر سے گولیاں آنے لگیں اور انور علی کو کچھ دیر دریچے کے سامنے سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ منیرہ نے گھٹی ہوئے آواز میں کہا۔ ''آپ ٹھیک ہیں نا؟''

''میں ٹھیک ہوں تم اپنا سر نیچے رکھو!'' فائرنگ اچانک بند ہوگئی۔ انور علی نے ذرا گردن اٹھا کر باہر جھانکا تو اسے سامنے صحن کی دیوار کے عقب سے چند انگریزوں کی ٹوپیاں دکھائی دیں۔ وہ دونوں ہاتھوں میں طمنچے لیے دریچے سے ذرا بائیں طرف ہٹ کر کھڑا ہوگیا اور ایک طرف جھک کر باہر جھانکنے لگا اب ان آدمیوں کو اپنے طمنچوں کا نشانہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے صحن کی بائیں طرف کے درختوں میں کوئی آہٹ محسوس ہوئی اور وہ دم بخود ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگا درخت کی ایک شاخ جس کا کچھ حصہ وہ دریچے سے دیکھ سکتا تھا ہل رہی تھی۔ اس نے گردن ذرا آگے کی تو اسے پتوں کی آڑ میں

ایک شاخ پر کوئی آدمی دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ ہی فضا میں بندوق کا دھماکا سنائی دیا۔ گولی اس کے کندھے پر لگی۔ وہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھ کر لڑکھڑاتا ہوا ایک طرف ہٹا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ منیرہ کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ اسے سہارا دینے کے لیے اٹھ کر آگے بڑھی۔ وہ چلایا۔

"منیرہ لیٹ جاؤ۔ منیرہ!" بندوق کا ایک اور دھماکہ سنائی دیا اور منیرہ اس کے قدموں میں گر پڑی۔ انور علی کے ہاتھوں سے طمنچے گر پڑے اور وہ "منیرہ منیرہ!" کہتے ہوئے اس کا سر اپنی گود میں لے کر بیٹھ گیا لیکن منیرہ کے پاس اس کی التجاؤں کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا اور وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اپنی امیدوں، آرزوؤں، آنسوؤں اور مسکراہٹوں کی دنیا کو الوداع کہہ رہا تھا۔"

منیرہ منیرہ! میری منیرہ میری جبین!!" انور علی نے اسے اپنے سینے کے ساتھ بھینچتے ہوئے کہا۔ "تم نے وعدہ کیا تھا کہ زندگی اور موت میں ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔" اس نے منیرہ کو فرش پر لٹا دیا اور طمنچے اٹھ کر دریچے کی طرف بڑھا۔ اسے اپنے زخموں کا احساس نہ تھا۔ اسے دیوار

Pdf by Road Sign
www.magfun.pk.com

کی طرف سے دشمن کی گولیوں کی پرواہ نہ تھی۔ وہ زندگی اور موت سے بے نیاز دریچے سے باہر سر نکالے درخت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آن کی آن میں اس نے یکے بعد دیگرے فائر کیے اور دو لاشیں زمین پر آ گریں۔ اس کے ساتھ ہی دیوار کی طرف سے بیک وقت چند گولیاں آئیں اور انور علی اپنے بازو اور پسلیوں پر زخم کھانے کے بعد گر پڑا۔ پھر اس نے دائیں ہاتھ سے ایک بندوق پکڑ لی اور رہی سہی قوت بروئے کار لاتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا بایاں بازو جواب دے چکا تھا۔ بیرونی احاطے میں گھوڑوں کی ٹاپ اور اس کے ساتھ ہی بگل کی آواز سنائی دی اور فائرنگ بند ہو گئی۔ انور علی ایک ہاتھ سے بندوق کا سرا دریچے میں رکھ کر باہر جھانکنے لگا۔ کچھ دیر اسے باہر جمع ہونے والے آدمیوں کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ پھر صحن کے دروازے کی طرف سے کسی نے بلند آواز میں کہا۔

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

”انور علی! مراد علی! میں ہاشم بیگ ہوں۔ فائرنگ بند کر دو۔ کرنل ولزلی نے تمہاری جان بچانے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ میرے ساتھ ہیں۔ میں اندر آ رہا ہوں۔ میں ہاشم بیگ ہوں۔“ چند ثانیے توقف کے بعد ہاشم بیگ صحن میں داخل ہوا اور انور علی کوئی جواب دینے کی بجائے بندوق پھینک کر رینگتا ہوا ایک طرف بڑھ کر منیرہ کی لاش کے ساتھ لپٹ گیا۔ ہاشم بیگ نے دریچے سے اندر جھانکنے کے بعد کمرے کے دروازے کو دھکا دیا دروازہ بند پا کر دریچے کے راستے کمرے میں داخل ہوا۔ ”انور علی انور علی!“ اس نے جلدی سے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا۔ ”میں تمہارے لیے جان بخشی کا وعدہ لے کر آیا ہوں۔“

”تم بہت دیر سے آئے ہو ہاشم!“ انور علی نے اس کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے جواب دیا۔ ”اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔“ ہاشم

Pdf by Road Sign
www.mazaapk.com

بیگ نے اسے لٹاتے ہوئے کہا میں ابھی انگریزی ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔'' انور علی نے کہا۔ ''نہیں میں کسی انگریز کو اپنے زخموں پر ہاتھ رکھنے کی اجازت نہیں دوں گا ہاشم بیگ میں تمہیں فتح کی مبارک باد دیتا ہوں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ انگریز حیدرآباد کے سپاہیوں کو سرنگا پٹم کے مال غنیمت سے کوئی حصہ نہیں دیں گے۔ تاہم میں تمہیں مایوس نہیں ہونے دوں گا۔'' ہاشم بیگ ندامت پریشانی اور کرب کی حالت میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ انور علی کو سہارا دیتے وقت اس کے ہاتھ خون سے تر ہو چکے تھے۔ انور علی فرش پر رینگتا ہوا بستر کی طرف بڑھا۔ اس نے تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالا اور مخمل کی تھیلی نکال کر ہاشم بیگ کے پاؤں میں پھینک دی۔ ہاشم بیگ میرے دوست یہ تھیلی اٹھا لو۔ اس میں چند بیش قیمت ہیرے ہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ انعام جو میرے دادا نے سراج الدولہ کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ پیش کر کے حاصل کیا تھا کسی انگریز کے ہاتھ آ جائے۔''

Pdf by Road Sign
www.maghapk.com

ہاشم بیگ نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "نور علی تم مجھے اس سے زیادہ تلخ باتیں کہنے کا حق رکھتے ہو۔ حیدر آباد کی فوج کے سپاہی اس قتل وخون میں برابر کے حصہ دار ہیں اور حیدر آباد کے مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اس دن کی یاد میں قیامت تک آنسو بہائیں گی لیکن اس خون کے دھبے ان کے دامن سے نہیں دھل سکیں گے۔ اپنے متعلق میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اس لڑائی میں غیر حاضر رہنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن تنویر کی یہ خواہش تھی کہ میں فوج کے ساتھ ضرور جاؤں۔ اس کا خیال تھا کہ شاید میں خطرے کے وقت سرنگاپٹم کے کسی مسلمان کی جان بچا سکوں۔ یہاں بھی میں فوج کے ان چند افسروں کے ساتھ تھا جنہوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔ ہمیں میر عالم نے ناقابل اعتماد سمجھ کر اپنے پڑاؤ سے نکلنے کی اجازت نہیں دی ۔ ہمیں اس وقت شہر میں داخل ہونے کا موقع ملا جب جنگ ختم ہو چکی تھی۔ میں رات کے وقت تمہارا گھر تلاش نہ کر سکا۔ صبح یہاں پہنچا تو حملہ ہو چکا تھا

Pdf by Road Sign
www.roagsoupk.com

انگریز دیوار کی اوٹ سے گولیاں برسا رہے تھے۔ میں نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو انہوں نے بندوق میری طرف سیدھی کرلی۔ میں کسی افسر کی مدد لینے کے لیے نکلا تو اتفاق سے کرنل ولزلی اس طرف آرہا تھا۔" انور علی نے نقاہت سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ "میرے دوست اگر میری باتوں سے تمہیں تکلیف ہوئی ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں۔"

Pdf by Road Sign

ہاشم بیگ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "انور علی میں مراد کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"مراد یہاں نہیں ہے۔ وہ لڑائی سے پہلے افغانستان جا چکا تھا۔ اگر وہ ملے تو میں اس کی حفاظت آپ کو سونپتا ہوں۔ اگر آپ میرے نوکروں کی کوئی مدد کر سکیں تو یہ ایک احسان ہوگا۔ یہ میری بیوی ہے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کی لاش پر کسی انگریز کی نگاہ پڑے۔ اگر ہو سکے تو ہمیں اسی مکان

www.magfunpk.com

کے کسی گوشے میں دفن کر دیجیے۔" انور علی کے چہرے پر موت کی زردی چھا رہی تھی۔ کمرے سے بھاری بوٹوں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے نحیف آواز میں کہا۔ "ہاشم یہ تھیلی چھپا لو۔ اب یہ مراد کی امانت ہے۔ اگر وہ تمہیں نہ ملے تو اسے شہباز کی چھوٹی بہن تک پہنچا دینا۔ مجھے یقین ہے کہ مراد کسی دن ان کے ہاں ضرور جائے گا۔"

Pdf by Road Sign
www.madfunpk.com

ہاشم بیگ نے تھیلی اٹھا کر جیب میں ڈال لی۔ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہاشم بیگ نے اٹھ کر بستر سے چادر اٹھائی اور منیرہ کی لاش پر پردہ ڈالنے کے بعد آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا کرنل ملزلی اندر داخل ہوا اور باقی سپاہی ہاشم کے اشارے پر رک گئے۔ کرنل ملزلی نے ایک ثانیے کے لیے انور علی کی طرف دیکھا اور پھر ہاشم بیگ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "اگر آپ اس گھر کا تمام اسلحہ جمع کرنے کا ذمہ لیتے ہیں تو میرے آدمی یہاں سے چلے جائیں گے۔"

ہاشم بیگ نے جواب دیا۔ ''میں اس کا ذمہ لیتا ہوں۔ لیکن آپ کو اسلحہ کی بجائے ان بھیڑیوں کو قابو میں رکھنے کی فکر کرنی چاہیے۔'' کرنل زلزلی نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔ ''ان بھیڑیوں کو قابو میں رکھنا اب میرے بس کی بات نہیں۔'' وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ انور علی آنکھیں بند کیے اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا تھا۔ ہاشم دوبارہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔ انور علی نے آنکھیں کھول کر پانی مانگا۔ ہاشم بیگ نے کمرے کے کونے میں پڑی ہوئی صراحی سے پانی کا ایک کٹورا بھرا اور اس کی گردن کو ہاتھ کا سہارا دے کر کٹورا اس کے منہ کو لگایا۔ پانی کا ایک گھونٹ پینے کے بعد انور علی نے ایک ہچکی لی اور اس کے منہ سے خون کے چند قطرے نکل کر پانی میں شامل ہو گئے۔ ہاشم نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ انور علی چند ثانیے بے حس و حرکت پڑا رہا۔

''انور علی! انور علی!'' ہاشم نے مضطرب ہو کر کہا۔ انور علی کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس کی روح سر نگا پٹم کے شہیدوں سے جا ملی۔

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

اگلے دن شام کے چار بجے کے قریب سرنگا پٹم کے قلعے سے سلطان شہید کا جنازہ نکلا۔ شہزادوں اور سلطنت کے عہدیداروں کے علاوہ گورا افواج کی چار کمپنیاں جنازے کے ساتھ تھیں سلطان کے جاں نثار جن میں سے اکثر زخمی تھے آگے بڑھ بڑھ کر جنازے کو کندھا دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ گزشتہ لوٹ مار اور قتل و غارت کے باعث اہل شہر میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا' گلیاں اور بازار سنسان نظر آتے تھے لیکن سلطان کی میت قلعے سے باہر نکلی تو سرنگا پٹم کے مرد و زن' بچے اور بوڑھے بلا امتیاز مذہب و ملت اپنی پناہ گاہوں سے نکل کر جنازے کے ساتھ شریک ہونے لگے۔ راستے کے گلی کوچوں میں لوگوں کا ہجوم بڑھتا گیا۔ ان کا خوف و ہراس دور ہو چکا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ بدنصیب لوگ اپنے حکمران کی لاش کو بھی اپنا محافظ خیال کرتے ہیں۔ سرنگا پٹم کے بیٹے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور سرنگا پٹم کی بیٹیاں اپنے سر کے بال نوچ رہی تھیں۔ جنازہ اٹھا تو ہوا بند تھی اور گرمی

Pdf by Road Sign
www.urdupk.com

کی شدت اور حبس کے باعث دم گھٹا جا رہا تھا۔ لوگ افق پر ایک خوفناک آندھی کے آثار دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر میں یہ تاریک آندھی سارے آسمان پر چھا گئی۔ جنازہ لال باغ میں پہنچا۔ شہر کے قاضی نے نماز جنازہ پڑھائی اور جب میت کو لحد میں اتارا جا رہا تھا تو فضا میں چاروں طرف بجلیوں کی مہیب کڑک سنائی دی۔ لوگوں پر لرزہ طاری ہو گیا۔ گورا فوج کو سلامی کا حکم دیا گیا لیکن ان کی بندوقوں کی آواز بادلوں کی خوفناک گرج میں دب کر رہ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پر جاہ و جلال کے اس پیکر مجسم کی روح کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ فضا کی تاریکی بڑھتی گئی اور بجلیوں اور چمک میں اضافہ ہوتا گیا۔ سرنگا پٹم کے درودیوار ہل رہے تھے۔ وہ غدار جو انگریزی سنگینوں کے پہرے میں جنازے کے ساتھ آئے تھے پیچھے جا رہے تھے سلطان کی تدفین سے فارغ ہونے کی دیر تھی کہ آسمان پھٹ پڑا اور آن کی آن میں سرنگا پٹم کی گلیاں اور بازار ندیاں اور نالے نظر آنے لگے۔ کچھ دیر بعد میسور

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

کی فوج کے چند افسر اور سپاہی دریائے کاویری کی طغیانی کا منظر دیکھ رہے تھے۔ایک بوڑھا افسر دھاڑیں مار مار کر کہہ رہا تھا ''میں نے ساری عمر مئی کے پہلے ہفتے میں دریائے کاویری میں ایسا سیلاب نہیں دیکھا۔میسور کے غدارو! کاش تم ایک دن اور صبر کر لیتے۔قدرت ہماری مدد کرنا چاہتی تھی لیکن تم نے اسے موقع نہ دیا۔آج اگر تم سرنگا پٹم کے تمام دروازے دشمن کے لیے کھول دیتے تو بھی ہم ایک گولی ضائع کیے بغیر اس کے عزائم خاک میں ملا سکتے تھے۔''

Pdf by Road Sign

www.magsonpk.com

پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ''میرے دوستو یہی دن تھا جس کا ہمارے سلطان کو انتظار تھا۔ہم کتنے بدقسمت ہیں آج جن بادلوں کو ہماری فتح کا مژدہ لے کر آنا تھا۔وہ ہمارے شکست خوردہ سپاہیوں کے آنسو دھو رہے ہیں۔''

ایک شام مراد علی کے ساتھ آٹھ سوار دریائے کابل کے کنارے مہمند قبیلے کے سردار کی بستی میں داخل ہوئے۔ آن کی آن میں بستی کے چند آدمی ان کے گرد جمع ہو گئے۔ مراد علی نے فارسی زبان میں کہا ”ہم اس گاؤں کے سردار سے ملنا چاہتے ہیں۔“ بستی کے لوگوں کے ہجوم سے ایک خوش وضع نوجوان آگے بڑھا اور اس نے کہا ”آیئے!“ مراد علی اور اس کے ساتھی گھوڑوں سے اتر پڑے اور نوجوان انہیں ساتھ لے کر ایک قلعہ نما مکان کی طرف چل دیا۔ راستے میں مراد علی نے پوچھا ”آپ اس گاؤں کے سردار ہیں؟“

”نہیں میں سردار کا پوتا ہوں۔ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟“ مراد علی نے جواب دیا ”ہم میسور کے رہنے والے ہیں لیکن اس وقت کابل سے آرہے ہیں۔“ نوجوان نے کہا ”یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے میں نے اس سے پہلے میسور کا کوئی باشندہ نہیں دیکھا تھا۔ اس راستے ہندوستان کے جو مسافر آتے جاتے ہیں وہ ہمیں سلطان ٹیپو کے متعلق بڑی دلچسپ باتیں سنایا کرتے ہیں۔ آپ کابل کیا لینے گئے تھے؟“

Pdf by Road Sign
www.magfun...com

"ہم آپ کے حکمران کی خدمت میں ایک ضروری پیغام لے کر آئے تھے۔"

"اب آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"اب ہم واپس جا رہے ہیں اور آج رات آپ کے مہمان ہیں۔" نوجوان نے جواب دیا ...... "آپ کی خدمت ہمارے لیے راحت کا باعث ہوگی۔" مکان کے احاطے سے باہر سردار کے آدمیوں نے ان کے گھوڑے پکڑ لیے اور نوجوان انہیں مہمان خانے میں لے گیا۔ مہمان خانے میں ایک وسیع کمرہ خوبصورت قالینوں سے آراستہ تھا۔ مراد علی اور اس کے ساتھی اپنے میزبان کے اشارے پر وہاں بیٹھ گئے نوجوان کا نام محمود خان تھا اور مراد علی کو اس سے چند سوال پوچھنے کے بعد معلوم ہوا کہ گاؤں کے سردار کا نام مکرم خان ہے اور محمود خان اس کا سب سے چھوٹا پوتا ہے۔ اس کا باپ دو

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Pdf by Road Sign

بڑے بھائی' ایک چچا اور اس کے تین بیٹے زمان شاہ کی فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ محمود خان' مراد علی کے ساتھ کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد سردار کو اطلاع دینے کے لیے مکان کے دوسرے حصے میں چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد محمود خان کے ساتھ ایک سفید ریش اور بلند قامت آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اپنے کندھوں پر ایک بھاری جبہ ڈالے ہوئے تھا۔ بڑھاپے کے باوجود وہ تندرست اور توانا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے السلام علیکم کہا اور مراد علی اور اس کے ساتھی وعلیکم السلام کہہ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ مکرم خان نے یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ مصافحہ کیا اور ان کے درمیان ایک گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

''آپ میسور کے رہنے والے ہیں؟'' اس نے قدرے توقف کے بعد سوال کیا۔ ''جی ہاں!''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

"آپ کابل سے ہو کر آ رہے ہیں؟"

"جی ہاں!"

"زمان شاہ سے ملے تھے؟"

Pdf by RoadSign

"جی ہاں" مراد علی نے جواب دیا "ہم ان کی خدمت میں سلطان ٹیپو کی طرف سے ایک ضروری پیغام لے کر آئے تھے۔" بوڑھے سردار نے غور سے مراد علی کی طرف دیکھا اور کہا "آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ آپ کو اپنی مہم میں کامیابی نہیں ہوئی۔" مراد علی اور اس کے ساتھی پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ مکرم خان مسکرایا "آپ کو میری باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے میسور کے حالات معلوم ہیں۔ اگر سلطان ٹیپو نے تم لوگوں کو کوئی ضروری پیغام دے کر زمان کے پاس بھیجا تھا تو میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ وہ پیغام کیا ہو سکتا ہے۔ میں لاہور کی طرف زمان شاہ کی پیش قدمی سے چند ماہ قبل کابل گیا تھا۔ میں وہاں ان کے وزیر وفادار خان کا مہمان تھا۔ میں سلطان ٹیپو کے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا اور جب میرے میزبان نے مجھے یہ بتایا کہ سلطان کے سفیر ایک عرصے سے کابل میں مقیم ہیں تو میں نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ وفادار خان نے اگلے دن انہیں کھانے پر بلایا۔ آپ کے سفیر میر حبیب اللہ اور ان کے ایک اور ساتھی میر رضا کے ساتھ میری پہلی ملاقات انتہائی دوستانہ تھی۔ وہ دیر تک

سلطان ٹیپو کی شخصیت اور اس کے مجاہدانہ کارناموں کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ پھر وفادار خان کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ وہ کس مقصد سے کابل تشریف لائے ہیں۔ اس کے بعد اگلے دن میں نے اعلیٰ حضرت زمان شاہ سے ملاقات کی۔ میں پانی پت کی جنگ میں احمد شاہ ابدالی کے ساتھ تھا اور اس کے بعد تیمور شاہ کے ساتھ پنجاب کے سکھوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لے چکا ہوں۔ زمان شاہ میری بہت عزت کرتے ہیں۔ میں نے ان پر زور دیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی امانت آپ پر فرض ہے۔ سلطان ٹیپو تنہا کئی برس سے انگریزوں کا مقابلہ کر رہا ہے اگر اسے شکست ہو گئی تو انگریز مرہٹوں کی نسبت کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت نے مجھے یقین دلایا کہ ہم ہندوستان پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ چند ماہ بعد اعلیٰ حضرت کی افواج لاہور کی طرف روانہ ہو چکی تھیں اور مجھے یقین تھا کہ اب عنقریب کسی میدان میں پانی پت کی تاریخ دہرائی جائے گی اور میسور اور افغانستان کے سپاہی متحد ہو کر چند ماہ کے اندر اندر ہندوستان کو انگریزوں کے وجود سے پاک کر دیں گے۔ لیکن مسلمانوں کی بدبختی تھی کہ افغانستان

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

کی اندرونی سازشوں اور بیرونی خطرات نے زمان شاہ کو لاہور سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دیا۔ جب وہ پشاور پہنچے تھے تو میں نے وہاں جا کر ان سے ملاقات کی تھی اور انہوں نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا تھا کہ افغانستان کے حالات ٹھیک ہوتے ہی دوبارہ دلی کا رخ کروں گا۔"

مراد علی نے کہا "ہمارے کابل پہنچنے سے پہلے دو دن قبل وہ ہرات کی طرف پیش قدمی کر چکے تھے اور ہم نے کابل سے چند کوس آگے جا کر ان سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے ہمیں یہ اطمینان دلایا تھا کہ وہ ہرات کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد ہی سلطان کو کوئی تسلی بخش جواب دے سکیں گے۔"

Pdf by Road Sign

www.mazaurdupk.com

مکرم خان نے کہا "میں آپ کو مایوس نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن اب افغانستان کے اپنے حالات بہت خراب ہو چکے ہیں۔ گزشتہ ہفتے میں نے یہ افواہ سنی تھی کہ باغیوں نے قندھار پر قبضہ کر لیا ہے اور آج صبح پشاور سے یہ خبر آئی ہے کہ شجاع الملک نے اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ مراد علی اور اس کے ساتھ رنج و کرب کی حالت میں کبھی بوڑھے سردار اور کبھی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد گاؤں کی مسجد سے مغرب کی آواز سنائی دی اور وہ سردار کے ساتھ باہر نکل آئے۔

رات کے وقت مکرم خان کے دستر خواں پر مہمانوں کے علاوہ بستی کے چند معززین بھی موجود تھے ۔ پر تکلف کھانا ایک افغان سردار کی روایتی مہمان نوازی کا آئینہ دار تھا۔ کھانے کے بعد مہمانوں کی خاطر داری کے لیے گاؤں کے ایک گویے کو بلایا گیا۔ گویے نے اپنے سردار کی فرمائش پر دلکش لے میں پشتو کا ایک گیت چھیڑا۔ مراد علی اور اس کے ساتھی پانی پت اور احمد شاہ ابدالی کے الفاظ کے سوا کچھ نہ سمجھ سکے ۔ لیکن بستی کے لوگوں پر رقت طاری ہو رہی تھی ۔ کچھ دیر بعد گویا خاموش ہو گیا تو سردار نے کہا ’’اب فارسی کی کوئی چیز سناؤ ہمارے مہمان پشتو نہیں جانتے ۔‘‘ پھر وہ مراد علی کی طرف متوجہ ہوئے ۔ ’’یہ احمد شاہ ابدالی اور پانی پت کی جنگ کے متعلق گا رہا تھا مجھے یہ راگ بہت پسند ہے ۔‘‘

مراد علی نے کہا ’’ہم اس کا راگ نہیں سمجھ سکے ۔ لیکن ہمارے لیے ایک افغان کے منہ سے پانی پت اور احمد شاہ ابدالی کے الفاظ سن لینا کافی ہے

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہوگا۔ پانی پت کے متعلق ہندوستان کے مسلمان بھی گایا کرتے ہیں۔'' مکرم خان نے کہا ''بیٹا جب پانی پت کی جنگ لڑی گئی تھی تو میری عمر پچیس سال تھی' اس وقت میں یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ کسی دن احمد شاہ ابدالی اس دنیا میں نہیں ہوگا۔ اور ہم اس کے متعلق صرف گیت سن کر اپنا جی بہلایا کریں گے۔ وہ عجیب زمانہ تھا مرہٹوں کی فوج حد نگاہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن ہم ایسا محسوس کرتے تھے کہ اگر ہندوستان کی تمام زمین ان سے بھر جائے تو بھی ہم ان کو شکست دے سکتے ہیں۔ آفتاب دوبارہ ہندوستان کے کسی میدان میں مسلمانوں کا وہ جاہ و جلال نہیں دیکھے گا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ابھی کل کی بات ہے۔ شاہ ولی خان' شاہ پسند خان' برخوردار خان' نصیر خان بلوچ' نجیب الدولہ' رحمت خان روہیلہ اور مغل سرداروں کی صورتیں اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔''

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

حاضرین کی نگاہیں اب گوپے سے ہٹ کر بوڑھے سردار کے چہرے پر مرکوز ہو چکی تھیں اور وہ پانی پت کی جنگ کے چشم دید حالات بیان کر رہا تھا۔ اس نے کہا ''آخری معرکے سے پہلے پانی پت کے میدان میں بڑی دلچسپ باتیں ہوا کرتی تھیں۔ ہماری فوج کے جوان گھوڑے دوڑاتے ہوئے مرہٹوں کے پڑاؤ کے قریب پہنچ جاتے اور مرہٹہ سورماؤں کو مقابلے کے لیے للکارتے۔ ایک جوان کسی مرہٹہ سردار کو موت کے گھاٹ اتار کر آتا تو اس کا انتقام لینے کے لیے ان کی طرف سے کوئی ہمارے پڑاؤ کے سامنے آ کھڑا ہوتا۔ میں نے ان مقابلوں میں تین مرہٹہ جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر شاہ ولی خان سے انعام حاصل کیا تھا۔ اس کی تلوار ابھی تک میرے پاس ہے۔''

مراد علی نے کہا ''آپ کے ساتھ ایک اور جوان بھی تھا جو کبھی افغان، کبھی بلوچ، کبھی مغل اور کبھی روہیلہ سپاہی کا لباس پہن کر مرہٹوں کو للکار

کرتا تھا؟" بوڑھے سردار نے چونک کر مراد علی کی طرف دیکھا "ہاں میں اس جوان کو کیسے بھول سکتا ہوں جس کے سر پر نصیر خان بلوچ نے اپنا پٹکا اتار کر رکھ دیا تھا۔ اس نے کئی اور سرداروں سے بھی انعامات حاصل کیے تھے۔ ہم لوگ اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے۔" مراد علی نے کہا "اس کا نام اکبر خان تھا؟"

"ہاں لیکن تم اسے کیسے جانتے ہو؟" مراد علی آبدیدہ ہو کر بولا "وہ میرے باپ کے دوست تھے۔" مکرم خان نے غور سے مراد علی طرف دیکھا اور کہا "تمہارے والد......!"

"وہ پانی پت کی جنگ میں شریک تھے اور ایک ہزار روہیلہ سپاہی ان کی کمان میں تھے جن میں سے اکثر اکبر خان کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔" مکرم خان کچھ دیر ایک سکتے کی سی حالت میں مراد علی طرف دیکھتا رہا۔ پھر دونوں ہاتھ مراد علی کے کندھوں پر رکھ کر بولا "تم .... معظم علی کے بیٹے ہو؟"

www.magfunpk.com
Pdf by Road Sign

''جی ہاں!'' اوران الفاظ کے ساتھ مراد علی کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ مکرم خان نے رندھی ہوئی آواز میں کہا ''تم بالکل وہی ہو۔ مجھے تمہیں دیکھتے ہی یہ محسوس ہوا تھا کہ ایسی صورت میں نے پہلے بھی شاید کہیں دیکھی ہے۔ تم اس مجاہد کے بیٹے ہو جسے احمد شاہ ابدالی نے اپنے کپڑے پہنائے تھے۔ میں ہمیشہ اسے اکبر خان کے ساتھ دیکھا کرتا تھا۔ میں نے دلی کی مسجد میں اس کی تقریر سنی تھی آج چالیس سال بعد میرے گھر اس مجاہد کا بیٹا آیا ہے جس کی صورت دیکھ کر ہمارا ایمان تازہ ہو جاتا تھا اور میں اسے پہچان نہ سکا۔''

بوڑھے سردار کی آواز بیٹھ گئی اور وہ اپنا منہ آستین میں چھپا کر سسکیاں لینے لگا۔ حاضرین مجلس پر رقت طاری ہو چکی تھی۔ کچھ دیر بعد مکرم خان نے اپنے آنسو پونچھے اور مراد علی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''تمہارا باپ زندہ ہے؟''

Pdf by Road Sign
www.magripk.com

''جی نہیں وہ میسور میں انگریزوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔''

''اور اکبر خان!''

''انہیں مرہٹوں نے شہید کر دیا تھا'' مکرم خان کے چند سوالات کے جواب میں مراد علی نے مختصراً اپنے اور اکبر خان کے خاندان کی سرگزشت بیان کر دی۔ جب روہیل کھنڈ سے اکبر خان کے قبیلے کی ہجرت کا ذکر آیا تو مکرم خان نے کہا ''روہیل کھنڈ سے جو لوگ ہجرت کر کے یہاں آئے تھے۔ ان کے چند خاندان یہاں سے شمال کی طرف چند کوس دور آباد ہیں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ ان میں کوئی اکبر خان کا عزیز بھی ہے یا نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان کے سرکردہ آدمیوں سے آپ کی ملاقات کا انتظام کر سکتا ہوں۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com Pdf by Road Sign

"نہیں، میں اب فوراً سرنگا پٹم واپس پہنچنا چاہتا ہوں۔ خدا معلوم وہاں کیا ہو رہا ہے۔" مکرم خان، مراد علی کے ساتھ دیر تک باتیں کرتا رہا۔ اب ان کی گفتگو کا موضوع انگریزوں، مرہٹوں اور میر نظام علی کے خلاف سلطان ٹیپو کی جنگیں تھیں۔ آدھی رات کے قریب یہ مجلس برخاست ہوئی۔ سردار اٹھ کر جانے لگا تو حاضرین احترام سے کھڑے ہو گئے۔ سردار نے کمرے سے نکلتے وقت مراد علی طرف دیکھا اور گلے لگاتے ہوئے کہا "میرے عزیز تم اس گھر میں مہمان نہیں ہو۔ میں تمہیں اپنا بیٹا سمجھتا ہوں۔ اب آرام کرو۔"

Pdf by Road Sign
www.magsnpk.com

اگلے دن مکرم خان بستی سے ایک میل دور جا کر مراد علی اور اس کے ساتھیوں کو الوداع کہہ رہا تھا۔ پشاور میں بغاوت کے باعث راستے کے مخدوش حالات کے پیش نظر مکرم خان کے قبیلے کے بیس مسلح آدمی ان کے ساتھ جا رہے تھے مراد علی کے ساتھ مصافحہ کرتے وقت بوڑھے سردار کی

آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو آ گئے اس نے کہا ''بیٹا میری زندگی میں شاید تم دوبارہ ادھر نہ آ سکو لیکن یہ یاد رکھو کہ میرے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا اگر میں نہ ہوا تو بھی میرے خاندان کے بچے اور جوان تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔''

Pdf by Road Sign

پھر وہ محمود خان کی طرف متوجہ ہوا ''بیٹا تم کو انہیں اٹک کے پار پہنچا کر واپس آنا ہے۔''

سلطان کی شہادت سے چھ دن بعد شہزادہ فتح حیدر نے جنرل ہیرس کے وعدوں اور قمر الدین پورنیا اور میر غلام علی کے مشوروں سے متاثر ہو کر ہتھیار پھینک دیے۔ میسور کے حریت پسندوں کی رگوں میں ابھی تک خون کے چند قطرے باقی تھے اور وہ آخری وقت تک شہزادہ فتح حیدر کو جنگ جاری رکھنے کا مشورہ دیتے رہے۔ ملک جہان خان سرنگا پٹم سے فرار ہونے کے بعد ان حریت پسندوں کا رہنما بن چکا تھا۔ اس نے شہزادہ فتح حیدر کو یہ سمجھانے کی کوشش کی آپ کو کسی تاخیر کے بغیر چتل ڈرگ پہنچ جانا چاہیے۔ وہاں چند دن کے اندر اندر سلطان شہید کے ہزاروں جاں نثار جمع ہو جائیں گے۔ اور یہ لوگ آخری وقت تک آپ کا ساتھ دیں گے۔ میسور کے شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ سرنگا پٹم کے ہندوؤں اور مسلمانوں پر انگریزوں نے جو مظالم توڑے ہیں۔ ان کے بعد ان سے کسی انسانی سلوک کی توقع رکھنا پرلے درجے کی خود فریبی ہے۔ آپ ان وطن فروشوں کے مشوروں پر یقین نہ کریں جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے سرنگا پٹم پر انگریزوں کے پرچم نصب کیے ہیں۔ ان غداروں کو ہمیشہ اس بات کا خوف رہے گا کہ سلطان کے جاں

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

نثار نہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔ میر قمر الدین پورنیا اور ان کے ساتھیوں کی آخری کوشش یہ ہوگی کہ میسور سے آپ کے خاندان کا اقتدار ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ یہ درست ہے کہ ان کے حالات میں ایک لا متناہی عرصہ کے لیے دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ سرنگا پٹم پر انگریزوں کے مظالم ہندوستان کے کروڑوں انسانوں کو متاثر کیے بغیر نہیں رہیں گے۔ اگر ہم چند ہفتے یا چند مہینے لڑتے رہیں گے تو ہماری جنگ صرف میسور ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کی جنگ بن جائے گی۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اس ملک کے حکمران میر نظام علی کی طرح بے ضمیر ثابت نہیں ہوں گے۔ اب ان پر انگریزوں کے جارحانہ عزائم بے نقاب ہو چکے ہیں اور سرنگا پٹم کے واقعات کے بعد وہ اپنی بقا کے لیے ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس جنگ میں پیشوا اور مرہٹہ سرداروں کا ردعمل یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ انہیں اپنی سابقہ غلطیوں کا احساس ہو چکا ہے۔ سلطان

Pdf by Road Sign
www.mfqs.pk.com

شہید نے انگریزوں کے خلاف ہندوستان، افغانستان اور ایران کے جس اتحاد کا خواب دیکھا تھا وہ کسی دن ضرور پورا ہوگا۔ ممکن ہے ہندوستان پر زمان شاہ کی چڑھائی اس ملک کی سیاست کا نقشہ بدل دے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور آئے گا اور اس ملک کے بیشتر حکمران اسے اپنا نجات دہندہ سمجھ کر اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور جو اس کا ساتھ نہیں دیں گے انہیں وطن کی عزت اور آزادی کا دشمن سمجھ کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا سلطان شہید کی سب سے بڑی خواہش تھی اور ان کی یہ خواہش پوری ہو کر رہے گی۔''

Pdf by Road Sign

لیکن شہزادہ فتح حیدر کو ملک جہاں خان اور اس کے ساتھیوں کی التجائیں متاثر نہ کر سکیں۔ اس کے بھائی اور خاندان کے باقی تمام افراد سرنگا پٹم میں انگریزوں کے رحم و کرم پر تھے۔ فوج کے بعد کم سپاہی اور افسر ایسے تھے جو اپنے اندر گرتی ہوئی دیواروں کی پناہ لے کر جنگ جاری رکھنے کا حوصلہ

پاتے تھے۔ سلطان کی شہادت اور سرنگا پٹم کے سقوط نے انہیں بددل اور مایوس کر دیا تھا اور ان میں سے کئی ایسے تھے جن کے بال بچے سرنگا پٹم میں تھے۔ شہزادہ فتح حیدر کو جنرل ہیرس کے وعدوں کے باوجو انگریزوں سے کسی نیک سلوک کی توقع نہ تھی اسے ان ملت فروشوں کے متعلق بھی کوئی خوش فہمی نہ تھی جو انگریزوں کے وکیل بن کر اسے اپنے خاندان کے مستقبل کے سبز باغ دکھا رہے تھے۔ اس کے نزدیک سلطان کی شہادت کے بعد میسور کی آزادی کا آفتاب غروب ہو چکا تھا اور وہ ایک بہادر سپاہی ہونے کے باوجود رات کی تاریکیوں میں لئے ہوئے قافلے کی رہنمائی کے لیے تیار نہ تھا۔ جب شہزادہ فتح حیدر انگریزوں کی اطاعت قبول کرنے کے لیے سرنگا پٹم کا رخ کر رہا تھا تو ملک جہاں خان گجل ہٹی کی ایک پہاڑی کے دامن میں چند سرپھروں کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.mazganpak.com

"شہزادے نے میرا کہا نہیں مانا میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ حالات نے اسے بے بس و مجبور بنا دیا ہے لیکن میں شہید سلطان کے مقدس خون کی قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ جب تک میری رگوں میں خون کا ایک قطرہ باقی ہے میں میسور کی عزت اور آزادی کے دشمنوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دوں گا۔ میں ان غداروں کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ جنہوں نے میری قوم کو یہ دن دکھایا ہے۔ ان حالات میں تم سے کسی شاندار فتح کا وعدہ نہیں کرتا لیکن میں تمہارے ساتھ ایک وعدہ کر سکتا ہوں اور وہ یہ کہ انگریز اور ان کے حلیف تمہارے ہاتھوں میں غلامی کی زنجیریں نہیں پہنا سکیں گے۔ آزادی کی زندگی سے مایوس ہونے کے بعد ایک مسلمان جس چیز کی تمنا کر سکتا ہے وہ عزت کی موت ہے اور جو لوگ عزت کی موت کے لیے میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں میں انہیں مایوس نہیں کروں گا۔"

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

تھوڑی دیر بعد ملک جہاں خان کی رہنمائی میں ڈیڑھ سو سوار کسی نامعلوم منزل کا رخ کر رہے تھے۔ شہزادہ فتح حیدر کے ہتھیار ڈالنے کے بعد میسور کی وہ داستان جس کے حسین عنوان حیدر علی اور سلطان ٹیپو نے اپنی تلواروں کی نوک سے لکھے تھے۔ ختم ہو چکی تھی۔ سرا اور چتل ڈرگ کے کمانڈر بھی مستقبل سے مایوس ہو کر ہتھیار ڈال چکے تھے۔ اب سلطنت خداداد ایک لاش تھی جسے انگریز گدھوں کی طرح نوچ رہے تھے۔ دلزلی نے مال غنیمت کے چند ٹکڑے نظام کے آگے ڈال دیے اور ساحل کے تمام اضلاع کو ئمبٹور کے علاوہ سرنگاپٹم کا جزیرہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ سلطنت خداداد کی بندر بانٹ کے بعد انگریزوں نے سابقہ ہندو راجہ کے خاندان میں سے ایک پانچ سالہ بچہ تلاش کیا اور اسے تخت پر بٹھا دیا۔ نیا راجہ ہندوستان کی بساط سیاست پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا سب سے بے بس مہرہ تھا۔ اس کی ریاست میسور کے چند وسطی اضلاع تک محدود تھی۔ غداری کے صلے میں پورنیا کو نئے

راجہ کا دیوان مقرر کیا گیا۔ میر قمر الدین کو گرم کنڈہ کی جاگیر عطا کی گئی اور میر معین الدین کے جانشینوں اور دوسرے غداروں کو بھی ان کے سابقہ مراتب کے لحاظ سے جاگیریں دی گئیں۔ شہزادوں کو جلاوطن کر کے ویلور بھیج دیا گیا۔ اب انگریز پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے اہل میسور کی کتاب زندگی سے آزادی کا لفظ خارج کر دیا ہے۔ لیکن میسور کی راکھ میں ابھی تک چنگاریاں سلگ رہی تھیں چنانچہ نئے راجہ کی تاجپوشی کے دو دن بعد جنرل ہیرس لارڈ ولزلی کو یہ خط لکھ رہا تھا کہ ہمارے خلاف ملک جہان خان کی کارروائیاں اب باقاعدہ ایک جنگ کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ آج یہ اطلاع آئی ہے کہ اس نے چتل ڈرگ کے مغرب میں ہماری ایک چوکی پر حملہ کر کے ہمارے پچاس آدمی موت کے گھاٹ اتار دیے ہیں۔ پچھلے ہفتے انہوں نے حیدر آباد کی سرحد پر میر نظام علی کے چند دستوں کا صفایا کر دیا تھا۔ ہماری اطلاعات کے مطابق ملک جہان خان کے ساتھ پانچ ہزار باغی جمع ہو چکے ہیں اور ان کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

Pdf by Road Sign

ایک دوپہر بلقیس اپنے مکان کے صحن میں ایک درخت کے نیچے لیٹی ہوئی تھی۔ثمینہ ایک کمرے سے نکلی اور بلقیس کی کھاٹ کے پاس ایک مونڈھے پر بیٹھ گئی۔فضا میں حبس تھا۔بلقیس نے پنکھے سے اپنے چہرے کو ہوا دیتے ہوئے کہا ''آج ہوا بالکل بند ہے بارش ضرور آئے گی۔''

ثمینہ کچھ کہے بغیر ماں کے ہاتھ سے پنکھا پکڑ کر اسے جھلنے لگی۔ایک نوکر تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا صحن میں داخل ہوا اور اس نے بلقیس کی طرف ایک کاغذ بڑھاتے ہوئے کہا ''بی بی جی ہاشم بیگ صاحب کا آدمی آیا ہے اور اس نے یہ خط دیا ہے اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں مراد علی کا نوکر ہوں۔''بلقیس نے ہاتھ بڑھا کر کاغذ پکڑ لیا اور نوکر واپس چلا گیا۔ثمینہ کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ انتہائی بے چینی کی حالت میں اپنی ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔بلقیس نے خط کھولے بغیر ثمینہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''بیٹی مجھے پڑھ کر سناؤ۔''ثمینہ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے خط کھولا اور پڑھ کر سنانے لگی۔ہاشم بیگ نے لکھا تھا۔

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

”خالہ جان! السلام علیکم مجھے افسوس ہے کہ میں مراد علی کو آپ کا پیغام نہیں پہنچا سکا۔ وہ آپ کا خط موصول ہونے سے چار دن قبل رات کے وقت اپنے گھر پہنچا تھا اور تھوڑی دیر بعد شہر میں اپنے کسی دوست کا حال معلوم کرنے کے لیے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ ابھی تک واپس گھر نہیں آیا۔ علی الصباح اس کے نوکر نے مجھے یہ اطلاع دی تو میں نے سرنگا پٹم کا کونا کونا چھان مارا۔ اس کے نوکر کہتے ہیں کہ اپنے بھائی اور اس کی بیوی کی موت کے واقعات سننے کے بعد اس نے ان کی قبریں دیکھیں پھر کسی سے بات کیے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ایک نوکر نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور اس نے جواب دیا کہ میں ایک دوست کا حال معلوم کرنے جا رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ رات کے وقت سرنگا پٹم میں نہیں ٹھہرا۔ ممکن ہے کہ میرے خط سے قبل وہ آپ کے پاس پہنچ چکا ہو۔ مجھے سرنگا پٹم سے ادھونی پہنچنے کا حکم مل چکا ہے اور میں اسی ہفتے یہاں سے

Pdf by Road Sign

روانہ ہو جاؤں گا۔ ممکن ہے کہ میری فوج کو مستقل طور پر وہیں روک لیا جائے۔ مراد علی کے نوکروں کی حالت قابل رحم تھی۔ ایک نوکر میں نے اپنے پاس رکھ لیا ہے اور دوسرا آپ کے پاس بھیج رہا ہوں اور باقی مرزا گھر چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ اگر مراد علی آپ کے پاس پہنچ چکا ہو تو اسے میرا سلام پہنچا دیں۔ اس زخموں کا مداوا اب کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ اگر وہ آپ کے پاس نہیں پہنچا تو میں اس کی تلاش جاری رکھوں گا۔ مجھے صرف ایک بات کا خطرہ ہے کہیں وہ باغیوں کے ساتھ نہ مل گیا ہو۔ اس صورت میں ان کی مدد کرنا میرے لیے بہت مشکل ہو جائے گا۔ ثمینہ کو سلام۔ خط کے اختتام پر ثمینہ کی آواز اس کے قابو میں نہ تھی۔ اس نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا ”وہ ضرور آئیں گے امی جان انہوں نے وعدہ کیا تھا ممکن ہے کہ انگریزوں نے انہیں گھر سے نکلتے ہی گرفتار کر لیا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ گرفتاری کا خطرہ محسوس کر کے کہیں چھپ گئے ہوں اور ان کے نوکروں نے بھائی جان کو ناقابل اعتماد سمجھ کر ان کا پتہ نہ دیا ہو۔ آپ ان کے نوکر کو اندر بلا کر پوچھیں۔“

بلقیس نے کہا ”اچھا بی خادمہ سے کہو اس کو بلا لائے۔“ ثمینہ اٹھ کر خادمہ کو آوازیں دیتی ہوئی باورچی خانے کی طرف بڑھی۔ خادمہ نے باورچی خانے کے دروازے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا ”کیا بات ہے بی بی جی؟“ ثمینہ نے کہا ”تم باہر جاؤ اور نوکروں سے کہو سرنگاپٹم سے مراد علی کا جو نوکر آیا ہے اسے اندر بھیج دو۔“ خادمہ چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد منور خان صحن میں داخل ہوا۔ بلقیس اور ثمینہ کو سلام کرنے کے بعد وہ مؤدب کھڑا ہو گیا۔

ثمینہ نے اٹھ کر اپنا موڑھا ذرا آگے کر دیا اور خود ماں کے ساتھ کھاٹ پر بیٹھ گئی۔ ”بیٹھ جاؤ۔“ بلقیس نے موڑھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور منور خان ہچکچاتا ہوا موڑھے پر بیٹھ گیا۔ بلقیس اور اس کے بعد ثمینہ کے متعدد سوالات کے جواب میں اس نے سرنگاپٹم کے تمام واقعات بیان کر دیے اپنی سرگزشت کا آخری حصہ سناتے وقت اس کی قوت گویائی جواب دے چکی تھی اور وہ بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب بلقیس نے مراد علی کے متعلق پوچھا تو اس نے انتہائی کرب کی حالت میں اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور ایک بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کے

Pdf by Road Sign
www.magsurdu.com

رونے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا ”بی بی جی میرا خیال تھا کہ وہ آپ کے پاس پہنچ چکے ہوں گے لیکن آپ کے نوکر کہتے ہیں کہ وہ یہاں نہیں آئے۔ جب وہ گھر سے نکل رہے تھے تو میں نے ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں تو کہتے تھے مجھے معلوم نہیں۔ میں نے ان کے ساتھ جانے کی ضد کی تو انہوں نے کہا اب تم لوگ میرا ساتھ نہیں دے سکتے ہیں اور کریم خاں ڈیوڑھی تک ان کے ساتھ آئے۔ آخری بات جو انہوں نے ہماری تسلی کے لیے کہی تھی وہ یہ تھی کہ میں کسی دوست کا حال معلوم کرنے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں گئے۔ ہم مرزا کا چپہ چپہ کونہ کونا چھان چکے ہیں۔ لیکن شہر میں ان کے کسی دوست کو ان کا حال معلوم نہیں۔ مرزا ہاشم بیگ صاحب نے بھی انہیں تلاش کرنے کی بہت کوشش کی تھی اور انہیں اس بات کا یقین تھا کہ وہ سیدھے آپ کے پاس پہنچ چکے ہوں گے۔ بی بی جی اگر آپ کو ان کے متعلق کچھ معلوم ہو تو خدا کے لیے مجھ سے چھپانے کی کوشش نہ کیجیے۔“

Pdf by Read Sign www.magpk.com

منور خان کی آنکھیں دوبارہ آنسوؤں سے لبریز ہو رہی تھیں۔ بلقیس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا ”بیٹا تمہیں حوصلے سے کام لینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ مراد علی یہاں ضرور آئے گا۔ میں ہاشم کو پیغام بھجوا دوں گی کہ اس کی تلاش جاری رکھے اور میں یہ چاہتی ہوں کہ جب تک مراد علی کا پتہ نہیں چلتا تم ہمارے پاس رہو۔“

Pdf by Road Sign

پانچ مہینے اور گزر گئے لیکن مراد علی کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اس عرصہ میں انگریزوں کے خلاف ملک جہاں خان کی سرگرمیاں ایک باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر چکی تھیں۔ کبھی اس کے متعلق یہ اطلاع آتی کہ اس نے میسور کے فلاں علاقے پر اچانک حملہ کر کے انگریزوں کی چند چوکیوں کا صفایا کر دیا اور کبھی یہ سنا جاتا ہے کہ انگریزی فوج نے باغیوں کو شکست دے کر مرہٹہ علاقوں کی طرف ہٹنے پر مجبور کر دیا ہے پھر کچھ عرصہ بعد اطلاع آتی کہ ملک جہاں خان کا لشکر مرہٹوں کے علاقے سے نکل کر مملکت نظام کی حدود میں داخل ہو چکا ہے۔ ملک جہاں خان کے ساتھیوں کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ میسور کے حریت پسند اسے اپنی آخری امید سمجھ کر جوق در جوق اس کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے اور بعض وہ مرہٹہ سردار بھی جنہیں سرنگا پٹم کی تسخیر کے بعد اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ سلطنت خداداد کے خاتمے کے بعد انگریزوں کی تلوار ان کی اپنی شہ رگ تک پہنچ چکی ہے۔ در پردہ ملک

جہاں خان کی اعانت کر رہے تھے۔ میسور کی شمالی اور مغربی سرحدوں پر بعض دشوار گزار پہاڑ اور جنگل ان باغیوں کے لیے نا قابل تسخیر قلعوں کا کام دے رہے تھے۔ جب ایک مقام پر انگریزوں کا گھیرا تنگ ہونے لگتا تو یہ لوگ ایک حیرت انگیز رفتار کے ساتھ کوسوں دور کسی اور جگہ جا نکلتے۔ مقامی باشندوں کے عدم تعاون کے باعث انگریزوں کے لیے باغیوں کی نقل و حرکت معلوم کرنا مشکل تھا۔ رسد اور اسلحہ حاصل کرنے کے لیے باغیوں کو ہر جگہ مقامی لوگوں کا تعاون حاصل تھا۔ حیدر آبادی اور انگریزی سپاہیوں کی طرح ملک جہاں خان ان مرہٹہ سرداروں کو بھی نا قابل معافی سمجھتا تھا جنہوں نے میسور کے خلاف سابقہ جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا چنانچہ پرس رام کے بعض چیدہ چیدہ ساتھی قتل ہو چکے تھے۔ میسور کے جن غداروں نے ملت فروشی کے عوض انگریزوں سے بڑی بڑی جاگیریں حاصل کی تھیں ان پر ملک جہاں خان کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے گھروں سے باہر جھانکنے میں بھی خطرہ محسوس کرتے تھے۔

Pdf by Road Sign
www.maqfurn.pk.com

ثمینہ کی زندگی کی تمام دلچسپیاں اب مراد علی کے انتظار تک محدود ہو چکی تھیں۔ ایک شام وہ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد مکان کی چھت پر کھڑی تھی مغرب کے افق پر پہلی رات کا چاند نمودار ہو چکا تھا۔ ثمینہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہونے لگے۔ خادمہ سیڑھی سے نمودار ہوئی اور وہ ثمینہ کو دعا میں مصروف دیکھ کر چند قدم دور رک گئی ثمینہ نے دعا ختم کی اور اس نے کہا بی بی آپ کے بہنوئی تشریف لائے ہیں۔''

ثمینہ نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''وہ اکیلے آئے ہیں؟''

''نہیں ان کے ساتھ نوکر بھی ہے'' ثمینہ نے گھٹی ہوئی آواز میں پوچھا ''وہ مراد علی کے متعلق کوئی خبر لائے ہیں؟''

Pdf by Road Sign
www.magsnpk.com

"جی نہیں" ثمینہ کے دل کی دھڑکنیں خاموش ہو گئیں۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی زینے کی طرف بڑھی اور نیچے اترنے لگی مکان کے ایک کمرے سے اس کی ماں اور ہاشم بیگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ آگے بڑھی اور لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر اس کی ہمت جواب دے گئی۔

ہاشم بیگ کہہ رہا تھا "خالہ جان اب اس کا خیال چھوڑ دیجیے۔ اب وہ واپس نہیں آ سکتا۔ اس ملک کی زمین اس کے لیے تنگ ہو چکی ہے وہ مراد جسے تم اپنا بیٹا سمجھتی ہو مر چکا ہے۔"

بلقیس کی آواز آئی "نہیں بیٹا خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کہو۔"

"خالہ جان میں اس کے متعلق کم پریشان نہیں ہوں لیکن وہ ایک ایسے گروہ میں شامل ہو چکا ہے جس کی جدوجہد کا انجام مجھے تباہی کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا۔ مجھے افسوس ہے کہ سرنگا پٹم میں اس کے ساتھ میری ملاقات نہیں ہو سکی۔ ورنہ میں اسے ملک جہاں خان کا ساتھی بننے سے روک لیتا۔"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

"لیکن بیٹا تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ وہ ملک جہان خان کے ساتھ شامل ہو چکا ہے؟"

"خالہ جان پچھلے دنوں انگریزوں نے اعلان کیا تھا کہ جو باغی ملک جہان خان کا ساتھ چھوڑ کر واپس آ جائیں گے انہیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور بعض آدمی جو اس کا ساتھ چھوڑ کر سرنگا پٹم واپس آ گئے ہیں میں ان سے مل چکا ہوں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ باغیوں کا لشکر ملک جہان خان کے بعد مراد علی کو اپنا سب سے زیادہ ذہین اور قابل اعتماد افسر خیال کرتا ہے وہ یہ بھی کہتے تھے کہ مراد علی کسی قیمت پر ملک جہان خان کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہو گا اسے اب زندگی کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

ثمینہ کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی اور اچانک کمرے میں داخل ہوئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہاشم بیگ کی طرف دیکھنے لگی۔ ہاشم بیگ نے قدرے توقف کے بعد کہا ”بیٹھ جاؤ ثمینہ مجھے افسوس ہے کہ میں مراد علی کے متعلق کوئی تسلی بخش خبر نہیں لایا۔“ ثمینہ نے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا ”امی جان وہ ضرور آئیں گے انہوں نے وعدہ کیا تھا وہ کسی کے ساتھ جھوٹا وعدہ نہیں کر سکتے۔ کاش میں ان کے پاس جا سکتی“ ان الفاظ کے ساتھ ثمینہ کی خوبصورت آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور وہ سسکیاں لیتی ہوئی برابر والے کمرے میں چلی گئی۔ ہاشم بیگ پریشانی اور اضطراب کی حالت میں کچھ دیر بلقیس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا ”خالہ جان مجھے معلوم نہ تھا کہ ثمینہ...... میں نے اس سے پہلے اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے۔“

Pdf by Road Sign

بلقیس نے گھٹی ہوئی آواز میں جواب دیا ''بیٹا ثمینہ بدل چکی ہے۔'' ہاشم نے کرسی سے اٹھ کر برابر کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ''خالہ جان میں پتھر کے موم ہو جانے کا یقین کر سکتا ہوں ثمینہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا تصور نہیں کر سکتا۔ میں ابھی آتا ہوں۔'' وہ برابر کے کمرے میں داخل ہوا۔ ثمینہ منہ کے بل بستر پر پڑی سسکیاں لے رہی تھی۔ اس نے جھک کر اس کے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''ثمینہ میری ننھی بہن حوصلے سے کام لو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں خود اس کے پاس جاؤں گا میں اس سے پوچھوں گا کہ ہماری ننھی ثمینہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''

ثمینہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور ملتجی نگاہوں سے ہاشم کی طرف دیکھنے لگی۔ ہاشم نے کہا ''ثمینہ مجھے معلوم نہ تھا کہ اس بیوقوف نے تمہیں اس قدر پریشان کیا ہے۔'' ثمینہ نے گردن جھکا لی۔ ہاشم بیگ نے اپنی قبا کی جیب میں ہاتھ ڈال کر مخمل کی ایک چھوٹی سی تھیلی نکالی اور دوسرا ہاتھ ثمینہ کی ٹھوڑی کے نیچے

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا ''ثمینہ یہ لے لو مراد علی کی امانت ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس کے آنے تک تم اس کی حفاظت کر سکو گی۔''

ثمینہ تذبذب سی ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ ہاشم بیگ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کی ہتھیلی میں جواہرات کی تھیلی رکھ کر کچھ کہے بغیر بلقیس کے کمرے میں چلا گیا۔ ''خالہ جان میں صبح ہوتے ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

''کہاں؟''

''میں مراد علی کی تلاش میں جا رہا ہوں خالہ جان۔''

Pdf by Road Sign
www.mazfunpk.com

بیس دن بعد ایک دوپہر ہاشم بیگ ایک دشوار گزار پہاڑی علاقے میں سفر کر رہا تھا۔ ایک پہاڑ کے دامن میں گھنا جنگل عبور کرتے ہوئے اس نے ایک ندی کے کنارے رُک کر اپنے گھوڑے کو پانی پلایا۔ پھر نیچے اتر کر اپنی پیاس بجھائی اس کے بعد اپنی جیب سے ایک نقشہ کھولا اور ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ کر دیکھنے لگا۔ چند منٹ بعد اس نے نقشہ لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا اور اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ندی عبور کرنے کے بعد اس نے دوسرے کنارے ایک درخت کے قریب رُک کر اپنی تلوار نکالی اور ایک جھکے ہوئے درخت کی چند شاخیں کاٹنے کے بعد ندی کے ساتھ ساتھ بائیں طرف چل دیا۔ کوئی آدھ میل چلنے کے بعد اس ندی میں ایک اور ندی آ ملی اور ہاشم بیگ دائیں طرف مڑ کر دوسری ندی کے کنارے ہو لیا۔ اچانک اسے گھنے درختوں میں کوئی آہٹ محسوس ہوئی اور اس نے گھوڑا روک لیا۔ درختوں سے ایک آدمی اس کی طرف بندوق سیدھی کیے نمودار ہوا اور اس نے کسی

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

توقف کے بغیر آگے بڑھتے ہوئے کہا ”تم کون ہو؟“ ہاشم بیگ نے اطمینان سے جواب دیا ”اگر تم ملک جہاں خان کے آدمی ہو تو مجھے ان کے پاس لے چلو۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ملک جہاں خان یہاں رہتے ہیں“ اجنبی نے یہ کہہ کر آگے بڑھتے ہوئے بندوق کی نالی ہاشم بیگ کے منہ کے آگے کر دی۔ ہاشم نے بیگ نے قدرے پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھا تو اسے اپنے آگے پیچھے اور دائیں طرف چند اور مسلح آدمی دکھائی دیے اجنبی نے کہا ”تم گھوڑے سے اترو اور اپنی تلوار اور بندوق ہمارے حوالے کر دو۔“ ہاشم بیگ نے کسی پس و پیش کے بغیر اس کے حکم کی تعمیل کی اور کہا ”تم لوگوں کو اطمینان رکھنا چاہئے کہ میں یہاں تک پہنچنے کے بعد بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ مجھے ملک جہاں خان کے پاس لے چلو۔“

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

اتنی دیر میں دس آدمی ہاشم بیگ کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک نوجوان نے کہا ''تم دوسری ندی کے پار کوئی نقشہ دیکھ رہے تھے؟''

''ہاں''

''لاؤ وہ نقشہ بھی ہمارے حوالے کر دو۔'' ہاشم بیگ نے اپنی جیب سے نقشہ نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دیا ''میں یہاں سے دو تین میل دور ایک درخت پر لٹکی ہوئی پانچ لاشیں دیکھ چکا ہوں۔ لیکن میں جاسوس نہیں ہوں۔''

''یہ نقشہ تمہیں کس نے دیا؟'' ہاشم بیگ نے کہا ''دیکھو میں ملک جہاں خان سے ملنا چاہتا ہوں اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کے ساتھ میری ملاقات کے بعد تمہیں ایسے سوالات پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔'' نوجوان نے دو عمر رسیدہ آدمیوں کو ایک طرف لے جا کر ان کے

www.magazinepk.com
Pdf by Road Sign

ساتھ کچھ دیر باتیں کیں اور پھر ہاشم بیگ کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''ہم تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ کر ملک جہاں خان کے پاس لے چلیں گے۔'' ہاشم بیگ نے جواب دیا ''اگر یہ ضروری ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' تھوڑی دیر بعد ہاشم بیگ آنکھوں پر پٹی بندھوا کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور ایک آدمی نے باگ پکڑ لی۔ راستے میں ان لوگوں نے ہاشم بیگ سے کوئی بات نہ کی۔ وہ گھوڑے کی زین پر سے صرف یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ ایک جنگل کے ناہموار اور دشوار گزار راستے سے گزر رہا ہے۔ کوئی تین گھنٹے سفر کرنے کے بعد یہ لوگ رک گئے اور کسی نے ہاشم بیگ کو گھوڑے سے اترنے کے لیے کہا ہاشم بیگ نے حکم کی تعمیل کی اور کسی نے اس کی آنکھوں سے پٹی کھولتے ہوئے کہا ''تم یہاں بیٹھ جاؤ ہم ابھی ملک جہاں خان کو اطلاع دیتے ہیں۔''

ہاشم بیگ کو تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ دو آدمی سامنے ایک بلند پہاڑی کی طرف چل دیے اور

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

باقی اس کے گرد بیٹھ گئے۔ ہاشم نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو اسے ایک تنگ وادی کا نشیب اور باقی تین اطراف بلند پہاڑیاں دکھائی دیں۔ چند منٹ وہ بے حس و حرکت بیٹھا ان لوگوں کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے جرأت سے کام لیتے ہوئے سوال کیا ''مجھے کب تک یہاں ٹھہرنا پڑے گا؟''

ایک آدمی نے جواب دیا ''ہم نے ملک جہاں خان کو پیغام بھیج دیا ہے۔ انہیں یہاں پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔''

Pdf by Road Sign

قریباً ایک گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد ہاشم بیگ کے قریب ہی گھنے درختوں میں گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ ''وہ آرہے ہیں'' ایک آدمی نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھی کھڑے ہوگئے۔ ہاشم بیگ نے بھی ان کی تقلید کی۔ تین سوار ان کے قریب پہنچ کر گھوڑوں سے اتر پڑے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں وہ نقشہ تھا جو انہوں نے ہاشم بیگ سے چھینا تھا۔ وہ فوراً ہاشم بیگ کی طرف بڑھا اور اسے نقشہ دکھاتے ہوئے بولا ''تم اس نقشے کی مدد

سے یہاں تک پہنچے ہو؟"

"ہاں" ہاشم بیگ نے جواب دیا۔

"تم نے یہ کہاں سے حاصل کیا تھا؟" ہاشم بیگ نے جواب دیا "میں ایسے سوالات کا جواب صرف ملک جہاں خان کو دے سکتا ہوں۔"

"میں ملک جہاں خان ہوں اور تمہیں میرے ساتھ کوئی بات کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ مجھے جھوٹ اور سچ پرکھنے میں دیر نہیں لگتی۔ اب بتاؤ کہ یہ نقشہ تم کو کہاں سے ملا؟"

"یہ نقشہ میں نے آپ کے ایک مفرور قیدی سے حاصل کیا تھا۔ اس کے ساتھ میری ملاقات میر قمر الدین کے ہاں ہوئی تھی۔ میرے لیے آپ تک رسائی حاصل کرنا ضروری تھا۔" "تم مجھے اس شخص کا نام بتا سکتے ہو؟" "اس کا نام سراج الدین تھا۔"

”تم جھوٹ کہتے ہو میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔“

ملک جہاں خان کے ساتھی اب ہاشم بیگ کی طرف غضب آلود نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے سنبھل کر کہا” ہو سکتا کہ اس نے مجھے اپنا نام غلط بتایا ہو۔“ ملک جہاں خان نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور ایک آدمی جلدی سے درخت پر چڑھ گیا اور اس نے ایک مضبوط شاخ کے ساتھ ایک رسا باندھ کر نیچے لٹکا دیا۔ دو آدمی ہاشم بیگ کو پکڑ کر درخت کے نیچے لے گئے اور انہوں نے رسے کے سرے کا پھندا بنا کر ہاشم بیگ کے گلے میں ڈال دیا۔ ملک جہاں خان نے کہا” اب بتاؤ تم یہاں کس لیے آئے ہو اور تمہارے ساتھ جو فوج آ رہی ہے وہ یہاں سے کتنی دور ہے؟“

ہاشم بیگ نے اطمینان سے جواب دیا” میں اپنے ایک عزیز کی تلاش میں آیا ہوں اور میرے ساتھ کوئی فوج نہیں آئی ہے اسکے باوجود اگر مجھے پھانسی دے کر آپ کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو خوشی سے یہ شوق پورا کر لیجیے۔“

www.madfunpk.com
Pdf by Road Sign

"یہاں تمہارا عزیز کون ہے؟"

"مراد علی" ملک جہاں خان چند ثانیے پریشانی اور تذبذب کی حالت میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے ہاشم بیگ کے گلے سے پھندا

اتارتے ہوئے کہا "مراد علی کے ساتھ آپ کا کیا رشتہ ہے؟"

"آپ یہ سمجھ لیجیے کہ وہ میرا بھائی ہے۔" "مرنگا چم میں جو لوگ مراد علی کو اپنا بھائی کہہ سکتے ہیں میں ان کو جانتا ہوں اور تمہاری شکل و صورت ان

سب سے مختلف ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.mafbfunpk.com

"میرا گھر سرنگا پٹم نہیں حیدرآباد ہے۔" ملک جہاں خان نے جھنجھلا کر کہا "تم ابھی کہتے تھے میں سرنگا پٹم سے آ رہا ہوں میرے لیے معما بننے کی کوشش نہ کرو تمہارا نام کیا ہے؟" "میرا نام ہاشم بیگ ہے اور میں کئی دن شمال کی سرحدی خاک چھاننے کے بعد آپ کی جائے پناہ کا پتہ معلوم کرنے کے لیے سرنگا پٹم گیا تھا لیکن اگر آپ مجھے مراد علی کے سامنے لے جائیں تو یہ معما اسی وقت حل ہو سکتا ہے۔" ملک جہاں خان نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا "تم اسے پڑاؤ میں لے آؤ" پھر گھوڑے پر سوار ہوتے ہی اسے ایڑ لگا کر گھنے درختوں میں روپوش ہو گیا۔"

Pdf by Road Sign

ہاشم بیگ گھوڑے پر سوار ہو کر باقی آدمیوں کے ساتھ چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلند پہاڑی کی دوسری طرف ایک اور تنگ وادی میں جگہ جگہ بوسیدہ خیمے اور گھاس پھونس کے چھپر دیکھ رہا تھا۔ وادی میں داخل ہونے کے بعد ایک کشادہ خیمے کے سامنے اسے ملک جہاں خان اور مراد علی دکھائی دیے وہ گھوڑے سے چھلانگ لگا کر بھاگتا ہوا آگے بڑھا لیکن مراد علی نے منہ پھیر لیا اور ہاشم بیگ کے پاؤں زمین کے ساتھ پیوست ہو کر رہ گئے۔ پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مراد میں ہاشم ہوں۔"

Pdf by Road Sign
www.magspk.com

"مجھے معلوم ہے لیکن آپ کو میری تلاش میں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔" ہاشم کا دل بیٹھ گیا تاہم اس نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے اس کے بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا "مراد علی میں بے گناہ ہوں" مراد علی نے جواب دیا "آپ کو صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم ہے آپ نے

میرے بھائی کی جان بچانے کی کوشش کی تھی اور میں آپ کا شکر گزار ہوں۔" ہاشم بیگ نے ملتجی ہو کر ملک جہاں خان کی طرف دیکھا اور کہا "اگر آپ اجازت دیں تو میں چند منٹ تنہائی میں ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" مراد علی نے کہا "نہیں! اب باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر آپ مجھے یہ بتانے آئے ہیں کہ آپ کی سفارش پر انگریزوں نے میری خطائیں معاف کر دی ہیں اور میں اپنے گھر واپس جا سکتا ہوں تو آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔" مراد علی کے بازو پر ہاشم بیگ کے ہاتھ کی گرفت اچانک ڈھیلی پڑ گئی اور وہ انتہائی مایوسی اور اضطراب کی حالت میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ مراد علی نے ملک جہان خان کی طرف متوجہ ہو کر کہا "میں اس بات کی ضمانت دے سکتا ہوں کہ یہ ہمارے متعلق کوئی برا ارادہ لے کر نہیں آئے۔ آپ انہیں واپس بھیجنے کا انتظام کر دیجیے۔"

Pdf by Road Sign

ہاشم بیگ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کی آواز بیٹھ گئی مراد علی خیمے کی طرف بڑھا ہاشم بیگ چند ثانیہ اپنے ہونٹ بھینچنے کے بعد پوری قوت سے چلایا ''مراد ٹھہرو مجھے ثمینہ نے بھیجا ہے۔'' مراد علی کے پاؤں زمین میں گڑ گئے۔ لیکن وہ مڑ کر ہاشم بیگ کی طرف دیکھنے کی بجائے گردن جھکائے کھڑا رہا۔ ہاشم بیگ بھاگ کر آگے بڑھا اور اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بولا ''مراد میں نے شہباز اور ان کے والد کی موت پر ثمینہ کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے تھے۔ لیکن اب وہ رو رہی تھی میں تمہیں لینے آیا ہوں۔''

مراد علی نے مضطرب ہو کر جواب دیا ''میں نے ثمینہ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر میں زندہ رہا تو کسی دن ضرور واپس آؤں گا لیکن اب آپ اسے یہ پیغام بھیج دیجئے کہ مراد مر چکا ہے اور آپ نے جس آدمی کے ساتھ جنگل میں ملاقات کی تھی وہ اس کی لاش تھی۔''

Pdf by Road Sign
www.magspk.com

”مراد میں اطمینان سے بیٹھ کر تمہارے ساتھ چند باتیں کرنا چاہتا ہوں میں نے تمہیں بڑی مشکل سے تلاش کیا ہے۔“

”بہت اچھا آیئے لیکن مجھے ڈر ہے کہ آپ کو میری باتوں سے تکلیف ہوگی۔“ وہ خیمے میں داخل ہوئے اور چٹائی پر بیٹھ گئے۔ ہاشم بیگ نے کہا ”مراد مجھے معلوم ہے میری باتوں سے تمہیں تکلیف ہوگی لیکن تم مجھے اگر یہ سمجھا سکو کہ تمہاری جنگ سے اہل میسور کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو میں تمہارا ساتھ دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔“ مراد علی نے جواب دیا ”دیکھیے ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مجھے معلوم ہے کہ ہم لوگ اس قوم کے گناہوں کا کفارہ ادا نہیں کر سکتے جس کا دامن سلطان شہید کے خون سے آلودہ ہے ہم ان لوگوں کو عزت اور آزادی کا راستہ نہیں دکھا سکتے جن کی صفوں میں میر قمر الدین جیسے غدار گھسے ہوئے ہیں۔ ہم اس ماضی کو واپس نہیں لا سکتے جس کا ہر لمحہ زندگی کی خواہشات سے لبریز تھا........ یہ دنیا ہمارے لیے تاریک ہو

چکی ہے۔ ہماری عزت اور آزادی کے دشمن ہم سے زندگی کی تمام راحتیں چھین چکے ہیں۔ اب آخری جو چیز ہمارے لیے رہ گئی ہے وہ عزت کی موت ہے اور وہ ہمیں اس سے محروم نہیں کرسکتے۔ آپ مجھے زیادہ سے زیادہ یہ سمجھا سکتے ہیں کہ ہماری جنگ بے سود ہے لیکن میرا آخری جواب یہی ہوگا کہ میں آخری دم تک ملک جہاں خان کا ساتھ دینے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے ڈھونڈنے میں اتنی تکلیف اٹھائی ہے لیکن مجھے یہ مشورہ نہ دیں کہ میں ملک جہاں خان سے بدعہدی کر کے واپس چلا جاؤں۔ اپنے ساتھیوں سے بدعہدی اور بے وفائی کے بعد میں ان لوگوں کو منہ نہیں دکھا سکوں گا جو مجھے انور علی کا بھائی اور معظم علی کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟''

ہاشم بیگ نے جواب دیا ''کچھ نہیں میں اب کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اب دلیلوں سے زیادہ آپ کو دعاؤں کی ضرورت ہے۔''

Pdf by Road Sign
www.Paksociety.com

"تو میرے لیے دعا کیجئے کہ زندہ رہنے کی خواہش مجھے قیامت کے دن سرنگاپٹم کے شہیدوں کے ساتھ اٹھنے کی سعادت سے محروم نہ کردے۔

"ہاشم بیگ نے کہا "مراد بعض اوقات لڑنے کی بجائے اپنی تلوار نیام میں ڈالنے کے لیے زیادہ ہمت، زیادہ حوصلہ اور زیادہ صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں خدا سے دعا کروں گا کہ آپ کسی دن ان لوگوں کے متعلق بھی سوچ سکیں جنہیں مستقبل کے متعلق اپنے حوصلے اور ولولے بلند رکھنے کے لیے آپ جیسے اولوالعزم انسانوں کی رفاقت اور رہنمائی کی ضرورت ہے۔ میں جانے سے پہلے آپ کی یہ غلط فہمی دور کردینا چاہتا ہوں کہ میں آپ کو انگریزوں کی اطاعت قبول کرلینے کا مشورہ دینے آیا تھا۔ نہیں میں آپ کو یہ مشورہ نہیں دے سکتا۔ میں آپ کو صرف یہ بتانے آیا تھا کہ سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد میسور کے حریت پسندوں کا آخری قلعہ مسمار ہوچکا ہے لیکن اگر آپ مستقبل کی امید پر زندہ رہنے کی کوشش کریں تو خدا کی رحمت سے یہ بعید نہیں کہ آپ

Pdf by Road Sign

میسور سے باہر کوئی اور قلعہ تلاش کر سکیں۔ میں ملک جہاں خان کے جذبہ حریت کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن وہ ایک ایسی قوم کی ڈھال اور تلوار نہیں بن سکتا جس نے اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ دیا ہو۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ میں آپ کو کوئی نصیحت کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ میں ان بدقسمت انسانوں میں سے ہوں جو اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف حالات کی مجبوریوں کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔'' ہاشم بیگ یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا۔ مراد علی نے کہا ''آپ جا رہے ہیں؟''

''ہاں اب یہاں میرا کام ختم ہو چکا ہے۔''

''آپ تھکے ہوں گے لیکن میں آپ کو یہاں ٹھہرنے کی دعوت نہیں دے سکتا۔ ان دنوں ہمیں ہر وقت دشمن کے حملے کا خطرہ ہے۔ میں نہیں

www.magazinepk.com
Pdf by Road Sign

چاہتا کہ آپ لڑائی کے وقت یہاں رہیں۔'' مراد علی یہ کہہ کر اٹھا اور ہاشم بیگ کے ساتھ خیمے سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاشم بیگ کو جنگل سے باہر پہنچانے کے لیے ۲۰ آدمیوں کا قافلہ تیار ہو چکا تھا۔ اس نے ملک جہاں خان کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد مراد علی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ''میں نے آپ کو ایک بات نہیں بتائی۔ ثمینہ یہ کہتی تھی کہ وہ مرتے دم تک آپ کا انتظار کرے گی۔ ہاں مجھے ایک اور بات یاد آ گئی تمہارے بھائی نے مرتے وقت جواہرات کی ایک تھیلی میرے حوالے کی تھی میں تمہاری امانت ثمینہ کے پاس چھوڑ آیا ہوں' اگر تم وہاں جانا پسند نہیں کرتے تو اپنی امانت کسی آدمی کو بھیج کر منگوا لینا'' مراد علی نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ''آپ وہاں جائیں گے؟'' ''ہاں میں پہلے وہاں جاؤں گا۔''

''ثمینہ سے کہیے ....'' مراد علی اپنا فقرہ پورا کرنے کی بجائے ہاشم بیگ کی طرف دیکھتا رہا۔ ''کیا کہوں ......؟ بولو مراد۔ خاموش کیوں ہو گئے؟''

Pdf by Road Sign
www.roadsign.com

"کچھ نہیں۔ خدا حافظ" مراد علی یہ کہہ کر قدم اٹھاتا ہوا خیمے کی طرف چل دیا۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد وہ نڈھال سا ہو کر چٹائی پر لیٹ گیا۔ باہر گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دے رہی تھیں۔ ملک جہاں خان خیمے میں داخل ہوا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جہاں خان نے کہا "مراد اگر تم جانا چاہتے ہو تو میں تم پر کوئی پابندی عائد نہیں کروں گا۔" مراد علی نے کچھ کہے بغیر سر پھیر دیا۔ چند دن بعد ہاشم بیگ بلقیس اور ثمینہ کے سامنے اپنے سفر کے واقعات بیان کر رہا تھا اور ثمینہ ماں اور بہنوئی کو قائل کرنے سے زیادہ اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے بار بار یہ کہہ رہی تھی۔ "وہ ضرور آئیں گے۔ بھائی جان وہ ضرور آئیں گے۔ امی جان مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور آئیں گے۔"

بلقیس کے ہاں قریبا ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد ہاشم بیگ ادھونی واپس چلا گیا۔ اس کے بعد ثمینہ کچھ عرصہ ملک جہاں خان کی سرگرمیوں کے متعلق مختلف اور متضاد خبریں سنتی رہی۔ کبھی یہ خبر آتی کہ وہ جنوب کی طرف پیش قدمی کرنے کے بعد فلاں علاقہ فتح کر چکا ہے اور کبھی یہ خبر آتی کہ وہ فلاں مقام پر انگریزوں کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد پسپا ہو چکا ہے۔ ۱۸۰۰ء کے موسم برسات میں انگریزوں کے لیے ملک جہاں خان کی سرگرمیاں کافی پریشان کن ثابت ہو رہی تھیں لیکن میسور کی ہمسایہ ریاستوں کے حکمرانوں کی غیر جانبداری کے باعث جہاں خان کی یہ اکا دکا لڑائیاں ایک وسیع پیمانے پر جنگ کا پیش خیمہ نہ بن سکیں۔ گزشتہ جنگوں میں اس کے کئی ساتھی مارے جا چکے تھے اور کئی مایوس اور بددل ہو کر اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ انگریزوں نے ان سرفروشوں کی جماعت کے ساتھ اپنے جاسوسوں کی ایک اچھی خاصی تعداد شامل کر دی تھی۔ یہ لوگ ایک طرف جہاں خان کے

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ساتھیوں میں مایوسی اور بددلی پھیلاتے اور دوسری طرف انگریزوں کو ملک جہاں خان کی سرگرمیوں سے باخبر رکھتے۔ موسم برسات کے اختتام پر میسور کی شمالی سرحد سے اس قسم کی خبریں آ رہی تھیں کہ کرنل آرتھر ولزلی جسے ایسٹ انڈیا کمپنی نے ملک جہاں خان کی سرکوبی کی مہم سونپی تھی، ایک بھاری لشکر کے ساتھ سرحد کے جنگلوں اور پہاڑوں میں باغیوں کا پیچھا کر رہا تھا پھر ایک دن یہ خبر مشہور ہوئی کہ ملک جہاں خان ایک خونریز معرکے میں شکست کھانے کے بعد شہید ہو چکا ہے اور کرنل ولزلی کے دستے ان کے رہے سہے ساتھیوں کی سرکوبی میں مصروف ہیں۔

بلقیس نے صحیح حالات معلوم کرنے کے لیے گاؤں کا ایک آدمی ہاشم بیگ کے پاس بھیجا۔ ہاشم بیگ نے اس خط کے جواب میں ملک جہاں خان کی موت کی خبر کی تصدیق کر دی۔ لیکن مراد علی کے بارے میں اس کا جواب یہ تھا کہ مجھے انتہائی کوشش کے باوجود اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ ملک

جہاں خان کی موت کی خبر سننے کے بعد مراد علی کے متعلق ثمینہ کی بے قراری اور بے چینی میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا۔ انتظار کے لمحات اسے برسوں سے زیادہ طویل محسوس ہوتے تھے۔ ماہ اکتوبر کی ایک شام وہ حسب معمول تنہا اپنے مکان کی چھت پر کھڑی تھی۔ ہوا خوشگوار تھی۔ گاؤں کے چرواہے اور کسان دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد اپنے اپنے گھروں کو واپس آ رہے تھے۔ دور دور کی بستیوں کے گھروں سے ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا۔ گاؤں کی فضا ارد گرد درختوں پر جمع ہونے والے پرندوں کے چہچہوں سے لبریز تھی۔ تھوڑی دیر بعد گاؤں پر رات کا سکوت طاری ہو گیا اور آسمان پر اکا دکا ستارے نظر آنے لگے۔ پھر مشرق کی ایک پہاڑی کے عقب سے چاند نمودار ہونے لگا۔ ڈیوڑھی سے باہر آنکھ مچولی کھیلنے والے بچوں کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔ ثمینہ تھوڑی دیر چھت پر ٹہلنے کے بعد منڈیر پر بیٹھ گئی۔ چاند اب پوری آب و تاب کے ساتھ نمودار ہو چکا تھا۔ نیچے مردانہ حویلی کے صحن میں نوکر

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

باتیں کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد گاؤں کی مسجد سے عشاء کی آذان سنائی دینے لگی ثمینہ نیچے جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اسے ڈیوڑھی کی طرف گھوڑے کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ ایک گھوڑا جس کا سوار زین پر جھکا ہوا تھا آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا ڈیوڑھی کے راستے بیرونی صحن میں داخل ہوا۔

Pdf by Road Sign

''کون ہے؟'' ایک نوکر نے کہا سوار نے کوئی جواب دیے بغیر گھوڑے سے اترنے کی کوشش کی۔ لیکن زمین پر پاؤں رکھتے ہی وہ منہ کے بل گر پڑا۔ نوکر بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھے۔ ''یہ کون ہے؟ اسے کیا ہوا؟'' یہ زخمی ہے .... یہ بے ہوش ہے ...... یہ بیمار ہے، وہ ایک دوسرے کو سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ثمینہ اٹھ کر زینے کی طرف بڑھی اس کا دل دھڑک رہا تھا اور اس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ وہ نیچے اتر کر باہر کی حویلی

www.hagfunpk.com

کی طرف بڑھی۔ پیچھے سے ماں کی آواز آئی۔ ثمینہ کہاں جا رہی ہو؟'' ثمینہ نے مڑ کر دیکھے بغیر جواب دیا'' امی جان میں یہیں ہوں' میں ابھی آتی ہوں۔'' اتنی دیر میں نوکر نووارد کو ایک کھاٹ پر لٹا چکے تھے۔ منور خان ثمینہ کو دیکھ کر چلایا۔'' بی بی جی' یہ آ گئے میرا خواب درست نکلا۔ لیکن یہ بے ہوش ہیں۔ یہ بخار سے جل رہے ہیں۔ اگر گاؤں میں کوئی اچھا طبیب ہو تو اسے بلوائیے۔'' ثمینہ کی نگاہیں نووارد کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر وہ اچانک آگے بڑھی اور مراد علی کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے چلائی'' انہیں اندر لے چلو اور طبیب کو فوراً بلاؤ۔ منور تم امی جان کو اطلاع دو۔''

Pdf by Road Sign
www.hlabfunpk.com

کوئی ایک گھنٹے بعد مراد علی نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھولیں تو ایک کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ ایک عمر رسیدہ طبیب اس کے زخمی بازو پر پٹی باندھ رہا تھا اور گھر کے نوکر اور گاؤں کے چند آدمی اس کے گرد جمع تھے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد منور خان کی طرف نظریں گاڑ دیں اور اسے پانی لانے کے لیے کہا۔ منور بھاگتا ہوا باہر نکلا اور پانی کا کٹورا لے آیا۔ مراد علی نے پانی پینے کے لیے سر اٹھایا لیکن نقاہت کے باعث اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور اس نے دوبارہ اپنا سر تکیے پر رکھ دیا۔ ایک آدمی نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا اور پانی کے چند گھونٹ پلانے کے بعد دوبارہ لٹا دیا۔ طبیب نے مرہم پٹی سے فارغ ہونے کے بعد اسے ایک دوائی پلائی اور کمرے میں جمع ہونے والے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''انہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اس لیے آپ تشریف لے جائیں۔''

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

وہ کیلے بعد دیگرے کمرے سے نکل گئے لیکن منور اپنی جگہ کھڑا رہا۔ مراد علی نے نحیف آواز میں کہا ”منور تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟“ منور کی آنکھوں سے آنسو امڈ آئے اور کچھ دیر اس کے حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ بالآخر اس نے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا ”مجھے ہاشم بیگ صاحب نے یہاں بھیج دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ آپ یہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ مراد علی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ منور کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑا رہا اور جب مراد علی نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ مضطرب ہو کر چلایا ”بھائی جان بھائی جان“ طبیب جلدی سے اس کی نبض ٹٹولنے لگا۔ مراد علی نے آنکھیں کھولیں اور اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا ”میں ٹھیک ہوں...... مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔“

”آپ تھوڑا سا دودھ پی لیں“ طبیب نے کہا ”نہیں ابھی نہیں“ مراد علی نے آنکھیں بند کرتے ہوئے جواب دیا۔ طبیب نے منور کی طرف

www.iqbalkalmati.blogspot.com Pdf by Road Sign

متوجہ ہو کر کہا ''میں جاتا ہوں' تم بیگم صاحب کو اطلاع دے دو اب ان کی طبیعت ٹھیک ہے لیکن انہیں آرام کی اشد ضرورت ہے اگر رات کے وقت ضرورت پڑے تو مجھے اطلاع دیں۔'' مراد علی کی آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی۔ روشندان سے سورج کی ابتدائی کرنیں کمرے میں آ رہی تھیں۔ ثمینہ اس کے بستر کے قریب ایک کرسی پر بیٹھی سو رہی تھی اور منور دروازے کے پاس ایک چٹائی پر لیٹا خراٹے لے رہا تھا۔ ثمینہ کی گردن ایک طرف جھکی ہوئی تھی اور بالوں کی ایک لٹ اس کے چہرے پر بکھری ہوئی تھی۔ یہ کمرہ وہی تھا جہاں ثمینہ کے ساتھ اس کی آخری ملاقات ہوئی تھی۔ شہباز کی یادگاریں اسی طرح پڑی ہوئی تھیں کچھ دیر بعد وہ بستر پر پڑا ثمینہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پیاس کی شدت سے اس کا گلا خشک ہو رہا تھا۔ اس کے بستر کی دائیں طرف ایک تپائی پر پانی کی صراحی پڑی ہوئی تھی۔ مراد علی' ثمینہ یا منور کو آواز دینے کی بجائے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے صراحی سے پانی کا ایک کٹورا بھر کر پیا اور جب وہ

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسری بار کٹورے میں پانی ڈال رہا تھا تو ثمینہ نے اچانک آنکھیں کھول دیں۔ مراد علی کی طرف ایک نظر دیکھنے کے بعد اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر صراحی پکڑ لی اور کٹورے میں پانی بھر کر اسے پیش کر دیا مراد علی کا سر چکرا رہا تھا۔ وہ پانی پینے کے بعد لیٹ گیا اور ثمینہ اپنے بالوں کو درست کرتی ہوئی کرسی سے اٹھی اور اس نے کہا ''امی جان رات کے وقت آپ کے لیے دودھ لائی تھیں اور وہ یہاں پڑا پڑا خراب ہو گیا۔ آپ سو رہے تھے۔ ہم نے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ امی جان ابھی اٹھ کر گئی ہیں۔ آپ کو بھوک لگی ہو گی میں تازہ دودھ لے آؤں؟'' مراد علی نے نحیف آواز میں کہا ''بیٹھ جاؤ ثمینہ'' وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی اور کچھ دیر توقف کے بعد بولی۔ ''رات کے وقت آپ کو بہت بخار تھا۔ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟''

''میں ٹھیک ہوں۔ راستے میں مجھے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ میں شاید یہاں تک نہ پہنچ سکوں۔ رات کے وقت مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میں

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

کہاں ہوں میں ایک مدت کے بعد اس طرح سویا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو اتنی تکلیف دی آپ شاید ساری رات نہیں سوئیں۔'' مجھے یقین تھا کہ آپ ضرور آئیں گے۔ یہ کہتے ہوئے ثمینہ نے ذرا گردن اٹھا کر مراد علی کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ مراد علی نے کہا'' ثمینہ میرے لیے دنیا میں اس گھر کے سوا کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں'' ثمینہ نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا'' گاؤں کا طبیب زیادہ تجربہ کار نہیں۔ امی جان نے آدھی رات میں بھائی جان ہاشم بیگ کو پیغام بھیج دیا ہے کہ وہ کوئی اچھا طبیب لے کر یہاں پہنچ جائیں۔'' مراد علی نے کہا'' انہیں تکلیف دینے کی ضرورت نہ تھی۔''

Pdf by Road Sign
www.roadsign.com

''میں امی جان کو اطلاع دیتی ہوں'' ثمینہ یہ کہہ کر اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ رہائشی مکان کا صحن عبور کرنے کے بعد وہ ایک کمرے میں

داخل ہوئی بلقیس جس نے اس کے ساتھ ساری رات آنکھوں میں کاٹی تھی۔ اپنے بستر پر پڑی گہری نیند سو رہی تھی۔ ثمینہ بے اختیار آگے بڑھی اور اس کے ساتھ لپٹ کر سسکیاں لینے لگی۔ ماں نے انتہائی گھبراہٹ کی حالت میں کہا۔ ''کیا ہوا ثمینہ بولتی کیوں نہیں، مراد کیسا ہے؟''

''امی جان، امی جان وہ ٹھیک ہیں، وہ بالکل ٹھیک ہیں وہ ابھی میرے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔''

Pdf by Road Sign

تھوڑی دیر بعد بلقیس اور ثمینہ مراد علی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور وہ انہیں اپنی سرگزشت سنا رہا تھا۔ انگریزوں کے ساتھ ملک جہان خان کی آخری جنگ اور اپنے زخمی ہونے کے واقعات بیان کرنے کے بعد اس نے بلقیس سے مخاطب ہو کر کہا ”چچی جان شکست کے بعد میسور کی حدود میں میرے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ انگریزوں نے میرے سر کی قیمت مقرر کر رکھی ہے۔ میرے ساتھ پچاس آدمیوں نے سرحد کے ایک مرہٹہ سردار کے پاس پناہ لی تھی۔ ہم اسے اپنا دوست سمجھتے تھے وہ گزشتہ لڑائیوں میں ہماری درپردہ مدد کیا کرتا تھا لیکن ملک جہان خان کی موت کے بعد دنیا بدل چکی تھی اور ہمیں پتہ چلا کہ یہ شخص ہمیں انگریزوں کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ایک رشتہ دار نے ہمیں خبردار کیا اور ہم وہاں سے نکل آئے زخمی اور بیمار ہونے کے باعث میں زیادہ دور تک اپنے دوستوں کا ساتھ نہ دے سکا۔ اور وہ میرے اصرار پر مجھے جنگل کی ایک بستی میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اس بستی کے کسان اور چرواہے نہایت نیک دل ثابت ہوئے لیکن میری حالت بہت خراب تھی اور مجھے وہاں مرنا پسند نہ تھا۔“

Pdf by Road Sign

بلقیس نے آبدیدہ ہو کر کہا ''بیٹا تم سیدھے یہاں کیوں نہ آئے؟''

''چچی جان مجھے ڈر تھا کہ آپ میری وجہ سے کسی مشکل میں نہ پھنس جائیں اور اب بھی میں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں میں سواری کے قابل ہوتے ہی آپ سے اجازت لوں گا۔'' ثمینہ کے چہرے پر غم کے بادل چھا گئے۔ بلقیس نے کہا ''بیٹا یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ اگر کوئی مشکل پیش آئی بھی تو مجھے یقین ہے کہ ہاشم تمہاری مدد کرے گا۔ حیدرآباد اور دھونی کے کئی بااثر حکام اس کے دوست ہیں۔'' مراد علی نے کہا ''چچی جان جو امرائے دکن کی حکومت کو سلطان ٹیپو کے قتل میں حصہ دار بننے سے نہیں روک سکتے وہ میرے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ نظام نے انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے صرف اہل میسور کے قتل عام میں حصہ ہی نہیں لیا بلکہ اپنی رعایا کو بھی بے دست و پا بنا کر ان کے آگے ڈال دیا ہے اس سے یہ توقع رکھنا

Pdf by Road Sign

خود فریبی ہے کہ وہ میری خاطر اپنے فرنگی آقاؤں کو ناراض کرنا پسند نہیں کرے گا۔ اگر مجھے اس سے کسی نیک سلوک کی توقع ہوتی بھی تو میں اس کی پناہ لینا گوارا نہ کرتا۔ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ اب وہ ذلت اور غلامی کی زندگی اختیار کیے بغیر میرے لیے اور کوئی چارا نہیں تو بھی میں ایک ایسے آقا کی اطاعت قبول نہیں کروں گا جو خود انگریزوں کا غلام ہو۔"

Pdf by Road Sign
www.magfunpk.com

"لیکن تم کہاں جاؤ گے؟" بلقیس نے مغموم لہجے میں سوال کیا۔ مراد علی نے جواب دیا "چچی جان میں ایک ایسا ملک دیکھ آیا ہوں جس کے کسان اور چرواہے ابھی تک آزادی کے گیت گا رہے ہیں۔ میں افغانستان جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ مجھے مایوس نہیں کریں گے جنہیں دلی کے مسلمانوں کی فریاد پانی پت کے میدان میں لے آئی تھی دریائے کابل کے کنارے ایک چھوٹی سی بستی ہے اور اس بستی کا عمر رسیدہ سردار پانی پت

کے مجاہدوں کے ساتھ تھا۔ وہ چچا اکبر خان اور ابا جان کو جانتا تھا اور اس نے مجھے آپ کے قبیلے کے ان لوگوں کا پتہ دیا تھا جو روہیل کھنڈ سے ہجرت کرنے کے بعد وہاں آباد ہو گئے تھے۔" ثمینہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی قوت گویائی جواب دے چکی تھی۔ بلقیس نے انتہائی کرب کی حالت میں مراد علی کی طرف دیکھا اور کہا "بیٹا تم افغانستان کے تازہ حالات سے باخبر نہیں ہو۔ وہاں خانہ جنگی شروع ہو چکی ہے اور زمان شاہ کے متعلق تو یہاں تک مشہور ہے کہ وہ باغیوں کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ چکا ہے۔"

Pdf by Road Sign
www.magicpk.com

مراد علی نے کہا "چچی جان میں اپنے مصائب کے بدترین ایام میں بھی افغانستان کے حالات سے بے خبر نہیں تھا۔ میں زمان شاہ کے متعلق تمام افواہیں سن چکا ہوں اور ممکن ہے کہ یہ افواہیں صحیح ہوں لیکن اگر قوم زندہ ہو تو وہ بدترین حالات کو بھی اپنے لیے سازگار بنا لیتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ

افغانستان کے باشندے زمان شاہ کے بعد بھی اپنی آزادی کے پرچم سرنگوں نہیں ہونے دیں گے ۔ جب کوئی بیرونی خطرہ درپیش آئے گا تو افغان سرداروں کو متحد اور منظم ہونے میں دیر نہیں لگے گی ان تشویشناک خبروں نے افغانستان جانے کے متعلق میرا ارادہ زیادہ پختہ کر دیا ہے ممکن ہے کہ میں ان لوگوں کی کوئی خدمت کرسکوں اور انہیں انگریزی استبداد کے اس سیلاب کی تندی وتیزی کا احساس دلاسکوں جو میسور کے عظیم قلعے مسمار کرنے کے بعد بڑی تیزی سے شمال کی طرف بڑھ رہا ہے میں احمد شاہ ابدالی کے بیٹوں کے پاس اسلام کی ان بیٹیوں کی فریاد لے کر جاؤں گا جنہوں نے اپنی آنکھوں سے سرنگا پٹم کا روز قیامت دیکھا تھا میں انہیں بتاؤں گا کہ قوموں کی عزت اور آزادی کے لیے اندرونی غدار کس قدر خطرناک ثابت ہوتے ہیں ۔ اسلام کی ناموس کے رکھوالو تم سرنگا پٹم کے واقعات سے سبق سیکھو ۔ اگر تمہاری صفوں میں کوئی میر صادق ہے تو وقت آنے سے پہلے اس سے نجات حاصل کرلو ۔ اگر تم بیرونی خطرات سے آنکھیں بند کر کے آپس میں الجھ گئے تو تمہارا انجام ہم سے مختلف نہیں ہوگا ۔ ''

Pdf by Road Sign

مرادعلی جوش کی حالت میں بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بلقیس اضطراب کی حالت میں اٹھ کر آگے بڑھی اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی ''بیٹا تم کو بخار ہے لیٹ جاؤ' جب تم تندرست ہو جاؤ گے تو میں تمہارا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کروں گی؟'' وہ لیٹ گیا' بلقیس نے ثمینہ کی طرف دیکھا اور کہا' ''آؤ بیٹی انہیں آرام کرنے دو۔'' چار دن بعد ادھونی کا طبیب بلقیس کے گھر پہنچ گیا اور اس نے مرادعلی کے ساتھ رسمی علیک سلیک کے بعد اپنی جیب سے ایک خط نکال کر اسے پیش کر دیا۔ مرادعلی نے خط کھول کر پڑھا۔ ہاشم بیگ نے لکھا تھا۔

Pdf by Road Sign

www.paksociety.com

عزیز بھائی' خدا کا شکر ہے کہ آپ خالہ جان کے پاس پہنچ گئے میں ادھونی کے قابل ترین طبیب حکیم مصطفیٰ خان کو آپ کے علاج کے لیے بھیج رہا ہوں میں خود حاضر ہونا چاہتا تھا لیکن مجھے شاید ایک ہفتہ تک چھٹی نہ مل سکے۔ تنویر اور امی جان میرے ساتھ ہیں اور وہ بھی آپ کو دیکھنا چاہتی ہیں ہم

انشاء اللہ زیادہ سے زیادہ دس پندرہ دن تک آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔

تمہارا بھائی ہاشم

Pdf by Road Sign

حکیم مصطفیٰ خان کا علاج شروع کرنے سے پانچ دن بعد مراد علی کا بخار اتر چکا تھا اور اس کا زخم آہستہ آہستہ مندمل ہو رہا تھا۔ آٹھ دن کے بعد اس نے پہلی بار گھر سے نکل کر گاؤں کی مسجد میں نماز ادا کی۔ اور اس سے اگلے روز حکیم مصطفیٰ خان واپس چلا گیا۔

مراد علی کی علالت کے ایام میں ثمینہ بڑی شدت کے ساتھ یہ محسوس کیا کرتی تھی کہ زمانے کے انقلاب نے ان کے درمیان ایک ناقابل عبور دیوار کھڑی کر دی ہے اس کی آمد سے قبل وہ ان جنگلوں اور پہاڑوں کا تصور کیا کرتی تھی جہاں ملک جہاں خان کے ساتھی مصروف پیکار تھے۔ ان سرپھروں کی رفاقت میں مراد علی کی زندگی کی مختلف تصویریں اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتیں۔ کبھی وہ دیکھتی کہ وہ جنگ کے میدان میں شمشیر بکف کھڑا ہے اور اسے بندوقوں کے دھماکے، تلواروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخیں سنائی دینے لگتیں۔ کبھی وہ یہ دیکھتی کہ وہ بھوکا پیاسا زخمیوں کے ساتھ کسی تاریک غار میں پڑا ہوا ہے اور دشمن کی افواج جنگلوں اور پہاڑوں میں اسے تلاش کر رہی ہیں .... رات کو سوتے وقت یہ اضطراب انگیز خیالات بھیانک سپنوں میں تبدیل ہو جاتے۔ باغیوں کی شکست اور ملک جہاں خان کی موت کی خبر سننے کے بعد اس کا اضطراب جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا تاہم

Pdf by Road Sign
www.urdunovelspk.com

اس کی یہ امید آخری وقت تک قائم رہی کہ اگر مراد علی زندہ ہے تو وہ ضرور آئے گا۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتا کہ میری زندگی کا ہر لمحہ اس کی یاد سے لبریز ہے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اس کی واپسی کا تصور کیا کرتی پھر بارگاہ ایزدی میں اس کی دعائیں مستجاب ہوئیں اور مراد علی اس کے گھر پہنچ گیا لیکن یہ وہ نوجوان نہ تھا جو چند برس قبل اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا تھا...... جس کے تصورات سے اس کی امیدوں اور سپنوں کی دنیا آباد تھی...... مراد علی بدل چکا تھا۔ اب اس کی اجڑی ہوئی دنیا میں ثمینہ کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔

Pdf by Road Sign

افغانستان جانے کا ارادہ ظاہر کرنے کے بعد اس نے مستقبل کے متعلق ثمینہ کی آرزوؤں اور امیدوں کے ٹمٹماتے چراغ بجھا دیے تھے۔ اسے یہ شکایت نہ تھی کہ وہ افغانستان کیوں جا رہا ہے ثمینہ کو صرف یہ گلہ تھا کہ مراد نے اپنے زخموں کا مداوا سوچتے وقت اسے قطعاً نظر انداز کر دیا ہے کاش وہ

صرف ایک بار یہ کہہ سکتا کہ ہمیں مستقبل کی تاریکیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کے سہارے کی ضرورت ہے۔ اگر تم چاہو تو میں دریائے کابل کے کنارے تمہارے لیے ایک جھونپڑا تعمیر کر سکتا ہوں۔"

وہ بار بار یہ سوچتی "کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مراد علی میرے احساسات سے بالکل غافل ہو۔ کیا میرے تمام سپنوں کی تعبیر یہی تھی کہ وہ یہاں چند دن کے لیے آئے اور پھر ہمیشہ کے لیے کہیں چلا جائے......" وہ اپنے دل میں شکایات کا ایک طوفان لیے اس کے کمرے میں داخل ہوتی لیکن مراد علی کا نحیف اور لاغر چہرہ اور اس کی کھوئی کھوئی نگاہیں اس کے ہونٹوں پر مہر لگا دیتیں۔ وہ ایک ثانیہ کے لیے ثمینہ کی طرف دیکھتا اور پھر اس کے بعد کمرے کی چھت یا کسی دیوار کی طرف نگاہیں گاڑ دیتا اور وہ انتہائی کوشش کے باوجود اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکتی۔ "اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

Pdf by Road Sign
www.roadsignpk.com

ادھونی کے طبیب کی واپسی کے دو دن بعد ایک دوپہر مراد علی نیم خوابی کی حالت میں بستر پر پڑا ہوا تھا۔ثمینہ کمرے میں داخل ہوئی۔مراد علی نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔وہ بولی ''ہاشم بھائی جان اور تنویر آپا کا پیغام آیا ہے وہ ادھونی سے روانہ ہو چکے ہیں اور کل یا پرسوں تک پہنچ جائیں گے۔منور کہتا تھا کہ آج صبح آپ سیر کے لیے گئے تھے حکیم صاحب نے تاکید کی تھی کہ آپ کو چند دن چلنے پھرنے سے پرہیز کیا جائے۔''

''میں زیادہ دور نہیں گیا تھا۔'' ثمینہ چند ثانیے تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ثمینہ مراد علی نے کہا وہ رک گئی اور مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔''بیٹھ جاؤ ثمینہ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' ثمینہ نے اپنے دل میں خوشگوار دھڑکنیں محسوس کیں اور وہ آگے بڑھ کر اس کے دائیں ہاتھ کرسی پر بیٹھ گئی۔''ثمینہ'' مراد علی نے قدرے توقف کے بعد کہا ''تم مجھ سے خفا ہو؟''

''وہ کس بات پر؟'' ثمینہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تم اس بات پر خفا ہو کہ میں ہندوستان جا رہا ہوں۔'' ثمینہ نے اپنے ہونٹوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہا ''میرے خفا ہونے سے کیا ہوتا ہے۔''

''ثمینہ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب میں آخری بار تم سے رخصت ہوا تھا تو میسور کے افق پر ایک تاریک آندھی کے آثار کے باوجود میری دنیا زندگی کے ولولوں سے لبریز تھی اور مجھے یقین تھا کہ میں جب واپس آؤں گا تو زمین کی تمام خوشیاں تمہارے قدموں میں ڈھیر کر سکوں گا۔ میں تمہیں اس وطن اور اس گھر کی زینت بناؤں گا جو تمہارے وطن اور تمہارے گھر سے بہتر ہے لیکن اب میری دنیا بدل چکی ہے میرا کوئی وطن نہیں میرا کوئی گھر نہیں۔ میں وہ تہی داماں مسافر ہوں جس کا قافلہ لٹ چکا ہے اب میں تمہیں اپنے آلام و مصائب میں حصہ دار نہیں بنا سکتا میں ہاشم بیگ سے ملتے ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

Pdf by Road Sigo
www.magfunpk.com

”مجھے آپ کی مجبوری کا علم ہے اور میں آپ کا راستہ نہیں روک سکتی لیکن آپ یہاں سے تنہا نہیں جائیں گے۔“ ثمینہ یہ کہہ کر اٹھی اور دروازے کی طرف چل پڑی۔ ”ثمینہ ثمینہ“ مراد علی نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور وہ دروازے کے قریب رک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ مراد علی نے کرب انگیز لہجے میں کہا ”تم ایک ایسے انسان کی رفاقت قبول کرلو گی جس کے راستے میں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں؟“ ثمینہ جواب دینے کی بجائے مسکرائی اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو امڈ پڑے۔ ”ثمینہ میری بات کا جواب دو میں شہباز کی بہن اور سردار اکبر خان کی بیٹی سے پوچھتا ہوں۔ کیا وہ ایک معمولی چرواہے یا کسان کے ساتھ ایک تنگ جھونپڑے میں زندگی بسر کر سکے گی؟“ اس نے جواب دیا ”آپ کی تنگ جھونپڑی مجھے نظام کے محلات سے زیادہ کشادہ نظر آئے گی۔“ بلقیس کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا ”بیٹا ہاشم بیگ کا پیغام آیا ہے؟“

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

''ہاں چچی جان مجھے ثمینہ نے بتایا ہے'' بلقیس ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور ثمینہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ مراد علی نے کہا ''چچی جان اگر آپ کی اجازت ہو تو میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں'' بلقیس نے شفقت آمیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور بولی ''کہو بیٹا'' مراد علی کچھ دیر مذبذب سا ہو کر اس کی طرف دیکھتا رہا بالآخر اس نے کہا ''چچی جان لوگ کہتے ہیں کہ رات کی تاریکی میں انسان کا سایہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے لیکن آپ کے پاس آ کر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ میں اس دنیا میں تنہا نہیں ہوں...... میں آپ سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ.........''

Pdf by Road Sign

''تم کیا کہنا چاہتے ہو بیٹا' خاموش کیوں ہو گئے؟''

''چچی جان' اس نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا'' آج ثمینہ کے ساتھ گفتگو کے بعد میں اپنے دل میں زندگی کے دامن کی طرف

ہاتھ بڑھانے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں اور اپنے مستقبل کے متعلق بھی کوئی حوصلہ افزا بات نہیں کر سکتا۔ میری تمام پونجی صرف ماضی کی یادوں تک محدود ہے لیکن اپنی کم مائیگی، بے بسی اور بے چارگی کے باوجود میں ثمینہ کو اپنے مستقبل کی تاریکیوں میں حصہ دار بنانا چاہتا ہوں۔" بلقیس نے پیار سے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیے اور کہا "میرے بیٹے تمہیں یہ کہنے کے لیے اتنی لمبی تمہید کی ضرورت نہ تھی۔ میں ثمینہ کی ماں ہوں اور جانتی ہوں کہ وہ تمہارے راستے کے کانٹوں کو پھولوں سے زیادہ دلفریب سمجھتی ہے۔ میں اپنے دل میں ثمینہ کے مستقبل کے متعلق اس دن فیصلہ کر چکی تھی جب تم پچھلی مرتبہ یہاں آئے تھے۔"

مراد علی نے تشکر اور احسان مندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر "چچی جان وہ زمانہ اور تھا۔ اس وقت میں فخر اور غرور کے ساتھ سر اونچا کر کے

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

آپ سے کوئی بات کرسکتا تھا لیکن اب وہ غرور سرنگا پٹم کی خاک میں دفن ہو چکا ہے۔'' بلقیس نے کہا ''میرے لیے صرف یہ جاننا کافی ہے کہ تم معظم علی کے بیٹے ہو۔'' ثمینہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے آگے بڑھ کر مراد علی کی طرف مخمل کی ایک چھوٹی سی تھیلی بڑھاتے ہوئے کہا ''لیجیے یہ آپ کی امانت ہے میں بھول گئی تھی۔'' آن کی آن میں مراد علی کے خیالات کہیں سے کہیں پہنچ چکے تھے۔ اس نے تھیلی کو ہاتھ لگائے بغیر بھرائی آواز میں کہا ''ثمینہ اسے اپنے پاس رہنے دو۔'' ثمینہ نے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور اس کے ہاتھ کا اشارہ پاکر تھیلی سنبھالے کمرے سے باہر نکل گئی۔ بلقیس نے کہا ''بیٹا ہاشم بیگ کہتا تھا کہ وہ جواہرات بہت قیمتی ہیں۔ لیکن فرض کرو اگر تم دنیا کے غریب ترین انسان ہوتے تو بھی میں ثمینہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دیتے ہوئے فخر محسوس کرتی۔''

Pdf by Road Sign

اگلے روز مراد علی گاؤں کی مسجد میں عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد واپس آیا تو اسے پتہ چلا کہ ہاشم بیگ پہنچ چکا ہے۔ وہ اپنے کمرے کے قریب پہنچا تو خادمہ نے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا "جناب آپ کو بیگم صاحبہ بلاتی ہیں۔" وہ اس کے ساتھ چل دیا' دو منٹ بعد وہ رہائشی مکان کے ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا وہاں ہاشم بیگ' تنویر اور بلقیس آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ مراد علی نے السلام علیکم کہا اور ہاشم بیگ نے جلدی سے اٹھ کر اسے گلے سے لگا لیا اور پھر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا "ہم ابھی ابھی آپ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ میں ثمینہ اور خالہ جان کو مبارکباد دے چکا ہوں اور مجھے اس بات پر اصرار ہے کہ اب کسی تاخیر کے بغیر آپ کی شادی کر دی جائے۔ موجودہ حالات میں آپ زیادہ عرصہ یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ جنوبی ہندوستان کے کونے کونے میں جہاں خان کے ساتھیوں کی تلاش جاری ہے جس دن مجھے آپ کے یہاں پہنچنے کی اطلاع ملی تھی اس سے دو دن

بعد دکن کی حکومت نے ادھونی کے قریب ایک جنگل سے دس آدمیوں کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالہ کر دیا تھا۔ میں نے انہیں بچانے کی کوشش کی تھی لیکن وہاں میرا بس نہیں چلا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مرہٹہ سرداروں نے بھی آپ کے کئی ساتھیوں کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا ہے ابھی تک انگریزوں کو آپ کے متعلق شاید علم نہیں لیکن آپ زیادہ عرصہ یہاں چھپ کر نہیں رہ سکتے۔ میرے لیے یہ کہنا بہت تکلیف دہ ہے کہ آپ کے لیے یہ علاقہ محفوظ نہیں لیکن آپ کی سلامتی ہمارا پہلا فرض ہے۔''

مراد علی نے جواب دیا ''میں صرف آپ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔'' ہاشم بیگ نے کہا ''خالہ جان نے مجھے بتایا ہے کہ آپ افغانستان جانا چاہتے ہیں؟''

Pdf by Road Sign
www.magazinepk.com

’’ہاں‘‘ ہاشم بیگ بلقیس کی طرف متوجہ ہو کر بولا! ’’خالہ جان اگر آپ میری رائے سے اتفاق کریں تو کل یا پرسوں ان کی شادی کا انتظام کر دیا جائے۔ ہمیں کسی لمبی چوڑی تیاری کی ضرورت نہیں صرف خاندان کے چند معززین کو بلا لینا کافی ہوگا۔ انہیں رخصت کرنے کے بعد ہم آپ کو اپنے ساتھ ادھونی لے جائیں گے۔ ایک کمسن لڑکا دوسرے کمرے سے نکلا اور سید حامد مراد علی کے قریب آ کر بولا ’’آپ کا نام مراد علی ہے؟‘‘

Pdf by Road Sign

www.magspk.com

’’ہاں میرا نام مراد علی ہے۔‘‘ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ ہاشم بیگ نے کہا یہ آپ کا بھتیجا ہے‘ کمسن لڑکے نے کہا ’’بھتیجا نہیں بھانجا ہوں کیوں جی آپ میرے ماموں ہیں نا؟‘‘

’’ہاں تمہیں کس نے بتایا؟‘‘

''مجھے خالہ ثمینہ نے بتایا ہے۔'' تنویر نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب بلاتے ہوئے کہا ''یہ تمہارے خالو ہیں بیٹا'' لڑکا مراد کو ایک ثانیہ بغور دیکھنے کے بعد بھاگ کر دوسرے کمرے میں ثمینہ کے پاس پہنچا اور بلند آواز میں بولا ''خالہ جان' امی کہتی ہیں وہ میرے ماموں نہیں خالو ہیں.........اور ثمینہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ تین دن بعد مراد علی اور ثمینہ کی شادی ہو چکی تھی۔

Pdf by Road Sign

www.magpk.com

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

چار ماہ بعد مراد اور ثمینہ پہاڑی کے دامن میں بل کھاتی ہوئی ایک سڑک پر گھوڑے روک کر نیچے وادی میں بہتے ہوئے دریا کا دلکش منظر دیکھ رہے تھے۔ منور خان کے علاوہ پانچ اور نوکران سے چند قدم آگے سڑک کے ایک موڑ پر سامان سے لدے ہوئے چار اونٹوں کے پاس کھڑے تھے۔

کابل کا رخ کرنے والے تاجروں کا ایک قافلہ جس کے ساتھ انہوں نے پشاور سے آگے چند منازل طے کی تھیں کوئی دو میل پیچھے ایک گھاٹی سے گزر رہا تھا۔ مراد علی نے دریا کے کنارے ایک بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''ثمینہ وہ سردار مکرم خان کی بستی ہے اور وہ ہماری آخری منزل ہے اور دریا کے دوسرے کنارے ان سنگلاخ چٹانوں کے پیچھے تمہارے قبیلے کے لوگ آباد ہیں ہم کسی دن ان کے پاس جائیں گے۔ یہ وہ زمین ہے جس نے محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی کا جاہ و جلال دیکھا ہے۔ یہ وہ مقدس خاک ہے جس کے ذرے ذرے پر مسلمانوں کی عظمت کی داستانیں لکھی ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں ہماری آزادی کے پرچم سرنگوں ہو چکے ہیں اور تلوار ٹوٹ چکی ہے۔ جو برسوں سے جنوب میں انگریزوں کی جارحیت کا سیلاب روکے ہوئے تھی۔ ہمارے تمام حوصلے اور ولولے سلطان شہید کے ساتھ سرنگاپٹم کی خاک میں دفن ہو چکے ہیں۔ اب ہندوستان کا کوئی قلعہ کوئی دریا یا پہاڑ فرنگی

www.maghmpk.com
Pdf by Road Sign

جارحیت کے سیلاب کو نہیں روک سکے گا افغانستان کے موجودہ حالات بھی کافی حوصلہ شکن ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ سنگلاخ چٹانیں اس سیلاب کے سامنے آخری دیوار ثابت ہوں گی۔ میں یہاں کے امراء کی خانہ جنگیوں سے بددل نہیں ہوں۔ مجھے ان کسانوں اور چرواہوں کی جرأت و ہمت پر بھروسہ ہے جو خطرے کے وقت اپنے جھونپڑوں کو اسلام کے ناقابل تسخیر قلعوں میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ میں اس ملک میں یہ امید لے کر آیا ہوں کہ کسی دن ہندوستان میں میرے مظلوم بھائیوں اور بہنوں کی فریاد ان لوگوں کو بے چین کر دے گی۔ ان پہاڑوں سے کوئی محمود نمودار ہوگا اور سلطان شہید کی روح دریائے کاویری کے کنارے اس کا استقبال کرے گی۔ اس خاک سے کوئی احمد شاہ ابدالی اٹھے گا اور ہندوستان کے مسلمان اپنے ظلمت کدوں میں ایک نئی صبح کے آفتاب کی روشنی دیکھیں گے۔ پھر اگر ہم نہ ہوں گے تو ہماری آئندہ نسلیں یہاں سے جنوب اور مشرق کا رخ کرنے والے مجاہدین کے

Pdf by Road Sign
www.roadsignbook.com

ہمرکاب ہوں گی۔ ثمینہ اس ملک کے غیور اور بہادر انسانوں کے دلوں میں اسلام کی وہ تڑپ اور ولولہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی کو پانی پت کے میدان میں لے گیا تھا۔ مکرم خان سے ملاقات کے بعد میں یہ احساس لے کر واپس گیا تھا کہ اگر افغانستان میں کوئی خدا کا بندہ اسلام کی صحیح روح بیدار کر سکا تو یہ سرزمین عالم اسلام کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ ثابت ہوگی۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہاں اپنے مستقبل کے متعلق میں نے جو خواب دیکھے ہیں وہ کس حد تک پورے ہوں گے لیکن میں تم سے ایک وعدہ کر سکتا ہوں اور وہ یہ کہ اب ہمارے مقدر میں انگریزوں کی غلامی نہیں ہوگی۔“

چند منٹ اپنے حال اور مستقبل کے متعلق باتیں کرنے کے بعد وہ آگے بڑھے اور ان کے تھکے ہوئے گھوڑے آہستہ آہستہ وادی کی طرف اترنے لگے۔ اگلے موڑ پر منور اور دوسرے آدمی ان کے ساتھ آملے۔ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دریائے کابل کے کنارے پہنچ گئے۔

Pdf by Road Sign
www.iqbalkalmati.blogspot.com

مراد علی گھوڑے سے اترا اور وضو کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے دریائے کاویری کے دلکش مناظر آ گئے۔ وہ تصور کے عالم میں سرنگا پٹم کے قلعے کی فصیلیں اور برج دیکھ رہا تھا۔ وہ شہر کی پر رونق گلیوں میں گھوم رہا تھا۔ وہ اپنے بچپن اور جوانی کے ساتھیوں کے ہمراہ سرنگا پٹم کے خوبصورت باغات کی سیر کر رہا تھا۔ وہ ان دلکش مساجد کا طواف کر رہا تھا جہاں کبھی ہر نماز کے ساتھ سلطان ٹیپو کی فتح کی دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ ....پھر یکے بعد دیگرے اس کے سامنے اپنے گھر کی مختلف تصویریں آنے لگیں۔ زندگی کی کتنی مسرتیں تھیں جو وہاں دفن ہو چکی تھیں۔ کتنے قہقہے تھے جو خاموش ہو گئے تھے۔

''بہت دیر ہو گئی آپ کیا سوچ رہے ہیں؟'' ثمینہ نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ''مراد نے مڑ کر دیکھا اور اس کی چھلکتی

Pdf by Road Sign
www.paksociety.com

ہوئی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ کیا ہوا؟ ”ثمینہ نے بھرائی ہوئی آواز میں سوال کیا؟ آپ رو رہے ہیں؟“

”کچھ نہیں ثمینہ۔ یہ آنسو دریائے کاویری سے دریائے کابل تک پہنچنے والے مسافر کی زندگی کی آخری متاع ہیں۔“

ختم شدہ